

This PDF you are browsing is in a series of several scanned documents containing the collection of Peerzada Muhammad Ashraf Sahib. b 1958

CV:

Residence: Towheed Abad Bemina, Srinagar

https://www.facebook.com/peerzadamohd.ashraf.16

Former Deputy Director Archives, Archaeology and Museums Deptt. J&K Govt.

Former State Coordinator National Manuscripts Mission GoI.

Former Registering Officer Antiquities, Jammu and Kashmir Govt.

Former Registar National Records, Jammu and Kashmir Govt.

Worked as Lecturer Arabic in Higher Education Department.

Studied at Aligarh Muslim University.

Lives in Srinagar, Jammu and Kashmir.

From Anantnag.

Peerzada Muhammad Ashraf Sahib has an ancestral Collection of Rare Books and Manuscripts in Sharada, Sanskrit, Persian, Arabic, Urdu, Kashmiri in his Home Town Srinagar.

Besides manuscripts, he also has many rare paintings (60+).

فہرست مضامین رسالہ ہذا بابت ماہ جون ۱۹۴۰ء

کتبہ: عبدالغنی کاتب

اوم

رسالہ مستانہ جوگی لاہور

نمبر ۶	جون سنہ ۱۹۴۰ء	جلد ۲۸

وید کے قومی گیت

(انتخاب از اتھرو وید۔ پرتھوی سوکت)

(۱)

اے مادرِ وطن یہ پہاڑوں کی چوٹیاں
شرما رہا ہے جن کی بلندی سے آسماں

جھیلوں کا وُہ عمق کہ گہر کا قیام ہے
میداں کی وسعتوں کا تخیل غلام ہے

ہیں کسقدر حسین یہ منظر۔ عجب سماں
جیسے کہ نغمہ ریز ہو خود مالکِ جہاں!

یہ جھومنا درختوں کا سو مستیاں لئے
جیسے بھگت ہوں جھو[illegible]ادِ خدا کئے

یہ بادلوں کا سایہ۔ یہ برسات کی فضا
پُر کیف سبز سبز سے کھیتو[illegible] کی یہ ادا

اے ماں! ہمارے واسطے راحت فزا ہوئی
بارش ہو شانتی کی مسرت [illegible] ہوں یہ

(۲)

یوں ندیاں رواں ہوئیں جیسے کہ بحرِ حسن
ہے ساحلوں کی گود میں تاثی[illegible]حسن

یہ جوئبار اور یہ نکھری ہوئی فضا
یہ پھول اور پھل۔ یہ ہوا۔ اور یہ بہار
سکھ اور شانتی کے سہارے لئے رہیں

یہ خنکیٔ لطیف، یہ گاتی ہوئی فضا
چشموں کے میٹھے گیت۔ یہ سبزہ۔ یہ مرغزار
ہم انکے واسطے۔ یہ ہمارے لئے رہیں

(۳)

سر پر ترے یہ برق گھٹاؤں کی یہ پھبن
دنیا ترے جمال سے بھی بہرہ مند ہے
سینے سے تیرے سونے کے چشمے نکل پڑے
اے مادرِ وطن مرے افلاس دور ہوں

آغوش میں ہیں تری۔ جوالائیں موجزن
مٹھی میں ہیں تیری دولتِ قارون بند ہے
آغوش کے لئے تری دیوتا مچل پڑے
شفقت کی وہ نظر کہ فضائیں بھی نور ہوں

(۴)

جھرنوں کے گیت کانوں میں آتے ہیں دمبدم
ایسا کچھ آج کر دے محبت کے زور میں

امواج مست مست بنیں رہزنِ الم
راحت کے نغمے ہوں مرے دریا کے شور میں

(۵)

وہ حسن جس کے سایہ میں چلتا ہے نوجواں
وہ حسن جو ہے مرکزِ ارمان و آرزو
وہ حسن جسکے جذب سے ناگاہ مردوزن
وہ حسن جو کہ دیدۂ آہو میں پے بہ پے
دوشیزہ کی نگاہِ حیا میں جو بار بار
جسکی شفق میں ہوتی ہیں وہ خوش ادائیاں
پہلی کرن کے ساتھ جو آئے فرازِ کوہ
اس حسن سے ہمیشہ رہے یہ وطن حسیں

ہیں جس کے ساتھ دہر کے ارماں کشاں کشاں
جس کی دلوں کو رہتی ہے۔ ہر لحظہ جستجو
بے اختیار دل کے بھلاتے ہیں۔ کل محن
چھلکا رہا ہے آج بھی رعنائیوں کی مے
دکھلا رہا ہے رقص کے منظر بصد بہار
جیسے کہ شیر خوار سے بچوں سے ہوں عیاں
بنجائے نغمہ ریز کہ جیسے ہو سازِ کوہ
ماں! اس ضیا سے چمکیں ہمارے دل و جبیں

(۶)

اس جا بھی کہ [illegible] ہوتی ہیں غلوں کی بخششیں
گا گا کے [illegible] چلاتے ہیں اسطرح یہ کسان
بادل کہ [illegible] ہاں کہ شجر جھوم جاتے ہیں
یہ کالے [illegible] ۔ اگر پیار کرتے ہیں

کرتی ہیں تر جہاں یہ کسانوں کو بارشیں
گیتوں سے ڈال دیتے ہیں نشو و نما میں جان
بجلی کی تابشوں سے کلس جگمگاتے ہیں
اے ماں! ادب سے ہم بھی نمسکار کرتے ہیں

(۷)

میدان میں، پہاڑ پہ، شہروں میں، دشت میں
اپنے لبوں پہ گیت ترے گونجتے رہیں!
اے ماں! جہاں کہیں بھی چلے جائیں گشت میں
دشمن سے تیرے صلح نہ منظور ہو ہمیں!

(۸)

یہ رنگ مختلف سے تری سرزمین کے
پیلی کہیں۔ سیاہ کہیں ہے کہیں سپید
بھوری، کہیں تو جیسے کہ تپتے ہوئے توے
ہر حال میں ہمارے لئے مرکزِ اُمید
تیری زمیں کہ جس پہ ہیں یہ کوہ سربلند
جنکی بلندیوں سے ہیں در آسماں کے بند
جس پہ کہ ندیاں ہیں بصد ناز موجزن
جن ندیوں پہ۔ حسن کا ہے مرکز و وطن
یہ پاک سرزمین ہمارے لئے رہے
غیر اپنا اقتدار کنارے لئے رہے

(۹)

سائے میں تیری دولت وشفقت کے ہم ہیں
دنیا کی طاقتیں نہ تجھے ہم سے لے سکیں
خدمت تری کریں ترے دشمن سے ہم لڑیں
پاگل کی طرح تیرے بچانے کو، ہم ڈٹیں!
وہ دن نہ آئیں جسمیں کہ قبضے ہوں غیر کے
آئیں اگر وہ دن تو ہمارے ہوں سر کٹے

(۱۰)

دشمن اگر ترا کوئی۔ ڈالے بری نظر
نیت ہو جس کی یہ کہ بنائے ہمیں غلام
جس کو غرور و ناز ہو اپنی سپاہ پہ
جس کا ستم جھکائے ہمیں۔ بہر احترام
اے دشمنِ عدوئے ستم ریز و پُر فتن
پھر تاکہ یہ غلام نہ ہم کو بنا سکیں
اے مادرِ وطن! انہیں دے جامۂ کفن
اپنا سر غرور نہ ہرگز اٹھا سکیں

(۱۱)

یہ بادلوں میں برق کی شعلہ فشانیاں
آتش فشاں یہ کوہ۔ یہ دریا کا سیل و جوش
یہ ریگ زارِ دشت کی آتش ہنانیاں
یہ آندھیوں کا ہوش [illegible] اور خروش
تو ان تمام قوت وطاقت کو دے ہمیں
ہم تاکہ ہڈیاں ترے دشمن کی توڑ دیں
سونے کی اس زمین پہ رکھیں نہ پھر قدم
اسطرح کرکے چھوڑینگے [illegible] کو ہلاک ہم

(۱۲)

رنگ ایک نسل ایک ہو۔ یا ہو جدا جدا
مذہب بھی مختلف ہو [illegible] کا ایک سا

ماں! ہم کو ایک رکھ نہ جدا ہوں ہمارے دل　　ہم مِل کے۔ ایک ساتھ عدو کو کریں خجل

(۱۳)

یہ مُلک جسمیں نغمہ و نَے۔ رقص اور سرود　　دیتا ہے زندگی کے چمن کو نیا وجود
یہ مُلک جسمیں جنگ کے شُعلے بھڑک اُٹھے　　آوازِ طبل سے دلِ دُشمن دھڑک اُٹھے
رہتے ہُوئے حفاظتِ فوج و سپاہ میں　　دُشمن کے ہم نے کاٹے ہیں سر رزمگاہ میں
یہ سرزمین پائے عدو سے بچی رہے　　آئے نہ اس زمین پہ سو کلفتیں سہے

(۱۴)

اے ماں! نہ اِس جگہ کسی مُوذی کا ہو گزر　　بچھُو نہ ہوں۔ نہ سانپ۔ نہ خونخوار جانور
بدنام مُلک کو جو کرے وہ یہاں نہ ہو　　یعنی کہ بخل و حرص بھرا نوجواں نہ ہو
اِسطرح کے جو ہوں بھی تو پرواہ کیا ہمیں　　غدارِ مُلک و قوم نہ پیدا ہُوا کریں

(۱۵)

یہ سرزمیں حسِیں رہے دِلستاں رہے　　ننھا سا جو پرند بھی ہو نغمہ خواں رہے
دستِ صبا گلوں کو دیئے جائے تھپکیاں　　گاتے ہُوئے ہمیشہ یہ چشمے رہیں رواں
بارش کی ہو کمی۔ نہ تو حد سے سوا رہے　　سونے سے کھیت کھیت کا دامن بھرا رہے
یہ مُلک اِسقدر ہو ہمارے لئے حسِیں　　شرمائے اِس کو دیکھ کے دُنیا کی ہر زمیں

ننھے پھُول

رات کو جب مَیں سونے لگتا ہُوں۔ تو آسمان پر چمکتے ہُوئے ستارے دیکھتا ہُوں۔ جو مجھے ننھے ننھے خوبصورت پھُول معلوم ہوتے ہیں ✦ ابھی میں اِسی نظارے میں محو ہوتا ہُوں۔ کہ چاند میرے سر پہ آجاتا ہے۔ وہ ایک نوجوان حسینہ ہے۔ جو برف سا س[illegible] باس پہنے اُس سبزہ زار میں پھُول چُننے آتی ہے۔ اور جب میں صُبح اُٹھتا ہُوں۔ تو مجھے آسمان پر ایک ستارہ بھی نظ[illegible]ہیں آتا۔ کیونکہ اُس نے تمام پھُول چُن چُن کر شہر کے سبزہ زار میں پھینک دیئے ہیں ✦

خُدا نے دی[illegible]یا تاثیر وقتِ صُبح صادق کو　　اثر رکھتی ہے اکثر جو دُعائے صُبح صادق ہو

متھرا سے کرشن کا پیغام
یشودھا کے نام

بُہت عرصہ نہیں ہُوا۔ ایک مہاتما جی کی کتھا میں ایک پریمی نے اِس طرح اِعتراض کیا " مہاتما جی! جب بھگوان "سری کرشن" اپنی پرورش کرنے والی ماتا "جسودھا" کو چھوڑ متھرا میں جا بسے۔ اُسوقت جسودھا ماتا اپنے آنکھوں کے تارے۔ دُلارے پُتر کو دیکھنے کے لئے کئی طرح سے بیاکل ہُوا کرتی تھیں۔ لیکن پھر بھی آنند کے دا[تا] بھگوان اپنی ماتا کے پاس آکر اُنہیں کیوں نہیں تسلّی دیتے تھے۔ کیا وُہ ماتا جسودھا کے اِحسانات کو ماننے سے لیت و لعل کرتے تھے "۔ مہاتما جی یہ اِعتراض سُن کر تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر پریم اور شردھا سے گدگد ہو کر گوہر افشان ہُوئے :- " بھگت سُنو۔ معمُولی دُنیا دار بھی " جسودھا " جیسی پریمی ماتا کو خواب میں بھی فراموش نہیں کر سکتا۔ میں " جسودھا " ماتا کے پریم اور اُس کی خوبیوں کو کہاں تک بیان کروں۔ جس کے پریم سے سارے نٹ کی طرح نچانے والے مایہ پتی بھگوان خود اوکھل میں بندھ گئے تھے۔ بھگوان کرشن ماتا جسودھا کا کِتنا اوپکار اور اِحسان مانتے تھے۔ اِسکے متعلّق میں نے ایک روز ایک بھگت کی زبانی ایک خُوبصورت اور پریم بھرا بھجن سُنا تھا وُہ جُوں کا تُوں سُناتا ہُوں۔ اُس کو سُن کر آپ کے شکوک رفع ہو جائیں گے "۔ بھگوان سری کرشن اپنے پیارے بھگت " اُودھو " کی معرفت ماتا کو پیغام بھیجتے ہیں :- اُودھو ماں سے کہیو جائیے ؎

تم چرنن درشن ہِت میرا   رہت ہے جی اکو لائے
رِن[1] نہیں چُکا سکا جب رِنیا[2]   چلے نہ اور اُپائے
مُنہ چھپا لجا کے مارے   بسے دُور ہے جائے
مہاجن کے سنمکھ وُہ ہو کر   سکے نہ آنکھ اُٹھائے
وُہی دشا ہُوئی آج ہے میری   جننی! کون اُپائے
ماتا تیرو رِن سر اُوپر   بھار سہیو نہیں جائے
میرے لئے بہت دُکھ جھیلے   تن کی سُدھ بسرا[ئے]
رِن سے مُکتی پانے کے ہِت   سُوجھے نہیں اُپا[ئے]
تا تے آئے دُور ہو بیٹھا   مَن میں ہی سُکچا[ئے]
کب شُبھ گھڑی آئے گی ماتا   بیٹھی ہے انگ لگا[ئے]

---

[1] قرض [2] مقروض

سر وسو تیرے ارپن کروں — چرنن میں پٹنائے
کہا کروں کچھ بس نہیں میرو — بسیو دُور ہوں آئے
اتنی کہت کنٹھ ہوا گدگد — نینن نیر بہائے
اُودھو ماں سے کہیو جائے

پھر مہاتما جی نے اِس سوال کے جواب میں بھی تھوڑی سی شاعری بیان کی۔ کہ رادھا کا بھگوان سے اتنا پریم۔ کہ اپنا سب کچھ ارپن کر دیا۔ اُس کو کبھی چھلئے کرشن نے جُدائی کی آگ میں جلنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اس کا جواب مہاتما جی نے کرشن کی زبانی ذیل کے شعروں میں دیا۔ یہ مہاتما سُور داس جی کے ایک ہندی بھجن کا ترجمہ ہے۔ کرشن جی اُودھو کی معرفت رادھا کو پیغام دیتے ہیں:-

گذرے ہوئے دن گذرے ہوئے دن — کچھ خواب تھے آئے بیت گئے
سچ بات سے کیوں انکار کروں — میں ہار گیا تم جیت گئے
معصوم جوانی کی راتیں — بادل تھے کہ جا کر چھٹ بھی گئے
وہ تیری محبت کے سپنے — سائے تھے۔ کہ بڑھ کر گھٹ بھی گئے
بیتی ہوئی گھڑیاں لوٹ آئیں — اے کاش یہ ممکن ہو سکتا
پھر برج کے روشن کنجوں میں — تم ہنس سکتے میں رو سکتا
اے کاش پھر اک ارماں کے لئے — تاروں پہ نگاہیں جم سکتیں
روتا ہوں شاید رونے سے — حسرت کی تلافی ہو جائے
جو یاد کہ تیری دل میں ہے — وہ یاد ہی کافی ہو جائے

شبنم کے موتی

ہزاروں [illegible] تھے چمکدار موتی درختوں پر چمک رہے تھے۔ چند ننھی لڑکیوں نے کہا " آؤ۔ ایک ایک دو دو موتی توڑ لیں [illegible] لیکن جب اُنہوں نے موتی پکڑنے کو ہاتھ بڑھائے۔ تو لاکھوں ننھی ننھی کرنیں آئیں۔ اور موتیوں کو اُٹھا کر [illegible] نہیں ؂

خواہشوں [illegible] کرنا۔ اور اپنی ضروریات کو خود پورا کرنا ایک نعمت غیر مترقبہ ہے ؂ ... ... (ایمرسن)

بانسری کی دِلکش آواز

رُوحانی نغمہ

شب مہتاب تھی۔ نُور کی چادر کا فرش۔ زمین چاندی کے ورق میں لپٹی ہُوئی تھی۔ آسمان میں موجِ ہوا سے شکن تھا۔ ریگِ رواں میں سیماب کی جھلک۔ ہر ایک پھُول پر سُنہری مُلمع تھا۔ ہر پتّا روپہرا۔ عطر حنا میں جنگل معطر تھا موجِ ہوا میں کافور کی لپٹیں۔ صاف اور شفّاف دریا کی روانی۔ اُس میں بکھرا ہُوا چاندی کا پانی۔ چاند کے نُور میں یہ آب و تاب تھی۔ جمنا کی تہ میں زمین جھلکتی تھی۔ سطحِ زمین کے آئینہ کی صفائی کا کیا کہنا۔ چرخِ بریں کا مُنہ صاف دِکھائی دیتا تھا۔ غرضیکہ ؎

بہارِ حُسن کا تھا جوش بن میں — شجر باہم تھے ہم آغوش بن میں
لبِ جُو کُنج کی ٹھنڈی ہوائیں — خمیدہ برج بن کی تھیں لتائیں

پتّے پتّے کی رگ رگ میں چمک تھی۔ دشت و بر میں چکاچوند۔ حُسنِ صحرا کی سیر۔ شب مہتاب موجِ آبِ دریا۔ نٹور ایسے بن میں جلوہ فرما تھا۔ جیسے صحنِ چمن میں تازہ بہار ؎

دھری مُرلی ادھر گردھر نے چھب سے — بھرے سُر شیام نے اعجازِ لب سے
صدائے نغمۂ نے غارتِ ہوش — دو عالم بےخودی سے خُود فراموش
قیامت نازِ عجب انداز نے تھا — لبِ جاں آفریں دمساز نے تھا
ہُوا تھا سوز سے بے تاب پانی — بنا تھا آگ پر سیماب پانی

بانسری کی آواز سے لہروں کی روانی رُک رُک کر تھم گئی۔ جمنا کا چلتا ہُوا پانی جم گیا۔ رات سمٹ کر سانچے میں ڈھل گئی۔ کہیں جلوہ کا ساز۔ کہیں راگ کا سوز۔ اِدھر نٹور کی پیاری جھانکی۔ اُدھر مُرلی کی آواز۔ آسمان سمٹ کر نیلم کا نگ بنا ہُوا مُکٹ سے جلوے پر جُھک رہا تھا۔ صحرا کا دامن رشکِ گلشن بنا ہُوا تھا۔ سرد ہوا میں پھُولوں کی نکہت منقارِ بُلبل پروں میں چھپی تھی۔ صبا میں ایسی سنسناہٹ۔ جیسے بالِ پری کی جُنبش کی صدا۔ ہر [illegible]ش دِل میں رواں تھا۔ مُرلی کی دُھن کا ایک عجیب سماں تھا۔ لب سے پیغام نکلنے لگے۔ بانسری سے گوپیوں کے نام [illegible]نے لگے۔ "پریہ رادھا"۔ سکھی چندراولی"۔ للتا"۔ بساکھا"۔ گوپیوں نے مُرلی کی آواز سُنی۔ تو تن من دھن کی [illegible] رہی ؎

وفورِ شوق سے رعشہ بدن میں — نہ جاں تن میں نہ تن تھا پیرہن میں
روانہ سُوئے بن از خُود فراموش — پری رُویانِ گوکل دوش بر دوش

سپرِ عصمت نہ پاسِ ننگ و ناموس | خودی سے دُور اور وحشت سے مانوس
گریباں پر نہ دامن پر نظر کچھ | نہ سر کی اور نہ ساڑی کی خبر کچھ
بھرا جادو تھا مرلی کی صدا میں | ہزاروں کٹ گئی رخنے ہوا میں

ننگ و نام سے ہاتھ اُٹھایا۔ کام کاج چھوڑ دیا۔ کوئی بیٹھی ہوئی جھجک کر اُٹھی۔ کوئی اُٹھی ہوئی لپک کر دوڑی۔ کسی کے گلے میں آدھا ہار۔ کسی کے بدن پر آدھا سنگار۔ کسی کی مانگ آدھی سُلجھی ہوئی۔ کسی کی زُلف ایک بکھری ایک اُلجھی۔ کسی نے چشمِ نرگسی میں سُرمہ لگایا۔ تو دونو کا ایک ہی آنکھ کے حصّے میں آیا۔ کسی کے ہاتھ کا زیور پاؤں میں کوئی گھبرائی ہوئی۔ کوئی دوشیزہ شرمائی ہوئی۔ ہر ایک میں آفت کا ڈھنگ نرالا۔ قیامت سوز ہر ایک برج بالا ؎

تماشے فتنہ زا اٹھکیلیوں کے | نقاب اُلٹے ہوئے البیلیوں کے
ہر اک دل میں تھی ہجرِ شام کی آگ | ہر اک کے حُسن کو تھی عشق سے لاگ
خراب و خاناں برباد کوئی | سراپا صورتِ برباد کوئی
کوئی وابستۂ فتراک نخچیر | نگاہِ ناز کے کھائے ہوئے تیر
لبِ جمنا تھا دیوانوں کا جھرمٹ | تھا گردِ شمع پروانوں کا جھرمٹ

لب اور بانسری کی عجب تکرار تھی۔ حیات اور موت ایک ہی لَے میں پوشیدہ ۔ گوپیوں کے ہوش پامال دیکھ کر نٹور نے پُوچھا۔ کس کی آرزو نے بے چین کیا۔ کس کی جستجو نے گھر سے نکالا۔ کس رازِ نہاں کی پردہ داری ہے۔ کس مطلب کی دل میں بے قراری ہے۔ یہ کس آئینے کی حیرانیاں ہیں۔ کس حیرت کی بے سامانیاں ہیں۔ کس کے جوشِ محبت کا طوفان ہے۔ کیوں چاکِ گریبان کا سامان ہے۔ پہلو میں غنچہ کی طرح کیوں دل تنگ ہے۔ کیوں اسطرح بربادیٔ ننگ ہے ؎

کھُلی ہو کس کے اسرارِ نہاں پر | مٹی ہو کس کے حُسنِ بے نشاں پر
حریفِ عشق ہے ظاہر پرستی | ہے بہرِ عکس آئینے کی ہستی
تغافل ہے یہ ہُشیاری نہیں ہے | اگر خود دل کی خود داری نہیں ہے
بنی ہو تم پئے قربانِ شوہر | کہ ہے حُکمِ خدا فرمانِ شوہر
[illegible]فت ہیں وہ شرم و وفا سے | قدم دھرتی نہیں باہر حیا سے
[illegible]سر قابلِ افسوس ہو تم | عجب غارت گرِ ناموس ہو تم
[illegible]کی کچھ پشیمانی نہیں ہے | یہ شانِ پاک دامانی نہیں ہے

یہ بے بسی [illegible]ملحت ہے۔ واپس گھر جانا ہی مُناسب ہے۔ شوہر کی بے اجازت قدم باہر آنا نادانی ہے۔ اگر یہ دشتِ نو[illegible]یاری خاطر ہے۔ تو شرطِ جنون کے لیئے پامردی بھی چاہئے۔ عشق حقیقت پر مائل ہے۔ تو کوچۂ دل

کی راہ تنگ نہیں۔ مَیں حقیقت کی راہ میں ایک تماشہ ہُوں۔ دِل اور دِل کی آرزُو سے بالکل نزدیک۔ لیکن تلاش سے نہیں ملتا۔ بظاہر برج میں ہوں۔ یا کہیں بھی ہوں۔ ہر ایک دِل میں خلوت نشین ہوں۔ تصور سے ہی دِل رشکِ چمن ہے۔ جو دِل میں ہوں۔ تو دِل ہی برج کا بَن ہے ؎

مجھے ہر چشم نم جمنا کا تٹ ہے ۔۔۔ مجھے ہر رخنۂ دِل بنسی بٹ ہے
یہی چھب دِل میں بھی بانکی ہے میری ۔۔۔ جھکے گردن تو پھر جھانکی ہے میری
کھلیں دِل جسطرح پھولوں کی کلیاں ۔۔۔ رگیں ہو جائیں بندرابن کی گلیاں
بظاہر ہُوں اگرچہ آب و گِل میں ۔۔۔ مجھے چاہو تو ڈھونڈو دِل ہی دِل میں
قریب و دُور دونو میں ہوں معمُور ۔۔۔ قریں سے ہُوں قریں اور دُور سے دُور

مجھ سے حُسن لایزالی بھرپُور ہے۔ ایک ذرّہ بھی مجھ سے خالی نہیں۔ دِل میں تصوّر۔ نظر میں صُورت ہُوں۔ میری لاگ کو نگاہِ معرفت میں دیکھو۔ ہوا میں خاک ہُوں۔ پانی میں آگ ہوں۔ مجھ میں میرے آرزُومند سماتے ہیں۔ لیکن ظاہری اُلفت کا پابند نہیں ؎

بنائی تم نے دِیوانوں کی گت ہے ۔۔۔ یہ بے باکی خلافِ مصلحت ہے
مُناسب کب ہے صحبت پہلُوئے غیر ۔۔۔ نہ تھی زیبا شبِ مہتاب کی سیر

گوپیاں اپنے کیئے پر نادم ہوئیں۔ لیکن اُن کی خُود فراموشی کو دیکھ کر دِل شکنی زیبا نہ تھی۔ راس لیلا رچائی گئی۔ ہزاروں بُلبلیں ایک پھُول پر مست۔ لاانتہا رُوپ سے سری کرشن سب گوپیوں کے سامنے ناچے۔ گوپیاں جو عشقِ حقیقی کے رموز سے ناواقف تھیں۔ مارے مُسرّت کے جامے سے باہر ہوگئیں ؎

جو دیکھا حُسنِ گُل کو اپنا دمساز ۔۔۔ ہُوا کچھ بلبلوں کو عشق پر ناز

غرورِ حُسن حسینوں کی رسم ہے لیکن گھنشیام اِس ذوقِ خودنمائی کو تاڑ گئے۔ اُن کو خود پسندی کیونکر پسند ہو۔ رقصِ محویّت میں یہ کج ادائی کیسی۔ سب کو عشقِ حقیقی کا سبق دینا چاہا ؎

چھوڑا کر اپنا دامن سب کو چھوڑا ۔۔۔ ہر اِک کے حُسن کا ابھیمان توڑا
ہُوا مانندِ بُو گلشن سے پنہاں ۔۔۔ بدن سے رُوح جیسے جسم [illegible]
چلا آنکھوں سے باہر جان ہوکر ۔۔۔ چھپا نظروں سے [illegible] ہوکر

اب گوپیوں کے پاس کیا تھا۔ بیتابی اور دردِ ہجر کی بے چینی۔ فراق کی اضطرابی۔ تلاش اور جستجو کی [illegible]۔ کبھی درختوں سے پُوچھتی ہیں۔ کبھی جانوروں سے دریافت کرتی ہیں۔ کبھی گُل سے کبھی بُلبل سے ؎

بانسری اولب جمنا پہ بجانے والے ۔۔۔ چاندنی رات میں او آگ [illegible]

خاک عشاق سے دامن کو بچانیوالے — دیکھتا جا ہمیں مُنہ پھیر کے جانیوالے
نہ چھپے گا نہ چھپے گا کبھی جلوہ تیرا — دیکھا ہر ذرے میں ہے حُسن سراپا تیرا

اے دل آزار دیکھ - رازِ پنہاں کھُلا جارہا ہے - کیا یہی شرطِ وفا تھی - کیا لُطف وکرم کا گمان غلط تھا - تجھ کو نرا آکار کہتے ہیں - پھر تجھ میں محبت کا نشان کہاں - وُہ دن یاد نہیں - جب تجھے ہماری تو کیا اپنے حُسن کی بھی خبر نہ تھی - مُلٹ کا سر پر دھرنا بھی نہ آتا تھا پٹکے سے کھینچ کر کمر کا کسنا کس نے سکھایا - ہیں تو بقیں ؎

نغمہ کیا سیٹی بجانا بھی نہیں آتا تھا — راس کیا پاؤں اُٹھانا بھی نہیں آتا تھا

ہم تیری بانسری سُن کر خود فراموش ہوئیں - شوقِ بے تاب نے پردے میں مضطر کیا - وحشت نے گھر سے نکالا - آہ یہ خبر نہ تھی - کہ تو یوں چھپ جائے گا - اُس دل پر خاک جس نے ہم کو ستایا - اُس چاندنی رات کو آگ لگے جس نے ہم کو جلایا - جنگلوں کی خاک چھان ماری - گوپیوں کو کہیں گوپی ناتھ کا پتہ نہ ملا - بے قراری نے تہ وبالا کر دیا - اب قسمیں دلانے پر اُتر آئیں ؎

سروِ آزاد تجھے قامتِ رعنا کی قسم — گیسوؤں والے سرِ زُلفِ چلیپا کی قسم
برج میں ہے جو بھی تیرا اُسکی تمنا کی قسم — نند بابا کی قسم تجھکو جسودھا کی قسم
کاش اے ڈھیٹھ نمانے جو کسی کو سوگند — سب سے پیاری تجھے بنسی ہے اُسی کی سوگند

جب اِسطرح آوارگی میں آرزو کی کمر ٹوٹ گئی - چشمِ جستجو کی نظریں تھک گئیں ؎

تو ناگاہ نقشِ رُوئے یار دیکھا — زمیں کو غیرتِ گلزار دیکھا

نقشِ قدم سے کھوج لیتے آگے بڑھیں - تو ایک روز نازک نقشِ قدم ملا - تعجب کہ یہ دُوسرا نقشِ قدم کس کا ہے ہونہ ہو - نٹ ور کے ساتھ کوئی اور بھی نازنین ہے - اِسطرح کسی رشکِ ماہ کو نٹور کے ہمراہ دیکھ حسد نے جلایا - ڈاہ نے بھون دیا - آگے بڑھیں - تو دُوسرا نقشِ قدم غائب تھا - کیا ہُوا - کہاں گئی - ایک بولی ؎

پیادہ پا جو آئی ہے بہت دُور — ہوئی ہے نازنیں چلنے سے مجبور
پڑے ہونگے قدم اُٹھنے کے لالے — ہوئے ہونگے حنائی پا میں چھالے
رہی باقی نہ تاب رہ نوردی — کہاں عورت میں اِتنی پا مردی
بُتِ خورشید رُونے پا کے مضطر — اُٹھالی مثلِ شبنم ماہ پیکر

ذرا آگے بڑھیں تو دُوسرا نقشِ پا بھی غائب تھا - کچھ دُور صحرا میں ایک پریرو کو دیکھا - کیا یہی مثلِ دلآرام کے پہلو میں تھی - [illegible]یا ہیں - کہاں ہے وہ تیرا ہمراز - کہاں ہے وُہ شوخ دلرُبا - وُہ آرزوئے جان - وُہ گھنشیام اُس نے کہا - [illegible] - میں بھی تمہاری شریکِ غم ہوں - مجھے بھی اُس نے فریبِ مہربانی میں پھنسایا - اور

اپنا دامن چھڑایا ؎

نہیں رکھتا کسی سے کام خود کام — غلط نکلا غلط شوقِ دلِ شام

میری نگاہ تو ابروؤں پر تھی۔ کہ تھوڑی دور چل کر نظروں سے چھپ گیا۔ اب کیا ہوتا۔ سب کو تلاشِ شیام کی فکر۔ باہمی تکرار تھی۔ اُن میں ایک ذرا تجربہ کار تھی۔ کہا۔ فکرِ جستجو بیکار۔ وہاں وہم کو بارِ خلوت کہاں۔ خلوت کے اسرار گمان سے دور ہیں۔ دیوتا بھی اسکے بھید کو نہ پا سکے۔ وہ کہیں سایہ ہے کہیں دھوپ۔ ایک کیا۔ اُسکے ہیں ہزاروں روپ۔ کہاں تلاش کروگی یہیں سوزِ دل کی دھونی رما لو۔ زلفوں کو جوگی کی جٹا بنا لو۔ اُس کا تصور دل میں جما لو ؎

سہائی بھگت کا ہے پریم بس ہے — سُنا ہے آپ ہی فریاد رس ہے

سب کی سب صورتِ گرد زمین پر بیٹھ گئیں۔ ہر ایک اُس راحتِ جان کی محوِ خیال۔ لگیں شیام کے گن گانے ؎

تصور میں ہر اک گردن جھکائے — کسی کی راہ میں آنکھیں بچھائے

گوپیاں سب بھگتی کا روپ بن گئیں۔ بس کیا تھا۔ بھید تو یہی تھا۔ اُس کو تو بھگتی کا بل دیکھنا تھا ؎

یکایک آئی بوئے نکہتِ گل — فغاں سے ہو گئیں خاموش بلبل

پلٹ کر آ گئیں جانیں بدن میں — اُجالا سا ہوا پھر برج بن میں

ہر ایک نے جھپک کر آنکھیں کھول دیں۔ لپک کر آغوش میں لیا۔ شکوہ و شکایت کی داستان شروع ہوئی۔ ایک نے کہا ؎

یہی تھی ہم سے شرطِ آشنائی — کیا ہے خوب پامالِ جدائی

دوسری نے ہاتھ مضبوط پکڑ کر کہا ؎

اگر اب چھوٹ جاؤ تم تو جانیں — بھلا ہو جاؤ اب کے گم تو جانیں

رازِ محبت کے یہ نکتے سن کر دو نو طرف سے اُلفت کے اسرار کھلے۔ چت چور نے کہا۔ کیا پوچھو۔ میں تو ہر آئین سے آزاد ہوں نہ ہجراں سے غرض۔ نہ وصلِ بتاں سے واسطہ۔ نہ جہان سے کام۔ نہ اہلِ جہان سے مطلب۔ پھر بھی ہر حال سے واقف ہوں قدرت کے راز کی کسی کو کیا خبر۔ میری خلوت میں گمان کا گذر نہیں۔ بس تم سے کہنے کی ایک ہی بات ہے ؎

بظاہر گرچہ آزادِ قفس ہوں — جو میرے بس میں ہے میں اُسکے بس ہوں

شبنم۔ بارش کے قطرے نہیں ہیں کسی نازنین کی ٹوٹی ہوئی مالا کے موتی ہیں۔ بلکہ آسمان کے آنسو ہیں۔ آسمان بھی تڑپ رہا ہے! کسی کی یاد میں۔ رو رہا ہے کسی کی بے وفائی پر۔ شاید ... نہیں۔ بلکہ کسی حسین [illegible] اسے ڈس لیا ہے۔ اس وجہ سے اس کا رنگ کسوٹی ہو گیا ہے۔ اور اسی لئے یہ بھی محبت کے بیماروں کی طرح [illegible] روتا ہے۔ چھپ کر۔ تاریکی کا نقاب منہ پر ڈال کر۔ کوئی بھی اس کو نہیں دیکھ سکتا۔

رقصِ حُسن

چاندنی رات کا وُہ کھیل۔ قطرہ میں دریا اور دریا میں قطرہ

برج کے بن میں گوپیوں کا غرورِ حُسن دیکھ کر جب "سری کرشن" انتردھیان ہُوئے۔ تو خوب دوڑایا۔ خوب رُلایا۔ آخر اُن کی بے تابی اور بے قراری دیکھ کر رحم آیا۔ اِمتحان ختم ہوگیا۔ آپ یکایک ظاہر ہوگئے۔ فرمایا :- " میرا بھید کس نے پایا۔ بظاہر آزادِ قفس ہُوں لیکن جو میرے بس میں ہے۔ میں اُسکے بس میں ہُوں " ایک دم غائب ہو جانے کا سبب بیان فرماتے ہیں تریلوکی ناتھ۔ کہ محبت میں فُرقت بھی ضرور ہے۔ ہجران کی دُوری میں ہی قدرِ وصال ہے۔ ورنہ وُہ کون ہے۔ میں جس سے جُدا ہُوں۔ رمیدہ ہُوں۔ مگر سب میں رما ہُوں۔ پریم کا پہلا مذاق کیا ہے ؟ دردِ جان۔ شکیب وصبر کا پہلا امتحان۔ جو اِس منزل میں کامل ہے۔ اُسکی جگہ میرا گوشۂ دِل ہے۔ لیکن گوپیاں جو بانسری کی دُھن پرست۔ رات کے وقت گھر بار چھوڑ کر بھاگی ہُوئی بن میں آگیئں۔ اُس کے مُتعلق کیا کہا انھوں نے۔ کہ اِظہارِ محبت کے واسطے آدمیت کا حجاب بھی ضروری ہے ؎

نہ زیبا تھا یہ طرزِ بے نِقابی　　حجاب خانماں ہے بے حجابی
نہ شرمِ غیر نے پاسِ یگانہ　　حیا داری ہے دستُورِ زمانہ
کبھی میں خوش نہیں ایسی ادا سے　　کہ باہر ہوں قدم شرم وحیا سے
اُٹھایا تم نے کُل رسمِ جہاں کو　　یُونہی لگتے ہیں دھبے خانداں کو

آدمی زادِ دُنیا کا پابند ہے۔ ظاہر کا ناموس برباد کرنا تم کو زیبا نہ تھا۔ گھر سے باہر پاؤں دھرنا حد سے گزرنا [illegible] ہے ؎

اُٹھانا ہاتھ کو شرم وحیا سے　　اُترنا ہے نگاہِ اقربا سے
زمانہ کی نہ رکھی شرم کچھ بھی　　نہیں معلوم سرد وگرم کچھ بھی
کیا کیوں شوقِ دِل ناموس پر صرف　　نگیں کیا ہے جو آئے نام پر حرف

دُنیا کے وسو[illegible]بات بودے سہی لیکن پاسِ دنیا مُناسب ہے۔ فرزانۂ عشق کون ہے۔ دیوانۂ عشق کس کا پابند ہے۔ تعارف [illegible]ئے نام تعلق ایک رشتۂ خام ؎

[illegible]حبت کا عجب نشوونما ہے　　یہ عالم دونو عالم سے جُدا ہے

تو بھی س[illegible]یان وصل کی ہوا بھری ہو۔ تو بے تاب ہونے کی کیا ضرورت۔ ذرا تسکین سے کام لو۔ کامرانی کے دِن بھی ؎

یہ سُن کر رمز شاہِ مہ جبیناں | بڑھا جوشِ شباب نازنیناں
قرار و صبر سب قابو میں آئے | دلِ خود رفتہ خود پہلو میں آئے
ہُوا بزمِ طرب کا ساز و ساماں | پھٹے جوبن سِلے چاک گریباں
نکیلی چتونوں میں تھا نکیلا | شبِ مہتاب میں تھی راس لیلا

گوپیوں کی تسکین کے لئے گوپی ناتھ نے راس لیلا کا رنگ جمایا ؎

پڑا غُل دورۂ چرخ کہن میں | رچا ہے راس منڈل برج بن میں
زمیں پلکوں سے جھاڑی آسماں نے | کیا منڈل کا حلقہ کہکشاں نے
مثالِ آئینہ میدان تھا صاف | مہ تاباں نے کی پھر چاندنی صاف
لگائے مشرقی تکئے اُفق نے | بچھائے مغربی قالیں اُفق نے

آسمان پر غُل تھا۔ کہ زمین تیرا مقدر مبارک۔ یہ اسی دن کا شوق۔ کہ شیش نے تجھے سر ماتھے پر لیا۔ غرفہ گردوں سے گردن نکالے دیوتا دھن دھن پکارنے لگے۔ رشیوں کی ریاضت چھُٹ گئی۔ مینوں کی سمادھی کھُل گئی۔ شیو۔ وِشنو۔ اور برہما تماشہ دیکھنے کو سراپا چشم تھے۔ جوگیوں نے بن چھوڑے۔ اَبدھُوتوں نے آسنوں کو چھوڑا۔ ہتھیلی پر نذر جان و تن برج بن کو روانہ ہوئے۔ آکاش اور پاتال میں دُھوم مچی۔ گاؤ زمین نے اپنے کھر چوم لئے ؎

بڑھی عشقِ حقیقی کی بھی مستی | ہر اک جانب تھا شغلِ حق پرستی
لباسِ فاختہ تھا جوگیانہ | کُٹی سادھو کی تھی ہر آشیانہ
عروسانِ چمن میں یوگ کا ڈھنگ | ٹپکتا تھا حنا سے گیروا رنگ
ہر اک گُل پاٹھ کے سامان میں تھا | ہر اک غنچہ بھی اُسکے دھیان میں تھا
عجب تھی بارشِ گلہائے رنگیں | بنا تھا برج بن دامانِ گُل چیں

عشق و حُسن کا ڈھنگ حقیقت زا تھا۔ گُل و بُلبل دونو ایک رنگ تھے۔ نہ بلبل کو گلوں کی حیاداری۔ نہ گُل کو بلبلوں کی شرم۔ چرخِ عنبری نے اپنا دف بجایا۔ زہرہ کے ساز کو مشتری نے ملایا ؎

ہوا خود بزم آرا چھیل چھلیا | بجی گھنشیام کی بانکی [illegible] مرلیا
اُنہی کی گونج تھی گردوں تلک میں | بھرے تھے سات سُر ساتوں فلک [illegible] میں

شعلہ رُخسار البیلیاں۔ زرتار اور رنگین لباس۔ کسی کا جوڑا دھانی۔ کسی کا زرد۔ ہر ایک اپنے [illegible] میں فرد۔ دلبروں پر جوبنِ جوانی تھا۔ آدھے سِروں پر نقاب اُلٹے ہوئے۔ شوقِ راس میں مست۔ نازک کمر [illegible] مضبوط کس بنے

اور رقص کے لئے اُٹھیں ؎

نرالا نرت تھا انداز کے ساتھ لئے ایک ایک نے ایک ایک کے ہاتھ
کیا حلقہ بتانِ خوش ادا نے بنایا اپنا ہالہ مہ لقا نے
فروزاں بیچ میں تھا حسنِ ندرت برنگِ نقطۂ پرکارِ قدرت
بنا تھا شمع حسنِ بے مثالی پھرے تھا گرد فانوسِ خیالی

مہ وشوں کا حسن یکساں ہوگیا۔ گردشوں کا ایک چکر بندھ گیا ؎

عجب تھی تال کی اور سم کی آواز غضب تھم تھم کے تھی چھم چھم کی آواز
کھڑا تھا ہاتھ باندھے سامنے دیس بھرا تھا بھیروی نے جوگیا بھیس
بہاگ اپنے ہی کچھ بیراگ میں تھا غرض جو راگ تھا اور راگ میں تھا

گوکل کی گوپیوں کا بخت۔ جز و کل ہم بزم تھا۔ یہ دلِ خود رفتہ۔ وہ دل سے ہم آغوش۔ یہ خود بہلو نشین۔ وہ خود فراموش جدوپت نے دیکھا۔ کہ ہر ایک کی خواہشِ دل جدا ہے ؎

کیا وحدت کو کثرت کا اشارہ بنا تو ایک سے بہرِ نظارہ
ہر اک آئینہ رو کے روبرو تھا وہی اک حسن سب کے دوبدو تھا
الگ ایک ایک پر جلوہ گری تھی وہی پٹکا تھا وہی بانسری تھی
وہی ہیکل وہی پھولوں کی مالا وہی قامت وہی تھا قدِ بالا

ہر اک صورت میں وہی حسن یگانہ تھا۔ برج بن آئینہ خانہ تھا۔ ہر اک البیلی شیام کو اپنے قابو میں سمجھی ہوئی تھی۔ جب حسن یکتا کثرت نما ہوا۔ تو ہر ایک گوپی کا ایک ایک کنھیا بن گیا ؎

بتِ طناز بہرِ رقص تھا ساتھ لیا اک اک نے اک اک شیام کا ہاتھ
مبارک ساتھ جس کا ساتھ ہو یہ مبارک ہاتھ جس میں ہاتھ ہو یہ
غرض سب گوپیانِ ناز پرور دکھاتی کرشن کو تھیں اپنے جوہر
کبھی ... تھا کبھی تھا ہاتھ میں ہاتھ نچایا ناچ لے کر شیام کو ساتھ
نما...ں تھا طلسمِ عشق بازی محبت کر رہی تھی کارسازی

شوقِ خود رفتہ... یہ عالم۔ کہ ایک قدم میں گوپیاں دونو عالم طے کر گئیں۔ شیام کا تصور دل میں بھرا ہوا۔ ہر ایک منزلِ ہستی سے پرے۔ ... حسن کو عشق سے کام ہے۔ ورنہ کہاں گوپی کہاں شیام ہے۔ جب محفل طرازی ہو چکی۔ تو شغل آب باری ہوا۔ جمنا کے ک...سن کا چشمہ جاری ہوا ؎

نقابِ چہرۂ خوباں اُٹھائے　　لبِ دریا عجب چھینٹے اُڑائے
پڑا عکسِ لباسِ ارغوانی　　گلابی ہو گیا جمنا کا پانی
حُبابِ بحر تھے چشمِ تماشا　　لبِ ساحل کو ذوقِ بوسہ پا
صدف لائیں گہر کے جھال بھر کے　　لُٹائے موتیوں کے تھال بھر کے

رُوئے خُوباں کا جلوہ۔ سیر جمنا چراغان کا تماشہ۔ آوازیں دریا کی آواز بن گئی۔ ہنگامۂ ناز دوبالا تھا۔ شب ماہ یُوں بازی ختم ہُوئی۔ سب نے گھر چلنے کا عزم کیا۔ بزم سحر ہونے سے پہلے اُٹھ گئی ہ

ہُوا جب رَاس مَنڈل اِس طرح طے　　پُکارے دیوتا جے کرشن کی جے

بچہ

پتہ نہیں۔ میں تجھے کیوں پیار کرتا ہُوں؟ مَیں بھی نہیں جانتا + لیکن جب میرے دِل کو غم کے بادل گھیر لیتے ہیں اور وہاں تاریکیاں چھا جاتی ہیں۔ خاموشیوں کا تسلط ہو جاتا ہے۔ مَیں تجھے اپنی گود میں اُٹھا لیتا ہُوں۔ اور تب مجھے ایسا معلُوم ہوتا ہے۔ جیسے کوئی دُنیا بھر کی بہاریں میرے اُجڑے چمن میں کھینچ لایا ہے۔ میٹھے اور لمبے گیتوں کی حسین دُنیا میں مجھے بٹھا دیا + لیکن پھر بھی اسے مُسکراہٹ کے دیوتا! مجھے پتہ نہیں۔ مَیں تجھے کیوں پیار کرتا ہُوں ......؟ یہ ابھی تک میں بھی نہیں جانتا +

(۲)

اَے خوبصورت جادُوگر۔ تمہاری آنکھوں میں پھُول ہیں۔ تمہارے لمبے لمبے بالوں میں دُنیا بھر کا حُسن لپٹا ہے۔ تمہارے ہونٹوں پر لاانتہا چاندنی راتیں ہیں۔ تمہارا جسم گیتوں سے بنایا گیا ہے۔ مَیں تمہاری تصویر کن لفظوں میں کھینچوں؟ دُنیا میں اِن لفظوں کا مُوجد ابھی پیدا نہیں ہُوا۔ جب تُم پیدا ہوئے۔ تم۔ اَے خوبصورت جادُوگر! +

(۳)

وُہ دُنیا کتنی خوبصورت ہوگی۔ کتنی! جہاں سے تُم آگئے ہو۔ اور جہاں سے جانے والوں کو دو [illegible] چیزیں ملتی ہیں ایک گیت۔ دُوسری مُسکراہٹ۔ جن میں خواب کی سی مٹھاس ہوتی ہے۔ اور تاروں کی سی خوبصورتی۔ [illegible] اپنی دو چیزوں سے تُم اتنے خوبصورت دکھائی دیتے ہو۔ اتنے پیارے لگتے ہو۔ کہ دُنیا کو پاگل بنا رہے ہو۔ دُنیا [illegible] کر رہے ہو۔ لیکن دیکھو۔ اِن چیزوں کی۔ اِس معصوم بہن کی بڑی قدر کرو۔ یہ بہت جلدی چلی جائے گی۔ ایسی [illegible] طرح باغ سے دھیرے دھیرے بہار چلی جاتی ہے +

میری دُنیا

مَیں حسنِ ازل کا شیدا ہُوں۔ وُہ سُورج ہے مَیں ذرّہ ہُوں
وُہ نُورِ نظر مَیں سوزِ جگر۔ وُہ شمع ہے مَیں پروانہ ہُوں
وُہ پردہ نشیں مَیں خاک بسر وُہ پنہاں ہے مَیں رُسوا ہُوں
یعنی وُہ جانِ تمنّا ہے۔ اور مَیں ناکامِ تمنّا ہُوں
مَیں جس دُنیا میں رہتا ہُوں ہر ذرّہ اُس کا دُنیا ہے

اِک ہُو کا عالم ہوتا ہے۔ جب ساری فضا سو جاتی ہے
اور کالی کالی زُلفیں کھولے کالی رات ڈراتی ہے
اُسوقت تخیّل کی دُنیا وُسعت اپنی دِکھلاتی ہے
مَیں محوِ تماشہ ہوتا ہُوں پھر نیند مجھے کب آتی ہے
مَیں جس دُنیا میں رہتا ہُوں ہر ذرّہ اُس کا دُنیا ہے

مَیں چاند سے باتیں کرتا ہُوں تاروں سے کھیلا کرتا ہُوں
مَیں اُن نُورانی پھُولوں سے دامانِ نظر کو بھرتا ہُوں
اِک نُور کا عالم ہوتا ہے مَیں جس عالم سے گزرتا ہُوں
ہاں مَیں جلووں کے سمندر میں غوطے کھا کھا کے ابھرتا ہُوں
مَیں جس دُنیا میں رہتا ہُوں ہر ذرّہ اُس کا دُنیا ہے

جب بادل گھِر کر آتے ہیں۔ اور طائر شور مچاتے ہیں
باغوں میں جھولے پڑتے ہیں سب مِل کے ساون گاتے ہیں
پیڑوں پہ پپیہے آ آ کر۔ اِک دِلکش راگ سُناتے ہیں
یہ ہوش رُبا نظارے کیوں دیوانہ مجھ کو بناتے ہیں
مَیں جس دُنیا میں رہتا ہُوں ہر ذرّہ اُس کا دُنیا ہے

مَیں دردوالم کی صُورت ہُوں خاموشی کی اِک مُورت ہُوں
مَیں تختہ مشقِ مصیبت ہُوں مَیں خوگرِ جہد و محبّت ہُوں
مَیں رہروِ وادیٔ فُرقت ہُوں مَیں گردِ راہِ حقیقت ہُوں
مَیں نقشِ پائے حیرت ہُوں۔ یعنی اِک پیکرِ حسرت ہُوں
مَیں جس دُنیا میں رہتا ہُوں ہر ذرّہ اُس کا دُنیا ہے

اُف ساون کی [illegible] عیاری یہ سب جنگل کاٹے کھاتا ہے
کیا دریا باڑھ پہ آیا ہے ساحل سے سر ٹکراتا ہے
اُف کیسی لہریں [illegible]تا ہے۔ اور کتنا شور مچاتا ہے
اِک ٹیلے پر مَیں بیٹھا ہُوں اور دل یہ نغمہ گاتا ہے
مَیں جس دُنیا میں رہتا ہُوں ہر ذرّہ اُس کا دُنیا ہے

وُہ کہاں ہے؟

ہے - مگر کہیں نہیں!

مجھے اُس سے ملنے کی آرزُو ہے - وُہ میرے قریب ہے - شہ رگ سے بھی قریب - لیکن میری آنکھوں کا ایک تاریک گوشہ اُسکے حُسن کی ضیاپاشیوں سے مُنوّر نہیں ہوتا - دِل میں تیرِ آرزُو کی خلش ہو رہی ہے - مَیں جب کانوں سے اُس کی مترنّم آواز سُنتا ہُوں - تو جذبات میں ارتعاش پَیدا ہو جاتا ہے - سینہ میں تمنّاؤں کا ہجُوم بڑھ جاتا ہے - محویت مجھے ایک نئی دُنیا میں پہونچا دیتی ہے - اور مَیں مرتعش آواز سے پُوچھتا ہُوں تم کہاں ہو؟

قدسیت میں ڈوبی ہُوئی آواز گونجتی ہے تمہارے پاس!

مَیں گھبرا کر چاروں طرف دیکھتا ہُوں - مجھے اُس کا جلوہ نظر نہیں آتا - لاہوتی نغمہ کی گونج پھر تیر بن کر میرے کلیجہ کے پار ہو جاتی ہے - میری آنکھوں کے ساغر چھلک جاتے ہیں - دِل میں ہوک اُٹھتی ہے - سر چکراتا ہے - اُس ملنے کی تمنّا دِل میں چٹکیاں لیتی ہے - مَیں دھڑکتے ہوئے دِل اور کانپتی ہُوئی آواز کے ساتھ دوبارہ پُوچھتا ہُوں "تم کہاں ملوگے؟"

رُوح پرور لطیف قہقہہ کی آواز سے میرے کان یہ سُنتے ہیں "ہر جگہ - ہر جگہ"۔

آخر اُسے کہاں تلاش کرُوں - باغ کی دلفریبیاں میرے لئے جاذبِ نگاہ ہوتی ہیں - باغ پُر بہار ہے - حُسن مجسّم میری مُضطرب نگاہیں باغ میں اُس کے جلوہ سے ضرور شادکام ہوں گی - دِل کی بیتابی بڑھ جاتی ہے - مَیں مضطرب ہو کر پکارتا ہُوں - تم کہاں ہو؟

میرے کان یہی آواز سُنتے ہیں "اسی باغ میں"۔

مَیں اپنی پُرشوق نگاہوں کو پھر ایک مرتبہ جستجو کی لذّت سے آشنا بنا دیتا ہُوں - دامنِ بہار کے سبز پوشوں کی تلاشی لیتا ہُوں - پتّے پتّے کو دیکھتا ہُوں - مگر اُسکے جلووں کا بادۂ گلرنگ میری نگاہوں کے ساغر میں نہیں سماتا - پھر پرندوں کی زمزمہ سنجیوں میں اُسکو تلاش کرتا ہُوں - بُلبل کی خوش الحانیوں کے پردے میں ڈھونڈتا ہُوں - مگر وُہ نہیں ملتا - مَیں مایُوس ہو کر چلّاتا ہُوں - تم کہاں ہو؟

جواب ملتا ہے "قمری کی کُوک میں"۔

مگر قمری کی مستانہ کُوک بھی سُنی - پھُولوں کا رنگ بھی دیکھا - اُن کی بُو بھی سُونگھی - وُہ کہیں نظر نہ آیا - دِل کی شورش بڑھ گئی عقل و خرد کی شکست خوردہ فوجیں پیچھے ہٹیں - باغ کو چھوڑ کر جنگل میں [illegible] وحشت نے کارسازی کی - جیب و دامان کی دھجّیاں اُڑائیں - پیروں کے آبلوں نے بیابان کے کانٹوں [illegible] بجھائی

دل وجگر فگار تھے۔ پیر بھی زخمی ہوئے۔ لڑکھڑا کر گرا آواز دی:۔ تم کہاں ہو؟

جواب ملا۔ "ہر جگہ" ؛

جس چیز کو دیکھ کر پوچھتا ہوں۔ جواب ملتا ہے۔ "اسی چیز میں" ؛ پھر آخر وہ کہاں ہے۔ اسکے جلوہ سے میری نگاہیں کب شادکام ہونگی۔ ہر جگہ ڈھونڈا۔ ہر جگہ تلاش کیا۔ مندر دیکھا۔ مسجد دیکھی۔ کلیسا کی خاک چھانی۔ برہمن سے پوچھا۔ شیخ حرم سے سوال کیا۔ بتوں کو سجدے کئے۔ وہ کہیں بھی نہ تھا۔ گلگشتِ چمن کی۔ صحرا نوردی کی۔ بر میں دیکھا۔ بحر میں دیکھا۔ اس کی رنگِ قدسیت میں ڈوبی ہوئی آواز برابر سنتا تھا۔ لیکن اس کے جلووں سے میری مضطرب نگاہیں شادکام نہ ہوتی تھیں۔ مجھے ہر مقام پر یہی بتایا جاتا تھا۔ "کہ میں اسی جگہ موجود ہوں"۔ لیکن مجھے اس کا جلوہ نظر نہ آتا تھا ؛ یتیموں کے آنسوؤں میں ڈھونڈا۔ بیواؤں کی آہ میں دیکھا۔ محفلِ عیش کے سازوں میں جستجو کی گورِ غریباں کے سوز میں تلاش کیا۔ ظالم کے ظلم میں دیکھا۔ مظلوم کی فریاد میں دیکھا۔ کفر و ایمان دونوں کو چھانا۔ نور و ظلمت کی تحقیق کی۔ اس کا جلوہ ہر جگہ تھا۔ اور پھر کہیں بھی نہ تھا ؛ آخر میں اسے کہاں ڈھونڈوں۔ کہاں تلاش کروں۔ اس کی آواز برابر میرے کانوں میں آرہی ہے۔ وہ مجھ سے قریب۔ شہ رگ سے۔ پھر مجھے اس کا جلوہ کیوں نظر نہیں آتا؟ بڑھ! دل کی بیتابی بڑھ۔ جذبۂ شوق کی خلش بڑھ۔ غنچۂ تمنا سے کہو۔ کہ وہ اپنی پنکھڑیاں فضا میں منتشر کردے۔ مقید آرزو سے کہو۔ کہ وہ سینہ کے قید خانہ سے باہر نکلنے کے لئے تڑپے۔ وہ میرے پاس ہے۔ ہر وقت مجھ سے قریب ہے۔ اس کی آواز برابر سنتا ہوں لیکن مجھے اس کا جلوہ نظر نہیں آتا۔ میری آنکھوں پر دوئی کا پردہ پڑا ہے پس دوئی کے پردہ کو چاک کرنا ہے۔ اور اس کے بعد اس کا نورانی جلوہ میری مضطرب نگاہوں کو شادکام کردیگا۔

تلاش و فکر لاحاصل [illegible] ہے | بہارِ عشق رنگِ بیخودی ہے
تماشہ ہے سبر راہِ حقیقت | مقید ہے نہ پابندِ طریقت
قریں ہے دل سے دل کی آرزو سے | نہیں ملتا ہے لیکن جستجو سے
نہیں ہے دھیان اسکا اس سے کچھ کم | کہ دل ہے جلوہ گاہِ ہر دو عالم
نظر میں ہے اگر حسنِ حقیقت | ہر اک پہلو ہے اس کا کنجِ خلوت
بظا[illegible] ہے اگرچہ آب و گِل میں | اسے چاہو تو ڈھونڈو دل ہی دل میں

تم خوا[illegible] اس قدر قابل ہو۔ اور تمہارے وسائل خواہ کتنے ہی وسیع ہوں۔ پھر بھی اپنے جھونپڑے کے مقابل ان اونچے اونچے محل[illegible] خواب دیکھنا چھوڑ دو۔ جو کبھی تمہارے کام نہ آئیں گے ؛ ... ... (ہلوور)

نند اوی راج میں
اشوک کی لاٹ

کِس لئے خاموش ہے تُو اے اشوکا کے نشاں   کھول کر لب کچھ تو کہہ ہم سے پُرانی داستاں
کچھ سُنیں ہم بھی وُہ کیسے تھے زمین و آسماں   تھا ترے سایہ تلے محفُوظ جب ہندوستاں
کیا ترا مذہب تھا اور کیا تھا اصُولِ دیں ترا
کیا قوانینِ ادب تھے اور کیا آئیں ترا
تُو ہے باقی خاندانِ موریا کی یادگار   شان شاہانِ سلف کی ہے تُجھی سے آشکار
گُل تو کیا مِلتے نہیں ڈھونڈے سے اِس گُلشن کے خار   دیکھئے تیرے چمن میں آئے گی پھر کب بہار
دُھوم تیری اُن دِنوں تھی چین اور جاپان تک
تھے سبق آموز تجھ سے مِصر اور یُونان تک
تیرے وقتوں میں نمایاں تھے اہنسا کے اصُول   راستی پاکیزگی تھی اہلِ دُنیا کو قبول
تیرے گلشن میں دیا اور دھرم کے کھلتے تھے پھُول   وحشت افزا آہ اب اُن کی جگہ پر ہیں ببُول
اگلے وقتوں کی جو باتیں تھیں فسانہ ہو گئیں
وُہ پُرانی خوُبیاں وقفِ زمانہ ہو گئیں
رہرَوِ مُلکِ عدم کو راہ دِکھلاتا تھا تُو   جو نہ بھُولے سے بھی سمجھیں اُنکو سمجھاتا تھا تُو
راہِ ہستی میں نشانِ راہ بن جاتا تھا تُو   تھے جو گُم گشتہ اُنہیں منزل پہ پہونچاتا تھا تُو
تھا شبِ تاریک میں تُو نے اُجالا کر دیا
ہند کا سارے جہاں میں بول بالا کر دیا
تُجھ سے ظاہر ہو رہا ہے ہستیٔ گوتم کا راز   تیرے لفظوں میں بھرے ہیں معنیٔ سوز و گُداز
تُو سِکھاتا ہے بشر کو دہر میں عجز و نیاز   کیا تعجّب ہے جو تُجھ پر ہند والوں کو ہے ناز
تیرا رستہ لیں تو پہونچیں منزلِ مقصُود پر
مُنحصر ہو زندگی اپنی سخا و جُود پر
اب رہی باقی ہے شانِ "پاٹلی پتر" کہاں   آج وُہ ہے "ٹکسلا" علمِ ہنر کا گھر کہاں

آہ! اب باقی ہیں وہ "اُجین" کے مندر کہاں   اِن دنوں سایہ ترا ہے ہند کے سر پر کہاں

میں تو سمجھا ہوں یہی تیرا ہمیں پیغام ہے
جو ہوا پیدا یہاں اُس کا فنا انجام ہے

اُن دنوں کے لوگ کیا کیا سورما اور بیر تھے   قابلِ تعظیم تھے اور قابلِ توقیر تھے
رازدانِ معرفت تھے صاحبِ تدبیر تھے   فرض کے پابند سب طفل و جوان و پیر تھے

مُلک کے دامن میں اب وہ لعل اور گوہر کہاں
آجکل کے نوجوانوں میں وہ ہیں جوہر کہاں

تیرے "کیتے" دھرم کا کرتے سدا پرچار تھے   تیرے پرچارک تمدن کے علم بردار تھے
کر رہے تشریح مذہب کی تیرے بینار تھے   تیری مئے سے سیر یا مقدونیہ سرشار تھے

اب زمانہ میں جہابیر اور گوتم ہیں کہاں
اُن دنوں ہم تھے کہاں اور اِن دنوں ہم ہیں کہاں

سادگی کا پھر وہی منظر دکھا دے تو ہمیں   راستی پاکیزگی کا گُر بتا دے تو ہمیں
پھر وہی تقدیس کے نغمے سُنا دے تو ہمیں   عافیت کی گود میں ہاں پھر سُلا دے تو ہمیں

زندگی کا یعنی مقصد زندگی میں پائیں ہم
رُوح کو اُمید میں فروا کی کیوں تڑپائیں ہم

اب خزاں کے ہاتھ سے ویراں یہ گلشن ہوگیا   گُل سے خالی اِس چمن کا آہ دامن ہوگیا
محو نقشِ نرگس و ریحان و سوسن ہوگیا   بجلیاں ایسی گریں برباد خرمن ہوگیا

کیا تعجب ہے اگر میں دہر میں ناشاد ہوں
خاک بر سر ہوں مکینِ خانۂ برباد ہوں

یہ دُنیا:- پیارے! یہ دُنیا سُراب ہے۔ سراب۔ یہاں محبت گناہ ہے۔ حرص بر سر حکومت ہے چاروں طرف اِنتقام کی آگ روشن ہے۔ رسوخ انصاف ہے۔ روپیہ عیوب کو چھپاتا ہے۔ شہرت چند سُنہری اور روپہلی ٹھیکریوں کے بدلے خریدی جا سکتی ہے۔ یہاں اِنسان کی قدر نہیں ہے۔ اِس کی چاپلوسی کی قدر ہے۔ ذاتی تعلقات کی قدر ہے۔ روپے کی قدر ہے۔ کیونکہ یہ دُنیا اندھی ہے یہ اِس دُنیا کا اِنصاف ہے! اور اسی لئے یہ ایک سُراب ہے۔ سُراب +

سری کرشن جی کی پیشین گوئی

ایک موقعہ پر "یدھشٹر" نے یگیہ رچا۔ اور "ارجن" کو باہر بھیجا۔ کہ وُہ کسی لائق برہمن کو لائے۔ تاکہ اُسے دان دیا جائے۔ ارجن باہر نکلا۔ تو کوئی یوگیہ برہمن اُسے نہیں ملتا تھا۔ آخر اس نے ایک برہمن کو شالی چُنتے دیکھا۔ اور اسے کہا کہ "ہے پوجنیہ دیوتا! یدھشٹر مہاراج نے یگیہ رچا ہے۔ وُہ آپ کو بے بہا دولت دینے کو بلاتے ہیں" + ارجن کی زبان سے یہ شبد نکلے ہی تھے۔ کہ برہمن کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ ارجن حیران۔ کہ میری زبان سے کیا بُرے الفاظ نکلے۔ کہ جن کی وجہ سے یہ دیوتا ناراض ہو گیا۔ بہتیرا پوچھتا ہے۔ لیکن کوئی جواب نہیں ملتا + آخر تنگ ہو کر یدھشٹر کے پاس آکر یہ واردات بیان کی۔ وُہ بھی سُن کر رونے لگے + ارجن حیران تھا۔ کہ میں تیر نہیں چلا رہا۔ جو ان کے دلوں کو چھید رہے ہیں۔ بلکہ بڑی عاجزی سے بات کر رہا ہُوں۔ وہاں سے بھی باوجود اصرار کے کوئی جواب نہ ملا۔ تو ارجن حیران و پریشان "سری کرشن" کے پاس آیا۔ اور یہ کیفیت بیان کی۔ سری کرشن بھی رو پڑے۔ اب تو ارجن کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ وُہ "سری کرشن" کے پاؤں پر گر کر پرارتھنا کرنے لگا۔ کہ مجھے اِس رازِ سربستہ سے آگاہ کیجئے کرشن جی کہنے لگے۔ کہ برہمن تو اس واسطے رویا۔ کہ کیا میں ایسا گر گیا ہُوں۔ کہ مجھے یگیہ میں دھن کا لالچ دیکر بُلایا جاتا ہے۔ نہ معلوم کون سا پاپ مجھ سے ہُوا ہے۔ جس کے بدلے مجھ کو یہ کلنک لگایا ہے۔ کہ میں دھن کے لالچ سے یگیہ میں چلوں۔ ارجن نے پوچھا۔ کہ یدھشٹر جی کیوں روئے؟ جواب ملا۔ کہ یدھشٹر اسلئے رویا۔ کہ ایک برہمن نے اُسکے دان سے انکار کیا ہے۔ شاید اِس خیال سے کہ اُس کا دھن کہیں پاپ سے کمایا ہُوا ہے۔ یا اُس میں کوئی جُزو پاپ کا آگھُسا ہے؟ پھر سوال کیا۔ کہ آپ کیوں روئے؟ سری کرشن جی کہنے لگے۔ کہ میں اسلئے رویا ہُوں۔ کہ پھر ایسا نظارہ نظر نہیں آئے گا کھشتری ایسے کھشتری دکھائی نہیں دینگے۔ اور برہمن ایسے برہمن نہیں ہونگے۔ کھشتری دان دینے سے جی چرائیں گے۔ اور برہمن اُن کے دواروں پر باوجود لعن طعن کے بھی مانگتے نظر آئینگے + وُہ زمانہ اور یہ زمانہ دیکھئے۔ سری کرشن جی کا کہنا کس طرح سچ ہو رہا ہے +

شاید پتہ لگا لے یک رنگیٔ تخیل	میں ڈھونڈنے خدا کو نکلا ہُوں بیخودی میں
کی اپنے ڈھونڈنے کی تحریک بھی مجھی سے	پھر یہ ستم ظریفی وُہ چھپا مجھی میں
معمورۂ فنا کی کوتاہیاں تو دیکھو	اک موت کا بھی دِن ہے دو دِن کی زندگی میں

قرض ایک ایسا جال ہے۔ جس میں پھنسنا نہایت آسان ہے۔ مگر نکلنا دشوار ہے + (ایچ۔ ڈبلیو۔ شا)

قوتِ خیال

آجکل امریکہ میں "قوتِ خیال" کے زور سے لوگ ہر قسم کی کامیابی اور دولت مندی حاصل کر رہے ہیں۔
درحقیقت قوتِ خیال بڑی زبردست طاقت ہے۔ اس کی موجودگی سے فقیر بادشاہ اور اس کی عدم موجودگی سے امیر
فقیر ہوجاتے ہیں + قوتِ خیال جس کا اظہار دماغ سے ہوتا ہے۔ دنیا میں بڑی زبردست طاقت ہے۔ اتنی زبردست
اس سے زیادہ طاقت کا ابھی تک پتہ نہیں چلا۔ اسکو زندگی کی روح۔ جسم کی حرکت اور روح کی طاقت کہتے ہیں۔ انسان
مرجاتا ہے۔ مگر دماغ سے نکلے ہوئے خیالات زندہ رہتے ہیں +

قوتِ خیال ہر فعل کا ماخوذ۔ "قوتِ خیال" کل عالم کی تہہ میں کام کر رہی ہے۔ انسان کے دل
میں جو جو خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ وہی افعال و اعمال کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ کوئی ایسا کام نہیں جسکو پہلے خیال
نے نہ پیدا کیا ہو۔ جبتک دماغ میں خیالی نقشہ قائم نہیں ہوتا۔ تب تک کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کسی کام کے سرانجام کرنے سے
پہلے آدمی کے دل میں ایک تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اس تحریک سے ایک حس دماغ میں جگہ پیدا کرلیتی ہے۔ اس کیفیت کا نام
احساس ہے۔ جو دل میں پیدا ہوتی ہے۔ بعدہٗ جب یہ دل میں ایک قوی احساسی کیفیت پیدا کرلیتی ہے۔ اس کا نام "خواہش"
ہے۔ جب ضمیر اس پر مناسب غور کرلیتا ہے۔ اور اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ تو اسے "خیال" کہا جاتا ہے۔ جب اس خیال
کی لہر زبان پر آتی ہے تو "قول" کی صورت ہے۔ اور پھر جب وہ لہر ہاتھوں میں منتقل ہوتی ہے تو "فعل" کا نام پاتی
علم النفس کا یہ سادہ قانون ہے۔ کہ کسی طرح کا خیال اگر کافی عرصہ تک دماغ میں کھٹکتا رہے۔ تو وہ رفتہ رفتہ
کے ان مقامات پر پہونچ جاتا ہے۔ جہاں سے تحریک افعال ہوتی ہے۔ اور یہ آخر کار فعل کی شکل میں عمل پذیر ہوتا ہے

جملہ افعال خیال کی نقل۔ انسان کے جملہ افعال دماغی تحریک کی نقل ہوا کرتے ہیں۔ سنگ تراش
پہلے اپنے دماغ میں خیالی صورت پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح مصور سب سے پہلے اپنے دماغ میں تصویر کا خیالی نقشہ
ہے۔ پھر اس کو کاغذ پر منتقل کرتا ہے۔ اسی طرح مصنف اپنی کتاب کو احاطۂ تحریر میں لانے سے پہلے مضمون کو دماغ میں
کرتا ہے۔ یہ بت۔ تصاویر۔ کتب دراصل انسان کے دماغ میں قائم شدہ صورتوں کے خیالی عکس ہیں +

خیال افعال کا متحرک۔ ہر شخص اپنی قسمت کے قلب کو آپ ڈھالتا ہے۔ کیونکہ ہماری خوشی اور
ہماری ترقی اور تنزل۔ ہماری کامیابی اور ناکامیابی۔ ہماری زندگی اور موت۔ یہ صرف ہمارے خیالات کے نتائج
قانون زندگی کا سب سے زبردست اصول ہے۔ کہ انسانی زندگی دماغی خیالات کے عین مطابق ہوتی ہے + یعنی انسان
جیسا خیال اپنے دل میں لاتا ہے۔ وہ ویسا ہی بن جاتا ہے۔ باہری انسان دراصل باطنی خیالات کا عکس ہے۔ ان

کے ہر فعل کا ظہور اسکے خیال کے بعد ہوتا ہے۔ پس تحریک خیال علت ہے۔ زندگی اور تقدیر اس کا معلول ✦

یہ دُنیا خیالی ہے۔ دانا لوگ غلط نہیں کہتے۔ کہ یہ دُنیا خیالی ہے۔ بلکہ وُہ صحیح بتاتے ہیں۔ ہماری دُنیا ہماری زندگی۔ ہمارے دلی خیالات کا نتیجہ ہے۔ دُنیا میں جو لوگ مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور ناکامیابی کی شکائتیں کرتے رہتے ہیں۔ وُہ اپنے خیالات کے مارے ہوئے ہیں۔ خُونی شخص اپنے سایہ سے گھبراتا ہے۔ ضعیف الاعتقاد آدمی کو گھری میں بھوت پریت نظر آتے ہیں۔ دل میں اُن کی تصویریں بن گئی ہیں۔ اور وُہی ہر چہار طرف نظر آتی ہیں ✦

مذہب

امرت

مذہب کی جھولی میں مسلمان نے جھانکا۔ اُس جھولی میں تھا۔ پریم۔ محبت۔ اُلفت۔ راستی۔ خُدا پرستی۔ مذہب
مذہب کی جھولی کو ہندو ٹٹولنے لگا۔ اُس کو وہاں سے ملا۔ پریم۔ محبت۔ اُلفت۔ راستی۔ خُدا پرستی ✦

(۲)

مذہب نے ہنس کر ہندو اور مسلمان کو دیکھا۔ بولا:۔ لے جاؤ اِس تحفے کو دُنیا میں ...... اِس تحفے کے سوا کچھ بھی نہیں .... اِس میری جھولی میں اسکے بغیر کچھ بھی نہیں ✦

(۳)

ہندو اس تحفے کو دُنیا میں تقسیم کرنے لگا ...... پریم کی گنگا ...... بہنے لگ گئی ...... اُلفت کے آبشارے چھوٹنے لگے ...... راستی کا سکہ چلنے لگا ...... خُدا پرستی کی جے ہونے لگی

زہر

فرقہ پرستی کی جھولی میں مسلمان نے ہاتھ ڈالا۔ اس جھولی میں چنگاریاں تھیں۔ حسد کی چنگاریاں۔ نفرت کی چنگاریاں
ہندو نے اُس جھولی کو ٹٹولا۔ وہاں پوٹلی تھی۔ نفرت کی عداوت کی ✦

(۲)

مسلمان نے حسد کی چنگاریاں ہندو پر ڈال دیں۔ ہندو کا گھر جل اُٹھا ...... ہندو نے مسلمان پر نفرت کی پوٹلی پھینک دی۔ مسلمان کا گھر جل اُٹھا۔ نفرت کی آگ سے ✦

(۳)

فرقہ پرستی کی پھونکوں سے۔ مسلمان ہندو کا گھر جلانے میں مصروف ہے۔ ہندو نفرت کی آگ کو ہوا دے رہا ہے ...... مسلمان کا گھر جلانے کے لئے ......
دونو اپنے اعمال کو مذہب کے دامن میں چھپاتے ہیں .... دونوں سمجھتے ہیں۔ ان اعمال سے وُہ اپنے اپنے مذہب کی خدمت کرتے ہیں ✦

(۴)

مُسلمان اِس تُحفے کو دُنیا میں تقسیم کرنے لگا .... پریم کی برکھا ہونے لگی .... محبت کی ٹھنڈی چھاؤں میں۔ دُنیا والے اُلفت کی کتھا بانچنے لگ گئے .... راستی کے آئینے میں .... خُدا پرستی کا جلال نظر آنے لگا ٭

(۵)

اس وقت کی دُنیا۔ اُلفت اور محبت کی دُنیا تھی۔ ہندو پریم کا مُجسمہ تھا۔ مُسلمان محبت کا نمونہ تھا۔ مذہب کا پرشاد۔ ہندو مُسلمان کے لئے اَمرت تھا۔ اُس وقت کے لوگ اِنسان تھے لیکن فرشتوں سے زیادہ پاک تھے فرشتوں سے زیادہ پوِتّر تھے ٭

(۴)

مذہب کی زہریلی تاثرات سے وُہ اپنی دُنیا کو تباہ کرتے ہیں۔ دُوسروں کی دُنیا کو تباہ کرتے ہیں۔ .... جب مذہب اور خُدا کو خُوش کرنے کے لئے یہ لوگ شیطانی طریقے اِختیار کر بیٹھے ہیں۔ اِن شیطانی طریقوں کو۔ وُہ لوگ خُدائی طریقے سمجھے ہیں ٭

(۵)

ان طریقوں سے اِنسانیت اُجڑتی ہے۔ مذہب اُجڑتا جاتا ہے۔ ہندو اور مُسلمان اُجڑتے ہیں لیکن .... یہ طریقے جاری ہیں .... جاری رہیں گے .... تب تک .... جب تک .... مذہب کی جگہ فرقہ پرستی لیگی۔ مذہب کے آسن پر فرقہ پرستی براجمان ہوگی ٭

ستی

میرے چراغِ زندگی موت کے ہونٹوں نے یکبارگی سانس لے کر تجھے ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا کر دیا۔ آہ! یہ نظر سے غائب ہوجانیوالی روشنی اب کبھی نظر نہیں آئے گی۔ محبت! کیا میں اِس تاریکی میں رہ سکتی ہُوں؟

میری زندگی کے پودے۔ موت کے بے رحم ہاتھوں نے تیری چھپی ہوئی جڑوں کو کھود ڈالا۔ آہ! اب اِس میں نازک وخوشنما پتیاں کبھی نہ نکلیں گی ٭

کیا درخت کے پژمردہ ہوجانے کے بعد بھی غنچے کھل سکتے ہیں؟

میری بے [illegible] روح! موت کی تیز تلوار نے تجھے میرے جسم سے اسیطرح جُدا کر دیا۔ جیسے قطع کلام کرنے میں کوئی لفظ دو ٹکڑے ہو جائے۔ آہ! اسی طرح تیرا رشتہ اِس کالبدِ خاکی سے ہمیشہ کے لئے مُنقطع ہوگیا ٭

کیا رُوح نکل جانے کے بعد بھی جسم زندہ رہ سکتا ہے؟

اگر تُو عقل سے کام نہیں لے گا۔ تو حماقت تیری گردن اُڑا دیگی ٭　(رچرڈز)

ممتا

بچہ بیمار تھا۔ نزع کی کیفیت طاری تھی۔ آنکھیں پتھرا چکی تھیں۔ سانس رُک رُک کر چل رہی تھی۔ اُس کی حالت بجنسہٖ پژمردہ پھول کی طرح تھی۔ جو شاخ سے نیچے کی طرف لٹک گیا ہو اور ہوا کے ایک خفیف سے جھونکے کا منتظر ہو۔ جو اُسے شاخ سے ہمیشہ کے لئے جُدا کر دے۔ موت مسرت کے پھول میں ایک کانٹا چبھونے کا سامان تیار کر رہی تھی۔ بیمار بچہ کے غم نے ماں کو نڈھال کر دیا تھا۔ وہ اُس کے سرہانے بیٹھی آہستہ آہستہ آنسو بہا رہی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی۔ کہ اُس کی اُمیدوں کا مرکز۔ اُس کی آرزوؤں کا سہارا کوئی دم کا مہمان ہے۔ اسے لُوٹ لیا جائیگا۔ اِس خیال سے وہ تڑپ اُٹھتی۔ اُسکے دل پر کاری زخم لگتا لیکن فوراً ہی ضبط کر لیتی۔ کہ ایسا نہ ہو۔ بچہ بے آرام ہو جائے۔

کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ آہستہ آہستہ پھر زور سے۔ ایک بُوڑھا بڑی بڑی آنکھوں اور لمبے لمبے بالوں والا کمرہ کے اندر داخل ہُوا۔ وہ سر سے پیر تک سیاہ کمبل اوڑھے تھا۔ جاڑے کا موسم تھا۔ قیامت کی سردی پڑ رہی تھی۔ ہاتھ پاؤں شل ہو رہے تھے۔ باہر شدت کے ساتھ برف گر رہی تھی۔ بُوڑھا بچہ کے سرہانے جا بیٹھا۔ بکایک بچہ کے جسم میں حرکت ہُوئی۔ ماں بے قرارانہ طور پر اُٹھ کھڑی ہُوئی۔ اور ٹین کے چھوٹے سے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی دُھندلی اور افسردہ روشنی میں اپنے بیمار بچے کو دیکھنے لگی۔ دل کہتا تھا۔ کہ موت کا فرشتہ چھین کر لے جائے گا۔ مگر اُمید بندھتی تھی۔ کہ نہیں ہرگز نہیں۔ خدا بڑا رحیم ہے۔ اُسکے سامنے دُنیا کی کوئی طاقت نہیں چھین سکتی ہے۔ بچہ اُمّی سے جُدا نہیں ہو سکتا۔ ماں سجدے میں گر گئی اور دُعا کرنے لگی کہ خدا! "میرے بچے کو اچھا کر دے۔ وہ اسی طرح چلتا پھرتا۔ ہنستا کھیلتا نظر آئے تو سب کی سُنتا ہے۔ میری بھی سن لے۔ میرا ہی ایک بچہ ہے۔ اِس کے سوائے اور کوئی نہیں۔ آسمان پر تو ہے اور زمین پر یہ ہے۔ اِس سے میری بہت سی اُمیدیں وابستہ ہیں۔ مجھے بچے سے بے آس نہ کر"

بُوڑھا وُہی لمبے لمبے بالوں والا در اصل موت کا فرشتہ تھا۔ اُسنے سر ہلایا۔ اور ایک عجیب مُسکراہٹ جس کے اندر زہر بھرا ہُوا تھا۔ اُسکے ہونٹوں پر دکھائی دینے لگی۔ ماں کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ سانس جلد جلد چلنے لگی۔ گلا خشک ہونے لگا۔ بُت کی طرح خاموش ہو گئی۔ آنکھیں نیچی کر لیں۔ اور آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ وہ تین دن اور تین راتوں سے نہیں سوئی تھی۔ تھکی تھی۔ ساری دُنیا اس چلچلاتی سردی میں محو استراحت تھی۔ لیکن راحت نصیب نہ تھی۔ تو اس دُکھیا ماں کو۔ روتے روتے کچھ دل ہلکا ہوا۔ اور کچھ دیر تک بخار اس نکل گئی۔ تو کچھ دیر کے لئے آنکھ لگ گئی۔ لیکن فوراً ہی ہوا کے سرد جھونکوں سے آنکھ کھل گئی۔ جاگ کر اُٹھ بیٹھی۔ سردی سے تھر تھر کانپنے لگی۔ اُف! ایسی

ایسی سرد ہوا نہ جانے کہاں سے آرہی ہے ؟

چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی - بُوڑھے کا کوئی پتہ نہ تھا - وُہ جا چکا تھا - اور اُس کا بچہ بھی ؛ کمرہ موت کی طرح سرد اور خاموش تھا - ماں چلانے اور پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگی - ہائے ! میرے چراغ زندگی کو موت کی منحوس پھُونک نے بجھا دیا - میرے شجر حیات کی جڑ پر موت کی سخت کلہاڑی نے کاری ضرب لگائی جس سے میرا گھر اجڑ گیا

ماں بچے کی تلاش میں چیختی چلاتی خاک سر پر اُڑاتی گھر سے نکل پڑی - وُہ چلی جا رہی تھی - دُکھے دل اور آہ سرد کی طرح بے تحاشا گرتی پڑتی - نہ وُہ کچھ دیکھ رہی تھی - نہ کچھ سُن رہی تھی - اسکے سینے میں ایک زبردست طُوفان تھا - ایک نامعلوم قُوت تھی - جو اُسے لئے جا رہی تھی - اُس کی رفتار آندھی - پانی اور بجلی سے تیز تھی ؛ باہر ایک بہت ہی لق و دق میدان تھا - ٹھنڈی رات تھی - میدان برف سے ڈھکا ہوا تھا - برف پر ایک عورت سفید شکل والی - سیاہ برقعہ اوڑھے ہوئے بیٹھی تھی - دُکھیاری اور غم کی ماری ماں کو اِسطرح بے تحاشا دوڑتی ہوئی دیکھ کر بولی " اِس برف باری کے طُوفان میں کہاں دوڑی جاتی ہو ؟ سُنو ! سُنو !! میں نے ابھی ابھی موت کے فرشتے کو تمہارے گھر سے نکلتے دیکھا ہے - اور ہاں وُہ تمہارے بچہ کو گود میں اُٹھائے لئے جا رہا تھا - مگر اَب تم کر ہی کیا سکتی ہو ؟ اُس کی رفتار بہت تیز ہے - ہوا تو ہوا - بجلی سے بھی زیادہ تیز رفتار ہے - کیا مجال جو کوئی مُقابلہ کر سکے - جس کو وُہ ایک دفعہ اُٹھا کر لے جاتا ہے - اُس کا ہاتھ لگنا سخت دشوار اور نا مُمکن ہے " ؛

ماں بولی " میں تم سے اور کچھ نہیں چاہتی - صرف اتنی مہربانی کرو - اور بتاؤ - کہ وُہ کس راہ گیا ہے میں خُود سے ڈھونڈ لوں گی " ؛

عورت نے کہا " میں تم کو ضرور بتا دُونگی - لیکن ایک شرط ہے اگر اِس کے پُورا کرنے کا وعدہ کرو - مجھے وُہ گیت جسے تُم نے راتوں کو جاگ جاگ کر تیار کیا تھا - اور جسے بچے کے سرہانے بیٹھی گاتی رہتی تھیں - ایک بار مجھے سُنا دو - میں اِس گیت پر جان دیتی ہُوں - اور سر دھنتی ہُوں - نہ جانے کیوں ؟ جب تمہارے اُس گیت کو سُنتی ہُوں - تو مجھ پر ایک کیف طاری ہو جاتا ہے - مجھے دوبارہ سُننے کی خواہش ہے میں رات ہُوں میں نے تمہیں وُہ گیت گاتے اور ساتھ ہی روتے دیکھا ہے

ماں نے عاجزی سے کہا " میں تم کو وُہ گیت سُنا دُونگی - ابھی مجھے نہ روکو - جانے دو - پہلے بچہ ڈھونڈ لاؤں پھر گیت سُن لینا " ؛

رات نہیں مانی - ضدی بن گئی - اور ضد کرنے لگی - کہ جو بھی ہو پہلے سُنا کر جاؤ ؛

ماں کی محبت دریا تھی پُرجوش - ایک سمندر تھی بے پایان - ایک صحرا تھی وسیع - مجبُور ہو کر وُہ تمام گیت سُنانے لگی گیتوں کے ساتھ زار زار روئی - یہانتک کہ ہچکی بندھ گئی ؛

رات بھی زیادہ ضبط نہ کر سکی - اور بولی - کہ اَب گیت بند کر دو - اَب اور زیادہ سُنا نہیں جاتا ہے - اور دیکھو !

موت کا فرشتہ سامنے جنگل سے ہوتا ہوا دائیں جانب گیا ہے۔ تم بھی اُسی راہ جاؤ۔ ابھی وُہ زیادہ دُور نہیں گیا ہوگا راستہ ہی میں مل جائے گا"۔

دُکھے دل کی دُکھیاری ماں بیسیوں ٹیلوں اور دروں کو عبور کرتی اور خوفناک جنگلوں کو چیرتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ جاتے جاتے پھر ایک بڑی سڑک پر جا کے رُک گئی۔ اُسکو کیا معلوم۔ کہ کون راستہ کدھر اور کہاں جاتا ہے۔ اور اب مجھے کون سا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ سڑک کے کنارے کچھ بھی نہ تھا۔ پتھریلی زمین تھی۔ صرف گلاب کے پودے اُگے ہوئے تھے۔ لیکن سردی سے پتیاں جھڑ گئی تھیں۔ ٹہنیوں میں کانٹوں کے سوائے اور کچھ نہ تھا۔ کانٹے سے ماں نے پوچھا۔" کیا تم نے موت کے فرشتہ کو دیکھا ہے؟ ابھی ابھی اس رستہ سے گذرا ہے۔ وُہ میری گود خالی کر کے میرا بچہ چھین کر لئے جا رہا ہے"

گلاب کے پودے نے افسردگی کے ساتھ کہا۔" ہاں میں بتا سکتا ہوں۔ لیکن اس شرط پر کہ تم مجھے ذرا اپنے سینہ سے لگا کر اپنے جسم کی گرمی پہونچا دو۔ میری حالت سردی سے بُری ہو رہی ہے۔ اگر تم نے اپنے جسم کی گرمی نہ پہونچائی۔ تو میں برف ہو جاؤں گا"۔

ماں نے کانٹے کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اور خوب خوب بھینچا۔ یہاں تک کہ کانٹے سینہ میں چُبھ گئے جس سے خون نکل آیا۔ سینہ لہولہان ہو گیا۔ خشک پودے میں تازگی آگئی۔ مُردے میں جان میں جان آگئی۔ فوراً پتے نکل آئے اور خون سے زیادہ سُرخ گلاب کے پھول کھلنے لگے۔ موسم بہار آگیا۔ دُکھیاری ماں کے سینہ میں محبت کی بھٹی سُلگ رہی تھی گلاب کا پودا مارے خوشی کے کھل کھلا کر ہنسنے لگا۔ اور ہنستے ہوئے ماں کو راستہ بتا دیا۔ ماں گرتی پڑتی۔ ہانپتی۔ کانپتی راستہ کو طے کرتی ہوئی ایک ندی پر پہونچی۔ ندی بڑی تھی۔ اور بہت گہری۔ ساحل کا کہیں پتہ نہ تھا۔ نہ اُسپر کوئی پل تھا۔ اور نہ کشتی تھی۔ جس سے وُہ پار ہوتی۔ ماں کھڑی ہو کر افسوس کرنے لگی۔ آہ! کتنا اچھا ہوتا۔ کہ پانی برف ہو کر جم جاتا۔ اور میں آسانی سے پار ہو جاتی۔ ندی کل کل کرتی ہوئی تیز دھارے کے ساتھ بہی جا رہی تھی۔ اور اُس کی لہریں نہایت ہی غمناک سُر میں درد و رنج کا گیت گا رہی تھیں۔ جس نے ماں کے دل کو بے چین کر دیا۔ وُہ بے بس ہو گئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اُف! تیرنا بھی نہیں جانتی۔ جو ندی کو عبور کروں۔ ماں محبت میں دیوانی ہو کر ندی میں کُود پڑی۔ ندی میں زوروں کے ساتھ تلاطم ہوا۔ اور تلاطم میں اضطراب تھا۔ ماں گھبرا گئی۔ ندی بولی۔ پار جانا کوئی کھیل نہیں۔ تم اپنی زندگی کیوں برباد کرتی ہو۔ اور اگر میری ایک بات مان لو۔ تو میں آسانی سے اُس پار پہونچا دونگی۔ پہلے وعدہ وفا کرو۔

غمگین اور مجبور ماں تڑپ اُٹھی۔ کہنے لگی۔ جو بھی کہو میں تمہاری باتوں کو ماننے کے لئے تیار ہوں۔

دیکھو! مجھے موتی جمع کرنے کا بڑا شوق ہے۔ تم اسے مرض سمجھو۔ یا ایک خبط۔ جہاں کوئی اچھا سا موتی مل جاتا ہے۔ بس اُس کو نہیں چھوڑتی ہوں۔ میری تہوں میں لاکھوں کروڑوں اور ان گنت موتی ہیں۔ لیکن

تمہاری آنکھوں جیسا میرے پاس کوئی موتی نہیں۔ تمہاری دونو آنکھیں بہت ہی قیمتی اور انمول موتی ہیں۔ ان سے بڑھ کر ابتک کوئی موتی دیکھنے میں نہ آیا۔ اس لئے تم مجھے یہ دونو موتی دیدو۔ پھر میں تمہیں اس سرسبز چمن میں پہونچا دُونگی۔ جہاں موت کا فرشتہ رہتا ہے۔ تمہیں وہاں طرح طرح کے درخت اور رنگ برنگ کے پھول ملیں گے۔ وہاں ہر درخت ایک آدمی کی زندگی ہے اور ہر پھول ایک بچہ کی زندگی ہے"۔

ماں بولی۔ "میں اپنے بچے کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہُوں"۔ وہ رونے لگی۔ اس قدر روئی۔ کہ آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ بہنے لگا۔ اور چشمہ ندی سے جاملا۔ ماں کی دونو آنکھیں بہہ گئیں۔ اور دو بڑے انمول موتی پانی میں گر پڑے۔ ندی نے ماں کو ایک عالیشان محل کے دروازے پر پہنچا دیا۔ محل کی کوئی حد نہ تھی۔ وہ ایک بہت وسیع جنگل میں پھیلا ہوا تھا۔ محل کے چاروں طرف مہیب اور بھیانک غار تھے۔ جنگل اتنا اندھیرا تھا۔ جہاں انسان ایک بار کھو جانے کے بعد پھر کبھی نہیں مل سکتا ہے۔ ماں اس ڈراؤنے منظر کو نہیں دیکھ سکی۔ کیونکہ وہ آنکھیں کھو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اندھی ہو چکی تھی۔

ماں دروازے پر پہونچکر زور زور سے چلانے لگی۔ "موت کا فرشتہ کہاں ہے؟ میں فریادی ہوں۔ وہ میرے بچے کو زبردستی چھین کر لے آیا ہے۔ میری گود خالی ہو گئی ہے۔ میں اپنے بچے کو لینے کے لئے آئی ہُوں"۔ آواز سن کر ایک بڑھی عورت جو موت کے فرشتہ کے محل کی نگہبان تھی۔ نکل کر آئی۔ ماں کو دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ اس عمر تک اسکے ساتھ نہ ایسا اتفاق اور نہ ایسا حادثہ پیش آیا تھا۔ پھر بولی۔ "ابھی موت کا فرشتہ تو نہیں آیا ہے۔ لیکن تم یہاں کس طرح پہونچ گئیں۔ تم کو کون لایا۔ اور راستہ کس نے بتایا؟

ماں نے جواب دیا۔ "کوئی بھی نہیں۔ صرف خدا نے میری رہنمائی کی۔ اسی نے میری مدد کی۔ اور اسی کی مدد سے یہاں پہونچی ہوں۔ وہ بہت ہی مہربان ہے۔ وہ رحمان ہے وہ رحیم ہے۔ تم بھی ایک دکھے دل پر رحم کرو۔ اور یہ بتا دو۔ کہ میرا بچہ کہاں ہے"؟ عورت بولی! "مجھے تمہارے بچے کا کوئی علم نہیں ہے۔ اور نہ میں اسکے متعلق کچھ جانتی ہوں۔ اور افسوس یہ ہے کہ تمہاری آنکھیں بھی نہیں۔ جو تم اپنے بچہ کو تلاش کر سکو۔ جس باغ میں تم کھڑی ہو۔ یہ انسانی زندگی کا باغ ہے۔ جو انسان دُنیا میں ہے۔ اس کی زندگی کا پودا یہاں ہے۔ یہاں جتنے درخت ہیں۔ ان میں انسان کا دل ہے۔ درخت میں جب حرکت ہوتی ہے۔ تب اس کا دل بھی حرکت کرتا ہے۔ تم اپنے بچے کے دل کی حرکت سن کر پہچان سکتی ہو۔ کہ اس کی زندگی کا پودا کون ہے؟ میں تمہیں اس سے بھی زیادہ اور پتہ بتا سکتی ہوں۔ مگر تم اسکے عوض مجھے کیا دوگی؟

افسردگی کے ساتھ ماں بولی۔ میرے پاس جو کچھ تھا۔ وہ اپنے بچے کی خاطر لٹا چکی۔ اب صرف جان باقی ہے۔ وہ تمہارے لئے ہے"۔

عورت بولی۔ "مجھے جان کی ضرورت نہیں ہے۔ اور میں تمہاری جان لے کر کیا کرونگی۔ میرا اس سے کیا فائدہ

ہوگا؟ تمہارے لمبے لمبے سیاہ بال بہت ہی خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ البتہ یہ مجھے دیدو۔ اور تم میرے بال سفید لے لو" +

"کوئی ہرج نہیں۔ یہ تو بہت معمولی بات ہے۔ اور بہت ہی آسان ہے۔ میں تمہاری خواہش کی تکمیل آسانی اور خوشی کے ساتھ کرنے کو تیار ہوں" + ماں نے سیاہ بال دے دیئے۔ اور اسکے عوض سفید بال لے لیئے +

بوڑھی عورت ماں کو لیکر باغ میں داخل ہوئی۔ وہاں بےشمار درخت ہوا میں جھوم رہے تھے۔ اور رنگ برنگ کے پھول لہلہا رہے تھے۔ ہر درخت اور ہر پھول میں ہر انسان اور ہر بچے کی زندگی پوشیدہ تھی۔ جسطرح انسانوں کے اندر رنگ اور نسل کا فرق ہے۔ اسی طرح اُن کی زندگی کے درختوں میں بھی ایک خاص رنگ تھا۔ چھوٹے بچوں کی زندگی کا کوئی درخت نہ تھا۔ بلکہ پھول + ماں ہر درخت پودے اور پھول کی حرکت کو دل کی گہرائیوں سے سُنتی جاتی۔ آخر کار وہ بےشمار و ان گنت پودوں میں سے اپنے بچے کے دل کی حرکت کو سُننے لگی۔ اور ایک پودے کے نزدیک رُک گئی۔ اور خوب غور سے دیکھنے لگی۔ ماں چلا اٹھی "یہ ہے میرا بچہ! یہی ہے میری امیدوں اور تمناؤں کا پودا۔ جس کو پروان چڑھنے سے پہلے موت کے فرشتہ نے لُوٹ لیا" بےصبری کے ساتھ اس نے اپنے دونوں بازوؤں کو پھیلا دیا۔ اور ایک رنگین پھول کو توڑنے لگی +

بوڑھی عورت نے منع کیا۔ پھول کو چھوڑ دو۔ پھول چھونا منع ہے۔ تم یہیں بیٹھ جاؤ۔ ابھی موت کا فرشتہ نہیں آیا ہے۔ مگر اب آہی چلا۔ لیکن یہ یاد رکھو۔ کہ جب موت کا فرشتہ آکر یہ پھول توڑنے لگے۔ تو خبردار خبردار۔ توڑنے نہ دینا۔ اگر وہ ضد کرے۔ سختی کرے۔ اور ڈانٹ بتائے۔ تو تم دوسرے پودوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر دوسرے پھولوں کو توڑنے کی دھمکی دینا۔ موت کا فرشتہ تم سے ڈرنے لگے گا۔ کیونکہ وہ اُن پودوں کا اُسوقت تک ذمہ دار ہے۔ جب تک ان کے توڑنے کا وقت نہ آجائے۔ ہر پھول۔ درخت اور پودا اپنے وقت کے ساتھ اکھاڑا جاتا ہے۔ بے وقت کوئی کام نہیں ہوتا" +

یکایک سرد ہوا زوروں کے ساتھ چلنے لگی۔ ماں نے محسوس کیا۔ کہ کوئی تیزی کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ وہ موت کا فرشتہ تھا۔ آتے ہی پوچھا "تم یہاں کس طرح آئیں۔ میں دنیا میں سب سے زیادہ تیز رفتار ہوں۔ میرے مقابلہ میں کوئی نہیں لیکن تم مجھ سے بھی زیادہ تیز رفتار نکلیں" + ماں چپ چاپ زیر لب تمناؤں کو لیئے اس آنسو کی طرح رکی کھڑی تھی جو پلکوں میں دھرتی کے اندر سما جانے کے لئے ڈھلکتا ہوا نظر آتا ہو۔ وہ اندھی ہو چکی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو نہ تھے۔ اسلئے وہ رو نہ سکی لیکن دبی ہوئی آواز میں اداسی کے ساتھ بولی "میں دکھیا ہوں" +

موت کا فرشتہ بچہ کی زندگی کا پھول توڑنے لگا۔ ماں نے چیخ ماری اور فوراً دونو ہاتھوں سے پھول کو چھپا لیا اور توڑنے نہیں دیا۔ یہ میرے بچہ کی زندگی کا پھول ہے۔ میں توڑنے نہیں دونگی۔ فرشتہ نے ماں کے ہاتھوں پر ایک پھونک ماری۔ ماں کے دونو ہاتھ برف کی طرح شل ہوگئے + فرشتہ نے کہا "میں نے ہزاروں راج ستیاناس کر دیئے۔ اور لاکھوں شاہی خاندان موت کے گھاٹ اُتار دیئے۔ تم کسی حال میں میرا مقابلہ نہیں کرسکتی ہو" + ماں نے کہا "خدا تم سے زیادہ قوت والا ہے۔ وہی تمام مصیبتوں کو دور کرنے والا۔ اور غریبوں بیکسوں کا سہارا ہے" +

فرشتہ نے کہا۔ "میں اپنے حکم سے کوئی کام نہیں کرتا۔ جو خدا حکم دیتا ہے۔ وہی کرتا ہوں۔ میں زندگی کے باغ کا مالی ہوں۔ میں اس کی رکھوالی کرتا ہوں۔ اور اس کے حکم سے خاص وقت پر ہر ایک درخت کو یہاں سے اکھاڑ کر آخرت کے باغ میں جا لگاتا ہوں۔ تم میرے کاموں میں دخل مت دو۔ جاؤ۔ چلی جاؤ" ⁂

"نہیں نہیں۔ میں نہیں جاؤنگی۔ مجھے میرا بچہ دیدو۔ میں تم سے اور کچھ نہیں چاہتی۔ صرف میں اپنے بچہ کو چاہتی ہوں" ⁂ ماں چلانے لگی۔ اور سسکتی ہوئی ان دو پھولوں کو جو سورج مکھی کی طرح کھلے تھے۔ ہاتھوں سے پکڑ لیا "دیکھو! میں ان پھولوں کو توڑ لونگی۔ میں غمگین ہوں۔ بہت غمگین۔ میں دکھیا ہوں۔ بہت دکھیا۔ مجھے زیادہ نہ ستاؤ اب اور مت جلاؤ۔ ورنہ میں دیوانی ہو جاؤنگی" ⁂

فرشتہ نے کہا۔ "ان پھولوں کو چھوڑ دو۔ بھولے سے بھی مت چھوؤ۔ ورنہ اور مائیں تمہاری طرح غمگین ہو جائینگی۔ دیکھو! تم اپنی طرح کسی اور کو غمگین مت بناؤ" ⁂

ماں نے فوراً ہی ان پھولوں کو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ "ایک تو میں ہی غمگین ہوں۔ اور دوسری ماؤں کو غمگین بنانا نہیں چاہتی" ⁂

فرشتہ بولا! "یہ لو اپنی آنکھیں۔ میں نے ان آنکھوں کو ندی سے نکالا ہے۔ مجھے کیا خبر۔ کہ یہ آنکھیں تمہاری ہیں میں نے محض دو آبدار موتی سمجھ کر نکال لیا تھا۔ لیکن اب یہ آنکھیں پہلے سے زیادہ روشن اور چمکدار ہیں" ⁂ آؤ! اب ذرا اس باغ کی گلگشت کر تو جاؤ۔ پہلے اس مہیب غار کو دیکھو۔ جو تمہارے سامنے ہے۔ پھر میں تمہیں ان دو پھولوں کا نام بتاؤں گا۔ جن کو توڑ کر تم بربادی کر رہی تھیں" ⁂ ماں نے غار کے اندر نظر ڈالی۔ وہی دونو پھول وہاں موجود تھے۔ ایک تھا خوشی کا۔ اور دوسرا غم کا ⁂ "خوش بختی" کا پھول لہلہا رہا تھا۔ اور اس کے ارد گرد زندگی کی تمام لا دیز باغ میں جمع تھیں مسکراہٹ کا ایک طوفان برپا تھا۔ قہقہے گونج رہے تھے۔ مسرت کی لہریں ننھی ننھی کلیوں کو گدگدا کر ہنسا رہی تھیں ⁂ اور "کج بختی" کا پھول افسردہ تھا۔ اور اسکے ارد گرد بدبختی۔ مفلسی۔ دکھ۔ رنج۔ مصیبت اور تکلیف غم کے آنسوؤں سے رو رہا تھا" ⁂

ماں نے موت کے فرشتہ سے سوال کیا۔ "ان دو پھولوں میں سے کون سا پھول خوش بختی کا ہے۔ اور کون سا بدبختی" "یہ میں کس طرح بتاؤں؟ لیکن ہاں۔ ان دونوں میں سے ایک تمہارے بچے کی۔ جو آئندہ کے لیئے تھا۔ اور بربادی کی طرف لیئے جا رہی تھیں ⁂

ماں نے خوف سے چیخ ماری۔ اس کا سارا جسم کانپنے لگا۔ گلو گیر آواز سے سسک کر وہ موت کے فرشتہ سے صرف اتنا کہہ سکی۔ "ان دونوں میں سے میرے بچے کا۔ جو پھول ہے۔ اس کو غم سے نجات دلا کر راحت و سکون کی جگہ پہنچا دو جہاں کی پستی و بلندی میں دلربائی ہو۔ جہاں کے پتا پتا میں تازگی ہو۔ جہاں کوئل کوکتی ہو۔ جہاں بلبلیں نغمہ سرائی

کرتی ہوں۔ جہاں پھول کھلتے ہوں۔ جہاں کلیاں مسکراتی ہوں۔ اور جہاں سے شہد اور دودھ کی نہریں جاری ہوں میرے بچہ کو اُسی مقام پر پہونچا دو۔ اب میں واپس لے جانا نہیں چاہتی۔ میرے آنسوؤں کا خیال نہ کرنا۔ میں خدا سے معافی چاہتی ہوں ٭

پھر ماں سجدے میں گر گئی اور خدا سے دعا کرنے لگی۔ موت کا فرشتہ سامنے سے غائب ہوگیا۔ اور اُس کے بچہ کو لے کر جنت کی طرف چلا گیا ٭

تُو اور وہ

اس نظم میں انسان کے زعم باطل کی ترجمانی اور حقیقت ظاہر کی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے تئیں کیا کچھ سمجھتا ہے لیکن حقیقتاً کیا ہے؟

کہاں تو حرص کا بندہ کہاں وہ تارک الدنیا
تو عزّ و زر کا ہے شیدا وہ نفرت اِن سے ہے کرتا
تو شہرت کا تمنائی وہ گمنامی کا شیدائی
ریا کار و فریبی تو ہے سچ کہنا ہی اُس کی خو
گناہوں سے تو ہے مملو دل اُس کا صاف شیشہ رو
وہ فطرت کا ہے گرویدہ تو صورت کا ہے گرویدہ
تمناؤں کی دنیا تو اُمیدوں کا خزینہ تو
غم و حسرت سراپا تو فنا ہونے سے ڈرتا تو
یہ دنیا جیل ہے اُس کو فنا اِک کھیل ہے اُس کو
تو باطل حسن کا شیدا وہ نورِ حق پہ ہے مرتا
تو شیدائے مے و مینا تصوف دل ربا اُس کا
سکوں سے پُر ہے دل اُس کا تجھے تسکیں نہیں اصلا
تو اپنے نفس کے تابع بُرائی کا ہے تو جامع
تو سیم و زر کا ہے طامع وہ اپنے حال پر قانع
وہ دل تسخیر کرتا ہے حقیقت پر وہ مرتا ہے
ظفر یہ زعم باطل ہے تو عین اُس کا مقابل ہے
وہ گرویدۂ حاصل ہے وہ عین اُس کا مقابل ہے
وہ بیگانۂ دنیا ہے تو دیوانۂ دنیا ہے

مسمریزم اور اُسکی تعلیم

نمبر (۱)

"مجھ کو ملک کے ہر کونے سے خط آرہے ہیں کہ میں علم مسمریزم پر پوری طرح روشنی ڈالوں۔ تاکہ جوگی کا ہر پریمی عملی طور پر اس علم کو سیکھ سکے۔ میں اِس رسالہ سے یہ سِلسلہ مضامین شروع کرتا ہوں۔ اُمید ہے کہ چار رسالوں میں اِس کو مکمّل کر دُونگا۔ اور اِس علم کے مُتعلق پُوری واقفیت دیدُونگا۔ تاکہ جو چاہے مشق کرکے اِس علم کا اہل بن سکے۔ واقفیت مہیا کرنا میرا کام ہے اور مشق کرنا آپ کا۔ مسمریزم کے شیدائی آج سے اِن تمام رسالوں کو حفاظت سے رکھیں کہ جن میں مسلسل علم مسمریزم پر مضامین ہونگے۔ یعنی رسالہ ماہ جون۔ جولائی۔ اگست اور ستمبر اِن چار رسالوں میں۔ میں اِس سِلسلہ مضامین کو مکمّل کرُوں گا"۔

میسمر صاحب کا طریقہ تعلیم:۔ سب سے پہلے "میسمر" کے سکول یا طریقہ تعلیم کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ طریق سب سے پُرانا ہے۔ گو "میسمر" صاحب نے اِس سائنس کو دریافت نہیں کیا تھا۔ کیونکہ اِس کا علم اور عمل جاری رہنے کے مُدتوں بعد "میسمر" کا عہد آیا ہے۔

درحقیقت زمانہ قدیم میں مسمریزم کا علم مصریوں۔ یونانیوں اور اہل روما کو تھا۔ بعض اصحاب تو یہ دعوےٰ کرتے ہیں کہ زمانہ قدیم کے عبرانی اور اسرائیلی بھی یہ عمل کرتے تھے۔ "انجیل مُقدس" میں جو یہ ذکر آیا ہے۔ کہ حضرت مُوسیٰ یا دیگر اصحاب بیماروں کو ہاتھ سے چھوکر شفایاب کر دیتے تھے۔ اِس سے بھی اِس علم کی تصدیق ہوتی ہے۔ چُونکہ حضرت موسےٰ نے مصریوں میں ہی تعلیم و تربیت اور پرورش پائی تھی۔ وُہ درحصل مصریوں کے ایک پادری تھے۔ چُونکہ مسمریزم یا حیوانی کشش کا یہ علم سب سے آخری اور مُقدس ترین علم تھا۔ جو پادری یا مذہبی پیشوا لوگ اپنے اُمیدواروں کو سکھاتے تھے۔ اِسلئے جو کچھ "بائبل" میں درج ہے۔ اُسے "مسمریزم" پر محمول کرنے کی یہ ایک وجہ ہے۔ "کارڈنس" نے سنہ ۱۸۰۱ء میں قوت کشش سے کئی شخصوں کو شفا دی تھی۔ اُسوقت "مسمریزم" کو عام طور پر "قوتِ کشش" کے نام سے ہی پکارا جاتا تھا۔ سنہ ۱۶۱۹ء میں ایک انگریز "ولیم میکسول" نامی نے اِس قسم کے اُصول وضع کئے تھے۔ جیسے کہ لیمڈران "میسمر" نے کئے۔ "میسمر" نے تمام یورپ میں اِس علم کی بھاری نشر و ترویج کی۔ اِسی لئے وہ تمام دُنیا میں مشہُور ہوگیا۔ "مسمریزم" کے عمل کے واسطے ایسی قابلیت کی ضرورت ہے کہ کافی طاقت میں اِتنی ذاتی قوت جاذبہ پیدا کی جائے۔ جس سے عامل اپنے معمول مسحُور کرکے اُس کے ذریعہ سے اپنے زیر علاج مریض کو سُلا سکے۔ اور اس کا

علاج کر سکے +

اس "مادہ کشش" کو حاصل کرنے کے واسطے آپ "مسٹر ایف۔ ایچ۔ رانڈل" صاحب کی ہدایات پر عمل کریں۔ جو انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہیں۔ جیسا کہ ان کی کتاب (یور مسمرک فورسز (FARCER) (YOUR MESMERIC "تمہاری مسمریزم کرنے کی طاقتیں" میں درج ہے۔ آپ کتاب کے صفحات ۵۷ تا ۶۶ میں انسانی دماغ اور ہاتھ کی تشریح و وضاحت کے بعد جن میں سے اول الذکر کو انسانی علم اور مرضی کا مرکز یا ملجا و ماوا قرار دیا ہے۔ مسٹر "رانڈل" کہتے ہیں "کشش کرنے والی لہریں دماغ سے بازوؤں کی رگوں اور انگلیوں کے پٹھوں کی جانب بہتی ہیں۔" اور آپ حسب ذیل الفاظ میں بتلاتے ہیں کہ معمول پر مسمریزم کا عمل کرنے سے پیشتر اس مادہ کو کس طرح متحرک کیا جا سکتا ہے + یہ ننھی ننھی رگوں کے ریشے رجو دماغ سے بازوؤں کی انگلیوں کے پٹھوں تک جاتے ہیں) ایسے ہونا چاہئیں۔ کہ وہ تمہاری مرضی کا مکمل طور پر جواب دیں۔ اور جو تمہاری زور دار خواہش ہو۔ اس سے طاقت کے اثرات فوراً حاصل کرنے کو تیار رہوں۔ ان میں سے ہر ایک کا بدرجہ غائت سریع الحس ہونا ضروری ہے۔ تاکہ وہ تمہارے دل رمن اسے خیالات کی جولانی کا جلد تر جواب دے سکیں + انگلیوں کے کل سرے یا ان میں سے سروں کا جتنا حصہ انگوٹھے کی کولائی پر یا اسکی پہلی پور پہ آسکے ربہتر تو یہ ہے کہ پور پر ہی انگلیوں کے سرے پڑ رکھے جائیں۔ جہاں جملہ انگلیوں کے ناخن ڈھک جائیں۔ اس پوزیشن میں انگوٹھا اور انگلیوں کو بالارادہ زور دار دباؤ سے ایک دوسرے سے پیوست کیا جاوے۔ تاکہ اس کھچاؤ سے ہر ایک نس سکڑ جائے۔ اور بازو، ہاتھ کی شریان کی طاقت انگلیوں کے سروں کی جانب مرکوز ہو جائے۔ اب بازو کو پوری لمبائی تک یا تو اپنے جسم کے ساتھ نیچے کو لٹکاؤ۔ یا اپنے جسم کے سامنے سیدھا لمبا کرو۔ اس پوزیشن میں تمہاری جملہ دماغی طاقت پورے طور سے عمل کر کے تمہارے دماغ میں قوت پیدا کرے۔ جو رگوں اور چھوٹی چھوٹی شریان میں سے ہو کر انگلیوں کے سروں تک جائے۔ اس سے تمہارے اندر دل کی طاقت اور اور تمہارے ارادے کو مضبوط بنانے والی حالت پورے طور پر پیدا ہو جائے گی۔ جلدی سے جھٹک کر انگلیوں کو انگوٹھے سے علیحدہ کر لو۔ اور انہیں پھیلاؤ۔ اس دوران میں خون کا سمٹنا اور دماغ کا اجتماع برابر قائم رکھا جائے + مسٹر "رانڈل" سفارش کرتے ہیں کہ یہ عمل اسوقت تک جاری رکھنا چاہئے۔ جبتک ہاتھوں میں نمی آنا شروع نہ ہو جائے۔ اور عامل کی انگلیوں اور ہاتھ اور بازوؤں میں جھنجھناہٹ سی محسوس نہ ہو۔ یہ حالت پیدا ہونے کے بعد کہا جا سکتا ہے۔ کہ کام شروع کرنے کے واسطے کافی کشش پیدا ہو گئی ہے۔ اور اب عمل کیا جا سکتا ہے کہا جاتا ہے۔ کہ ابتدا میں اس سے بازو بہت تھک جاتا ہے۔ اور میں نے اپنے تجربہ میں بھی اسے درست پایا ہے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد اس کا عادی ہو جانے سے پھر تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی +

بہر حال یہ مشورہ دیا جاتا ہے۔ کہ "مسمریزم" کا عمل شروع کرنے سے پیشتر اس طریق پر قوت جاذبہ کا

بہاؤ حاصل کرنا ضروری ہے۔ بعض پروفیسر کہتے ہیں۔ کہ جب تک ہاتھ گرم ہو کر مرطوب نہ ہوں۔ اُن کو آپس ہی میں ملتے رہنا کافی ہے۔ اس کا بھی ایسا ہی اثر ہوگا۔ مگر مسٹر "رانڈل" کے اعلیٰ الفاظ میں اِس طریق کی حمایت نہیں کی گئی ہے + برسبیل مباحثہ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ "میسمر کے طریق علم کشش میں بھی بہت کچھ اشارہ یا ایما شامل ہے" چونکہ "مسمریزم" کرنے والے اردگرد کے حالات سے معمول کے خیال پر حتی الامکان ہر طرح سے اثر ڈالتے ہیں۔ اور قوتِ جاذبہ کے روانی خیال کے علاوہ دماغی حالت کو اپنے لئے بہترین طور پر مفید مطلب بنانے کے واسطے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اسلئے جب اس کی حقیقی تشریح کی جاتی ہے۔ تو اِس میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ کہ ہر ایک تہ میں ایماء یا اشارہ ہو سکتا ہے۔ خواہ وُہ قوتِ کشش کی روانی ہو یا نہ ہو +

اِس میں کوئی شک نہیں۔ کہ میگناٹزم قوتِ کشش یا قوتِ جاذبہ ہے۔ کیونکہ تصویر کشی کے کیمرے نے اِس بیان کی تصدیق ثابت کر دی ہے۔ اور یہ کسی طرح غائب دان کے نظریہ یا قیاس پر ہی مبنی نہیں ہے + اِس کے ساتھ ہی ایماء یا اشارہ سے بھی ایسے نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ "مسمریزم" سے۔ خواہ معمول غائب ہو یا حاضر پس قدرتی نتیجہ یہ ہے۔ کہ سب سے زیادہ ضروری ایماء یا اشارہ کا حاصل کرنا ہے + ہم نے دیکھا ہے کہ "عملی مسمریزم" کے مقاصد کی غرض سے "میسمر" کی تھیوری کے مطابق کس طرح "قوتِ جاذبہ" کی روانی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہم "رانڈل" کا حوالہ بعد کو دینگے۔ پہلے یہ دیکھنا ہیں کہ اِس تھیوری کے متعلق "میسمر" نے خود کیا کہا ہے۔ جس نے اِس علم کا اتنا نام دلوایا ہے:۔

پہلے تو اُنہوں نے یہ قرار دیا ہے۔ کہ زمین اور اجرام فلکی ایک دوسرے پر بار بار عمل کرتے ہیں۔ اور تمام جاندار مخلوق اِس عمل میں شریک ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ عمل اور بعض دوسرے عمل ایک بہت لطیف اور نفیس مادہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو کائنات کی ہر ایک چیز میں سرایت کرتا ہے۔ اور یہ اِس قسم کا ہوتا ہے۔ کہ اس پر جس شئے کا بھی اثر ڈالا جائے۔ خواہ وُہ کسی قسم کا ہی کیوں نہ ہو۔ اُسے قبول کر کے برقرار رکھتا ہے۔ اُمنگوں۔ نمائشوں۔ غرض ہر اس چیز کا اثر قبول کرتا ہے جس سے زندگی بنی ہوئی ہے۔ اور عالم میں حرکت ہوتی ہے +

"میسمر" نے قرار دیا ہے۔ کہ یہ عمل جن قوانین کی رُو سے ہوتا ہے۔ وُہ میکینکل ہیں۔ مگر ابھی تک اس کا انسان کو علم نہیں ہے۔ اور ان کا اثر بازگشت مد و جزر پر یکساں پڑتا ہے۔ اور تمام منتظم مادہ کے خواص اِس عمل پر منحصر ہیں وُہ کہتے ہیں کہ مادہ یا زیادہ صحیح طور پر قوت کیونکہ سائنس کی تھیوری مادہ کی تھیوری کو قبول نہیں کرتی) فوراً عمل کرتا ہے۔ اور جسم انسانی میں بھی ویسا ہی مظاہرہ پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ سنگ مقناطیس سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی قطبین کشش کا نظارہ۔ اسی لئے اسے حیوانات کی قوتِ کشش یا میگناٹزم کا نام دیا گیا ہے + یہ مادہ نہایت سرعت کیسا ایک جسم سے دُوسرے جسم میں سرایت کرتا اور فاصلہ سے عامل ہوتا ہے۔ یہ بجلی کی سی چمک سے نمایاں ہوتا۔ اور آواز سے مضبوط قوی ہوتا ہے۔ اِس قسم کے جاندار اجسام میں جو حیوانی قوت کشش کے بالکل متضاد عمل کرتے ہیں۔ اُن کو

موجودگی ہی "میگناٹزم" (قوتِ جاذبہ) کے اثرات کو زائل کرنے کے واسطے کافی ہے۔ یہ طاقت بھی ایک مُثبت طاقت ہے ÷ ہم حیوانی قوتِ جاذبہ کے ذریعہ سے رگوں۔ پٹھوں کے امراض میں فوراً استفادہ لا سکتے ہیں۔ اور تمام عوارض کا معمولی یعنی اوسط درجہ کا علاج کر سکتے ہیں۔ درحقیقت اِس سے دوا دارو کے عمل کی وضاحت ہوتی ہے۔ اور نازک حالتوں میں یہ عمل کام آتا ہے ÷

میگناٹزم یا قوتِ کشش سے طبیب نہایت پیچیدہ امراض کے طریقوں کو معلوم کر سکتا ہے۔ اِن بھیدوں پر یہ طریقِ عمل مبنی ہے۔ اور یہی طریقِ عمل مسمر صاحب نے بنایا ہے۔ اور جب وُہ اِس علم پر عمل کرنے لگے۔ تو اُنہوں نے یہی طریقے اختیار کئے۔ جو حسبِ ذیل ہیں:۔ عمل کی تنگ راہیں (PASSES) کشش کرنے والی نگاہ۔ اور اِس مضمون پر اور زیرِ عمل کام پر نہایت یکسوئی سے قوتوں کا مجتمع کرنا ÷ اِسکے علاوہ "میسمر" صاحب مریض کے حواس پر اثر ڈالنے کے واسطے حتی الامکان کسی چیز کو نہیں چھوڑتے۔ مثلاً عمدہ خوشبو۔ پھول۔ نرم اور بھینی بھینی خوشبو والی اشیاء۔ موسیقی اور ہلکی ہلکی روشنی۔ اِن سب سے کام لیتے تھے۔ اور درحقیقت وُہ اپنے آپ کو اسراروں میں غرق کر لیتے تھے ÷ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ "بریڈین" صاحب کے طریقِ تعلیم سے "ہپناٹزم" کے جو اثرات حاصل ہوتے ہیں وُہ "مسمریزم" سے پیدا شدہ نتائج کے مُطابق نہیں ہوتے۔ کیونکہ جہانتک رموز روشن ضمیری اور ٹیلی پیتھی کا تعلق ہے۔ فقط آخرالذکر ہی سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے ÷

"میسمر" صاحب کے طریقِ عمل کی ضروری تفصیلات کو بخوبی سمجھنے کے بعد ترقی کا دُوسرا قدم اُن کے طریقِ عمل کی بڑی بڑی باتوں کو پُورے اور مُکمل طور پر ذہن نشین کرنا ہوگا۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہُوں۔ پہلی بات اجتماعِ قوت اور مقصد کا استحکام ہے۔ اور وُہ لوگ جو علم ہپناٹزم کی زیادہ مُشکل شاخ مثلاً مسمریزم کو سیکھنا چاہتے ہیں (بیشک علم مسمریزم ایک مُشکل علم ہونے کا مُدعی ہو سکتا ہے) اُنہیں لازمی طور پر سب سے پہلے اپنے من اور مرضی پر قدرت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اِس غرض سے میں روزانہ ہم مرکزی کے عمل اور اپنی مرضی کو قابو کرنے کی پریکٹس کی سفارش کرتا ہُوں۔ میں اِس موقعہ پر "مسمریزم" کے طالب علموں کو یہ نصیحت کرنا ضروری سمجھتا ہُوں۔ کہ وُہ اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ قوت ارادی اور ہم مرکزی یا اجتماع درحقیقت کیا ہے؟ یہ کوشش دِ ہی نہیں۔ بلکہ آرام ہے۔ ملائمت کی ہی خاصیت ہے۔ جو آپ کو کسی خاص بتائے ہُوئے نُقطہ پر ایسے قُدرتی طور سے اپنا من مجتمع یا خاطر جمع کرنے کے قابل بناتی ہے۔ جیسا کہ آپ بہ آسانی اپنا کھانا کھا رہے ہوں نہ کہ آپ کوئی بہادری کا کام کر رہے ہوں جس میں قوتِ ارادی کو جسمانی۔ یا اعصابی کام کی ضرورت ہو۔ اجتماع یا مرکزی بیان اس کتاب میں نہیں ہے ÷ اِس قدر کافی پریکٹس کر لینے کے بعد جس سے تمہیں قوتِ ارادی پر قدرت حاصل ہو جائے۔ دُوسرا کام خود اعتمادی اور مقناطیسی یا کشش کرنے والی نگاہ کا حاصل کرنا ہے۔ کشش کرنے والی نگاہ کے معنی یہ ہیں۔ کہ تم اس قابل ہو جاؤ۔ کہ دُوسرے کی آنکھوں کو

اچھی طرح اور بغور دس پندرہ منٹ تک دیکھتے رہو۔ اور اس اثناء میں پلک نہ جھپکے۔ طویل پریکٹس سے ایسا ہو سکتا ہے۔ دل و جان سے اس کام میں مصروف ہو جاؤ۔ اور ہر ایک شخص پر اس کا عمل کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے بعد جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کشش کا مادہ یا قوت جاذبہ کا۔ اور اس کے بعد اس امر کا جاننا ضروری ہے کہ کس طرح ضروری راہیں بتائی جائیں۔ اور کس طرح اپنے معمول کو اشارات دو ؎

عمل کی راہیں وغیرہ۔ اس شعبہ علم کے متعلق بالعموم حسب ذیل طریقے اختیار کئے جاتے ہیں پہلے اپنے کمرہ کو اپنے حسب الحال آراستہ و درست کرو۔ اور اپنے مریض یا معمول کو اپنے سامنے رُخ والی کرسی پر بٹھا دو اور ٹھیک اسکے سامنے خود کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ لیکن اسطرح سے بیٹھو۔ کہ تمہارے زانو اسکے زانوؤں سے باہر رہیں۔ مگر انہیں مس کرتے ہیں۔ اس سے آہستہ آہستہ آواز کا ایک وزن قائم رکھکر کچھ دیر باتیں کرو۔ اگر وہ ضد بھی کرے تو پرواہ نہ کرو۔ اور اسکے ساتھ ویسے ہی آسان طریق پر سلوک کرو جیسے ایک پختہ اعتقاد والے سے۔ اسکے عدم اعتقاد کا واقعہ تمہیں مضطرب و پریشان نہ کر سکے۔ اس بات کو یاد رکھو۔ کہ تمہارا کام وہ ہے جو ایک حلیم۔ شانت اور پختہ خود اعتماد شخص کا ہے۔ تمہیں اپنی قوت کا علم ہے۔ اور تمہیں جسطرح میز سے کوئی خوف نہیں ہے۔ اسی طرح ایک وہمی سے بھی کوئی اندیشہ نہیں ہے ؎

یہ بھی اچھی بات ہے کہ تم اپنے مریض سے یہ کہدو۔ کہ میری قوت ارادی میں کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ اور میں فقط قوت جاذبہ یا میگنا ٹزم کا استعمال کر رہا ہوں۔ اگرچہ یہ میگنا ٹزم یا طاقت اس سے مختلف ہوتی ہے۔ جس سے وہ آشنا ہوتے ہیں۔ اپنے مریضوں کو اس امر کا بھی یقین دلا دو کہ ان سے کوئی ایسا کام نہیں کرایا جا سکتا۔ جو وہ نہ کرنا چاہتے ہوں۔ یا جو کوئی خراب کام ہو۔ اسطرح تم اپنے معمول کا اعتماد حاصل کر سکتے ہو۔ اور اس میں دلچسپی پیدا کر سکتے ہو ؎ ”ڈیلیوز“ صاحب نے جس طریق عمل کو اختیار کیا تھا۔ اس سے بڑھ کر میں اور کوئی طریق پیش نہیں کر سکتا پہلے تو میں تجربہ کنندگان سے یہ کہونگا۔ کہ جبتک انہیں یہ پختہ یقین نہ ہو۔ کہ کس طرح عمل کرنا ہے۔ اسوقت تک وہ کسی پر ”مسمریزم“ کرنے کی کوشش ہی نہ کریں۔ اور اس امر کو بھی فراموش نہ کریں۔ کہ اگر وہ معمول کو فوراً ہی بیدار نہ کر سکیں تو مضطرب اور بد حواس باختہ نہ ہوں۔ بلکہ شانت رہیں۔ اور اگر وہ معمول کو بیدار کرنے سے ہر طرح قاصر رہیں تو اسے خواب میں ہی رہنے دیں۔ چند گھنٹوں کے بعد نیند خود بخود جاتی رہے گی۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا۔ کہ وہ دیر میں بیدار ہو

یاد رکھنے کے قابل اہم نکتہ - ہمیشہ اپنا دماغ ٹھنڈا رکھو۔ اور جو کام بھی۔ اس میں جلد بازی نہ کرو۔ ”ڈیلیوز“ صاحب کہتے ہیں۔ کہ ایسا انتظام کرو۔ کہ نہ تو بہت زیادہ گرمی ہو اور نہ بہت زیادہ ٹھنڈ ہو۔ تاکہ تمہاری حرکات کی آزادی میں کوئی چیز مخل نہ ہو۔ اور ہر طرح اس امر کی احتیاط رکھو۔ کہ عمل کے دوران میں کوئی در اندازی نہ کرے۔ اپنے مریض یا معمول کو حتے الامکان نہایت آرام دہ حالت میں بٹھاؤ۔ تم اسکے بالمقابل ایسی

کرسی پر بیٹھو۔ جو معمول کی کرسی کی نسبت قدرے اونچی ہو۔ تاکہ اسکے زانو تمہارے زانوؤں کے درمیان ہوں اور تمہارے پاؤں اس کے پاؤں کے درمیان ہوں۔ پہلے تو اس سے یہ کہو۔ کہ وہ کسی چیز کا بھی خیال نہ کرے۔ اور اپنے من کو ..... مطمئن رکھے۔ تاکہ اس کا اثر معلوم ہو سکے۔ جو اس پر کیا جا رہا ہو۔ وہ ہر ایک خطرہ کو دور کر دے۔ اور ارادہ کرلے کہ اگر میگنا ٹزم (قوت کشش) کے فعل سے عارضی طور پر کوئی درد محسوس ہو۔ تو وہ اس سے پریشان و بددل نہ ہو +

جب یہ باتیں ہو جائیں تو دونو ہاتھوں سے اسکے دونو انگوٹھوں کو اپنی دو انگلیوں میں پکڑ دو۔ تاکہ تمہارے ہر انگوٹھے کا اندرونی حصہ اسکے ہر انگوٹھے کے اندرونی حصہ کو مس کرے۔ اور اپنی نگاہ اس پر جمائے رہو + اس پوزیشن میں پانچ منٹ تک رہو۔ جتنے کہ تم محسوس کرنے لگو۔ کہ تمہارے معمول کے اور تمہارے انگوٹھوں میں یکساں گرمی پیدا ہو گئی ہے + یہ کرنے کے بعد اپنے ہاتھ ہٹا لو۔ اور انہیں دائیں بائیں علیحدہ علیحدہ پھیلاؤ پھر انہیں الٹا کرو۔ تاکہ اندرونی طرف باہر کو ہو جائے۔ اب ان ہاتھوں کا سرا کسی قدر اونچا کرو۔ پھر انہیں دونو کندھوں پر ایک منٹ کے قریب رکھو۔ اور پھر انہیں بازوؤں سے نیچے لاؤ۔ تاکہ انگلیوں کے سرے ان سے مس کریں۔ یہ راستہ یا عمل پانچ یا چھ مرتبہ کرو۔ اپنے ہاتھوں کو الٹا کرو۔ اور مریض کے جسم سے قدرے دور رکھو۔ تاکہ وہ دوبارہ اوپر کو اٹھ سکیں۔ اس کے بعد اپنے ہاتھوں کو سر کے اوپر رکھو۔ وہاں ایک لحظہ تک رکھنے کے بعد انہیں پھر نیچے لے آؤ۔ اور ایک دو انچ کا فاصلہ رکھکر اسکے چہرہ کے سامنے سے گذار دو۔ اور انہیں معدہ تک نیچے لے جاؤ۔ وہاں دو منٹ تک ٹھہرو۔ اور اپنے انگوٹھوں کو معدہ کے گڑھے میں رکھو۔ اور دوسری انگلیوں کو پسلیوں کے نیچے رکھو۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ اپنے ہاتھ جسم سے ملے ہوئے زانوؤں تک لاؤ۔ اور اگر تمہیں کوئی مشکل محسوس ہو۔ تو بہتر ہے۔ کہ پاؤں کے اخیر تک لاؤ +

نشست کے زیادہ حصہ میں اس عمل کو بار بار کرو۔ کئی مرتبہ مریض کے پاس بھیجو۔ اور اپنے ہاتھ اسکے کندھوں کے پیچھے رکھو۔ اور پھر انہیں ریڑھ کی ہڈی سے ملائے ہوئے آہستہ آہستہ پیٹھ تک اور وہاں سے جانگھوں تک لاؤ۔ اور رانوں کے ساتھ میں کرتے ہوئے گھٹنوں تک بلکہ پاؤں تک لاؤ + پہلے عمل یا راہ کے بوجھ اوپر ہاتھ رکھنا چھوڑ سکتے ہو۔ اور صرف بازوؤں سے ہی عمل کر سکتے ہو۔ اگر نصف گھنٹہ میں کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو۔ تو نشست ختم ہو جاتی ہے پھر یہ نتیجہ دوسری نشست یا اس کی بعد کی نشست میں حاصل ہو سکتا ہے +۔ اس میں تو شبہ نہیں کہ یہ طریق عمل بہت سست ہے۔ مگر ہے یقینی۔ اور اس سے جو نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہ دیرپا ثابت ہوتے ہیں۔ اور جلد نتائج پیدا کرنے والے طریقوں کی بنسبت اکثر اوقات اچھے ہوتے ہیں +

ڈاکٹر "جان بودی ڈادس" جو علم مسمریزم کے مشہور ماہر اور ریاستوں میں بہت مشہور تھے۔ انہوں

نے ۲۵ سال کا عرصہ ہوا۔ کہ بالکل جداگانہ طریق اختیار کیا تھا جس سے وُہ مسمریزم کی حالت پیدا کرتے تھے چونکہ وُہ بہت کامیاب مسمریزر تھے۔ اِس لئے ان کے طریق عمل کا اندراج بھی دلچسپ ہوگا۔ کسی دُوسرے شخص یا بہت سے دیگر اشخاص کی موجودگی میں کسی شخص کا ہاتھ تھام لو۔ اور انگوٹھے کی گولائی کو اُس کے ہاتھ کی پُشت پر چھوٹی انگلی کی برابر والی اُنگلی کے پورے سے ایک انچ اُوپر کو اُنگلی اور کلائی کے درمیان رکھو۔ تو پھر تمہارا انگوٹھا ہاتھ کی اُس بڑی ہڈی پر ہوگا جس سے چھوٹی اُنگلی اور اُسکی برابر والی اُنگلی شروع ہوتی ہیں +

جونہی کہ تم معمول کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لو۔ اُس سے کہو۔ کہ وُہ اپنی آنکھیں تمہاری آنکھوں سے ملائے۔ اور اُس پر اثر ڈالنے کے لئے مصمم ارادے کیساتھ نصف منٹ یا زیادہ دیر تک اس کی نگاہ میں نگاہ لڑائے رہو۔ اُس کے بعد اُس سے کہو۔ کہ وُہ اپنی آنکھیں بند کرلے۔ اور جب وُہ ایسا کرچکے۔ تو آپ اپنے اس ہاتھ سے جو اُس کا ہوا نہیں ہے۔ اُنگلیوں سے اس کی آنکھوں کے پپوٹوں کو ذرا ذرا دباؤ۔ پھر اسکے ہاتھ کو اس کے سر کی چوٹی پر رکھو۔ مگر اپنا انگوٹھا اُس کی پیشانی پر رکھو۔ جو اُس کی ناک کے بالائی سرے سے کسی قدر نیچے کی جانب جُھکا ہوا رہے۔ اور دُوسرا انگوٹھا معمول کے ہاتھ کی پُشت کی بڑی رگ پر رہے۔ اِس کے بعد تم اُس سے دعوٰے کے ساتھ کہو۔ کہ تم آنکھیں نہیں کھول سکتے +

اگر وُہ آنکھیں کھول لے۔ تو پھر تین مرتبہ کوشش کرو۔ اور پیشتر کی طرح اُس کی آنکھوں کے پپوٹوں کو دباؤ۔ اگر اس پر بھی تم اپنی قوتِ ارادی سے اُس کی آنکھوں کو بند نہیں رکھ سکتے۔ یا کوئی اثر نہیں پیدا کرسکتے۔ تو تجربہ کو چھوڑ دو۔ سب سے اچھا طریق اپنے انگوٹھے کو نبض یعنی ناڑی پر دبانا ہے۔ عامل و معمول ایک دُوسرے کے سامنے مُنہ کرکے بیٹھیں۔ اب فرض کرو۔ کہ تم عامل ہو۔ تو اپنے معمول کا بایاں ہاتھ اپنے دایئں ہاتھ میں لو۔ اور اُس کا دایاں ہاتھ اپنے بایئں ہاتھ میں۔ اپنے انگوٹھے کی گولائی کو اُس کے ہاتھ کی ہتیلی کے اُوپر حصّہ کے درمیان میں رکھو یعنی اُس جگہ کے نزدیک جہاں سے وُہ کلائی سے جا ملے۔ اور یہ جگہ جہاں انگوٹھا رکھا ہے۔ انگوٹھے کی جڑ کے قریب ہے۔ معمول ہتیلی کو اُوپر کی جانب اُٹھائے گا۔ اور آپ کے انگوٹھے مندرجہ بالا پوزیشن میں ہونگے۔ یعنی ہر انگوٹھا ناڑی سے ملا ہوگا + ناڑی ایسی رگ ہے جس میں حرکت اور حِس دونو مشترک ہیں۔ اب ذرا تھوڑا سا آگے کو جُھک کر اپنی نگاہ مضبوطی سے اپنے معمول کی آنکھوں پر جما دو۔ تمہارے دل میں یہ ارادہ مصمم ہو۔ کہ تم اُس پر قابو پاکر اُسکو مسمریزم کے زیر اثر کرکے ہی رہوگے +

معمول حلیمانہ ہی انداز میں نگاہ واپس کرے۔ مگر اس کی یہ پختہ خواہش ہو۔ کہ مسمریزم کے عمل سے اُس پر خواب کی حالت طاری ہو + معمول کا من قطعی طور پر پُر سکون اور تابعدار ہونا چاہئے۔ اور جہانتک ممکن ہو۔ جسمانی طور پر بے حرکت اور صابر ہو۔ اور کسی حالت میں وُہ عامل کے اثر کی دماغی طور پر مزاحمت نہ کرے +

ناڑی کے ذریعہ سلسلہ رُس و رسائل کشش قائم کرنا جملہ معلومہ طریقوں میں سب سے اچھا ہے۔ کیونکہ اِس سے تم فوراً ہی دماغ پر اثر ڈال سکتے ہو۔ جیسا کہ بروئے علم "فزیالوجی" ناڑی کا معائنہ کرنے سے تمہیں اِس کا یقین ہوجائے گا ✦ ہاتھوں کو باہم پیوست کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ کہ اپنے انگوٹھے کی گولائی کو اپنے معمول کے انگوٹھوں کی گولائی پر رکھو۔ اور پھر اپنے انگلیوں کے سرے اُس کے انگوٹھے کے نچلے حصّہ پر رکھو۔ تو پھر تمہاری انگلیاں معمول کی اُٹھی ہوئی ہتیلی اور جزوی طور پر ناڑی پر ہونگی ✦ اِس طریق میں اپنے معمول کے انگوٹھوں کو پیچھے کی جانب زیادہ نہ جھکنے دو۔ تاکہ اُسے درد یا تکلیف نہ محسوس ہو۔ اِس دُوسرے طریق عمل میں بھی نگاہ کا جمانا اسی طرح ضروری ہے۔ جسطرح پہلے میں۔ کیونکہ جُملہ حالات میں نگاہ ہی ایک اہم چیز ہے ✦

اِس کے بعد ڈاکٹر "جان بوری ڈاڈس" نے طریق عمل (PASSES) کی نسبت ہدایات دی ہیں :-
پہلے تو اُسی طرح جیسا کہ بیان ہوچکا ہے۔ ہاتھ کو سر کی چوٹی پر اور انگوٹھا پیشانی پر رکھنا ہوگا۔ ڈاکٹر "ڈاڈس" نے زیادہ تر "ڈیلیوز" صاحب کے الفاظ ہی میں عمل کی راہیں بتلائی ہیں۔ بعض ایک دو اہم امُور کے متعلق میں ایک دفعہ پھر اُن کا حوالہ دیتا ہوں۔ اُنہوں نے اُن پر بہت زور دیا ہے۔ اور میں نے اُسوقت تک اُن امُور کے بارے میں کچھ نہیں بیان کیا ہے ✦ ہاتھ کو نیچے لانے کا عمل آہستہ آہستہ ہونا چاہئے۔ ورنہ بہت کچھ اثر زائل ہوجائے گا۔ ہر ایک عمل کے بعد معمول سے باہر کی جانب اپنے ہاتھ گراؤ۔ اور چند مرتبہ اُنہیں اسی طرح سے جُھکا دو۔ گویا کہ تم اپنی اُنگلیوں کے سروں سے کچھ جھاڑ رہے ہو۔ یہ کارروائی سلسلہ توڑنے کی غرض سے کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ کام اپنے انگوٹھے کو اُنگلیوں کے سروں کے ساتھ زور سے جلدی جلدی رگڑنے سے بھی ہوجاتا ہے۔ مگر اِس سے بھی آسان طریق یہ ہے۔ کہ تم اپنے ہاتھ جلدی سے مُٹھی کی صُورت میں بند کرلو۔ تمہاری اُنگلیاں ہتیلی سے ملی ہوئی

اب ہم تمہیں معمول پر اپنے ہاتھ اُٹھانے کے طریق کی جانب توجہ دلائیں۔ کیونکہ طریق عمل (PASSES) کو دوہرانے کے واسطے ایسا کرنا پڑتا ہے۔ اِس ضمن میں لاپروائی کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جتنی جلدی تم اثر ڈال سکوگے۔ اُتنی ہی جلدی وُہ ضائع بھی ہوجائے گا۔ جب تم ایک طریق عمل (PASS) مکمل کرلو۔ تو اپنے ہاتھ زور سے اپنے سامنے کی جانب جھٹکا دے کر اُٹھاؤ۔ ہاتھوں کی پُشت معمول کی جانب ہو۔ یا ہاتھوں کو معمول کے پہلوؤں سے ایک ایک فٹ کے فاصلہ پر سے اُوپر کو اُٹھاؤ۔ حتّٰی کہ تمہارے ہاتھ پھر سر کی چوٹی پر پہونچ جائیں ✦

معمول کی جانب ہتھیلی کئے ہوئے ہاتھ اُٹھانے کے معنی یہ ہیں کہ جسقدر جلدی تم اپنا کام کرتے ہو۔ اُسی سرعت سے اِس کا اثر زائل کرتے رہو ✦ ہاتھ اُٹھانے کے دو اور طریقے بھی ہیں۔ جو اُوپر بیان کئے ہوئے طریقوں ہی کی طرح مفید ہیں ✦ ایک طریق تو یہ ہے کہ تم اپنی اُنگلیوں کو ہتھیلی پر مضبوطی سے جما دو۔ اور اپنی مرضی کے مطابق جس طرح چاہو۔ اُنہیں اُوپر کو اُٹھاؤ ✦ دُوسرا طریق یہ ہے کہ سلسلہ منقطع کرنے کے بعد تم اپنے ہاتھوں کو اور

بھی ڈوری پر جھٹکا دو۔ اور معمول کے پہلوؤں سے کئی فٹ کے فاصلہ پر انہیں نیم دائرہ کی شکل میں اوپر کو اٹھاؤ۔ یا اگر ہاتھ بند ہوں۔ تو پھر انہیں معمول کے پیچھے کسی قدر فاصلہ پر رکھکر اوپر کو اٹھاؤ۔ تاکہ ہتھیلیوں کو باہر کی جانب کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے +

طریق عمل (PASSES) کرتے ہوئے اپنی نگاہیں معمول کی آنکھوں میں گڑا دو۔ اپنی دماغی قوت کو اپنے کام پر مجتمع کرو۔ اپنے دستی کام میں غیر معمولی کوشش سے اپنے آپ کو نہ تھکاؤ۔ اگر کسی وقت تم تھک جاؤ۔ تو طریق عمل (PASSES) بند کرکے آرام کرو۔ اور آغاز کی طرح پھر ہاتھوں کا سلسلہ قائم کرو + اسے چند منٹوں تک جاری رکھو۔ یا اگر کرسکو۔ تو اپنا ہاتھ معمول کے ہاتھ سے ملاؤ۔ اور دوسرے ہاتھ سے طریق عمل (PASSES) کی کارروائی جاری رکھو۔ اور پھر انہیں تبدیل کرلو +

معمول پر مسمریزم کرنے میں تمہاری ترقی کا پہلا نشان یہ ہے کہ معمول کے ہاتھوں کی حرارت کم ہونے لگے۔ تم محسوس کروگے۔ کہ اس کی انگلیوں اور انگوٹھوں کے سرے ٹھنڈے ہوگئے ہیں۔ اور غالباً ان میں نمی بھی آگئی ہوگی۔ اس امر کی ایک اور علامت جس سے یہ معلوم کرتے ہیں کہ معمول مطلوبہ حالت میں داخل ہورہا ہے۔ دھوکا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ہے۔ کہ اس کے آنکھوں کی پلکیں عجیب انداز میں گرتی ہیں۔ خاصکر یہ حالت اسوقت اور بھی نمایاں ہوتی ہے۔ جبکہ اس کی آنکھوں کے عین سامنے طریق عمل (PASSES) کی کارروائی کی جاتی ہے۔ آنکھوں کے پپوٹے آہستہ آہستہ اور بھی نیچے کو جھکتے جائینگے۔ حتےٰ کہ آنکھیں بند ہو جائینگی۔ اور معمول کے اختیار میں نہیں رہیگا۔ کہ وہ اپنی آنکھیں کھول سکے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ جو شخص مسمریزم کی حالت میں ہو۔ اس کی آنکھیں بالکل بند نہیں ہوتی ہیں۔ مگر انگلیوں اور انگوٹھوں کے کنارہ کی خنکی ہمیشہ ہی ہمارے تجربہ میں آئی ہے +

اگر عمل کے دوران میں ہی ہاتھ دوبارہ گرم ہونے لگیں۔ اور آنکھوں میں سے خواب کا خمار جاتا رہے۔ اور وہ اچھی طرح کھل جائیں تو بہترین بات یہ ہوگی۔ کہ فوراً ہی عمل بند کردیا جائے۔ اور معمول پر سے اپنا ہاتھ ہٹا دیا جائے۔ کیونکہ ایسی حالت میں اس وقت تمہیں مزید کامیابی حاصل ہونے کی امید نہیں ہوسکتی + کسی آئندہ کے عمل میں اپنے معمول کو سابقہ حالت میں لانا تمہارے واسطے بہت آسان ہوگا۔ کیونکہ میگناٹزم میں یہ ایک اصول ہے۔ کہ کسی نشست کی حاصل کردہ ترقی دوسری نشست میں بہ آسانی حاصل ہوسکتی ہے۔ اور ہر ایک نشست (عمل) میں تھوڑی ترقی سے کامل مدہوشی کی حالت حاصل ہوسکتی ہے۔ خواہ یہ حالت دس پندرہ مرتبہ یا سو مرتبہ کے تجربہ کے بعد ہی کیوں نہ حاصل ہو۔ ہر ایک نشست (عمل) تیس یا چالیس منٹ سے زیادہ طویل نہیں ہونی چاہئے "

مذکورہ بالا اقتباس ایک امریکن کی تصنیف سے کیا گیا ہے۔ اور اس میں حقیقتاً طالب علم کیواسطے چند مفید اشارات ہیں۔ خاصکر نئے طریق عمل (PASSES) کے بارہ میں بلاارادہ "مسمریزم" کی حالت کے

دُور کرنے سے بچنے کے مُتعلّق مُفید ہدایات ہیں معمُول کو دھیمی۔ یکسان آواز میں خواب کی تحریک کرنا مُناسب ہے۔ جب طریق عمل کی کارروائی کر رہے ہو۔ تو مضبُوط۔ دھیمی اور یکسان آواز میں معمُول سے کہو "تم سو رہے ہو۔ سو رہے ہو۔ سو جاؤ۔ سو جاؤ۔ تم اپنی آنکھیں کھُلی نہیں رکھ سکتے۔ او سونے والے تم سو رہے ہو۔ سو رہے ہو" خالص مسمریزم میں ایسا کرنا ضروری نہیں ہے۔ اور چُونکہ قدرتی طور پر یہ ایما کرنے کا ایک طریق ہے۔ اسلئے "مسمریزم" میں اسکی اجازت نہیں دیتے۔ مگر اسکے باوجود معمُول پر جلد تر اثر ڈالنے میں بسا اوقات اس طریق سے مدد ملتی ہے۔ اور صرف مسٹر "ڈیلیوز" صاحب کا طریق عمل اختیار کرنے میں اس سے مدہوشی کی حالت جلد تر حاصل ہوتی ہے +

جب تم نے اپنے مریض یا معمُول پر مطلُوبہ حالت طاری کر لی ہو۔ تو پھر تم اُسی آواز میں اسے ایماء یا ترغیب دے سکتے ہو۔ یہ ہر [illegible] ہو۔ کہ اگر تم نے اسے پہلے یہ بتا دیا۔ کہ تم فلاں وقت بیدار ہو گے۔ تو یہ بتانا اُس کے لئے بڑی مدد کا مُوجب ہوگا۔ اور تمہارے بیدار کئے بغیر وُہ خود بخود ہی بتلائے ہوئے وقت پر بیدار ہو جائیگا + بیماری کی حالت میں تم ضروری مشورے دے سکتے ہو۔ اور اُس سے کہہ سکتے ہو۔ کہ تم بالکل تندرست ہو۔ جسم کا بیمار حصّہ ٹھیک ہے۔ اور بھلا چنگا ہے۔ اگر درد ہے تو اُس سے کہو۔ کہ جسوقت تم بیدار ہو گے۔ اُس وقت کوئی درد وغیرہ نہیں رہے گا۔ اور تم دوبارہ درد محسُوس نہ کرو گے + اگر کوئی اخلاقی شکائت ہو۔ تو تمہیں لازم ہے کہ تم اُسے خائف کرو۔ جُرم سے نفرت دلاؤ۔ اور اُس کو اُس کی خاص کمزوری سے کنارہ کش ہونے اور دُور رہنے کی تلقین کرو۔ اگر وُہ شراب خور ہے۔ تو اُس سے کہو۔ کہ شراب کی بُو سے اور اُسے دیکھنے ہی سے تم بیمار ہو جاؤ گے +

بخلاف اس کے اگر تم اس میں کوئی ایسا وصف پیدا کرنا چاہتے ہو۔ جو اُس میں نہیں ہے۔ تو پھر تمہیں لازم ہے کہ مضبُوط مگر یکسان آواز میں اُس سے کہو۔ کہ تم جس وصف کے خواہاں ہو۔ وُہ تمہارے اندر مَوجُود ہے + مثلاً فرض کرو کہ معمُول گانا سیکھنا چاہتا ہے۔ یا وُہ کوئی کھیل سیکھنا چاہتا ہے۔ یا وُہ خود اعتمادی چاہتا ہے۔ تو اُس سے کہو۔ کہ تم یہ کر سکتے ہو۔ اور جب معمُول بیدار ہوگا۔ تو وُہ تمہارا حکم بجا لائیگا۔ اُسے یہ یاد ہی نہ رہے گا۔ کہ اُسے اِس بارے میں کبھی کوئی شک و شبہ بھی تھا +

اِسی طرح سے اگر تم یہ چاہتے ہو۔ کہ معمُول راست باز دلیر وغیرہ ہو۔ یا کوئی بھی صفت تم اس کے اندر پیدا کرنا چاہتے ہو۔ تو اُس سے ہر بات کے مُتعلّق یہی کہو۔ کہ تم ایسا کر سکتے ہو + مُمکن ہے۔ کہ کئی مختلف اوقات پر تمہیں اپنا حکم دوہرانا پڑے۔ مگر ہر ایک نشست کے بعد یہ دیکھا جائیگا۔ کہ حالتِ مدہوشی میں معمُول میں جو صفات داخل کی گئی تھیں۔ وُہ قریب قریب اُس میں مَوجُود ہیں + حقیقت یہ ہے کہ اِس طریق سے غیر محدُود بھلائی کی جا سکتی ہے۔ اور جن لوگوں میں قابلیت ہے۔ وُہ اپنی لیاقت اور قابلیت کی اُسقدر نشو و نما کر سکتے ہیں۔ جو بیان نہیں کی جا سکتی۔ بدمعاش اور مخرب اخلاق افراد کو نیک بنایا جا سکتا ہے۔ اعصابی اور دیگر امراض کے مریضوں کو صحت یاب کیا جا سکتا ہے۔ بلا شبہ اِس طریق

عمل کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس کو ادویات پر فوقیت حاصل ہے ÷ مقام افسوس ہے۔ کہ اس بیسویں صدی میں نالائق۔ ناخلف اور آوارہ مزاج افراد کی کثرت ہے۔ اُن کے دلوں کو اور اُن کے جسموں کو معمولی حالت پر لانے میں اس طریق سے امداد ملتی ہے ÷

بے حِس کرنے کے لئے میں سمجھتا ہوں۔ کہ "بریڈن" صاحب کا طریق عمل بہت اچھا ہے۔ "اور مسمیر" صاحب کے پرانے طریق کی نسبت زیادہ زود اثر ہے۔ مگر ہر حالت میں معمول کو یہ رائے دینی چاہیئے۔ کہ اس سے کوئی درد نہ ہوگا ÷ روشن ضمیری اور ایک کے دل کی بات دُوسرے کے دل میں پہونچانے کے واسطے معمول کو ایک آرام دہ کرسی پر بٹھایا جائے اور جب مدہوشی کی حالت طاری ہو جائے۔ تو معمول خواہ وُہ مرد ہو یا عورت۔ اُس کے دل میں کسی طریقے سے وُہ بات ڈالی جائے۔ جو اُس کے ذریعہ سے دُوسرے دل میں ڈالنی ہو۔ یا اُس کے ذریعہ سے معلوم کرنی ہو۔ اور اس کے بعد اُس سے مختلف سوال کئے جائیں۔ یہ بھی ممکن ہے۔ کہ معمولین کو خواہ مرد ہو یا عورت۔ اُس مقام کو جہاں سے وُہ آئے ہوں۔ یا دیگر مقامات کو بھیجا جائے۔ مگر یہ ترسیل دماغی یا رُوحانی طور پر ہی ہوگی لیکن پہلے حکم دینا چاہیئے۔ حالانکہ اگر شخص متعلقہ کی کوئی چیز یا کوئی ایسی بات مِل جائے۔ جس سے پتہ چل سکے تو پھر پہلے حکم دینے کی چنداں ضرورت نہیں ہے طبی تشخیص میں یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ معمول مریض ہی ہو۔ لیکن معمول پر مدہوشی کی حالت طاری کرنی چاہیئے۔ اور پھر اُسے مرض کی علامات ظاہر کرنے یا اُنہیں دیکھنے کا حکم دینا چاہیئے۔ ایک اچھے روشن ضمیر کی حالت میں اندازہ سے زائد فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اور حکماء کو تشخیص میں حقیقی اور بہت مفید امداد مِل سکتی ہے ÷

اسی طرح "روشن ضمیری" سے یہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ کہ فلاں رگ میں دھات کی کتنی مقدار ہے۔ یہ معلوم کرنے کے واسطے "خام دھات" اُس کے ہاتھ میں رکھنی ہوگی۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ "مسمریزم" کے فوائد غیر محدود ہیں ÷ (باقی آئندہ)

خرچ کرنا ہو تو کچھ کیسہ میں زر بھی دیکھ لے ۔۔۔ پاؤں پھیلانے سے پہلے اپنی چادر دیکھ لے

بے زری جیسی نہیں زیرِ فلک۔ کوئی بلا ۔۔۔ حال کیا ہوتا ہے ہر مفلس کا ابتر دیکھ لے

اس کا لینا بھی بُرا ہے اس کا دینا بھی بُرا ۔۔۔ قرض لیکر آزمالے قرض دیکر دیکھ لے

تجھ کو ہو شادی رچانی بیٹے بیٹی کی اگر ۔۔۔ بک نہ جائیں گھر کے برتن گھر کا زیور دیکھ لے

بھول کر بھی ہو نہ پابندِ رسوماتِ قدیم ۔۔۔ ہوگئے مفلس کئی اس میں تونگر دیکھ لے

تیرے در کا فقیر

(۱)

نہ عطا مجھے زرو مال کر
نگہ اک پریم کی ڈال کر
مجھے اپنا کرکے نہال کر
کہ میں خوار اور حقیر ہوں

(۲)

نہ ہو چاہ دنیا کی روبرو
پھروں مست بن کے میں سو بہ سو
تیرا پریم ہو تیری جستجو
اسی آرزو کا اسیر ہوں

(۳)

نہ ہے مال و زر کا مجھے فخر
نہ ہے جاہ و مرتبہ پر نظر
مجھے ناز ہے اسی بات پر
کہ میں تیرے در کا فقیر ہوں

پرندوں کی ذہنی تربیت

آشیانے کیوں بنائے جاتے ہیں؟

علم ارتقا کا یہ نظریہ ہے۔ کہ کسی ایسے قدیم زمانے میں جہانتک ہمارا اور آپ کا تصور نہیں پہونچ سکتا۔ آبی جانوروں نے رفتہ رفتہ خشک زمین پر داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔ اور اس ارتقائے عمل کی محرک ایک تو یہ چیز تھی کہ پانی کے چشمے خشک ہوتے جارہے تھے۔ دوسری یہ کہ آبی جانوروں میں خود بھی جہم تسر کرنے کا جذبہ پیدا ہوگیا تھا۔ جب ان جانوروں نے اپنی نو آبادیاں بنائیں۔ اور مدارج ارتقا طے کرکے اپنی شکل و ہیئت بھی بدل لی۔ تو انہیں اپنے انڈوں اور بچوں کی حفاظت کی فکر ہوئی۔ کیونکہ جب تک یہ پانی کے باشندے تھے۔ وہاں ان دونو چیزوں کے لئے نسبتاً محفوظ گہوارہ موجود تھا۔ انہوں نے دیکھا۔ کہ انڈوں کو زمین پر چھوڑ دینا ایک تو انہیں ہوا اور دھوپ میں خشک اور بیجان کر دینے کے برابر ہے۔ دوسرے حریص نگاہیں بھی انہیں ایسی حالت میں محفوظ نہیں رہنے دے سکتیں۔ اسی ڈر سے بعض جانوروں مثلاً متعدد کیڑے مکوڑوں نے زمین کے اندر انڈے دینا پسند کیا۔ بعضوں نے مثلاً عنکبوت نے

نے اپنے انڈے ساتھ ساتھ لئے پھرنے کو ترجیح دی۔ لیکن ان میں بعض جانور ایسے بھی تھے۔ جنہیں یہ سوجھی۔ کہ گھونسلے بنائیں۔ اور انہیں دوسروں کی دسترس سے دور رکھا جائے۔ اور یہی وہ پہلا خیال ہے۔ جو گھونسلوں کے وجود کا باعث بنا + حیوانی زندگی کی انفرادیت اور تنوع ہمیں اجازت نہیں دیتی۔ کہ ہم نظروں کے دایرہ کو محدود کریں۔ پھر بھی پروفیسر "آرتھر ٹامسن" کے خیال میں پرندوں کے گھونسلے اُن کی قیامگاہ یا آرام گاہ نہیں ہیں۔ بلکہ صرف انڈے اور بچوں کے محفوظ گہوارے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ پرندوں کی جائے پناہ اور جائے بود و باش کے لئے گھونسلے کی بجائے دوسرا لفظ استعمال کرنا چاہئے +

اکثر حالتوں میں پرندوں کے انڈے اور بچے گھونسلوں میں چھپے رہتے ہیں۔ لیکن ان گھونسلوں کی اہمیت اُسوقت زیادہ ہو جاتی ہے۔ جب یہ دشمنوں کی دسترس سے کم و بیش دور ہوتے ہیں۔ اور بچے رطوبت سے بچنے کے لئے اوپر رکھ دیئے جاتے ہیں۔ گھونسلے بھی ایسی چیزوں کے بنائے جاتے ہیں۔ جو نو عمر مکینوں کی حرارت غریزی کو قائم رکھ سکیں۔ نو زائیدہ بچوں کے لیئے یہ حیات اور موت کا سوال ہوتا ہے۔ چونکہ ابھی اُن کے خون میں کامل حرارت نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ سردی سے فوراً مر جاتے ہیں + علم حیوانات کے ماہر مسٹر "میک گلوزی" نے ایک چڑیا کے گھونسلے سے ۲۷۳۶ چھوٹے بڑے پر نکالے۔ جو بچوں کو گرمی پہونچانے کے لئے اُن کے ماں باپ نے جمع کئے تھے + پرندوں کے گھونسلے کی تعمیر کا ارتقا بھی عجیب و غریب ہے۔ اور مختلف اقسام نے مختلف راستے اختیار کئے ہیں۔ مثلاً بعض پرند زمین پر آشیانہ بناتے ہیں۔ بعض ریت میں تھوڑا سا گڑھا کر کے بنا لیتے ہیں۔ بعض درختوں کی شاخوں پر اپنا نشیمن تعمیر کرتے ہیں + مختلف پرندوں کے آشیانے بھی ساخت و ہیئت کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔ اُن کی تعمیر میں اُن کی عقل حیوانی اور ذہانت کا کمال انسانوں کو متحیر کر دیتا ہے۔ تمام آشیانوں میں سب سے زیادہ عجیب بیا کا گھونسلا ہوتا ہے۔ جس کی تعمیر میں متعدد آرام دہ کمروں کی فراہمی کے علاوہ انہیں جگنوؤں سے روشن کرنے کا سامان بھی کیا جاتا ہے +

پرندوں کی زبان:۔ بعض محققین کا قول ہے۔ کہ پرندے بھی اپنی ایک خاص زبان رکھتے ہیں۔ اور اسی زبان سے اپنے ہم جنسوں سے گفتگو کرتے ہیں۔ اُن کی اصلی گفتگو اُسوقت سُننے میں آتی ہے۔ جب یہ اپنے گھونسلوں میں ہوتے ہیں۔ اور اس [illegible] خبر نہیں رکھتے۔ کہ کوئی اُن کی باتیں سُن رہا ہے + "بلبل ہزار داستان" کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ جب انڈے سے اُسکے بچے نمودار ہوتے ہیں۔ تو وہ کچھ دنوں کے لئے اپنی نغمہ سرائی ترک کر دیتی ہے۔ لیکن اِسکے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ وہ بالکل خاموش ہو جاتی ہے۔ ہاں جہانتک ہمارا تعلق ہے۔ وہ ہمیں اپنی گل فشانیوں سے مستفید کرنا نہیں چاہتی۔ لیکن اگر آپ اُس کے گھونسلے کے نیچے کہیں چھپ رہیں۔ تو آپ سُنیں گے۔ کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں مصروف ہے۔ اُسوقت معاً یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ یا تو وہ اپنے نر سے قابل فہم زبان میں گفتگو کر رہی ہے۔ یا اپنے عزیز بچوں کو نغمہ سنجی کی تعلیم دے رہی ہے +

دوسری چڑیوں کے متعلق بھی یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ جب وہ گھونسلے میں بیٹھ کر آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔ تو اُنکی آوازیں اُن کی معمولی ترانہ ریزیوں سے بالکل جُدا گانہ ہوتی ہیں۔ عموماً نر کی آواز اپنی مادہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے + کوّے اپنی ذہانت اور چالاکی کے لئے مشہور ہیں۔ اُن کی کائیں کائیں میں موسیقیت تو نہیں ہوتی۔ لیکن شور بہت ہوتا ہے جب کوّے خفا ہو کر آپس میں شور کرتے ہیں۔ تو اُن کی صداؤں کا تنوع اور چڑھاؤ اُتار یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ کسی کامل زبان میں گفتگو کر رہے ہیں۔ یہ بات تو ہمیشہ دیکھی گئی ہے۔ کہ جب بچوں کی ماں یا باپ کوئی کھانے کی چیز لے کر گھونسلے کی طرف آتے ہیں۔ تو ایک زور کی آواز دیتے ہیں جس کو سُن کر بچے خوشی سے چہچہانے لگتے ہیں۔ لیکن جب ماں باپ اُنہیں کسی خطرے سے آگاہ کرتے ہیں۔ تو وہ آواز کی طرح ہوتی ہے۔ اور اُسے سُنتے ہی بچے ڈر کر بالکل خاموش ہو جاتے ہیں تھوڑی دیر بعد جب خطرے کا وقت نکل جاتا ہے۔ تو ایک دوسری آواز دی جاتی ہے۔ جو صاف یہ بتاتی ہے۔ کہ اب راستہ صاف ہے۔ اِسی طرح مختلف طرح کی آوازیں مختلف معنی رکھتی ہیں۔ کہنے والا کہتا ہے۔ اور سُننے والا اس کا مطلب سمجھ جاتا ہے +

کبھی آپ نے وہ منظر بھی دیکھا ہے۔ جب ایک چڑیا اپنے گھونسلے میں بیٹھی اپنے شوہر کا انتظار کرتی ہے۔ کہ وہ کھانا لے کر آئے گا۔ اور اگر اُس کے آنے میں دیر ہو جاتی ہے۔ تو اُسکے صبر و تحمل کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور اُسکے آتے ہی اپنی خاص زبان میں گالیاں دیتی ہے۔ اور سزا کے طور پر اُسے گھونسلے میں قید رہنے کا حکم دے کر خود سیر کو نکل جاتی ہے + کوّوں کے گھونسلوں میں اکثر یہ تماشہ دیکھنے میں آتا ہے +

آواز کی نقل۔ ہندوستان میں متعدد پرندے ایسے ہیں۔ جو دوسروں کی آوازوں کی نقل بنا لیتے ہیں۔ ان میں طوطا سب سے زیادہ ممتاز ہے۔ کیونکہ اُس کی زبان انسانی زبان کی ساخت سے بہت ملتی جُلتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ انسانوں کی باتیں اور متعدد الفاظ اور جُملے اُنہیں کے لب و لہجہ میں ادا کرتا ہے۔ انسانوں کی آواز کے علاوہ یہ دوسرے پرندوں کی آوازیں بھی سیکھ لیتا ہے۔ اور اپنے منہ سے بھی تقریباً وہی صدا پیدا کرتا ہے + پالتو بُلبل مینا اور بعض دوسرے طیور بھی سکھائی ہوئی صدائیں نکال لیتے ہیں۔ لیکن انسانوں کی زبان کو خاص طور پر نقل کر لینے کا طرۂ امتیاز طوطے ہی کو حاصل ہے + دوسرے طیور کی آوازیں نقل کرنے میں بلبقہ کو سب سے زیادہ کمال ہے۔ اُس کی عادت ہے۔ کہ متعدد پرندوں مثلاً پپیہا۔ کوئل۔ فاختہ۔ مینا۔ کوا۔ سب کی آوازیں نقل کر لیتا ہے اور جس موسم میں جب پرند کی آواز سُننے میں نہیں آتی۔ یہ اپنی صدائے بے ہنگام سے وہ آوازیں سُناتا رہتا ہے۔ اس کا حافظہ بڑا زبردست ہوتا ہے مثلاً جو پرندے صرف موسم گرما میں سُناتے ہیں۔ اُن کی آوازیں اپنے حافظہ میں گراموفون کے ریکارڈ کی طرح رکھ چھوڑتا ہے۔ اور جب جاڑوں میں وہ پرندے کہیں چلے جاتے ہیں۔ تو اُنہیں کی سی آوازیں نکالا کرتا ہے + پرندوں کی آوازوں کے علاوہ یہ دوسری آوازوں کی نقل بھی کرتا ہے۔ مثلاً کسی

آہن گر کی ہتھوڑی کی آواز یا کسی سنگ تراش کے آواز کی وُہ آوازیں جو سنگ تراشی کا کام کرتے ہوئے نکلا کرتی ہیں نہ صرف یہی بلکہ ریل کے انجن کی سیٹی اور ٹریم گاڑیوں کی گھڑگھڑاہٹ کی آوازیں بھی اُس کی منقار سے سُنی گئیں + اسکی عادت یہ ہے۔ کہ جب اسے کوئی آواز پسند ہو جاتی ہے۔ تو اُس کی نقل کر کے سینکڑوں بار اُسی کی رٹ لگانا شروع کرتا ہے۔ اور جب تک کامل طور پر وُہ حافظہ میں محفوظ نہ ہو جائے۔ اور زبان پر چڑھ نہ جائے۔ اُسے ترک نہیں کرتا + لنڈن میں "سیو رےہل" (پہاڑی) پر ان "ابلقوں" کا بے شمار جھنڈ رہا کرتا ہے۔ اور اُن کی مختلف آوازیں اسقدر دلچسپ ہوتی ہیں۔ کہ "برٹش براڈ کاسٹنگ کمپنی" بے تار برقی کے ذریعہ اُن کی آوازیں دُنیا کے گوشہ گوشہ تک پہونچاتی ہے +

کوئل کی کوک:- ایامِ طفلی میں آپ نے کوئل کے متعلق بہت سی کہانیاں بھی سُنی ہونگی۔ اور بہت سی وہمی باتیں بھی۔ ایک بات تو یہ مشہور ہے۔ کہ جب آم کے درخت کیریوں سے لدے ہوتے ہیں۔ تو کوئل بڑے ذوق شوق سے کوکتی ہے۔ اور یہ نغمۂ دلگداز اس اُمید میں ہوتا ہے۔ کہ جب آم پکیں گے تو خوب کھائے جائینگے۔ لیکن کہا جاتا ہے۔ کہ آم کے پختگی پر آتے ہی کوئل کی زبان پر ایک زخم ہو جاتا ہے۔ اور جب آم پک جاتے ہیں۔ تو اس اُمیدوار کے مُنہ کا پھوڑا بھی اس طرح پک جاتا ہے کہ وُہ بے چاری آم کا مزہ چکھنے سے محروم رہ جاتی ہے بعض کہانیوں میں یہ پرند سوکن کی ڈاہ کا مجسمہ ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ قدرت نے کسی سوکن کو اُسکے رشک و حسد کے باعث کوئل کی شکل میں بدل دیا ہے۔ تاکہ وُہ دُکھ اور درد سے ہمیشہ کراہتی ہے + کوئل کی آواز عموماً پھاگن کے آخیر اور چیت کی ابتدا سے آنے لگتی ہے۔ انہیں مہینوں میں آم کے درختوں میں پھول بھی آتا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ کوئل کی... کوک کو آم کھانے کی اُمیدوں سے منسوب کر دیا گیا ہے + چیت کے مہینہ میں جو مخصوص جُدائی کے ہندی گیت گائے جاتے ہیں۔ اُن میں کوئل کا خاص حصّہ ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ اُس کی دردانگیز صدا ہجران نصیب کے دِل کو تڑپا دیا کرتی ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ ہندوستان میں کوئی ایسا موسم بھی ہے۔ جس میں کوئل کی صدا کبھی نہ کبھی کانوں میں نہ آتی ہو۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ یہ صدائیں عموماً چیت سے لیکر بھادوں کے مہینے تک زیادہ آتی ہیں۔ بھادوں کے بعد اس کی آوازیں کم سُنائی دیتی ہیں + کوئل کی صورت اور رنگ کالے کلوٹے کوّے سے مُشابہ ہوتا ہے۔ یہ کہیں گھونسلہ نہیں بناتی۔ اسلئے انڈے سینے اور بچّوں کی پرورش کرنے سے بے نیاز ہے۔ یہ لااُبالی چڑیا کوّوں کے گھونسلوں میں انڈے دے دیتی ہے اور فکر و تردّد سے سُبک دوش ہو کر پھر اپنی دردانگیز کوک اور سیر و سیاحت میں مشغول ہو جاتی ہے +

نیکی ایک ایسا عالیشان مینار ہے۔ جو مصر کے میناروں کو بھی نیچا دکھاتا ہے۔ خواہ مصر برباد بھی ہو جائے تاہم نیکی کے کتبے ہمیشہ کے لئے یادگار رہیں گے + (ینگ)

ملک افغانستان کی سیر

(ایک پُر از معلومات مضمون)

افغانستان وسط ایشیا میں ایک مشہور ملک ہے۔ جس کا رقبہ ۲۴۴۳۷۵ میل اور آبادی ایک کروڑ بیس لاکھ کے قریب ہے۔ اسکے مغرب میں ایران۔ شمال میں بخارا اور صحرائے خوارزم ہے۔ جنوب میں بلوچستان اور مشرق میں پنجاب اور چینی ترکستان ہے۔ افغانستان میں برف سے لدے ہوئے پہاڑ سبز و شاداب جنگل اور سبزہ زار کثرت سے ہیں۔ قدرتی چشموں کا لذیذ شیریں پانی کثرت سے ملتا ہے۔ آب و ہوا عموماً سرد و خشک ہے۔ لیکن وسطی علاقہ میں خوشگوار گرمی بھی ہوتی ہے۔ درجہ حرارت سردیوں میں ۱۲۔ اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ تک ہوتی ہے لذیذ میوے افغانستان کی خاص پیداوار ہیں۔ زبان پشتو اور فارسی ہے۔ لیکن قلیل آبادی ترکمانی بھی بولتی ہے۔ ملک کی کثیر آبادی حنفی المذہب مسلمان ہے۔ ہندو۔ سکھ اور عیسائی بھی آباد ہیں۔ جو آئینی اور حاکمانہ حقوق سے پوری طرح بہرہ ور ہیں +

خیبر کا راستہ:- ملک افغانستان میں داخل ہونے کا مشرقی راستہ "درہ خیبر" جنوبی راستہ چمن وقندھار۔ غربی راستہ ہرات۔ اور شمالی راستہ جبل دختران ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی راستے ہیں۔ جو مسافروں کی آمد و رفت کے لئے مخصوص ہیں۔ ملک کے تمام حصے تار اور ٹیلیفون اور سڑکوں کے ذریعہ مربوط ہیں۔ شفاخانے۔ تفریح گاہیں۔ اور آسائش کے دوسرے ادارے بکثرت موجود ہیں۔ افغانستان میں تانبہ۔ سونے اور کاغذ کے سکے رائج ہیں۔ ممالک خارجہ کے سکے بھی قبول کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان کو مالی کمپنیوں کے ذریعہ سے افغانی سکوں میں تبدیل کرنا پڑتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک قابلِ اعتماد کمپنی قائم ہے۔ اگرچہ فارسی ادبی اور سرکاری زبان ہے لیکن عربی۔ ترکی۔ انگریزی۔ ہندوستانی فرانسیسی۔ جرمنی اور روسی جاننے والے بھی قلیل تعداد میں موجود ہیں + اگر کوئی شخص ہندوستان سے افغانستان جانا چاہے تو اس کو کراچی۔ بمبئی یا دہلی کے سفارت خانہ سے ضروری ہدایات اور امداد حاصل کرنی چاہیے۔ پشاور میں تو حکومت افغانستان کی طرف سے ایک ادارہ ویزہ کا قائم ہے۔ جو افغانی اور غیر افغانی مسافروں کے لئے معلومات سفر مہیا کرتا ہے۔ اور اسی ادارہ کے ذریعہ سے سکوں کے مبادلہ اور تجارتی معلومات کا تصفیہ ہوتا ہے۔ جب مسافر افغانی سرحد پر پہونچتا ہے تو طورخم میں اسکے پاسپورٹ وغیرہ کی پڑتال کی جاتی ہے۔ اور جو مال تجارتی ہو۔ اس پر قانونِ محصول عائد کیا جاتا ہے۔ لیکن غیر تجارتی اشیاء محصول سے آزاد ہیں۔ طورخم سے لیکر جلال آباد تک سڑک ہموار اور صاف ستھری ہے جسکی طوالت ۸۷ کیلومیٹر ہے۔ اور پشاور سے جلال آباد تک موٹر پر سفر کیا جائے۔ تو سارا سفر دو گھنٹے میں طے ہو سکتا ہے +

جلال آباد کے قدیم آثار:- جلال آباد سمندر کی سطح سے ۹۰۰ کیلو میٹر بلندی پر واقع ہے۔ اس شہر کی چوڑائی ۳۴ منٹ ۵ اسکنڈ۔ اور لمبائی ۲۰ منٹ چالیس سکنڈ چلنے سے ختم ہوتی ہے۔ شہر کا اندرونی حصہ تجارت اور صنعت کا مرکز ہے۔ شہر کے باہر خوبصورت عمارتیں۔ فرحت بخش باغات اور دلکش تفریح گاہیں ہیں۔ جو افغانستان کی ترقی کی شاہد ہیں۔ جلال آباد میں مسافروں کے لئے راحت و آسائش کی ہر چیز موجود ہے۔ ہوٹلوں میں ٹیلیفون بھی ہیں۔ جلال آباد اور اسکے قریبی مقامات مثلاً نغمان۔ سرخرود۔ کامہ اور بسود وغیرہ کی سیر کے لئے موسم گرما مفید ہے۔ اس موسم میں سرسبز درخت۔ پھولوں سے لدی ہوئی شاخیں اور دلکش مناظر حسن بہار کا آئینہ ہوتے ہیں۔ اس شہر میں زمانہ قدیم کے تاریخی آثار ہیں۔ جلال آباد سے ۲۲ کیلو میٹر کے فاصلہ پر تمدن قدیم اور تہذیب پارینہ کی بہت سی عبرت انگیز یادگاریں ہیں۔ خاصکر نغمان کے آثار حد درجہ دلچسپ ہیں۔ جن کے کتبے اس امر کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ کسی زمانہ میں یہ جگہ یونانی سطوت کا مرکز تھی۔ قطر مناظر اور آثار قدیمہ مشرقی افغانستان میں بکثرت موجود ہیں۔ جس مقام پر موٹر کام نہیں دیتی۔ معمولی اجرت پر گھوڑا میسر آجاتا ہے۔ اور کوئی اضافہ معلومات کے لئے اپنے ساتھ رکھنا چاہے۔ تو ایسے افراد کی بھی کمی نہیں۔ جو قلیل سے قلیل معاوضہ پر آثار قدیمہ کے تعارف اور رہنمائی خدمات سرانجام دیتے ہیں ✢

جلال آباد سے باغ نملہ- جلال آباد میں ممالک خارجہ کا صرف برطانیہ کا سفارت خانہ ہے۔ جب مسافر جلال آباد سے کابل جانا چاہے۔ تو اس کو اپنی روانگی کی اطلاع "باغ نملہ" میں دینی چاہئے۔ تاکہ ہوٹل میں اس کے قیام وطعام کا پورا انتظام ہوسکے۔ "باغ نملہ" جلال آباد سے ۳۰ کیلو میٹر فاصلہ پر ہے۔ اس باغ میں ہوٹل۔ مہمان خانے۔ راحت و مسرت تمام سامان کم از کم معاوضہ پر میسر آسکتے ہیں" نملہ باغ" سے آگے "خوگیانی" علاقہ ہے۔ جو کوہستان میں واقع ہے۔ یہ علاقہ مناظر فطرت اور میوہ دار درختوں کی بدولت اپنے اندر حسن و لذت کے سینکڑوں اسباب پوشیدہ رکھتا ہے۔ ملاخیل گرمیوں کے موسم میں قابل تماشہ ہوتا ہے۔ اس گاؤں کے چشمہ کا نقرئی اور شیریں پانی سیاح کے سامنے خاص منظر پیش کرتا ہے ✢

باغ نملہ سے کابل:- "باغ نملہ" سے "کابل" تک سیاح کو دروں۔ سبزہ زاروں اور برگ و گیاہ وادیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ راستہ میں ہر جگہ قہوہ خانے۔ اقامت گاہیں اور ہوٹل موجود ہیں۔ کابل روڈ پر بت خاک ایک مشہور جگہ ہے۔ جو ہموار میدان میں واقع ہے۔ اس مقام سے کابل تک سڑک ہموار ہے۔ "بت خاک" کے بعد مسافر "بگرامی" پہنچتا ہے۔ . . . . "بگرامی" ایک گاؤں ہے۔ جو "بت خاک" اور کابل کے درمیان واقع ہے۔ اس گاؤں میں بگرامی کا گاؤں دیکھنے کی چیز ہے ✢

پایہ تخت:- "کابل" میں سیاحوں کا ہوٹل اپنی خوبصورتی کے باعث مہمان کے لئے اطمینان کا ذریعہ ہے

یہاں آرام و آسائش طعام اور قیام کے تمام لوازم موجود ہیں۔ جو سیاح افغانستان میں زیادہ عرصہ رہنا چاہتے ہیں۔ اُن کو وزارت خارجہ سے باقاعدہ اجازت لینی پڑتی ہے۔ کابل کی آب و ہوا حد درجہ خوشگوار اور صحت بخش ہے۔ کابل کا شہر سطح سمندر سے معتدل بلندی پر واقع ہے۔ کابل کے چاروں طرف خوبصورت دیہات حسین مناظر کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ سیر کرتے ہوئے شہر سے کچھ باہر چلے جائیں۔ تو فطرت کی بہار آفرینیاں آپ کی چشم و نگاہ کے سامنے فرحت و مسرت کے ہزاروں دروازے کھول دینگی ✤ شہر سے ۶ کیلومیٹر جنوب کی طرف ایک باغ ہے جس کی جنت آفرین رنگینیوں پر سرزمین افغانستان کو بجا طور پر ناز ہے۔ باغ کے درمیان سے دریائے کابل گذرتا ہے۔ دریائے کابل کا پانی خوش ذائقہ اور صحت بخش ہے۔ اسکے علاوہ شہر سے مغرب کی جانب چمنستانوں کا وسیع سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ کابل کی پولیس مسافروں کی حفاظت اور اُن کے ضروری معاملات کی طرف خاص طور پر توجہ دیتی ہے ✤ کابل میں شرکت "اسہامی" یعنی (افغانستان نیشنل بنک) کا دفتر مسافروں کی پریشانی دور کرنے کا موجب ہے ✤ سکوں کے مبادلہ اور روپیہ جمع کرانے کا کام تسلی بخش طریق پر ہوتا ہے۔ یہ دفتر کابل ہوٹل کے قریب ہے ✤ کابل کے اندر اور کابل کے باہر نقل و حرکت موٹر کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ شہر کابل کے شمالی کنارے پر موٹروں کا اڈہ ہے۔ جہاں مناسب کرایہ پر ہر وقت موٹر مل سکتی ہے ✤

علمی ادارے ۔ علمی و ادبی ذوق رکھنے والے سیاح عموماً ان اداروں کی سیر ضروری سمجھتے ہیں۔ جو ذہن و دماغ کی تہذیب و تربیت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اس لئے کابل کے علمی اداروں کی مختصر فہرست درج ذیل ہے (۱) دار التالیف (۲) انجمن ادبی و تاریخی (۳) دار العلوم عربیہ (۴) مکتب صناعیہ (۵) مکتب عالی رشدیہ (۶) مکتب حربیہ (۷) مکتب زراعت (۸) مکتب استقلال (۹) مکتب رمضاریہ (۱۰) مکتب حبیبیہ۔ اس کے علاوہ معمولی تعلیم و تدریس کے مدارس کثیر تعداد میں ہیں ✤

غزنی :- افغانستان میں ابتک ریلوے لائن نہیں بچھائی گئی۔ آمد و رفت کا کام عموماً موٹروں اور لاریوں سے لیا جاتا ہے۔ کابل میں قندھار کے لئے ہر وقت موٹر اور لاری میسر آسکتی ہے۔ مسافر جب کابل سے قندھار جاتا ہے تو اُس کو موضع چاردہی کے خوشگوار مناظر سے گذرنا پڑتا ہے۔ جو کابل سے ایک کیلومیٹر پر ہے۔ اسکے بعد میدانی علاقہ ہے۔ جو قسم قسم کے درختوں اور رنگارنگ پھولوں سے رشک بہشت بنا ہوا ہے۔ قندھار کی راہ میں پہلی منزل موضع شیخ آباد ہے۔ جو غزنی میں ہے۔ اس مقام کی آب و ہوا کابل سے مختلف ہے۔ اسکے بعد مسافر غزنی میں داخل ہوتا ہے۔ یہ شہر قدیم افغانی تہذیب و تمدن اور شان و شوکت کا سب سے بڑا سرمایہ دار ہے۔ غزنی ہمیشہ آغوش انقلاب میں رہا۔ اور ہزاروں سیاسی حوادث اس کی بنیادیں متزلزل کرنیکے درپے رہے لیکن ہنوز اسکی تمدنی زیبائش سلاطین غزنویہ کی سلطنت اور کشور کشائی کی شہادت دے رہی ہیں۔ لیکن شہر کا جنوب مغربی حصہ حوادث زمانہ سے لقمہ زمین بن کر رہ گیا ہے۔ علاوہ ازیں آثار قدیمہ میں سے مشہور جنگی قلعہ (بالا حصار) دیکھنے کی چیز ہے۔ اس قلعہ سے زمانہ

قدیم کی حکومتیں اُٹھیں۔ اس قلعہ کی تعمیر شوکت غزنویہ کے عہد میں ہوئی۔ تاہم اس میں اس سے پہلے کے آثار بھی موجود ہیں۔ غزنی کی آب و ہوا معتدل ہے۔ لیکن سردیوں میں سخت برفباری بھی ہوتی ہے۔ غزنی میں مسجد محمود بھی اپنی دلکشی کے اعتبار سے دیکھنے کی چیز ہے۔ اسکے علاوہ روضہ سلطان محمود۔ و روضۂ سلطان سبکتگین۔ اور مزار شہنشاہ عبدالرزاق آثار قدیمہ میں خاص اہمیت رکھتے ہیں +

غزنی اور قندھار کا درمیانی علاقہ۔ غزنی سے قندھار کی طرف ایک خوشنما جنگل ہے جس کو عبور کرنے کے بعد موٹر کوم میں داخل ہوتی ہے۔ اس جگہ جو چیز مسافروں کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہے وہ ایک خوشنما ہوٹل ہے۔ جہاں آرام و آسائش اور خورد و نوش کے تمام لوازم موجود ہیں۔ اسکے بعد موٹر قلات میں ٹیلیفون۔ قیام اور طعام کا معقول بندوبست ہے۔ یہاں سے دوسری منزل "جلاک" ہے۔ "جلاک" فطری مناظر کے اعتبار سے حد درجہ نظر افروز ہے۔ یہ مقام اپنے اندر بہت سے آثار قدیمہ رکھتا ہے۔ جو تاریخی اعتبار سے قدیمی تمدن اور دیرینہ تہذیب کی زندۂ جاوید یادگار ہیں۔ اگرچہ حوادثِ زمانہ نے ان کو بارہا مٹانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اب تک گذشتہ روایات کو زندہ کر رہے ہیں +

قندھار۔ "جلاک" کے بعد مسافر قندھار میں داخل ہوتا ہے۔ سب سے پہلے اس کی نظر ایک دلفریب باغ پر پڑتی ہے۔ جو شہر سے نصف کیلومیٹر پر واقع ہے۔ اس چمنستان کو "منزل باغ" کہتے ہیں۔ یہ مقام ان مسافروں کی کلفت راحت سے بدلنے کا موجب ہوتا ہے۔ جو کابل سے قندھار آتے ہیں۔ یہاں ٹیلیفون اور دوسری ضروریات زندگی موجود ہیں مسافر باغ میں ایک دو گھنٹہ آرام کرنے کے بعد شہر قندھار میں داخل ہوتا ہے۔ یہ شہر افغانستان کے خوبصورت ترین اور تاریخی بلاد میں سے ہے۔ بازار اور گلیاں فراخ ہیں۔ بلدیہ کی طرف سے شہر کی صفائی کا انتظام حفظانِ صحت کے اصول پر کیا گیا ہے۔ قندھار کی تاریخی عمارتوں میں عمارت "خرقہ مبارک" اور "مقبرہ حضرت احمد شاہ" خاص طور پر مشہور ہیں۔ شہر قندھار اپنی جغرافیائی اور تاریخی اہمیت کے لحاظ سے سارے ایشیا میں مشہور ہے۔ شہر کے باشندے خوش وضعی اور خوش پوشی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ شہر کے گرد اگرد باغات ہیں +

قندھار سے روانگی۔ قندھار سے ۲۷۵ کیلومیٹر پر شہر "فراہ" ہے۔ یہ شہر دیکھنے کے قابل ہے۔ اسکے درمیان سے دریا گزرتا ہے۔ جسپر لوہے کا پل بندھا ہے۔ لیکن عام طور پر کشتی استعمال کیجاتی ہے۔ اس شہر کے سینے میں قدیم زمانہ کے بہت سے آثار مدفون ہیں۔ شہر کی تقسیم اور آبادی میں جدید اصول کا لحاظ رکھا گیا ہے +

ہرات۔ فراہ سے موٹر دس گھنٹے کے بعد ہرات میں پہنچتی ہے۔ یہ شہر اپنی قدامت کی وجہ سے افغانستان کے مشہور تاریخی شہروں میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں سلطنت ایران۔ سلطنت روسیہ کے سفارت خانے ہیں۔ ہرات قندھار سے چھ سو سینتالیس کیلومیٹر پر واقع ہے۔ علاقہ ہرات شادابی۔ سرسبزی اور زراعتی ترقی

کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتا ہے۔ اس میں بہترین قسم کے انگور اور شفتالو پیدا ہوتے ہیں۔ ہرات کی فصیل حد درجہ عریض ہے۔ اس میں سے زمانہ قدیم کے بہت سے حکمران گزر کر افغانستان اور ہندوستان میں داخل ہوئے تھے۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے۔ کہ ہرات کی بناء سکندر اعظم نے رکھی تھی + اسکے قرب جوار میں طیور اور ہرن کثرت سے ملتے ہیں .... نیز اسکے قرب جوار میں آثار قدیمہ افغانستان کے تمام حصوں سے زیادہ ہیں۔ خصوصاً سلاطین غوریہ کی عمارتیں حد درجہ دلچسپ ہیں +

ہندی شاعری

جیوں تل ماہیں تیل ہے جیوں چقمق میں آگ
تیرا سائیں تجھ میں ہے جاگ سکے تو جاگ
برچھ ڈھونڈے بیج کو بیج برچھ کے ماہینہ
جیو جو ڈھونڈے پیو کو پیو جیو کے ماہینہ

ترجمہ۔ جیسے تلوں میں تیل ہوتا ہے۔ اور چقماق پتھر میں آگ ہوتی ہے۔ اسی طرح سے اے انسان! تیرا مالک تیرے اندر موجود ہے۔ اگر تو اس کو دیکھ سکتا ہے۔ تو دیکھ۔ درخت جو اپنے بیج کو تلاش کرتا ہے۔ بیج تو درخت کے اندر ہی موجود ہے۔ اسی طرح سے انسان جو اپنے مالک کو ڈھونڈتا ہے۔ وہ اس کے اندر ہی ہے

آپ ہی کے گھٹ میں پرگٹ پرمیشور ہے
تاہنہ چھاڑ بھول نر دور دور جات ہے
کوئی دوڑے دوارکا۔ کوئی کاشی جگن ناتھ
کوئی دوڑے متھرا۔ کوئی ہردوار نہات ہے
کوئی دوڑے بدری کو۔ وشم پہاڑ چڑھے
کوئی تو کیدار جات من میں سہات ہے
سندر کہت گورو دیوے دبیہ نین
دور ہی کے دور بن۔ اندر دکھات ہے

ترجمہ۔ انسان کے اپنے اندر پرمیشور موجود ہے۔ اس کو چھوڑ کر غلطی سے انسان دور جاتا ہے۔ کوئی دوار کانگری کو دوڑتا ہے۔ کوئی کاشی اور جگن ناتھ کو۔ کوئی متھرا نگری کو۔ اور کوئی ہردوار جاکر اشنان کرتا ہے۔ کوئی بدری نارائن کو جانیکے لئے سخت پہاڑوں پر چڑھتا ہے۔ کوئی کدار ناتھ جاکر خوش ہوتا ہے۔ لیکن سندر کوی (شاعر) فرماتے ہیں۔ کہ پیرو مرشد نے ہم کو چشم بصیرت دے کر بغیر دور جا[illegible] کے اندر ہی اس کا دیدار کرا دیتے ہیں +

اگر اشرف المخلوقات انسان اپنے ذہن کے اندر اس عالمگیر سچائی کو پورے طور پر بٹھا لیوے۔ کہ اس کا ماتھا ایک زبردست قدرتی ماتھ کے اندر ہے۔ تب وہ اپنے ماتھ میں ہر قسم کی حرکت۔ طاقت دیکھ سکتا اور ڈال سکتا ہے +

بھوت کا چہرہ

جب میں اس گفتگو کا خیال کرتا ہوں۔ جو گزشتہ شب "ڈینیے" کے گھر ہوئی تھی۔ تو اب بھی میں خوف و ہراس سے لرز اُٹھتا ہوں۔ ہم لوگ بھوت پریت کا ذکر کر رہے تھے۔ ہر شخص نے ایک نیا اور عجیب و غریب قصہ سنایا۔ لیکن کوئی خاص اثر پیدا نہ کر سکا۔ اس مجلس میں چند ایسے اصحاب بھی تھے۔ جن سے میں واقف نہ تھا۔ اُن ہی میں ایک شخص تھا۔ جسے "رڈسن" وہاں لایا تھا۔ اس کا چہرہ زرد تھا۔ اور وہ ہم سب کی گفتگو بغور سن رہا تھا۔ لیکن بجائے خود قطعاً خاموش تھا۔ آخر "ڈینیے" اس سے مخاطب ہوا۔ اور فرمائش کی۔ کہ وہ بھی کوئی بھوتوں کا قصہ سنائے ۔ ذرا سے توقف کے بعد وہ بولا۔ "تم لوگوں کے افسانوں کی طرح کوئی سنا سنایا قصہ تو نہیں۔ ہاں۔ ایک آپ بیتی سناتا ہوں۔ یہ واقعہ میرے نزدیک افسانوں سے وقیع تر اور عجیب تر ہوتا ہے۔ اور دلچسپ بات یہ ہے۔ کہ آج شام ہی کو پایہ تکمیل تک پہونچا ہے"۔ ہماری التماس پر اُس نے قصہ یوں شروع کیا:-

"سال دو سال کا عرصہ گزرا۔ کہ میں نے "گریٹ آرمنڈ اسٹریٹ" میں ایک پرانا مکان رہائش کے لئے لیا تھا۔ سابق کرایہ دار نے دیواروں کو بدہیئت بنا دیا تھا۔ اور نمی کی وجہ سے جا بجا دھبے پڑے ہوئے تھے جنہوں نے عجیب شکلیں اختیار کر رکھی تھیں۔ انہی دھبوں میں سے ایک انسانی شکل سے غیر معمولی مشابہت رکھتا تھا سوتے وقت۔ بیدار ہوتے وقت۔ لباس کی تبدیلی کے وقت اور آتے جاتے اکثر میری نگاہ اس شکل پر پڑا کرتی تھی۔ آخر دیکھتے دیکھتے میرے تصور نے اسے ایک مادی شکل دیدی۔ اور میں یہ سمجھنے لگا۔ کہ اس کمرے میں کوئی اور بھی میرا شریک رہائش ہے۔ دیواروں کے دھبے عموماً بڑھا کرتے ہیں۔ یا اشکال مختلفہ میں تبدیل ہوتے رہا کرتے ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات تھی۔ کہ اس شکل کے خط و خال علی حالہ تھے۔ اور سر مو فرق پیدا نہ ہوتا تھا ۔ اسی زمانہ میں میں انفلوئنزا میں بیمار ہو گیا۔ مرض میں پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں۔ اور بستر پر پڑے پڑے میرا جی گھبرانے لگا۔ اُن ایام میں میرا کام صرف یہ تھا۔ کہ کتابیں پڑھتا یا تصورات اور تخیلات میں محو رہتا۔ یہ دیواری شکل اس مدت علالت میں میرے دل و دماغ پر حاوی ہو گئی۔ اور میں رفتہ رفتہ اس کو حقیقت اور مادیت سے قریب تر خیال کرنے لگا۔ شب و روز وہی صورت میرے دماغ پر مستولی رہتی تھی۔ ناک میں عجیب سی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ اور پیشانی کا ڈھلوان ہونا اس سے بھی عجیب تر معلوم ہوتا تھا۔ اور مجھے یقین ہو جاتا تھا۔ کہ یہ شکل کسی خاص شخص کی تصویر ہے۔ اور یہ چہرہ ہزاروں میں ممتاز ہے ۔ بہر حال میں اچھا ہو گیا۔ لیکن یہ چہرہ پھر بھی میرے تصور میں چھایا رہا۔ اور میری یہ کیفیت ہو گئی۔ کہ میں سڑکوں اور بازاروں میں اس چہرہ کے مالک کی تلاش میں سرگرداں پھرنے لگا۔ مجھے یقین تھا۔ کہ اصل شخص ضرور کہیں نہ کہیں موجود ہے۔ اور میں اس سے

ملنا ضروری سمجھتا تھا۔ کیوں؟ اس کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ لیکن میں جانتا تھا۔ کہ قسمت نے مجھے اور اسے کسی نامعلوم طریقہ پر منسلک کر رکھا ہے۔ آخر میں ان تمام مقامات میں جانے لگا۔ جہاں لوگ کثیر تعداد میں جمع ہوتے ہیں۔ سیاسی جلسے۔ فٹ بال۔ میچ اور اسٹیشنوں پر میں بالضرور جایا کرتا تھا۔ کہ شاید کہیں اس شخص سے میری ملاقات ہو جائے۔ لیکن میری یہ تمام کوششیں بے سود تھیں۔ میں نے پہلے کبھی اس کا خیال بھی نہیں کیا تھا۔ کہ دنیا میں کس قدر مختلف الاشکال چہروں کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اور اُسوقت سے پہلے یہ بھی ہرگز نہیں جانتا تھا۔ کہ باوجود اس اختلاف خط و خال کے اگر آپ ان کی کسی خاص معیار سے تقسیم کیجئے۔ تو وہ صرف چند معتدبہ درجات کے ماتحت ترتیب دیئے جا سکتے ہیں ؞

آخر میری یہ جستجو جنون کی حد تک پہونچ گئی۔ میں اسکے علاوہ اور تمام کام بھول گیا۔ میں شاہ راہوں اور عام گزرگاہوں پر کھڑا ہوا۔ ہر کہ و مہ کو بغور دیکھا کرتا تھا۔ یہانتک کہ لوگ مجھے مخبوط الحواس سمجھنے لگے۔ اور سپاہی مجھے شک آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ عورتوں پر میں نگاہ بھی نہیں کرتا تھا۔ میرا مطمح نظر تو صرف مرد ہی ہوتے تھے ؞ یہاں تک پہونچکر اُس نے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ اور سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”آخر کار میں نے اُس شخص کو دیکھ ہی لیا۔ وہ ایک کرایہ کے موٹر میں پکاڈلی سے شرقی جانب کو جا رہا تھا۔ میں اُس کے موٹر کے پیچھے لپکا۔ اتفاقاً ایک خالی موٹر اُدھر سے گزرا۔ میں اُس میں گر پڑا۔ اور ہانپتے ہوئے ڈرائیور کو اُسکے موٹر کے تعاقب کا حکم دیا۔ اُس کا موٹر سیدھا چیرنگ کراس گیا۔ میں موٹر سے اُترتے ہی پلیٹ فارم پر پہونچا۔ تو دیکھا۔ کہ اُسکے ہمراہ دو عورتیں اور ایک لڑکی اور ہیں۔ اور وہ سب ۲ ½ بجے کی گاڑی سے فرانس جا رہے ہیں۔ میں اُسکے چاروں طرف منڈلاتا رہا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ اس سے کچھ بات کروں لیکن میں اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ کچھ اور لوگ بھی اس جماعت میں شامل ہو گئے۔ اور یہ سب کے سب گاڑی میں سوار ہو گئے۔ میں نے بھی مجبوری فاکسٹون کا ٹکٹ خرید لیا۔ اور ریل میں سوار ہو گیا۔ میں چاہتا تھا۔ کہ اسکے جہاز میں سوار ہونیسے قبل اس سے ملاقات کروں۔ لیکن میرے قریب آنیسے قبل ہی وہ مع احباب کے جہاز میں سوار ہو چکا تھا۔ اس نے ایک بڑا کمرہ کرایہ پر لیا تھا۔ اور اس سے میں نے اندازہ کیا۔ کہ وہ کوئی مالدار شخص ہے ؞

مجھے اس بار پھر ناکامی ہوئی۔ لیکن میں نے فوراً ہی تہیہ کر لیا۔ کہ میں بھی اسٹیمر میں سفر کرونگا۔ مجھے یقین تھا۔ کہ دوران سفر میں کسی نہ کسی وقت وہ ضرور عورتوں کا ساتھ چھوڑ کر عرشہ پر آئیگا۔ اور اسوقت میں اس سے گفتگو کر سکوں گا۔ میرے پاس اسوقت صرف ”بولون“ تک جانے کا کرایہ تھا۔ لیکن انجام کا خیال مجھے میرے ارادہ سے باز نہ رکھ سکا۔ میں اسکے ”سیلون“ کے دروازہ کے سامنے جم گیا۔ اور اُس کا انتظار کرنے لگا۔ آخر تقریباً نصف گھنٹہ کے بعد وہ ایک لڑکی کے ساتھ باہر نکلا۔ میرا قلب بہت زور سے حرکت کرنے لگا۔ وہی چہرہ۔ وہی خط و خال۔ ذرہ برابر فرق نہ تھا۔ وہ میری طرف دیکھتا ہوا عرشہ کی جانب بڑھا۔ میں نے خیال کیا۔ کہ میں نے اگر اس موقعہ سے فائدہ نہ اٹھایا

تو پھر مجھے کبھی اس سے ملنا نصیب نہ ہوگا +

میں نے لکنت کرتے ہوئے اُس سے کہا " مجھے معاف کیجئے گا۔ لیکن براہِ مہربانی مجھے اپنا کارڈ عنایت فرمایئے میں سخت ضرورت کی بناء پر آپ سے ہمکلام ہونے پر مجبور ہوا ہوں + وُہ کچھ متعجب سا معلوم ہوتا تھا۔ اور اُس کو حیرت ہونی بھی چاہئے تھی۔ لیکن اُسنے دیر تک تامّل کرنے کے بعد جیب میں سے کیس نکالا۔ اور مجھے کارڈ دے کر فوراً ہی لڑکی کے ساتھ اُوپر چلا گیا۔ یہ ظاہر تھا۔ کہ اُس نے مجھ کو دیوانہ سمجھا۔ اور میری دلدہی کو ہی بہتر خیال کیا۔ کارڈ کو مضبوط پکڑ کر میں جہاز کے ایک دُور اُفتادہ حصّہ کی طرف بھاگ کر پہونچا۔ اور اُس کارڈ کو پڑھا۔ میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اور میرا سر چکرانے لگا۔ اِسلئے کہ اس کارڈ پر " مسٹر آرمنڈ وال " لکھا ہُوا تھا۔ اور " پٹسبرگ " ممالک مُتحدہ امریکہ کا پتہ درج تھا۔ اسکے بعد مجھے کچھ یاد نہیں۔ کہ کیا ہُوا۔ جب میں ہوش میں آیا۔ تو میں نے اپنے آپ کو " بولون " کے ایک ہسپتال میں پایا۔ چند ہفتہ میں وہاں صاحب فراش رہا۔ اور صرف ایک مہینہ ہُوا۔ کہ میں وہاں سے واپس آسکا ہُوں " +

اِتنا کہہ کر وُہ خاموش ہو گیا۔ ہم سب نے اُس کی طرف دیکھا۔ پھر ایک دُوسرے کو تاکا۔ اور خاموشی سے اُسکے منتظر رہے۔ اُس رات جتنے افسانے سنائے گئے تھے۔ اُس زرد رُو شخص کے قصّے کے مُقابلہ میں ہیچ تھے۔ کچھ وقفہ کے بعد اسنے کہنا شروع کیا:۔

" میں گریٹ آرمنڈ اسٹریٹ واپس آ گیا۔ اور میں نے اس امریکن کی تفتیش احوال میں ہر ممکن کوشش کرنی شروع کر دی۔ جس کی زندگی میں میں اس انوکھے طریقہ سے دخیل بن گیا تھا۔ میں نے " پٹسبرگ " کو لکھا۔ میں نے امریکن ایڈیٹرز سے خط و کتابت کی۔ میں نے لندن کے امریکن حضرات سے ربط ضبط بڑھایا۔ لیکن میں صرف اِسقدر معلوم کر سکا۔ کہ وُہ ایک لکھ پتی ہے۔ اسکے والدین انگلینڈ ہی کے تھے۔ جو لندن میں رہتے تھے۔ کہاں؟ اِس کا حل مجھے کسی جگہ سے موصُول نہ ہو سکا + آخر وقت گزرتا گیا۔ یہانتک کہ کل کا دن آ گیا۔ رات کو میں بیحد خستہ ہو کر سویا تھا۔ اسلئے معمول سے زیادہ دیر تک سوتا رہا جب میری آنکھ کھلی۔ تو دھوپ کمرے میں پھیلی ہُوئی تھی۔ اپنے معمول کے مُطابق میں نے اس دیوار پر نظر دوڑائی۔ جسپر مجھے وُہ چہرہ نظر آتا تھا۔ میں نے جلدی جلدی آنکھیں ملیں۔ اور گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔ وُہ چہرہ صرف دھندلا سا نظر آ رہا تھا۔ گذشتہ شب وُہ نہایت صاف اور نمایاں تھا۔ اور میں خیال کرتا تھا۔ کہ وُہ اب بولنے ہی والا ہے لیکن اُس وقت وُہ ایک بھوت کی موہوم شکل سے زیادہ صاف نمایاں نہ تھا + میں متحیر اور دل شکستہ اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اور باہر نکلا۔ تازہ اخبارات جگہ بہ جگہ فروخت ہو رہے تھے۔ ایک جگہ اشتہار پر میں نے پڑھا۔ " لکھ پتی امریکن کے موٹر کا تصادم " آپ سب نے اخبارات میں یہ خبر ضرور دیکھی ہوگی۔ میں نے ایک اخبار خریدا۔ اور فوراً اُس واقعہ کی تفصیل پڑھنی شروع کر دی۔ لکھا تھا کہ " مسٹر آرمنڈ وال معہ اپنے احباب کے سپنیر یا سے پیسیا جا رہے تھے۔ کہ موٹر ایک لدی ہوئی

گاڑی سے ٹکرا کر اُلٹ گیا۔ اور مسٹر "وال" کی حالت مخدوش ہے" + میں اور زیادہ متحیر و سراسیمہ اپنے کمرہ میں واپس آیا۔ اور اپنے بستر پر بیٹھ کر تصویر کو تکنے لگا۔ میرے دیکھتے دیکھتے وہ شکل یکایک نگاہوں سے بالکل اوجھل ہو گئی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا۔ کہ مسٹر "وال" زخموں اور ضربوں کی وجہ سے ٹھیک اُسی وقت فوت ہوئے تھے۔ جس وقت میں نے اُس شکل کو دیوار سے کُلیتہً غائب ہوتے دیکھا تھا" +

اتنا کہہ کر وُہ خاموش ہو گیا۔ ہم لوگوں نے کہا۔ کہ یہ قصہ نہایت عجیب اور غیر معمولی ہے۔ اور واقعی ہم لوگ اس قصہ کو سُن کر بیحد مبہوت اور ششدر رہ گئے تھے + اُس اجنبی نے کہا۔" ہاں! میرے قصہ میں تین باتیں نہایت عجیب اور غیر معمولی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ لندن میں کسی مکان کا رنگ اُڑتے اُڑتے کسی امریکہ کے شخص کی شکل پیدا کر دینا۔ اور پھر اُس کی زندگی سے ایسا گہرا تعلق قائم رکھنا ایک ایسی بات ہے۔ جیسے سائنس کے ماہر مدتوں تحقیق نہ کر سکیں گے۔ دُوسرے یہ کہ وُہ جگہ جہاں اُس شخص کے خط و خال کسی نامعلوم طریقہ سے دیوار پر نمایاں تھے۔ اُس شخص کے نام سے یک گونہ تعلق رکھتی ہے۔ آپ ہی لوگ بتائیے کیا یہ باتیں عجیب اور محیر العقل نہیں ہیں"؟

ہم سب نے اس سے اتفاق کیا۔ اور پھر از سر نو بھوت پریت کی گفتگو زور شور سے شروع ہو گئی۔ دورانِ گفتگو میں اس قصہ کا راوی اُٹھا۔ اور سلام کر کے چل دیا۔ وُہ دروازہ تک پہونچا ہی تھا۔ کہ ایک صاحب نے غالباً "اسپینٹین" نے ٹوک کر پُوچھا۔" ہاں! آپ نے کہا تھا۔ کہ آپ کے اس قصہ میں تین باتیں ہیں۔ تیسری بات تو آپ نے بتائی ہی نہیں"؟ دروازہ کھولتے ہُوئے اُسنے جواب دیا۔" ہاں! اس تیسری بات کو تو میں بھولا ہی جاتا تھا۔ تو وُہ تیسری بات یہ ہے۔ کہ یہ قصہ میں نے ابھی آدھا گھنٹہ ہُوا۔ گھڑ لیا تھا" + یہ کہکر وُہ باہر چلا گیا۔ جب ہمیں ذرا حواس آئے۔ تو ہم نے "روڈسن" کو ڈھونڈنا چاہا۔ جو اس سانپ کو لایا تھا۔ جس نے ہمارے دِلوں پر اپنے نیش کی کاری ضرب لگائی تھی۔ لیکن "روڈسن" کا بھی کہیں پتہ نہ تھا۔ اور وُہ بھی روانہ ہو چکا تھا +

ہندوستان میں اخبار نویسی

لارڈ "اوزبری" نے کہا تھا:۔" میں پریس (اخبارات وغیرہ) کی طاقت میں وشواس رکھتا ہُوں اور سمجھتا ہُوں۔ کہ پریس بہت کچھ کر سکتا ہے۔ میں اس سے زیادہ پریس کی ذمہ داری پر بھروسہ رکھتا ہُوں" + "گلیڈسٹن" نے کہا تھا۔" پریس پلیٹ فارم اور منبر کے ذریعہ ہی کسی ملک کی رائے عامہ بنائی سنواری اور بیدار کی جاتی ہے" +

ہندوستان میں سولھویں صدی سے قبل اخبارات سے کوئی واقف نہیں تھا۔ اور نہ چھاپہ کا رواج تھا۔ گو پایۂ منبر کے ذریعہ مذہبی بیداری اور وعظ و تلقین کا کام عرصہ سے ہوتا آرہا تھا + ہندوستان میں مطبع کے رواج

کا سہرا بمبئی کے سر ہے۔ بہت قدیم نشانی جو تاریخ سے ملتی ہے۔ وُہ یہ ہے۔ کہ ۹ جنوری سنہ ۱۶۷۰ء میں مسٹر بھیماجی پارکھ نے ڈپٹی گورنر اور کانسل بمبئی کی معرفت ایسٹ انڈیا کمپنی کے کورٹ آف ڈائرکٹر کو ایک درخواست اس امر کی بھیجی تھی۔ کہ ایک چھاپہ خانہ والا پچاس پونڈ مشاہیر سالانہ پر ہندوستان روانہ کیا جائے۔ "امپیریل گزیٹر" کے مطابق کوئی چھاپہ خانہ نہ تھا۔ گو دُوسرے ریکارڈوں سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ کوچین میں عیسائی مبلغین نے سنہ ۱۵۵۷ء میں "سوسائٹی آف جیزس" نے ایک کتاب چھاپی تھی ✤ ہندوستان میں سب سے پہلا اخبار "بنگال گزٹ" کے نام سے چھپا تھا۔ مگر اس کے بانی کے نام سے "ہکی گزٹ" کرکے بہت مشہور ہُوا۔ چونکہ یہ اخبار کمپنی کی حکومت پر نکتہ چینی کرتا تھا۔ اس لئے بند کر دیا گیا۔ اور مالک کو سنہ ۱۷۸۲ء میں ملک بدر کر دیا گیا۔ اسکے بعد کئی اخبار اور نکلے۔ مگر ان کا بھی یہی حشر ہُوا۔ بہت کم ایڈیٹروں نے معافی مانگی۔ ورنہ سب ملک بدر ہوگئے ✤

سرکاری پابندیاں۔ شروع ہی سے اخباروں پر سرکار کی کڑی نگرانی رہی ہے۔ سرکاری نظر اور عتاب شروع ہی سے اخبار نکالنے پر مسلط رہا ہے۔ اخباروں کی بندش اُن کی ہمت شکنی اور پامالی ایک پالیسی رہی سرکاری ملازموں کی ذرا سی بات پر نکتہ چینی ہوگئی۔ تو اخباروں کا فوراً گلا گھونٹ دیا جاتا تھا ✤ سنہ ۱۸۱۲ء میں سب سے پہلا گجراتی پریس ایک پارسی بزرگ "فریدوں جی مرزبان" نے بمقام بمبئی جاری کیا۔ اور اُس کا نام "سماچار پریس" رکھا گیا۔ لیتھوگرافی کا کام بمبئی میں سنہ ۱۸۲۰ء میں سب سے پہلی بار شروع کیا گیا ✤ لارڈ ولزلی کے عہد میں حکومت نے خاص طور پر اخباروں پر سنسر قائم کیا۔ اور بہت سخت قانون بنائے۔ بغیر سرکاری منظوری کے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی تھی۔ اور خلاف ورزی کرنے والے کو فوراً ملک بدر کر دیا جاتا تھا۔ لارڈ ہیسٹنگ نے بے شک سنہ ۱۸۳۵ء میں کچھ سختیاں کم کر دی تھیں۔ اس عہد کو آزادی اخبارات کا عہد کہا جاتا ہے۔ اور اس نرمی کا یہ نتیجہ ہُوا۔ کہ دور مقامات پر بھی مطبع جاری ہونے لگے۔ دہلی۔ لاہور۔ آگرہ وغیرہ تک پریس کا چرچا ہونے لگا ✤

ہندوستان میں اخبارات کی ترقی سرکار کی پالیسی۔ سیاست اور معاشرت کے ہاتھوں بہت عجیب تبدیلیوں سے گزرتی رہی ہے۔ اور پوری آزادی کے ساتھ اسے پھلنے پھولنے کا موقع نہیں ملا ہے ✤ لارڈ میکالے اور مٹیکاف کے وقت اگرچہ اخبارات کے حقوق میں وُسعت اور اختیارات میں آزادی کی پالیسی برتی گئی ہے۔ مگر ان پر سرکاری تسلط بھی اُسی اعتبار سے بڑھ گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ حکام وقت اور رعیت اور اخبارات کے مابین ایک مستقل جنگ اور وسیع کشمکش جاری ہوگئی ہے ✤ "بیٹ لو دیٹ" مشہور جرنلسٹ لکھتا ہے۔ کہ "مغرب کے نقطہ نظر کے مطابق ہندوستان میں اخبار اور مطبع کی صحیح حالت اور ابتدا کانگرس کے جنم سے شروع ہوتی ہے جو سنہ ۱۸۸۵ء میں عمل میں آئی۔ اس سے پہلے عوام اور اخبارات میں کوئی رابطہ نہ تھا۔ اسی کے بارے میں لارڈ "اروِن" نے کہا تھا۔ ہندوستان میں برطانوی راج کے مختلف پہلوؤں کے مطالعہ میں سب سے زیادہ دلچسپ مطالعہ اخبارات کا

قیام سے متعلق ہے۔ بالخصوص وُہ اخبارات اور مطبع جو اہل ہند کی اپنی ملکیت میں چلائے گئے۔ ابتدا میں اخبارات اور مطبع صرف مذہبی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔ مگر ۱۸۶۰ء سے اخباروں کو سیاست سے پوری دلچسپی پیدا ہو گئی اور ابتک ہے۔ ۱۸۷۵ء کے بعد سے تو اِسقدر زبردست لے دے حکومت پر ہوئی۔ کہ حیرت ہوتی ہے۔ کہ اِسقدر جلد ترقی کیونکر ممکن ہوئی۔ اِس آتش ریزی کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ حکومت کو اخباروں کی روک تھام کے لئے قانون کی مدد لینی پڑی ✦ بابو سُریندر ناتھ بنرجی کا بھی یہی خیال تھا۔ کہ اخبارات نے اصل رُوپ دراصل پچھلی صدی کے آخر میں اختیار کیا۔ اور پروپیگنڈے کا بڑا زبردست آلہ بن گیا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ ۱۸۶۱ء کی اصلاحات سیاست کے بعد ہندوستانی صحافت کو دن دُونی رات چوگنی ترقی ہوتی چلی گئی۔ اگرچہ آرٹ اور ہُنر کے اعتبار سے اِس قدر ترقی قابل لحاظ تک پہنچ چکی تھی ۱۸۷۵ء میں ۴۷۸۔ اخبارات مُلک میں جاری ہو گئے تھے۔ زیادہ تر دیسی زبانوں کے اخبارات تھے۔ اور ہندوستانی اخبارات کے بارے میں یہ امر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ کہ دس میں سے نو اخبار والے جرنلسٹ یا تو سیاسی آدمی ہوتا ہے۔ یا ناشر (پبلسٹی کا کام کرنے والا) ہوتا ہے ✦

۱۸۹۲ء کے قانونِ اصلاحات کے بعد۔ کانگریس کی پہلی کامیابی تو یہ ہوئی۔ کہ ۱۸۹۲ء میں رفارم کونسلیں قائم کی گئیں۔ اور قانون ساز اداروں کو اَیسی ہیئت دی گئی۔ کہ آپنے سیاسی پروگرام کو رعایا تک پہنچانے اور اپنا ایک مستقبل راستہ تعمیر کرنے کا موقعہ مل گیا۔ مرکزی اور صوبجاتی کانسلوں میں ہونے والی بحثوں سے پبلک کو ایک نیا زاویۂ نگاہ مل گیا۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ملک میں عظیم الشان اخبارات قائم ہوئے۔ روپیہ خاطر خواہ لگایا گیا اور اخبارات کا وزن بڑھ گیا ✦

آبشار

یہ آبشار کتنا تیز بہتا۔ آنسوؤں کا یہ آبشار۔ لاانتہا چٹانوں۔ خاروں اور پلکوں کی خاردار جھاڑیوں سے اُلجھتا ہوا۔ رُخساروں کے وسیع میدان کو طے کرکے آخر مُسکراہٹوں کے بے اَنت سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ یہ آبشار۔ نہ معلوم اس قدر پانی اِس میں کہاں سے آتا ہے۔ اِسکی گہرائیوں میں حسرتوں کی دُنیا تک ڈوب جاتی ہے۔ اِسکی تند رَو میں مایوسیوں کے پہاڑ خس وخاشاک کی طرح بہ جاتے ہیں ✦ نہ معلوم اِتنا پانی اِس میں کہاں سے آتا ہے۔ دُوسرے آبشاروں کی طرح یہ ہر رہگذر سے اپنے درد کی کہانی نہیں کہتا ✦ جب یہ نکلتا ہے۔ تو ہنستا ہوا۔ اوس کے اُن قطروں کیطرح جو گھاس پر بیٹھے مُسکرا رہے ہوں۔ جب یہ بہتا ہے۔ تو اس کا پانی کِتنا صاف ہوتا ہے۔ جیسے گھنے بادلوں سے ٹپکی ہوئی معصوم بُوند ✦ جب یہ گرتا ہے۔ تو اس کا ساز کتنا میٹھا ہوتا ہے۔ جیسے چاندنی رات میں کوئی حسینہ لافانی نغمے بلند کر رہی ہو ✦ دُوسرے آبشاروں کی طرح ہر رہگذر سے اپنے درد کی کہانی نہیں کہتا ✦

پولیس

پولیس کا اچھا یا بُرا ہونا ملکوں کی تہذیب کی کسوٹی سمجھی جاتی ہے جس ملک کی تہذیب اعلیٰ ہے۔ وہاں کی پولیس بلحاظ آبادی کم۔ مگر نہایت ذمہ وار ہوتی ہے کینیڈین پولیس کو دنیا کی سب سے اعلیٰ پولیس ہونے کا فخر حاصل ہے +
انگلستان خصوصاً لندن کی پولیس کا دوسرا نمبر ہے۔ لندن پولیس کی جتنی عزت ہے۔ اتنی کسی دوسرے ملک کی پولیس کی نہیں۔ لندن کے پولیس مین کی گواہی نہایت معتبر سمجھی جاتی ہے۔ ایک انگریز افسر میرے دوست ہیں۔ وہ ذکر کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ وہ ہندوستان سے لندن کو رخصت پر گئے۔ اور تیز موٹر چلانے کے جرم میں پولیس نے اُن کا چالان کر دیا۔ پولیس کے سپاہی نے کہا۔ کہ وہ چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے موٹر چلا رہے تھے۔ یہ افسر ہندوستان کے عادی تھے۔ مجسٹریٹ کو کہنے لگے "میں ریلوے انجنیئر ہوں۔ مجھے گاڑیوں کی رفتار کا کافی علم ہے۔ پولیس مین کی گواہی مجھ سے معتبر نہیں سمجھنی چاہیئے"۔ مجسٹریٹ ہنس کر بولا "میرا خیال ہے۔ آپ خود کو ہندوستان ہی میں سمجھ رہے ہیں۔ آپ کی جگہ اگر آپ کے چیف انجنیئر بھی ہوتے۔ تو برٹش پولیس مین کی گواہی اُن سے زیادہ معتبر سمجھی جاتی"+ مجسٹریٹ نے جرمانہ کر دیا +

سب سے زیادہ تنخواہ امریکن پولیس کی ہے۔ وہاں ہر ایک رنگروٹ کو پہلے پٹرول میں بھرتی کیا جاتا ہے یعنی ایک قسم کا چوکیدار۔ پھر کنسٹبل بنایا جاتا ہے کنسٹبل سے ترقی کر کے سارجنٹ بنتا ہے۔ سارجنٹ سے کپتان۔ ان سب چیف آف پولیس ہوتا ہے۔ کنسٹبل اور کپتان پولیس کی تنخواہوں میں زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ کنسٹبل کی تنخواہ تقریباً ایک ہزار آٹھ سو ڈالر سالانہ ہوتی ہے۔ اور کپتان کی دو ہزار سات سو + امریکہ میں ہر ایک شہر کی علیحدہ علیحدہ پولیس ہے یہ پولیس تبدیل نہیں ہوتی۔ اکثر شہروں میں پولیس مین ووٹوں سے چنے جاتے ہیں۔ کئی شہروں میں چیف آف پولیس کی تقرری "مے ار" کرتا ہے۔ شہر کا "مے ار" دو سال کے لئے چُنا جاتا ہے۔ یہ "مے ار" اپنی پسند کے چیف کا تقرر کرتا ہے یہ چیف شہر کے امن کا ذمہ وار ہوتا ہے۔ اس چیف کو بہت سے اختیارات دیئے جاتے ہیں۔ ہر ایک چیف اپنی پالیسی چلاتا ہے سرکار کی طرف سے اُسے کوئی حکم نہیں آتا۔ اگر دوسرے انتخاب میں "مے ار" بدلجائے۔ تو پولیس کا چیف بھی بدلجاتا ہے۔ امریکن پولیس کے اختیارات برٹش پولیس کی نسبت زیادہ ہوتے ہیں۔ ہر ایک پولیس مین کے پاس ایک ڈنڈا اور پستول ہوتا ہے انگریزی پولیس مین کے پاس ایک چھوٹا سا ہنٹر اور سیٹی ہوتی ہے + امریکن پولیس مین کو شوٹ (گولی مارنا) کرنے کا اختیار ہوتا ہے کینیڈین پولیس کو بھی شوٹ کرنے کا حق حاصل ہے۔ مگر امریکہ میں بے شمار سپاہیوں کو اس بات کا فخر حاصل ہے۔ کہ دوران ملازمت میں اُنہیں کبھی ڈنڈے کے استعمال کا موقعہ نہیں ملا +

ہندوستانی پولیس کے اختیارات بہت کم ہیں - ان کی شہادت کا بھی کوئی احترام نہیں ہوتا - مگر دیکھا جاتا ہے کہ جس ملک کی پولیس کم اور اُس کی عزت اور اختیارات زیادہ ہوں - وہاں کے لوگوں کا تمدن بلند ہوتا ہے +

دُنیا میں تیسرے درجہ پر جرمن پولیس ہے + بلجیئم - ناروے - سویڈن میں نہائت کم پولیس ہے - ان تینوں ممالک میں قانون کا بڑا احترام کیا جاتا ہے - لوگ نہائت شائستہ اور تعلیم یافتہ ہیں - چوری کی وارداتیں .... شاذو نادر ہی ہوتی ہیں - لڑائی جھگڑے کبھی دیکھنے میں نہیں آتے - صرف ٹریفک کے انتظام کے لئے پولیس بھرتی کیجاتی ہے + آئس لینڈ کے لوگ بڑے قانون پرست واقع ہوئے ہیں - ان کے تمام ممالک میں صرف دو پولیس مین ہیں - وُہ بھی محض راجدھانی کی خوبصورتی کے لئے رکھے گئے - انہیں مجرموں سے کبھی واسطہ نہیں پڑا - کیونکہ آئس لینڈ میں کبھی چوری نہیں ہوتی + لندن کا پولیس مین تو امن کا دیوتا سمجھا جاتا ہے - جہاں یہ ہو - وہاں کوئی تکلیف نہیں - یہ نہائت خوش طبع ہوتا ہے - کبھی نہیں گھبراتا - بڑے بڑے ہجوموں میں مَیں نے اِس سے راستہ پُوچھا ہے - نہائت لیاقت اور اطمینان سے یہ میرے ساتھ پیش آیا ہے - اسے شہر کے کونے کونے کی واقفیت ہوتی ہے - ....

.... مکمل فرشتہ نظر آتا ہے + بلجیئم کی پولیس کو اِتنے اختیارات حاصل ہوتے ہیں - کہ دُودھ اور خوراک کی چیزیں فروخت کرنے والوں کا مُلاحظہ کرے - بکری روک دیں اگر کوئی نقص ملے - مگر اِن ملکوں کی پولیس نہائت باادب ہوتی ہے - کبھی کسی کو بُلند آواز سے نہیں پکارتی - کسی مُشتبہ اِنسان کو بھی ادب کے ساتھ بُلاتی ہے + انگلستان میں سنہ ۱۸۲۹ء میں پولیس کا تعین ہُوا تھا - اُسوقت اِس سکیم کی سخت مخالفت ہُوئی تھی - کہا گیا تھا - کہ سوسائٹی کی برکت آزادی ہے - مگر پولیس اور آزادی دونو اکٹھے نہیں رہ سکتے + اِس سے ثابت ہوتا ہے - کہ کوئی بھی سکیم پیش ہو - اور وُہ کتنی ہی مُفید کیوں نہ ہو - اِس کی مخالفت ضرور ہوتی ہے +

محبت صرف اُن سے کی جاتی ہے - جن کی ہم دل سے تعظیم کرتے ہیں - یہ دونو لازم و ملزوم ہیں - ظالم یا جابر کی تعظیم اصل میں تعظیم نہیں ہے - وُہ صرف ضابطہ کی نمائشی دیانت داری ہے - محبت اور تعظیم دونوں میں ترقی کا بہت بڑا مادہ ہے - وُہ رات اور دن بڑھتے رہتے ہیں - اور جہاں ملائمت - انسانیت - مروت اور امن و امان کی پاک آب و ہوا میں ان کو پلنے کا موقعہ ملا - وُہ جلدی ہی بہت اُونچے قدو قامت کو حاصل کر لیتے ہیں +

ہم کو سوچ لینا چاہئے - کہ خوشی و سکھ کے حاصل کرنے کی بھی ایک حد ہونی چاہئے - اور خوشی کی آسودگی بھی کسی نہ کسی قسم کے قانون کے ماتحت ہے - اگر انسان اسقدر سمجھ لے - تو کبھی دھوکے میں نہ پڑے - نہ کسی کو نقصان و صدمہ پہونچائے - افراط کے طرف جانے والے ہی اوروں کا نقصان کرتے ہیں +

نہائت اہم اعداد و شمار

کُل دُنیا کا مجموعی رقبہ تقریبًا ۱۹ کروڑ ۵۵ لاکھ مُربع میل ہے۔ جس میں ۵ کروڑ ۵۵ لاکھ میل خشکی اور ۱۴ کروڑ مربع میل پانی ہے * ہندوستان رقبہ کے لحاظ سے سلطنت جرمنی سے دس گُنا۔ جاپان سے گیارہ گُناہ ہے۔ جزائر برطانیہ سے پندرہ گنا۔ اور فرانس سے نو گُنا بڑا ہے * آبادی کے لحاظ سے ہندوستان دُنیا کا پانچواں حصّہ ہے * اس کی آبادی امریکہ سے تگنی۔ اور فرانس سے ۸ گنا زیادہ یعنی ۳۵ کروڑ پچاس لاکھ ایک ہزار ننانوے نفوس ہے * ہندوستان کے موجودہ مذاہب تین قسم کے ہیں :۔ اوّل ہندی الاصل۔ دوم سامی الاصل۔ سوم ایرانی الاصل * ہندو دھرم۔ سِکھ مذہب جَین مت۔ بُدھ مت۔ اور قدیم باشندوں کے تمام مذاہب ہندی الاصل ہیں۔ اِسلام۔ عیسائیت اور یہودیت سامی الاصل ہیں۔ پارسی مذہب اِیرانی الاصل ہے۔ اِن تمام مذاہب کے پیروؤں کی علیحدہ علیحدہ تعداد حسب ذیل ہے :۔

(تقریبًا تعداد)

ہندو	۲۲۰۰۰۰۰۰۰	جَین	۱۲۴۸۱۸۲	یہُودی	۲۰۹۸۰
مسلمان	۷۷۵۰۰۰۰۰	بُدھ	۱۰۷۲۱۴۵۳	پارسی	۱۰۰۰۹۶
سِکھ	۳۰۱۴۴۶۶	عیسائی	۳۸۷۶۲۰۳	تُوہم پرست	۱۰۳۳۲۲۴۹

(بڑی بڑی سلطنتوں کی آبادیاں)

سلطنت برطانیہ	پچاس کروڑ	جاپان	نو کروڑ	چین	چالیس کروڑ
جرمن	چھ کروڑ پینتیس لاکھ	فرانس	چار کروڑ دس لاکھ	امریکہ	دس کروڑ ساٹھ لاکھ
ہسپانیہ	تین کروڑ اٹھارہ لاکھ	اطالیہ	چار کروڑ تیس لاکھ	"	"
رومانیہ	دو کروڑ	رُوس	سولہ کروڑ	"	"

(اِسلامی سلطنتوں کی آبادیاں)

ٹرکی	ایک کروڑ پینتالیس لاکھ	مِصر	ایک کروڑ پچاس لاکھ	حجاز	پینتالیس لاکھ
افغانستان	ایک کروڑ	اِیران	ایک کروڑ	عِراق	بتیس لاکھ

(بڑے بڑے ممالک کی آمدنیاں)

برطانیہ	[illegible]ی کروڑ پونڈ	رومانیہ	چار کروڑ پونڈ	اِیران	ساٹھ لاکھ پونڈ
فرانس	تیس کروڑ "	ٹرکی	تین کروڑ "	افغانستان	تیس لاکھ "
جرمنی	پچیس کروڑ "	مِصر	چار کروڑ "	عِراق	چالیس لاکھ "
اِٹلی	پندرہ کروڑ "	چین	بیس کروڑ "	بلجیم	چھ کروڑ "
رُوس	بیس کروڑ "	جاپان	اٹھارہ کروڑ "	یُونان	تین کروڑ "
ہسپانیہ	دس کروڑ "	امریکہ	اسی کروڑ "	آسٹریا	آٹھ کروڑ "

صنعت و حرفت

تجارت کی برکت

تجارت دولت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ تجارت اور کاروبار کے آگے کیمیاگری کی کچھ حقیقت نہیں۔ تجارت و کاروبار کے فوائد کا اندازہ مشرق کی ایک کہانی سے آپ اچھی طرح لگا سکیں گے:۔ قدیم زمانے میں ایک بڑا مشہور تاجر مال تجارت لیکر سوداگری کے لئے چلا۔ تو ایک بوڑھیا سے ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ کہ بڑی بی! تم بھی کچھ روپیہ دو۔ تو تجارت میں لگا دیا جائے۔ بڑھیا نے پوچھا۔ کہ نفع کس حساب سے ہوگا۔ تاجر نے کہا۔ کہ چھٹے مہینے سرمایہ دوگنا ہو جائیگا۔ بڑھیا نے ہنسی ہنسی میں ایک آنہ دے دیا۔ تاجر نے اپنے پاس رکھ لیا۔ وہ دور دراز ملکوں میں پھرتا پھرتا بارہ برس بعد واپس آیا۔ سوداگری میں واقعی اس کو اتنا نفع ہوا۔ کہ ہر چھٹے مہینے سرمایہ دوگنا ہو جاتا رہا۔ چنانچہ بڑھیا بھی اسکے پاس گئی۔ اور اس نے اپنا ایک آنہ نفع سمیت طلب کیا۔ تاجر نے حساب کر کے ۱۰ لاکھ ۴۸ ہزار روپے بڑھیا کے حوالے کئے۔ حساب یوں تھا۔ بارہ برسوں کی چوبیس ششماہیاں اور ایک آنہ کو چوبیس مرتبہ دوگنا کیا۔ تو نقشہ یہ ہوا:۔

پہلی ششماہی میں ایک آنہ سے دو آنہ
دوسری ششماہی میں دو آنہ سے چار آنہ
تیسری ششماہی میں چار آنہ سے آٹھ آنہ
چوتھی ششماہی میں آٹھ آنہ سے ایک روپیہ
پانچویں ششماہی میں ایک روپیہ سے دو روپیہ
چھٹی ششماہی میں دو روپیہ سے چار روپیہ
ساتویں ششماہی میں چار روپیہ سے آٹھ روپیہ
آٹھویں ششماہی میں آٹھ روپیہ سے ۱۶ روپیہ
نویں ششماہی میں سولہ روپیہ سے ۳۲ روپیہ
دسویں ششماہی میں ۳۲ روپیہ سے ۶۴ روپیہ
گیارھویں ششماہی میں ۶۴ روپیہ سے ۱۲۸ روپیہ
بارھویں ششماہی میں ۱۲۸ روپیہ سے ۲۵۶ روپیہ
تیرھویں ششماہی میں ۲۵۶ روپیہ سے ۵۱۲ روپیہ
چودھویں ششماہی میں ۵۱۲ روپیہ سے ۱۰۲۴ روپیہ
پندرھویں ششماہی میں ۱۰۲۴ روپیہ سے ۲۰۴۸ روپیہ
سولھویں ششماہی میں ۲۰۴۸ روپیہ سے ۴۰۹۶ روپیہ
سترھویں ششماہی میں ۴۰۹۶ روپیہ سے ۸۱۹۲ روپیہ
اٹھارھویں ششماہی میں ۸۱۹۲ روپیہ سے ۱۶۳۸۴ روپیہ
انیسویں ششماہی میں ۱۶۳۸۴ روپیہ سے ۳۲۷۶۸ روپیہ
بیسویں ششماہی میں ۳۲۷۶۸ روپیہ سے ۶۵۵۳۶ روپیہ
اکیسویں ششماہی میں ۶۵۵۳۶ روپیہ سے ۱۳۱۰۵۲ روپیہ
بائیسویں ششماہی میں ۱۳۱۰۵۲ روپیہ سے ۲۶۲۱۰۴ روپیہ
تیئیسویں ششماہی میں ۲۶۲۱۰۴ روپیہ سے ۵۲۴۲۰۸ روپیہ
چوبیسویں ششماہی میں ۵۲۴۲۰۸ روپیہ سے ۱۰۴۸۴۱۶ روپیہ

اس نقشہ سے ناظرین تجارتی و کاروباری ترقی اور منافع پر غور کریں +

تجارت کیلئے مارکیٹ کے علم کی ضرورت :- تجارت درحقیقت ایک ایسا مستقل فن ہے۔ جسکے حصول میں کافی وقت اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض عام تاجر تجارت صرف اس کو سمجھتے ہیں۔ کہ سرمایہ لگایا۔ ایک شے کسی ایسی جگہ سے خریدی۔ جو کم سے کم قیمت اور زیادہ سے زیادہ کمیشن پر مل سکے ....

...... اور اس کو زیادہ سے زیادہ کمیشن پر فروخت کر دیا۔ اور بس اسی کو کامیاب تجارت تصور کر لیا۔ حالانکہ اس قسم کے کاروبار کو اصول تجارت سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ یہ محض اتفاقات کے ہاتھ ہے۔ کہ اسطرح کے تاجروں کو نفع ہو جائے۔ اور یہی ہوتا ہے۔ کہ کبھی انہیں نفع ہو جاتا ہے۔ اور اکثر نقصان بھی رہتا ہے۔ منافع پر یہ لوگ اپنے تجربہ کی بڑائی کرتے اور شیخی بگھارتے ہیں۔ کہ دیکھو گذشتہ سال غلہ کی پیداوار زیادہ تھی۔ اور بارش کے آثار کم تھے۔ ہم نے یہ سمجھ کر کہ اس سال غلہ کم پیدا ہوگا۔ کھتے بھر لئے تھے۔ اب مالامال ہو گئے۔ اسطرح تجارت کی جاتی ہے عقل سے کام لیں تو اسطرح منافع ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ + لیکن اگر انہیں کسی وجہ سے نقصان ہو جائے۔ تو بس قسمت کے سر الزام تھوپ دیتے ہیں۔ کہ دیکھئے۔ ہم نے کس قدر محنت اور کوشش سے کام کیا۔ سرمایہ لگایا۔ مگر قسمت کا کیا علاج۔ نتیجہ برعکس نکلا۔ اور بدقسمتی نے ڈبو دیا۔ نقصان ہو گیا +

یوں تو ظاہر ہے "فن تجارت" کی باضابطہ تعلیم ہے۔ جو حاصل کرنیکے بعد ہی کامیاب تاجر بنتے ہیں۔ اور سکول اور کالجوں سے باقاعدہ تجارتی سرٹیفکیٹ و ڈگریاں حاصل کی جاتی ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ بازار خود ایک ایسی تجربہ گاہ ہے۔ جہاں اسکول اور کالج سے کہیں زیادہ اچھی اور سستی تعلیم ملتی ہے۔ اسکول اور کالجوں کے سند یافتہ بھی جب تک تجربہ حاصل نہ کریں۔ ماہر تاجر نہیں بن سکتے۔ بازار حقیقت میں مستقل و بہترین تجربہ گاہ ہے۔ یہاں وہ تجربہ اور تعلیم ملتی ہے۔ اور تجارتی حالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ جو کہیں نہیں ہوتا۔ مارکیٹ کی حالت کی دیکھ بھال سے جو فائدہ **تجارت** کے فروغ میں ملتا ہے۔ وہ نہ تو اشتہار کے ذریعہ ہو سکتا ہے نہ ذاتی فروخت۔ اور نہ فروخت کی ترقی کے کسی شعبہ سے ہو سکتا ہے +

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ایک شخص کو مارکیٹ (بازار) کی تشخیص کرنا ہوتی ہے۔ ہر ایک شے کی دیکھ بھال کرنا ہوتی ہے۔ کہ مختلف بازاروں میں کیا کیا نرخ ہیں۔ اور اسی قسم کی تمام معلومات حاصل کیجاتی ہیں۔ مثلاً کسی خاص شے کیلئے دریافت کیا جائے۔ تو یہ دیکھنا ہوگا۔ کہ اس قسم کی مختلف سائز کی اور مختلف نمونوں کی اسی نام کی چیزیں مختلف بازاروں میں کن نرخوں پر فروخت ہو رہی ہیں۔ پھر اسکے اندازے کے بعد ان سب سے الگ ایک خاص ڈیزائن اسی نام کی شے کا اپنے مارکیٹ کے لئے تجویز کرنا ہوگا۔ اور اسطرح سب سے علیحدہ ہو کر اس کو کامیاب بنایا جائے گا۔ جو ظاہر ہے کہ بہت کم مدت میں سب پر فوقیت حاصل کر سکتا ہے۔ گویا تجارت میں سب سے پہلے یہ اندازہ کرنا ہوتا ہے۔ کہ بازار میں مختلف اشیاء (جن کی

تجارت مقصود ہے) کے نرخ اور ان کے حالات کیا ہیں۔ تمام و کمال علم ان کے متعلق پہلے حاصل کر لیا جائے۔ اسکے بعد کاروباری حیثیت سے قدم اٹھانا مفید ہوتا ہے۔ یہ امر اصول تجارت کے قطعی خلاف ہے۔ جو سامان جہاں سے ملا یہ سمجھ کر کہ اس کو کہیں نہ کہیں کسی بازار میں نفع حاصل کر کے فروخت کر ہی لینگے۔ بلکہ اس میں منافع شاذ اور اتفاقیہ ہیں۔ اور اکثر نقصان ٭

مارکیٹ کا اندازہ کرنے سے یہ نہایت آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کیا کیا اشیاء کہاں کہاں قابل فروخت ہیں۔ اور اس کے نرخ کس کس حیثیت سے کیا کیا ہیں؟ پھر اس میں اپنے حالات کے مطابق جہاں ان کی تجارت کرنا ہے۔ یہ دیکھا جا سکتا ہے۔ کہ کسی قسم کی معمولی سی تبدیلی یا جدت سے نرخ اور صفت میں زیادہ ترقی ہو سکتی ہے۔
ڈیزائن کو سمجھ کر اس میں جدت پیدا کرنے کے لئے تمام قریبی بازاروں کا اندازہ اشد ضروری ہوتا ہے۔ اور جب پورا اندازہ ہو جاتا ہے۔ تو کوئی امکان نقصان کا نہیں رہتا۔ یہ امر یقینی ہے۔ کہ کسی مال کی نکاسی پر اسکے ڈیزائن کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ معمولی سے ڈیزائن کے فرق سے نرخوں میں بہت کچھ فرق پڑ جاتا ہے۔ اور ڈیزائن کی جدت سے ایک معمولی شے اعلےٰ سے ڈیزائن کا مقابلہ کرنیکے قابل ہو جاتی ہے۔ اس طرح نقصان کا امکان شاذ ہی ہوتا ہے۔ ورنہ ۹۹ فیصدی سے بھی زیادہ کامیابی اور منافع کی امید ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر ایک شے کسی تاجر نے تیار کی۔ اور بازار میں مقررہ نرخ پر اس کی نکاسی نہیں ہوتی۔ یا کم منافع پر ہوتی ہے۔ اور محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ تو تاجر مذکور فوراً اس کے ڈیزائن میں تھوڑی سی تبدیلی کرا سکتا ہے۔ اور مارکیٹ میں اسی شے کو نئی بنا کر قیمت کے معمولی فرق سے آسانی کے ساتھ منافع حاصل کر کے فروخت کر سکتا ہے۔ اسطرح کبھی نقصان نہیں ہو سکتا۔ اسکے لئے ایک تاجر کو مارکیٹ کے نرخ ڈیزائن اور تمام حالات پر پورا عبور ہونا چاہئے۔ غرض ایک کامیاب تاجر کے لئے مارکیٹ کا علم لازمی ہے۔ بغیر اسکے ہر تجارت "اندھی تجارت" کہلائے گی۔ کہ کبھی اتفاق سے فائدہ پہونچا۔ اور کبھی نقصان ٭

مٹی سے سونا کیسے بنتا ہے؟

ایک راجکمار تپ دق سے بیمار تھے۔ دایاں پھیپھڑا بہت خراب تھا۔ دن میں کئی دفعہ تھوک کے ساتھ خون بھی آتا تھا۔ ڈاکٹری و دیگر علاج کر کے عاجز آ چکے تھے۔ مایوس ہو کر میرے پاس آئے۔ میں نے علاج کا وعدہ کیا۔ دیگر ادویات کے ساتھ میں "کشتہ موتی" بھی کھلانا چاہتا تھا کیونکہ موتی میں "کیلسیم اور گولڈ کلورائیڈ" کافی ہوتا ہے۔ اور یہ دونو چیزیں تپ دق کے مریض کے لئے اکسیر ہوتی ہیں۔ بغیر سوراخ کے خشخاش کے دانہ کے برابر باریک موتی پچیس تیس روپیہ فی تولہ مل جاتے ہیں۔ اور عام طور پر وید حکیم ان کا کشتہ ہی تیار کرتے ہیں۔ ان ننھے موتیوں میں کیلسیم تو ضرور ہوتا ہے۔ لیکن گولڈ کلورائیڈ کی مقدار ان میں برائے نام ہوتی ہے۔ اسلئے دانا وید یا حکیم سنہری جھلک والے موٹے موتیوں

کا ہی کُشتہ تیار کرتے ہیں۔ کیونکہ سُنہری جھلک محض سونے کے باعث ہی ہوتی ہے۔ پہاڑوں کا سونا دریاؤں کی راہ جب سمندر میں جاتا ہے۔ تب سونا نمک کے زیر اثر "گولڈ کلورائڈ" بن جاتا ہے۔ اور سیپ کا کیڑا اس مصالحہ سے موتی بناتا ہے۔ میں عمدہ موتی خریدنے کے لئے راجکمار جی کے اہلکاروں کے ساتھ بمبئی گیا۔ اور تمام موتیوں کے سوداگروں کے پاس گھوما میری پسند کے موتی ڈیڑھ ہزار روپیہ فی تولہ سے کوئی بھی کم نہ لیتا تھا۔ اہلکار اس قیمت پر خریدنے کو تیار تھے لیکن میرا دل نہیں مانتا تھا کیونکہ اس مریض کو کم از کم میں نے پانچ چھ تولہ "کُشتہ موتی" کھلانا تھا۔ تب جان بچ سکتی تھی۔ اتنے موتی قریباً دس ہزار روپیہ میں آتے۔ لیکن اہلکار کہتے تھے۔ فی الحال ایک تولہ موتی خرید لیں۔ اگر ان سے فائدہ معلوم ہوا۔ تو اور خرید دیں گے۔ لیکن میں جانتا تھا۔ کہ ایک تولہ سے کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ تمام دن اسی طرح گذر گیا۔ اور میں دل میں سوچ رہا تھا۔ کہ ایسی صورت میں علاج کرنے سے مجھ کو انکار کر دینا چاہئے۔ تاکہ میں اس ذمہ واری سے بچ جاؤں۔ یہ سنہ ۱۹۲۴ء کا واقعہ ہے۔ دوسرے دن میں بمبئی کے اُس علاقہ سے گذر رہا تھا۔ کہ جہاں موتیوں میں سوراخ کئے جاتے ہیں۔ میں یہاں کھڑا ہو گیا۔ کل جیسے میں نے موتی دیکھے تھے۔ اُن سے بھی زیادہ قیمتی موتیوں میں سُوراخ ہو رہے تھے۔ ایک ایک موتی پانچسو اور ہزار روپیہ کا تھا میں سوچ رہا تھا۔ کہ اگر ان موتیوں کا کُشتہ میں اپنے مریض کو دے سکتا۔ تو لازمی طور پر وُہ صحت یاب ہو جاتا لیکن اتنے قیمتی موتیوں کو خریدنا ناممکن ہے۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا۔ کہ میری نظر ان موتیوں کے چورا کی طرف گئی۔ جو کہ سُوراخ کرتے ہوئے موتیوں سے برآمد ہوتا تھا۔ میرے دل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ میں نے اپنے ہمراہی اہلکاروں کو کہا۔ کہ میں ان موتیوں کا چورا خریدنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس چورا کی قیمت دس روپے پیش کی۔ دوکانداروں نے مجھ سے بیس روپے طلب کئے۔ میں نے بیس روپے دیکر وُہ تمام چورا سمیٹ کر وزن کیا۔ تو وُہ قریباً ایک پاؤ نکلا۔ میں بہت خوش تھا۔ کہ اس قدر قیمتی موتیوں کا چورا مجھ کو صرف بیس روپے میں مل گیا۔ میں دوسرے دن ہی واپس لاہور آگیا۔ اور اس موتیوں کے چورا کو سنگ یشب کے کھرل میں ڈال کر عرق گلاب کے ساتھ پندرہ دن تک کھرل کراتا رہا۔ "کُشتہ موتی" تیار تھا۔ دیگر ادویات کے ہمراہ دو تولہ کے قریب "کُشتہ موتی" راجکمار صاحب نے کھایا۔ اور وُہ تندرست ہو گئے۔ اور وُہ ابتک تندرست ہیں ✤ ان کے علاوہ مختلف امراض میں اور کئی مریضوں کو یہ "کُشتہ موتی" کھلا چکا ہوں۔ نہایت ہی مُفید ثابت ہُوا ✤ تب سے ہی میں سوچتا ہوں۔ کہ ہندوستان . . . . . اور ہندوستان سے باہر جہاں بھی موتی چھیدے جاتے ہیں۔ اُن کا برادہ جمع کر کے اگر ملک کے نوجوان ان کا کُشتہ بنا کر ملک کے نامور وَیدیا حکیموں کے پاس بیچ دیا کریں۔ تو عظیم فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اور مریض کو بھی اصل چیز مُیسّر آسکتی ہے۔ اور قیمت بھی کم لگ سکتی ہے۔ موتی چھیدنے والوں کے لئے یہ چیز بیکار ہے۔ اسلئے جو رقم بھی اس چورا کی اُن کو ملے گی۔ وُہ مُفت کا منافع سمجھیں گے۔ اس لئے بظاہر اس بیکار چیز سے بھی فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ جو کہ درحقیقت نہایت کارآمد دوا ہے۔

لاکھ کا سونا کیسے بنا؟

پارس پتھر کی کھوج شروع سے انسان نے ایسی کی۔ کہ اگرچہ پارس پتھر تو اُسکے ہاتھ نہ آیا لیکن کیمیائی علم سے اُس نے مٹی کو بھی سونے میں تبدیل کر دیا۔ میں بھی ایک دن ایک ڈبہ ہاتھ میں لئے ہوئے تھا۔ اسپر سُنہری حروف کندہ تھے۔ اور سُنہری رنگ میں رنگا ہُوا تھا۔ میں نے سوچا۔ اسپر سونے یا پیتل کا مُلمع کر دیا ہوگا۔ لیکن پھر خیال آیا۔ ٹین پر نہ تو سونا چڑھ سکتا ہے نہ پیتل۔ یہ سُنہری حروف کس چیز سے لکھے گئے۔ اور اگر سونا یا پیتل چڑھا ہوتا۔ تو ڈبہ اتنا سستا کیونکر ہو سکتا تھا۔ میرا دماغ کچھ فلسفی واقع ہُوا ہے۔ اسی سوچ میں سرگردان رہنے لگا۔ ہر ایجاد معمُولی بات سے ظہُور میں آتی ہے۔ میں نے ہزاروں سے اس کا ذکر کیا۔ لیکن جواب ندارد۔ ایک دن سیر نہ باٹلی بائی کا ایک نرخنامہ ملا۔ جس میں لکھا تھا۔ "لیکر LACQUER" سُنہری۔ میں کیا جانتا تھا۔ یہ کیا بلا ہوتی ہے۔ ایک اونس بطور نمونہ منگوائی۔ قیمت نقد تین روپے خرچ کی۔ "لیکر" کی بوتل میرے پاس پہونچی۔ اور آزمائی گئی۔ میری خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ وُہی چیز جس کی میں تلاش میں تھا۔ مل گئی (گوہر مقصود ملنے پر کیسی خوشی ہوتی ہے)۔ لیکن اب میں یہ جاننے کی خواہش کرنے لگا۔ یہ کیسے بنتا ہے؟ بہت مُطالعہ کے بعد آخر مجھے معلوم ہُوا۔ "یہ سونا تو لاکھ سے بنا ہے۔" واقعی کیمیا گروں نے پارس پتھر پا لیا۔ سُنہری رنگ بنایا۔ اور اپنی جیب بھی سونے سے بھر لی۔

یہ کہانی نہیں۔ آپ بیتی داستان ہے۔ اب یہ راز مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ بہت محنت کے بعد اب میں نے اس کے سب راز سمجھ لئے ہیں۔ **لاکھ واقعی لاکھوں پیدا کرنے کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔** اگر لاکھ کا استعمال ہمارے نوجوانوں کو بھی معلوم ہو سکے۔

لاکھ کے مُتعلق تحقیقات کرنے والے محکمہ نے اسکے فوائد کے سلسلہ میں کئی ایک پمفلٹ تقسیم کئے ہیں۔ مندرجہ ذیل نسخہ آزمودہ ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز بھی بنا کر کاروبار شروع کیا جائے۔ تو جہاں مُلک کے نوجوان بھائیوں کی بیکاری دُور ہو سکتی ہے۔ وہاں مُلک کا دوسرے مُلکوں میں روپیہ برباد ہونے سے بچ جائیگا۔ زمانہ قدیم میں لاکھ کا استعمال چارپائیوں کے لئے کیا جاتا تھا۔ اب لاکھ ہر جگہ کام دیتی ہے۔

مُہروں پر لگانے والی لاکھ کی بتّی "۔ بازار سے چپڑا لاکھ ۱۲۔ اونس۔ تارپین $\frac{1}{4}$ ۱ اونس۔ رال ۴۔ اونس۔ سندھور $\frac{1}{2}$۔ اونس "۔ پنساری کی دوکان سے خریدیں۔ چپڑا لاکھ۔ تارپین و رال تینوں کو کڑاہی میں ڈال کر پگھلالیں۔ پگھلنے پر سندھور شامل کرکے خُوب گھوٹیں۔ جب سب یک جان ہو جاوے۔ تو سانچوں میں ڈال کر جما لیں۔ مُہر لگا کر فروخت کریں۔

شیشہ پر لکھنے کی سیاہی۔ عام سیاہی و رنگ روغن شیشہ پر لکھنے میں کام نہیں دے سکتے۔ صرف

مندرجہ ذیل سیاہی کام دیتی ہے۔ جو کہ پائیداری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی :- "چپڑا لاکھ ایک حصہ سُہاگہ بریاں
ایک حصہ۔ کاجل ۱/۲ حصہ" + پہلے سُہاگہ کو تھوڑے سے پانی میں ڈال کر اُبالیں۔ اُبلتے ہوئے پانی میں لاکھ
پیس کر ڈال کر اُبالتے رہیں۔ بعدہٗ کاجل ملا کر گھوٹیں۔ سیاہی تیار ہے۔ اگر کاجل نہ ملائیں۔ تو یہی کا[illegible] وارنش
کا کام دے سکتا ہے۔ بڑھیا چمکدار وارنش ہو گا +

خراد پر لکڑی چڑھا کر روغن کرنا۔ یہ پیشہ عام خرادیئے اختیار کئے ہوتے ہیں۔ روغن بنے
..... بنائے بازار سے مول لیتے ہیں۔ (روغن بنانے کی ترکیب یہ ہے :-) لاکھ کو کسی کڑاہی میں گرم کریں
پگھلی ہوئی لاکھ میں سندرس بھی ڈال کر پگھلا دیں۔ پھر اس میں مندرجہ ذیل رنگوں میں سے کوئی سا رنگ جو
کرنا مقصود ہو۔ ملا کر اتنا گھوٹیں۔ کہ یک جان ہو جاوے۔ اب سانچوں میں بھر کر جمالیں۔ یہ سانچے پانچ پانچ
انچہ لمبے ہونے چاہئیں +

جدید طریقہ کے لاکھ کے روغن تیار کرنا۔ لاکھ سپرٹ میں حل ہو جاتی ہے بس اسی بنیادی
خصوصیت کو لیکر جدید طریقہ کے روغنیات بنائے جاتے ہیں +

لکڑی پر کرنے کا اعلیٰ روغن :- "چپڑا لاکھ یا دانہ لاکھ ایک اونس۔ سندرس ۱/۴ اونس"
لے کر ایک پنٹ سپرٹ میں ڈالیں۔ اور بوتل کا کارک مضبوطی سے بند کر کے دھوپ میں رکھ چھوڑیں۔ وقتاً فوقتاً
ہلاتے رہیں۔ وارنش تیار ہو جائیگا +

لاکھ سے ٹین کیلئے بڑھیا سنہری رنگ - "چپڑا لاکھ ۴ اونس۔ سندرس ایک اونس
رومی مصطگی ایک اونس" لیکر سپرٹ میں بطور سابقہ حل کریں۔ اسکے بعد اس میں پسی ہوئی ہلدی یا کیسر ملا دیں۔ سپرٹ
ہلدی کا رنگ جذب کر لیگی۔ یہ وارنش پیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ حسب ضرورت کیسر کی مقدار ڈال کر سرخی مائل بھی کیا جا
سکتا ہے۔ ٹین پر کرنے سے یہ وارنش بالکل سنہری ہوگا + (**نوٹ** "یہی وارنش تھا۔ جو تین روپے اونس کے بھاؤ
سے آیا تھا۔ یہاں میرے زیادہ سے زیادہ آٹھ آنے خرچ آئے۔ اور پھر اُس سے بھی بڑھیا بن گئی تھی یہی نسخہ کئی ایک اعلیٰ
رنگ دے سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل رنگ ہلدی کی جگہ استعمال کر سکتے ہیں۔ لاجورد (پرشن بلو) اور نارنجی رنگ ہری
رنگ ہے"

امرتسر میں مندرجہ ذیل کام وسیع پیمانے پر شروع ہو چکا ہے۔ اور کافی آمدنی کا موجب بن رہا ہے۔ یہ بھی لاکھ کا
کرشمہ ہے۔ "کرنڈ پتھر" (EUIERY STONE) بازار سے مل سکتا ہے۔ بڑا سخت ہوتا ہے۔ ہتھوڑے سے
بھی نہیں ٹوٹتا۔ اُس کا پوڈر لے لو یا خود بنا لو۔ اب لاکھ ایک کڑاہی میں گرم کرو۔ اور یہ پوڈر اُس میں ملا دو۔ خوب تھوڑا
کر سانچوں میں بھر دو۔ یہ لوہاروں کے لئے پتھری بن گئی۔ ہزاروں کی تعداد میں فروخت ہو رہی ہے۔ ولایت میں

لاکھ سے پیالے۔ برتن اور دیگر چیزیں بھی تیار ہو رہی ہیں۔ لیکن ہندوستان میں ابھی تک ان چیزوں کے بنانے میں لاکھ کا استعمال نہیں ہوتا۔ کیونکہ ابھی تک اس کی ساختہ چیزوں میں نقص دور نہیں ہوئے۔ سٹیم کے گرم شدہ پریسوں میں چیزیں بنائی جاسکتی ہیں۔ ایک دو جگہ تجربات بھی کئے گئے ہیں۔ بجلی کے کاموں میں یہ پہلے بھی اور اب بھی استعمال ہوتی ہے ✦ ابرک کے ٹکڑے اسکے ذریعے پریس میں دبا کر جوڑے جاتے ہیں۔ جو بہت عمدہ انسولیٹر کا کام دیتے ہیں۔ یہ کام کچھ سرمایہ چاہتے ہیں۔ اور کچھ ٹریننگ بھی۔ اگر نوجوان اوپر دیئے ہوئے کسی ایک کام کو ہاتھ میں لیں۔ تو کافی کاروبار چلا سکتے ہیں ✦

موٹروں کے ہڈ کے لئے وارنش :- "سپرٹ ۱۰۰ حصہ۔ شیلاک (چپڑا لاکھ) ۱۲ حصہ۔ وینس تارپین ۹ حصہ۔ رال ۵ حصہ۔ مشک کافور ۵ حصہ۔ تارپین کا تیل ۲۰ حصہ۔ اینڈی کا تیل ½ حصہ۔ السی کا تیل ½ حصہ" ✦ پہلے لاکھ۔ رال۔ تارپین و مشک کافور کو سپرٹ میں حل کرو۔ پھر اس میں تینوں تیل شامل کرو۔ اعلےٰ درجہ کا وارنش تیار ہوگا ✦

ٹین کے لئے لاکھ کے روغن :- (۱) "بٹن لاکھ ۵۶ پونڈ۔ منیلا کوپال (ایک قسم کی رال ہے) ۱۲ پونڈ رال ۴ پونڈ۔ ہلدی ۱۲ پونڈ۔ سپرٹ ۲۱ گیلن" ✦ (۲) "سندرس ۱۵ پونڈ۔ کینیڈا بالسم ۸ پونڈ۔ مصطگی رومی ۸ پونڈ۔ تارپین ۲۴۰ پونڈ۔ ہلدی ½ ۱ پونڈ۔ کیسر (زعفران) ۴۰ پونڈ" بہت ہی عمدہ سنہری وارنش تیار ہوگا ✦

یہ سب کام بہت ہی تھوڑے سرمائے سے چل سکتے ہیں۔ اگر اچھا سرمایہ لگ جائے۔ اور کچھ تجربہ بھی حاصل کر لیا جاوے۔ تو سچ مچ لاکھ سے سونا بنایا جاسکتا ہے۔ ضرورت صرف اس طرف رجوع کرنے کی ہے ✦

فالسہ کی کاشت

پنجاب کے پھلدار پودوں میں سے **فالسہ** کو ابھی تک زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہوئی۔ یہ عام طور پر شہروں کے قرب و جوار میں کاشت کیا جاتا ہے۔ جہاں اس کا پھل جلدی فروخت ہو جاتا ہے۔ اس کا پکا ہوا پھل زیادہ عرصہ تک ذخیرے میں نہیں رکھا جاسکتا۔ اور ایک دو دن میں ہی خراب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ باوجود ان باتوں کے "فالسے" کا پودا کافی سخت جان ہے۔ پانی اور کھاد کم چاہتا ہے۔ ہر قسم کی زمین میں ہو سکتا ہے۔ اور بہت جلدی کافی پھل دینا شروع کر دیتا ہے۔ ہر قصبے اور گاؤں میں بہ آسانی فروخت ہو جاتا ہے۔ اور کیڑے اور دیگر بیماریاں بھی اس کو مقابلتاً کم نقصان پہنچاتی ہیں۔ اس پر خرچ کاشت بھی کم آتا ہے۔ پنجاب میں اسوقت اس کے زیر کاشت رقبہ بہت کم ہے۔ لائلپور۔ گورداسپور اور کئی دیگر سرکاری فارموں پر گذشتہ چھ سال کے تجربات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے۔ اگر فالسہ کی کاشت و نگہداشت اچھی طرح کی جائے۔ تو اس سے اتنی ہی آمدنی ہو سکتی ہے جتنی کہ اکثر دیگر پھلدار پودوں سے ہوتی ہے۔ اسلئے اس کی

طرف لوگوں کو بہت زیادہ توجہ دینی چاہئے ×

آب و ہوا اور زمین :- فالسہ کا پودا ایک چھوٹی سی جھاڑی ہوتی ہے جس کی ہر سال پت جھڑ ہوتی ہے اگر سال بہ سال شاخ تراشی نہ کی جائے۔ تو کافی بڑا درخت ہو جاتا ہے۔ فالسہ ہر قسم کی زمین میں ہو سکتا ہے۔ حالانکہ بہت سے دیگر پھلدار پودوں میں یہ خاصیت نہیں پائی جاتی۔ بہت ریتلی یا بہت سخت زمین میں جس میں دیگر پھلدار درخت یا فصلیں نہ ہوتی ہوں۔ یہ بہت اچھا ہو جاتا ہے۔ جہاں دوسرے پودے نہ ہوتے ہوں۔ وہاں بھی یہ پودا ہو۔ تو بہت اچھا ہو جاتا ہے۔ لیکن پھل کسی قدر کم لگتا ہے۔ گویا کافی سخت جان ہے لیکن یاد رہے۔ کہ اگر اسے بھاری زمین میں لگایا جائے۔ تو اس سے بہت زیادہ پھل حاصل ہوتا ہے۔ پنجاب کے میدانوں میں گہری زمین جس میں کنکر کی تہیں یا کلر کے قطعے نہ ہوں فالسہ کی کاشت کے لئے نہایت موزون خیال کیجاتی ہے۔ یہ پودا کیا گرم۔ کیا مرطوب۔ تمام علاقوں میں یکسان پھلتا پھولتا ہے ×

افزائش نسل " فالسے کا پودا " بیج یا قلم سے تیار کیا جاتا ہے۔ تجارتی نقطہ نگاہ سے بیج والا طریقہ سستا اور آسان ہے۔ کیونکہ قلم عموماً مشکل ہوتی ہے۔ تازہ پھلوں سے بیج اکٹھے کرکے جولائی۔ اگست میں پنیری بودی جاتی ہے۔ عام طور پر تو بیج کا چھٹا دے دیا جاتا ہے لیکن بہتر طریقہ یہ ہے۔ کہ بیج دو دو تین تین انچ کے فاصلہ پر قطاروں میں لگائے جائیں جن کا فاصلہ ۹ سے ۱۲ انچ ہو۔ تاکہ نلائی اور گڈائی آسانی کے ساتھ ہو سکے۔ آئندہ موسم بہار یعنی ماہ فروری میں پود ذخیرے میں سے اکھاڑ کر باغ میں مستقل جگہ لگادی جاتی ہے ×

پود لگانا :- باغ میں " فالسے " کے پودے مربعہ طریقہ کے مطابق دس دس فٹ کے فاصلے پر لگائے جاتے ہیں اس حساب سے ایک ایکڑ میں تقریباً ۴۳۵ پودے لگتے ہیں۔ اچھی پیداوار حاصل کرنیکے لئے زمین کی تیاری اور گڑھوں میں کھودنے میں بہت احتیاط کرنی چاہئے۔ زمین کو اچھی طرح جوت کر جڑی بوٹیوں سے صاف کر لینا چاہئے۔ تین فٹ چوڑے اور تین فٹ گہرے گڑھے سیدھی قطاروں میں کھود لینے چاہئیں۔ اور پودے لگانے سے چند دن پیشتر ان کو مٹی سے بھر کر پانی دے دینا چاہئے۔ تاکہ زمین اچھی طرح بیٹھ جائے۔ پودا لگاتے وقت چھوٹا سا سوراخ کرنا چاہئے۔ جس میں پودے کی جڑیں سیدھی آجائیں۔ پودے کے گرد زمین کو آہستہ آہستہ مگر اچھی طرح دبا دو۔ اور خیال رہے۔ کہ اسوقت زمین زیادہ گیلی نہ ہو بلکہ ایسی ہو۔ کہ ڈھیلے کو ہاتھ میں دبانے سے بھر بھری ہو جائے۔ پودے لگانے کے بعد فوراً پانی دے دینا چاہئے ×

آبپاشی وغیرہ - چونکہ پودوں کا درمیانی فاصلہ تھوڑا ہوتا ہے۔ اسلئے فالسہ کے پودوں کی درمیانی خالی جگہ پر دیگر فصلیں زیادہ عرصہ تک کاشت نہیں کی جاسکتیں۔ البتہ پہلے ایک دو سال تک چھوٹے قد کی سبزیاں یا مٹر چنوں وغیرہ جیسی پھلی دار اجناس کاشت کرنا مفید ہوتا ہے۔ فالسہ بیشک خشک سالی کی برداشت اچھی طرح کر سکتا ہے۔ اور بہت سے دیگر پھلدار پودوں کی طرح کثرت سے پانی نہیں لیتا۔ لیکن اگر پانی اچھا ہوا اور باقاعدہ

آتا ہے۔ تو فصل کو نقصان نہیں ہوتا بلکہ فصل بہت اچھی ہوتی ہے۔ عام طور پر موسم بہار سے لیکر موسم باران تک ہر پندرہ بیس دن کے بعد اور سال کے باقی حصے میں چار سے چھ ہفتہ کے بعد پانی دینا چاہئے۔ گو آبپاشی کی تعداد زمین آب وہوا۔ پودے کی عمر اور بارش کے مطابق ہوگی۔ ہر آبپاشی کے بعد نلائی کرنی چاہئے۔ تاکہ زمین میں نمی قائم رہے۔ اور جڑی بوٹیاں جو زمین میں سے نمی اور خوراک جذب کرتی رہتی ہیں۔ نکل جائیں +

پودوں کی شاخ تراشی:۔ شاخ تراشی کے طریقے کے متعلق مختلف رائے ہے۔ بعض لوگ تو انکی شاخ تراشی کرتے ہی نہیں۔ اور بعض لوگ پودوں کو ہر سال زمین کے برابر سے کاٹ دیتے ہیں۔ شاخ تراشی کا بہترین طریق معلوم کرنے کے لئے۔ لائل پور۔ گورداسپور اور چند دیگر سرکاری فارموں کے باغوں میں گذشتہ تین سال تک تجربہ کیا گیا تھا۔ جس کے نتائج بہت دلچسپ اور مفید ہیں۔ جن پودوں کو زمین سے تین چار فٹ اونچا کاٹا گیا تھا۔ اُن سے تمام حالات میں سب سے زیادہ پیداوار ہوئی ہے۔ سنہ ۱۹۲۳ء میں اُن کی اوسط پیداوار بیس پونڈ فی پودا تھی۔ اور جن پودوں کو زمین سے ڈیڑھ دو فٹ زمین سے اونچا کاٹا گیا تھا۔ اُن کی ۱۱ پونڈ فی پودا تھی۔ اور جو زمین کے برابر کاٹے گئے تھے۔ اُن کی ۴½ پونڈ فی پودا۔ اور جن پودوں کی شاخ تراشی بالکل نہیں کی گئی۔ اُن کی پیداوار ۴ پونڈ فی پودا رہی۔ پودوں کی نباتی بڑھوتری کے تجربے سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ چونکہ پھل نئی شاخوں پر لگتا ہے۔ اسلئے جتنی نئی شاخیں زیادہ ہونگی۔ اتنا ہی پھل زیادہ لگنا چاہئے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ جن پودوں کی شاخ تراشی نہیں کی گئی تھی۔ ان درپودوں کی نسبت جو زمین سے تین چار فٹ اونچے کاٹ دیئے گئے تھے۔ نئی شاخوں کی تعداد تو قدرے زیادہ تھی۔ لیکن وہ شاخیں مقابلتہً کمزور نظر آتی تھیں۔ تھوڑی پیداوار کی وجہ بھی شاید یہی ہو۔ اگر فالسے کے پودوں کو اتنا اونچا بڑھنے دیا جائے۔ کہ وہ درختوں کی صورت اختیار کریں۔ تو اس کا بھاری نقصان یہ ہوگا۔ کہ پھل اُتارنے پر زیادہ خرچ آئے گا۔ اسلئے پھل اور پیداوار اُتارنے میں کفایت شعاری کے لحاظ سے جنوری میں پودوں کو زمین سے تین چار فٹ کی اونچائی پر سے کاٹ دینے کی سفارش کی جاتی ہے +

کھاد دینا۔ گو "فالسہ" کا درخت کافی سخت جان ہوتا ہے۔ اور کھاد کے بغیر گذارہ کرسکتا ہے لیکن دیگر تمام پھلدار درختوں کی طرح ہر سال کھاد دینے سے اس کی پیداوار کافی بڑھ جاتی ہے +

پیداوار:۔ "فالسے" کو ویسے تو دوسرے سال پھل آنا شروع ہوجاتا ہے۔ لیکن اچھی فصل تیسرے سال حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے۔ لائل پور میں چار سالہ پودوں سے جنکی شاخ تراشی بہترین طریق کیمطابق کیگئی تھی۔ اوسط پیداوار فی پودا بیس پونڈ حاصل ہوئی ہے۔ گو ایک پودے کی پیداوار تیس پونڈ تک پہونچگئی تھی۔ لیکن اگر اوسط پیداوار فی پودا دس پونڈ ہو۔ تو بھی کافی آمدنی ہونے کی اُمید ہے +

دلچسپ سائنٹفک نوٹ

کپڑا سینے کی مشین کا موجد

"کپڑا سینے کی مشین کا موجد" "الیاس" نامی ایک امریکن تھا۔ جو امریکہ کے ایک قصبہ کیمبرج کا رہنے والا تھا۔" الیاس " ایک ذہین اور محنتی نوجوان تھا۔ اور کسی کارخانہ میں مُلازم تھا۔ اُسکی تنخواہ بہت قلیل تھی۔ اِسلئے اُس کی بیوی کو بچّوں کے کپڑے سینے کے لئے تمام رات جاگنا پڑتا تھا۔ "الیاس" کے دِلمیں خیال گذرا۔ کہ تمام غریب عورتوں کو کپڑے اپنے ہاتھ سے سینے پڑتے ہیں۔ اور اُن کو سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ وقت بھی بہت ضائع ہوتا ہے۔ بہتر ہے۔ کہ اُن کی محنت کم کرنے کے لئے ایک ایسی اِیجاد کی جائے۔ جو کپڑے پر سُوئی چلائے۔ چنانچہ اُس نے مشین بنانی شروع کر دی۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد اُس نے مشین کو مکمّل کر دیا۔ پہلے پہل ایسی سُوئی کا استعمال کیا۔ جو دونو طرف سے نوکدار تھی۔ اور ناکہ درمیان میں تھا۔ لیکن اِسطرح ڈورا بہت جلدی ٹوٹ جاتا تھا۔ اِس نُقص کو دُور کرنیکے لئے اُس نے ایک کے بجائے دو ڈورے لگائے۔ ایک کو مچھلی میں سے اور دُوسرے کو سُوئی کے ناکہ میں سے گذارا....

سوئی کی نوک ذرا خم دار رکھی۔ تا کہ ہر ٹانکے پر سُوئی کا ڈورا اور مچھلی کا ڈورا ایک دُوسرے میں پھنس سکیں +

یہ واقعہ ۱۸۴۴ء کا ہے۔ اِس مشین کے مکمّل ہونے پر الیاس اِسقدر خُوش ہُوا۔ کہ اُس نے مُلازمت ترک کر دی کیونکہ اُس کا خیال تھا۔ کہ اِس مشین کی بدولت وُہ ایک مشہُور اور دولتمند شخص بن جائیگا۔ مُلازمت چھوڑ کر وُہ اپنے گھر چلا آیا۔ یہاں اُس نے اپنی مشین ایک دولتمند شخص کو دکھائی۔ جو اِس مشین کو دیکھ کر بہت خوش ہُوا اور کہا۔ کہ تم بہت جلد لوگوں کے عام مظاہرہ کے لئے دُوسری مشین تیار کر لو۔ تمہارے بال بچّوں کے اخراجات میں برداشت کرنیکو تیار ہُوں۔ اور مشین تیار کرنے کے لئے جتنا روپیہ چاہو۔ مجھ سے لے سکتے ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ اِس پیٹنٹ شُدہ مشین کی نصف آمدنی پر میرا حق ہوگا۔ الیاس کو یہ شرط منظُور کرنی پڑی +

الیاس نے رات دِن کام کر کے تین چار ماہ کے اندر دُوسری مشین تیار کر لی اور لوگوں کو دکھلائی۔ لوگوں نے الیاس کا مُقابلہ ہاتھ سے سینے والے کاریگروں سے کرایا۔ الیاس نے اُن سے پانچ گُنا کپڑا سیا۔ لوگ اُس مشین سے بہت خوش ہُوئے۔ اب الیاس نے اِس کو فروخت کرنا چاہا۔ مگر تمام درزیوں نے اُس کی شدید مخالفت کی۔ اور کہا۔ کہ اِس مشین سے اُن کو سخت نقصان پہونچے گا۔ نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ الیاس مشین فروخت نہ کر سکا۔ اور اُس کے شریک کار دوست نے بھی اُس کی مزید مدد سے اِنکار کر دیا۔ الیاس نے دل شکستہ ہو کر مشین کا خیال چھوڑ دیا۔ اور تنگی اور عسرت سے

اپنا گزارہ کرنے لگا +

تھوڑے عرصہ بعد اسکو محکمہ ریلوے میں انجنیر کا عہدہ مل گیا۔ مگر وُہ کام نہ کرسکا۔ کیونکہ اسکی صحت خراب ہو چکی تھی۔ اُسے ملازمت چھوڑ کر گھر واپس آنا پڑا۔ گھر پہونچکر اُس کو پھر مشین کا خیال آیا۔ اُس نے مشین کو نکالا۔ اور صاف کیا۔ اپنے بھائی کو بلایا اور کہا۔ "دیکھو یہ مشین جس کو مَیں نے بڑی محنت سے تیار کیا ہے۔ اِس محنت کی ہی وجہ سے میری صحت جواب دے چکی ہے۔ اور مَیں کوئی کام کرنے سے عاری ہُوں۔ مگر اتنا ضروری جانتا ہُوں۔ کہ یہ مشین نہایت ہی کار آمد چیز ہے تم اِس کو لیکر کسی غیر ملک میں جاؤ۔ ممکن ہے وہاں کچھ قدر و قیمت پا سکے +

الیاس کا بھائی مشین لیکر انگلستان پہونچا۔ اور وہاں ایک شخص کو دکھائی۔ وُہ دیکھ کر نہایت خوش ہُوا۔ اور ساڑھے تین ہزار روپے دیکر اُس کو خرید لیا۔ وُہ شخص کسی کارخانہ کا بھی مالک تھا۔ اُس نے الیاس کو اپنے کارخانہ میں نوکر رکھنے کا وعدہ کرلیا۔ اُس کے بھائی نے الیاس کو لکھا۔ الیاس فوراً معہ اہل و اطفال انگلستان پہونچ گیا۔ مگر کارخانہ دار اپنے وعدہ پر قایم نہ رہا۔ اور اُس کو ملازم رکھنے سے اِنکار کر دیا۔ اُسوقت الیاس کا بہت بُرا حال ہُوا۔ فاقوں پر نوبت آ آگئی۔ اِتنا روپیہ نہ تھا۔ کہ امریکہ واپس چلا جاتا + آخر چند خویش و اقربا کی مدد سے کچھ روپیہ مہیا ہوگیا۔ الیاس نے بال بچوں کو امریکہ بھیجدیا۔ خود چند یوم وہیں ٹھہرا۔ کچھ دن بعد وُہ بھی امریکہ کو روانہ ہوگیا۔ جب وُہ نیویارک پہونچا۔ تو اُسکی نقدی ختم ہوگئی۔ اور اُس نے سُنا۔ کہ اُس کی بیوی سخت بیمار ہے۔ مگر بے چارہ الیاس کیا کرسکتا تھا۔ چند دنوں بعد کچھ رقم جمع کرلی۔ اور وُہ کیمبرج پہونچا۔ وہاں جاکر اُس نے سُنا۔ کہ اُسکی بیوی راہئے ملک عدم ہو چکی ہے +

الیاس ابھی ایک غم کو نہ بھُولا تھا۔ کہ دُوسری مصیبت آپڑی۔ ابھی وُہ بیوی کے ماتم میں ہی مشغول تھا۔ کہ اُسنے سُنا۔ کہ کسی شخص نے مشین کی ایجاد کی ترکیب اُڑالی ہے اور وُہ مشین بنا بنا کر فروخت کر رہا ہے۔ الیاس نے اُس شخص پر مقدمہ دائر کر دیا۔ آخر بہت تکلیفوں اور جھگڑوں کے بعد اُس نے مقدمہ جیت لیا۔ عدالت نے تسلیم کرلیا۔ کہ مشین کا اصلی مُوجد الیاس ہی ہے۔ لوگوں نے بھی دلچسپی سے مشینوں کو خریدنا شروع کر دیا۔ ایک مرتبہ پھر کارخانوں کے کاریگروں نے الیاس کی شدید مخالفت کی اور ہڑتالیں کیں۔ اگر کسی کارخانہ کا مالک مشین منگواتا۔ تو وُہ پارسل وصُول ہوتے ہی مشین کو بکس سے نکال کر توڑ دیتے + آخر الیاس کی قسمت کا ستارہ چمک اُٹھا۔ اُسے اُسکی محنتوں اور مشقتوں کا ثمرہ مل گیا۔ ہڑتالیں رفتہ رفتہ بند ہوگئیں۔ کاریگروں کو بھی ماننا پڑا۔ کہ مشین بہت ہی کار آمد ہے۔ کیونکہ اس کا سیا ہوا ہاتھ کے سیئے ہُوئے سے زیادہ مضبوط اور دیرپا ہے اور وقت بھی کم صرف ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد تمام کاریگر مخالفت سے دست بردار ہوگئے۔ اور الیاس کی ایجاد کی قدر ہونی شروع ہوگئی۔ وُہ ایک نامور مُوجد کی عزت حاصل کرچکا تھا۔ اور اُس کی سالانہ آمدنی دو لاکھ ڈالر تھی +

سنہ ۱۷۶۸ء میں فرانس کی نمائش میں اُس کو سونے کا تمغہ حاصل ہُوا +

آتشین اژدہے

مظہر قدرت کے عجائبات میں سے "آتشین اژدہے" بھی ہیں۔ اُن کو یہ نام اِس لئے دیا گیا ہے۔ کہ اُن کی صورت اژدہے اور سانپ سے ملتی جلتی ہے۔ مگر ان بگولوں کو چھلاوا یا قبرستان کے شعلے نہ خیال کرنا چاہئے ٭

سنہ ۱۵۳۲ء میں "یہ آتشین اژدہے" مختلف ممالک میں کرہ ہوائی میں اُڑتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ اُن کی تھوتھنی سُوّر کی سی تھی۔ اور بعض اوقات یہ چار چار سو اکٹھے اُڑتے ہوئے نظر آئے۔ یہ اژدہے خم دار شعلوں سے مشابہ تھے۔ اور معلوم ہوتا تھا۔ کہ سانپ پیچ و تاب کھائے ہوئے ہے۔ لیکن ان کی گردنیں چھوٹی تھیں۔ اور مُنہ سے شعلے نکلتے تھے ٭ یہ اژدہے کرہ ہوائی کے بعض حالات میں دکھائی دے سکتے ہیں۔ اور علم طبعیات کی رُو سے ان کی توضیح بآسانی ہو سکتی ہے۔ جب مشتعل ہونے والے بخارات کرہ ہوائی کے سرد حصّوں میں پہونچتے ہیں۔ تو اُن میں ایک طرح کا جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ان سے شعلے اُٹھتے ہیں ٭ چونکہ ان کا سب سے بلند حصہ نہایت سُبک ہوتا تھا۔ اس کی شکل اژدہے کی گردن سی معلوم ہوتی تھی۔ اور ہوا کی تعریف سے وسطی حصہ پیٹ اور زیرین حصہ دُم نظر آتا تھا۔ ہوا کے زور سے یہ آسمان پر پرواز کرتا چلا جاتا تھا۔ اور متوہم اور ناخواندہ لوگ بڑے خائف ہوتے تھے ٭

"بلوٹ" اِس کرہ ہوائی کے اعجوبہ کو بدیں الفاظ بیان کرتا ہے۔ کہ بعض اوقات بوقت شب اژدہے کی طرح کی آگ پرواز کرتی ہوئی دیکھی جاتی ہے۔ عام لوگ اس کو جن بھوت خیال کرتے ہیں۔ اس کا دوسرا نام آتشین بطخ بھی ہے ٭

سائنسدان جانتے ہیں۔ کہ یہ مظہر قدرت دو گرم و سرد بادلوں کے درمیان بخارات کے چلنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کا دھواں بھی دیکھا جاتا ہے۔ اس کا درمیانی حصہ بڑا ہوتا ہے۔ اِس لئے وہ پیٹ کی مانند ہوتا ہے اور دو نو سرے سر اور دُم نظر آتے ہیں ٭ سکاٹ لینڈ کی تقویم البلاد میں لکھا ہے۔ کہ سنہ ۱۷۹۲ء میں نومبر کے اختتام۔ اور دسمبر کے شروع میں عجیب و غریب شکلیں دکھائی دیں۔ دیہاتی لوگ ان کو اژدہے کہتے تھے۔ اُن کا رنگ سُرخ آتشین تھا۔ پہلے یہ شمال کی طرف ظاہر ہوئے۔ اور مشرق کی جانب بڑی سُرعت سے پرواز کر گئے۔ بعض لوگ اسے مظہر قدرت کے خوف کی نگاہ سے دیکھتے تھے ٭ بعض کہتے تھے۔ کہ سخت آندھیوں اور خراب موسم کا شگون ہے۔ اور اُن کا خیال ٹھیک ہوا ٭

حضرت محمد صاحب کا قیمتی فرمان ہے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (ترجمہ) "جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا۔ اپنی حقیقت سے آگاہ ہوا" یعنی کہ وہ کیا کچھ ہے۔ اور وہ روئے زمین پر کیسے کیسے کام کر سکتا ہے۔ تو ایسے شخص نے اپنے آپ کو تو پہچانا ہی تھا۔ اپنے خُدا کو بھی پہچان لیا ٭

دلچسپ طبّی نوٹ

غذاؤں میں سب سے مکمل غذا

دُودھ اور اُس کی جُزوی دھاتیں

دُودھ کا استعمال کرنیوالے اشخاص شاید اس بات سے بے خبر ہوں۔ کہ اِس چھوٹے سے ایک گلاس امرت میں بچیس سے زیادہ مُختلف اقسام کی دھاتیں پائی جاتی ہیں۔ دُودھ میں ستاسی ۸۷ فیصدی کے قریب پانی ہوتا ہے۔ .... باقی بارہ فیصدی آکسیجن۔ کاربن۔ ہائیڈروجن اور نائٹروجن کے مرکب پروٹین فیٹ۔ لیکٹوز وغیرہ ہوتے ہیں۔ جن پر کہ دُودھ کی اعلیٰ غذائیت کا دارومدار ہے۔ اور جو کہ آدرش تناسب میں ملے ہُوئے اُس چیز میں پائے جاتے ہیں ٭ آسٹریا کے ڈاکٹر "شوارٹز" کہتے ہیں۔ کہ پچھلے ۲۷ سال کے عرصہ میں انہوں نے دُودھ کے سوائے کسی دُوسری چیز کا استعمال نہیں کیا۔ اور آج بیالیس سال کی عُمر میں اُن کی صحت دیکھنے سے تعلّق رکھتی ہے جس سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہے۔ کہ دُودھ میں وُہ تمام کیمیاوی اجزا مکمّل طور پر پائے جاتے ہیں۔ جن کا استعمال صحت اور جسمانی ترقی کو قائم رکھنے کے لئے ضرُوری ہے۔ کیونکہ دُودھ میں اور خاصکر گائے کے دُودھ میں وُہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں۔ جو کہ انسانی جسم میں موجُود ہیں ٭

لیکن ہمارے مضمُون کا تعلّق اُس باقی ایک فیصدی سے ہے۔ کہ جو باقی ۲۱ دھاتوں سے مِل کر بنی ہے۔ جسوقت دُودھ کو معمُولی حرارت پر گرم کیا جاتا ہے۔ تو پہلے پہل اُس کا پانی ضائع ہو جاتا ہے۔ پانی کے خُشک ہونے پر جو ٹھوس مادہ باقی رہ جاتا ہے۔ وُہ تیز حرارت سے جلایا جا سکتا ہے۔ جس سے اسکی پروٹینز۔ کیسین لیکٹ۔ البیومن وغیرہ اور چربی و کاربوہائیڈریٹس وغیرہ جل کر بالکل ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور کاربن ڈائی آکسائیڈ میں تبدیل ہو کر ہوا میں مِل جاتے ہیں۔ باقی جو راکھ رہ جاتی ہے۔ اُس میں وُہ تمام دھاتیں پائی جاتی ہیں۔ جن سے دُودھ کی وُہ ایک فیصدی جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ مِل کر بنی ہے ٭ کیلسیم۔ پوٹاشیم۔ سوڈیم۔ فاسفورس۔ سلفر۔ میگنیشیم۔ سلی کان۔ بوران۔ بیریم کرومیم۔ ٹِن۔ سِلور۔ کاپر۔ لیتھیم۔ سٹرانشیم۔ وینڈیم۔ روبیڈیم۔ ٹائی ٹینیم۔ جرمنیم۔ کلورین اور ایوڈین۔ یہ اکیس دھاتیں اور ان کے مرکّب دُودھ کے اُس حِصّہ کے جُزو ہیں۔ ان میں سے چند ایک تو کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ مگر باقی صرف نام کو ہی ہوتے ہیں ٭ ان میں سے کیلسیئم اور فاسفورس سب سے زیادہ ضرُوری ہیں۔ کیونکہ یہی دھاتیں ہیں جن سے کہ ہڈیاں اور دانت بنتے ہیں۔ اگر خوراک میں ان کی کمی ہو۔ یا ان چیزوں کی کمی ہو۔ جن کی وجہ سے یہ مکمّل طور پر استعمال میں لائی جا

سکتی ہیں۔ تو ایک نہایت ہی تکلیف دہ بیماری جس کو "رکٹس" کا نام دیا جاتا ہے۔ پیدا ہو جاتی ہے +

سائنٹیفک تجربات سے ثابت ہُوا ہے۔ کہ ہمارے لئے روزانہ ایک گرام کے قریب کیلسیم کا استعمال لازم ہے۔ اور گ[illegible] کے دُودھ میں اوسطاً ۱۲ فیصدی کیلسیئم پایا جاتا ہے۔ روزانہ خوراک میں ایک گرام کیلسیم پیدا کرنیکے لئے تقریباً ایک [illegible] دُودھ کی ضرورت ہے۔ یہ کیلسیئم دُودھ میں ایک ایسی حالت میں ہوتا ہے۔ کہ نہایت آسانی سے جسم میں جذب ہو سکے + [illegible] کے ڈاکٹر ہاورڈ نے حال ہی میں یہ ثابت کیا ہے۔ کہ دُودھ کو ہضم کرنیکے لئے کسی خاص زیادہ طاقت یا کسی خاص جسمانی [illegible] کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ کیلسیئم کو جسم کا حصہ بنانے والی سب سے اعلیٰ چیز وٹامن ڈی ہے۔ اور یہ وٹامن دُودھ میں پائی [illegible] ہے + دُودھ دینے والے مویشیوں کو سائنٹیفک طریقہ سے خوراک دینے سے یا اُن کی خوراک کو وائلٹ یا الٹرا وائلٹ ر[illegible] سامنے کافی دیر تک رکھکر بعد میں اس غذا کو استعمال کرانے سے وٹامن ڈی دُودھ میں بڑھائی جا سکتی ہے جس سے دُو[illegible] کی غذائیت جسمانی نشو و نما کے لحاظ سے دوبالا ہو جاتی ہے +

دُودھ میں پایا جانے والا کیلسیئم لوہے کے جسم میں حل ہونے میں مدد دیتا ہے۔ اگرچہ دُودھ میں لوہا صرف ۲.۰۰۰۴ [illegible] فیصدی کے قریب ہوتا ہے۔ مگر اس کی غذائیت بہت زیادہ ہے + مزید تحقیق سے معلوم ہُوا ہے کہ خون کے سُرخ ذرات کی [illegible] میں جو لوہا صرف ہوتا ہے۔ وُہ دُودھ میں پائے جانے والے تانبے اور اسکے مرکبات کی مدد سے اپنا فعل بہتر طریقہ سے سرانجام دے سکتا ہے جس سے انیمیا یا خون کی کمی بیماری پیدا نہیں ہو سکتی + دُودھ میں آیوڈین کی مقدار دُودھ دینے والے [illegible] کی خوراک پر منحصر ہے۔ چونکہ آیوڈین۔ تھائی رائڈ گلینڈ کی نشو و نما کو کنٹرول کرتی ہے۔ اور اس کی کمی سے یہ غدہ چھو[illegible] بیکار ہو جاتا ہے۔ اس لئے دُودھ میں آیوڈین کی ایک خاص مقدار لازم ہے۔ جو کہ جانوروں کو ایسے پودے کھلانے سے [illegible] پہنچ سکتی ہے۔ جن میں کہ آیوڈین بہت زیادہ مقدار میں پائی جاتی ہو + مختلف غذاؤں کا موازنہ کرنیکے بعد چند سال ہو[illegible] امریکہ کے ماہر غذا ڈاکٹر "میک کالم" نے ایک فہرست اُن غذاؤں کی تیار کی تھی۔ کہ جن کے استعمال سے جسمانی نشو و نما مکمل [illegible] پر ہوتی رہے۔ اور جن کے استعمال سے انسان بیماریوں سے محفوظ رہے۔ اس فہرست میں دُودھ کا نمبر اول تھا۔ کیونکہ یہی ایک [illegible] ایسی مکمل غذا ہے۔ جس سے بُوڑھا۔ بچہ اور نوجوان سب یکساں فائدہ اُٹھا سکتے ہیں +

چھاچھ یا مٹھے کا فائدہ

قدیم ہندوستانی تواریخ کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ہمارے بزرگ بڑی عمر والے اور تندرست ہوتے تھے [illegible] قدر ہم تندرستی کے متعلق اصُولوں کی طرف خیال کم کرنے لگے۔ اُسی قدر ہماری عُمر کم ہونے لگی۔ ہم عمدہ سے عمدہ ذا[illegible] دار ملذذ غذا کھانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اور کھاتے بھی ہیں۔ لیکن یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ کون سی چیز بلحاظ تندر[illegible] مُضر ہے۔ اور کونسی مُفید۔ صرف ذائقہ کے لئے ہم دن رات کھانا کھاتے ہیں۔ لیکن اس کے ہضم کرنیکا خیال نہیں ک[illegible]

ایک خوردنی اشیاء کو ہضم کرنے کے لئے لسّی (چھاچھ) بُہت مُفید چیز ہے۔ اِسکو یومیہ اِستعمال کرنے سے اِنسان
ی عُمر والا تندرُست اور خوش و خُرّم رہ سکتا ہے۔ یہ جسمانی پرورش کے لئے ایک قیمتی شئے ہے جس کی ہمیں قدر کرنا چاہئے
چاچھ میں (BACILLUS NALGARCUS) نام کے کیڑے ہوتے ہیں۔ جن کی خصُوصیت یہ ہے۔ کہ وُہ
ٹ میں جاتے ہی بیماری پَیدا کرنے والے کیڑوں سے لڑائی کر کے اُن کو نیست و نابُود کر دیتے ہیں۔ اسلئے تمام بیماریوں
مقابلہ کرنے والی لسّی قُدرتی طور پر بیماریوں کو دُور کرنیوالی چیز ہے۔ یورپ میں بھی اس کو سنگرہنی یعنی وُہ مرض جس
دست بُہت آتے ہیں۔ مرض کو دُور کرنے والا بتایا گیا ہے جس طرح کُوڑے کے ڈھیر کو آگ اور اندھیرے کو آفتاب مٹا
تا ہے۔ اُسی طرح لسّی سنگرہنی کے مرض کو رفع کر دیتی ہے +

لسّی میں لیکٹک ایسڈ (LACTIC ACID) پَیدا ہوتا ہے۔ اسلئے پیٹ میں گیس پَیدا کرنیوالے کیڑوں
س کا بُہت اثر ہوتا ہے۔ اس میں پروٹین کے بُہت اچھے اور باریک اجزاء ہوتے ہیں۔ اسلئے یہ دُوسری چیزوں کیطرح
ہضم ہونے میں بھاری نہیں ہوتی۔ یہ پروٹین بُہت جلد ہضم ہو جاتی ہے۔ اور دُوسری چیزوں کو بھی ہضم کرنے میں امداد
تی ہے۔ چھاچھ میں مندرجہ ذیل اجزا ہوتے ہیں :-

(۱) کیلشیم (CALCIUM) + (۲) میگنیشیم (MAGNESIUM) + (۳) پوٹاسیم (POTASSIUM)
(۴) سوڈیم (SODIUM) + (۵) فاسفورس (PHASPHORUS) + (۶) کلورن (CHLARINE)
(۷) سلفر (SULPHUR) +

مذکورہ بالا تمام اجزاء گوشت اور ہڈی کو مضبُوط کرنے والے ہیں۔ چند مرتبہ کئی چیزیں کھانے سے وُہ اچھی طرح
ہضم نہیں ہوتی۔ اور ان کا ہضم نہ ہُوا حصّہ آنتوں میں رہ کر سڑنے لگتا ہے۔ لیکن چھاچھ پینے سے آنتیں بالکل صاف ہو
تی ہیں۔ اس طریقہ سے آنتوں سے خُون کا دَورہ ہوتا ہے۔ اور لسّی یا چھاچھ سے "ہاضم رس" (BILE) زیادہ تعداد
پَیدا ہوتا ہے۔ اِسکے استعمال سے جسمانی تندرُستی اچھی مضبُوط ہوتی ہے۔ پیشاب و دست اس سے خُوب صاف ہوتا
ہے۔ قُوّت ہاضمہ کو مضبُوط بنا کر تازہ خُون تیار کرنے کا کام یہ اچھی طرح سے کرتا ہے +

چھاچھ کے بارے میں زمانہ قدیم کے بُزرگوں کا جو اصُول حفظانِ صحت کے ماہرِ فن تھے قول ہے کہ "چھاچھ کے روزانہ
ستعمال کرنے والوں کو کوئی بھی تکلیف یا بیماری نہیں ہوتی۔ اِسکے ذریعہ دُور ہوئے امراض دوبارہ نہیں پَیدا ہوئے۔ تجربات
سے ثابت کیا جا چُکا ہے۔ کہ چھاچھ کے استعمال سے ضعیفی کافی مُدّت تک بُہت دُور رہتی ہے + چھاچھ اعلےٰ درجہ کی
ذائی خوراک ہے۔ میٹھی لسّی پینے سے نئے رگ اور ریشوں کی پرورش ہوتی ہے۔ تُرش لسّی پینے سے آنتوں میں زہر پَیدا
نے والے کیڑے فوراً نیست و نابُود ہو جاتے ہیں +

روزانہ غذا

۱۔ **پروٹین** :۔ اِس سے گوشت اور خون بنتا ہے۔ دالوں۔ گوشت۔ انڈا۔ اور ہری پھلیوں میں پروٹین بکثرت ہوتا ہے +

۲۔ **ہائیڈروکاربونیٹ یعنی شکر** :۔ گیہوں۔ چاول۔ آلو۔ شکر قندی۔ گڑ۔ کھانڈ میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ یہ جسم میں حرارت پیدا کرتی ہیں۔ اور طاقت برقرار رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ تمام مغزیات میں پروٹین بکثرت ہوتی ہے +

۳۔ **فیٹ یعنی چکنائی** :۔ یہ گھی۔ تیل۔ چربی۔ بادام۔ اخروٹ و دیگر مغزیات۔ دودھ اور انڈوں میں بکثرت ملتی ہے۔ یہ جسم کی چربی بڑھاتی ہے اور بدن کی حرارت کو مناسبت میں قائم رکھتی ہے +

۴۔ **نمک** (سوڈیم کلورائیڈ) کان۔ سمندر اور سبزیوں و پھلوں میں ملتا ہے۔ ہاضمہ کو بڑھاتا۔ ہڈیوں کو بناتا۔ خون کو صاف کرتا اور کھانا ہضم ہونے میں مدد دیتا ہے +

۵۔ **پانی**۔ ہمارے جسم کے وزن کا نصف سے زیادہ حصہ پانی کا ہے۔ یہ پسینہ اور پیشاب کے ذریعہ جسم کے زہریلے مواد خارج کرتا اور دورانِ خون نیز قوتِ ہاضمہ کو درست رکھنے میں مدد دیتا ہے +

۶۔ **وٹامنز** :۔ سبزیوں۔ پھلوں۔ مغزیات اور اناجوں میں ہوتی ہے۔ اور جسم کو مختلف امراض سے بچاتی ہے۔ اِن چھ چیزوں کا روزانہ خوراک میں ہونا ضروری ہے۔ اِن کی موجودگی سے جسم تندرست اور نشوونما پاتا ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ ہمیشہ تندرست رہیں۔ تو مندرجہ بالا چھ چیزیں روزانہ غذا میں ضرور شامل رکھیں۔ پھر آپ کو کسی بھی دوا کی ضرورت نہیں رہیگی۔ اِن میں سے جب کوئی چیز خوراک میں سے کم ہو جاتی ہے۔ تو فوراً کسی نہ کسی بیماری کا آغاز ہو جاتا ہے۔ مناسب مقدار روزانہ خوراک میں ہونے سے انسان کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔ دوائیاں محض جسم کی مدد کرتی ہیں۔ وہ جزوِ بدن نہیں ہوتیں + مندرجہ بالا چھ چیزوں سے جسم بنتا رہتا ہے۔ اِس لئے صحت قائم رکھنے کے لئے غذا کا مناسب مقدار میں روزانہ کھانا ازحد ضروری ہے +

تمباکو کا جوہر (نکوٹین) جاندار کے لئے زہر قاتل ہے۔ اگر اس کے عرق کا ایک قطرہ ایک کتے کے حلق میں ڈالا جائے تو وہ فوراً مر جائے گا۔ حقہ کے میل سے سانپ بھی بیہوش ہو جاتا ہے +

مکڑی کا جالا۔ اگر مکڑی کے جالے کو سیدھا کیا جاوے تو وہ (۳۵۰) میل کی تار کی لمبائی ہو جائے گی +

علم جڑی بوٹی

جدوار یا نربسی

(لاطینی نام) ڈل فی نم ڈی نیوڈے ٹم (DELPHINIUM DENU DATUM)

(عربی نام) زدوار - انسلہ (فارسی نام) جدوار (ہندی نام) نربسی (یعنی دافع زہر) + (نوٹ) نیپال میں اس کو نیلوبکھ اور شملہ کے گرد و نواح میں منیلا کہتے ہیں +

مسکن - ہندوستان میں کشمیر سے کماؤں تک سلسلہ ہائے کوہ ہمالیہ کے مغربی معتدل حصص میں [illegible] میں جہاں گھاس بکثرت اُگتا ہے - یہ بوٹی بھی بکثرت ملتی ہے + ہندوستان کے باہر تبت - افغانستان اور ایران وغیرہ پہاڑی ممالک وسط ایشیا میں بھی جدوار بکثرت ہوتی ہے - بہترین قسم جدوار خطائی ہے - زاں بعد تبتی و نیپالی جدوار اور اس سے کم تر جدوار ہندی ودکنی ہے - ایرانی جدوار تمام اقسام جدوار سے کمزور ضعیف اور رنگت میں پھیکی ہوتی ہے +

شناخت - اس جڑی (ہرب HARB) کے پودے چکنے بے مو ہوتے ہیں - یا اُن پر قلیل رُوواں سا ہوتا ہے +

تنا - دو سے تین فٹ بلند اور منقسم یعنی شاخدار ہوتا ہے +

پتے - اس جڑی پر دو قسم کے پتے ہوتے ہیں: (۱) بنیادی پتے (ریڈی کل لیف RADICAL LEAF) انکے ڈنٹھل لمبے ہوتے ہیں - ہر ایک پتا دو سے چھ انچ تک لمبا چوڑا کم و بیش گول (اربی کولر ORBICULAR) اور گہری شگافوں کے ذریعہ قریباً تمام وسعت میں ۵ سے ۹ حصوں یا لوتھڑوں میں پاریدہ (۵-۹ پنجہ پارہ = ۵-۹ پامے ٹی سیکٹ 6-9.PALMATI SACT) ہوتا ہے - پتے کے پینیرے سے ان حصوں کی تعداد کے مطابق ایک ایک شاہ رگ ہر ایک حصے میں جاتی ہے - ہر ایک لوتھڑا جانبی شگافوں کے ذریعہ قریباً نصف وسعت یا گہرائی تک متعدد لوتھڑوں یا گوشکوں میں دریدہ ہوتا ہے - ان میں سے ایک لوتھڑا وسط میں اور باقی شاہ رگ کے دائیں بائیں واقع ہوتے ہیں (پر ورزہ پنے ٹی پارٹائٹ PINNATIPARTITE) ان کے کنارے دندانہ دار اور سرے نوکدار ہوتے ہیں + (۲) فروعی پتے (سٹیم لیف STEM LEAF) سارے پودے پر صرف چند ایک فروعی پتے ہوتے ہیں - ان کے ڈنٹھل عموماً چھوٹے اور پودے کے بالائی حصے میں یہ پتے بے ساق ہوتے ہیں - ہر ایک پتا دو گہرے شگافوں کے ذریعہ تقریباً تمام وسعت یا گہرائی میں تین حصوں یا لوتھڑوں میں پاریدہ ہوتا ہے (۳ پنجہ پارہ ۳ پامے ٹی سیکٹ 3-PALMATI SECT) ہر ایک لوتھڑا مثل برگ گیاہ کے لمبا چوڑائی میں تنگ اور نوکدار ہوتا ہے - اور اس کا


پتا جدوار

کنارہ سالم ہوتا ہے +

پھُول - اس جڑی پر پھُول کم آتے ہیں - تمام جڑی میں ایک ایک پھُول اِدھر اُدھر بکھرا ہوا ڈنڈی دار اور دُم دار (سپرڈ SPURRED) ہوتے ہیں - یعنی پھُول کے ایک طرف کو ایک نالی سی مثل اُنگلی یا دم کے باہر کو نکلی ہوئی ہوتی ہے + کاسۂ گل (کیلکس CALYX) پانچ گہرے نیلے یا سلیٹی رنگ کی پتیوں پر مشتمل ہوتا ہے - جو مثل پنجے کے پھیلی ہوتی ہیں + تاج گل (COROLLA کرولا) نیلے رنگ کی پانچ کلیوں سے بنتا ہے - جن میں سے جانبی دو کلیوں کا بالائی حصہ اور سامنی کلیاں تقریباً بنصف دُست تک دو دو ٹکڑے یا برگ پاروں میں دریدہ اور اندر اور باہر دونوطرف روئیں دار یا پشمین ہوتی ہیں + زیرہ ہائے گل بکثرت جسکے وسط میں تین آزاد بیض (کارپل CARPEL) ہوتے ہیں +

پھل - ہر ایک پھُول سے تین تین ڈوڈوں (فالی کل FOLLI CLE) کا گچھا پیدا ہوتا ہے - ڈوڈے لمبوترے وسط میں پھُولے ہوئے دونو کناروں پر پتلے اور بے مُو ہوتے ہیں - یا ان پر بہت تھوڑے رونگٹے ہوتے ہیں +

حصّہ مستعملہ - اس کی جڑ دواءً استعمال ہوتی ہے - چونکہ یہ شکل و صورت میں میٹھا تیلیہ کے مشابہ ہوتی ہے - اسلئے اسکے ساتھ اکثر بطور کھوٹ کے ملائی جاتی ہے +

قدیم اطبانے جدوار کی پانچ اقسام بیان کی ہیں - ان میں سے بعض تو نبات ایکونائٹ اور بعض ڈیلفی نی ام کی جڑیں یا گرہ ہیں - بازار میں جو چیز جدوار کے نام سے بکتی ہے - وُہ بھی ایکونائٹ یا ڈیلفی نی ام کی گرہیں یا دونوں کی گرہیں رلی جُلی ہوتی ہیں +

قسم اوّل - جدوار خطائی - یہ بیضوی یا مخروطی گرہ ہیں - جو مثل بچھو کے گرہ دار اور قریب ڈیڑھ انچ یا کم و بیش لمبی ثقیل الوزن - (وزنی) اور قدرے سخت ہوتی ہیں - ذائقہ اس کا قدرے شیریں لئے تلخ - اور رنگت باہر سے سیاہ - اور اندر سے بنفشی ہوتی ہے - اور پیسنے سے سفوف کا رنگ بھی بنفشی ہوتا ہے - یہ قسم خطا کے پہاڑوں سے اکٹھی کیجاتی ہے - اور بہترین قسم ہے +

قسم دوم۔ یہ قسم مثل جدوار خطائی کے گرہ دار مگر رنگ اندر اور باہر یکسیان زردی مائل سیاہ اور اُس کا ذائقہ تلخ ہوتا ہے۔ یہ دواءِ جدوار خطائی سے دُوسرے درجے پر ہے ✤

قسم سوم۔ یہ قسم اندر اور باہر سے سیاہ رنگ ور اس کا سفوف نیلی جھال لئے ہوتا ہے اس کا ذائقہ تلخ ہوتا ہے ✤ قسم دوم اور سوم تبت۔ مورنگ نیپال اور رنگ پور کے گرد و نواح کی پہاڑیوں میں ملتی ہیں ✤

قسم چہارم۔ اس کا رنگ سیاہی مائل اور ذائقہ تلخ ہوتا ہے۔ اور گرہیں بقدر زیتون کے بڑی ہوتی ہیں۔ یہ قسم دکن کے پہاڑوں میں ملتی ہیں ✤

قسم پنجم۔ جدوار اندلسی



شاخ اور پھول

(اندلس) یہ قسم سیاہ نرم اور بہت تلخ ہوتی ہے ✤

بازار میں جو جدوار ملتی ہے۔ وُہ عموماً بے قاعدہ بیضوی یا مخروطی سیاہی مائل بھورے رنگ کی گرہیں ہوتی ہیں۔ جوشاذونادر ہی ایک انچ سے زیادہ لمبی اور قریب نصف انچ کے موٹی ہوتی ہیں۔ ان کی سطح اکثر جھریدار جس پر چھوٹے چھوٹے اُبھار ہوتے ہیں۔ جو در اصل خشک جڑوں کے نشان ہیں۔ اور اُن کے سرے پر قشری پتوں کی ایک آنکھ سی ہوتی ہے۔ عُمدہ جدوار کی گرہ نرم ہوتی ہے۔ اور کاٹنے سے مثل سیاہ کتھا کے کٹتی ہے۔ اس کا مزہ



پھل
(ڈوڈے)

تلخ ہوتا ہے ÷ (نوٹ) جدوار کی تریاقیت کے متعلق بہت سی روایات مشہور ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں۔ کہ جدوار نہ صرف بیش اور دیگر سمیات کے لئے فادزہر ہے۔ بلکہ بیش کے جو پودے جدوار کے پودوں کے پاس اُگتے ہیں۔ اُن کی سمیت بہت کم ہو جاتی ہے۔ اور نصف ماشہ تک ایسا بیش کھا لینے سے نقصان نہیں ہوتا۔ حالانکہ ویسے بیش (میٹھا تیلیہ) بہت کم مقدار میں مُہلک ہے۔ اس راز کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ بیش یا ایکونائٹ کی بہت سی اقسام ہیں۔ جن میں بعض کم اور بعض زیادہ زہریلی اور بعض بالکل غیر سمی ہیں۔ جن علاقوں میں جدوار پیدا ہوتی ہے۔ وہاں غالباً بیش کی مقابلتاً کم زہریلی اقسام پیدا ہوتی ہونگی یہ زمین اور آب و ہوا وغیرہ کے باعث سے ہے نہ کہ جدوار کی قربت سے ÷ دوسری روایت یہ ہے۔ کہ بیش کے پودوں کے آس پاس (انکی سمیت کے باعث) سوائے جدوار کے اور کوئی پودا پیدا ہی نہیں ہوتا ÷ تیسری روایت ہے۔ کہ نبات جدوار کے اردگرد کی زمین میں ایک قسم کا چوہا رہتا ہے۔ جو جدوار کو کھایا کرتا ہے۔ یہ چوہا بھی سمیت بیش کے لئے تریاق کا حکم رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ ÷

چونکہ اصلی جدوار کسی قدر قیمتی اور کمیاب ہے۔ اسلئے اکثر جدوار سے شکل میں ملتی جلتی گرہوں کو رنگ دے کر جدوار کی بجائے فروخت کیا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات بیش کو دودھ میں جوش دیکر اس کی سمیت کم کر دی جاتی ہے۔ اور پھر اسے جدوار کا رنگ دے کر بطور جدوار فروخت کیا جاتا ہے۔ نقلی جدوار کی شناخت حسب ذیل ہے:- (۱) اگر گرہ کو تر کر کے کپڑے پر ملا جائے۔ تو مصنوعی جدوار سے رنگ اُترنے لگے گا ÷ (۲) اگر گرہ کو گرم پانی میں ڈالا جائے۔ تو مصنوعی رنگ پانی میں آکر اسے رنگین کر دیگا ÷ (۳) اگر گرہ کو کاٹا جائے۔ مصنوعی جدوار میں رنگ صرف بیرونی حصے میں ہوگا۔ اندر سے گرہ بے رنگ نکلے گی ÷ (۴) مصنوعی جدوار بنانے میں چونکہ گرہوں کو اُبال کر سکھایا جاتا ہے (جب بیش سے بنائی جاتی ہے) اسلئے یہ باہر سے ہموار اور ... ہوتی ہے ÷ (۵) نقلی جدوار زبان پر رکھنے سے گرمی اور تیزی و جلن کا احساس (جھنجھناہٹ) ہوتا ہے۔ لیکن اصلی جدوار کا ذائقہ شیرینی لئے تلخ ہوتا ہے ÷

ترکیب کیمیائی۔ مرک کمپنی (جرمن دوا ساز کمپنی) نے جدوار کا جزو مؤثر خالص حالت میں تیار کیا ہے۔ جو ڈیلفو کیورارین (DELPHO CURARINE) کے نام سے بکتا ہے۔ یہ مثل کیورارا (جنوبی امریکہ کا زہریلا پودا ہے جس کے رس میں وہاں کے باشندے اپنے تیروں کو بجھایا کرتے تھے) کے حرکتی ع...

کے سروں کو مفلوج کر دیتا ہے۔ اور اگر زہریلی مقدار میں دیا جائے۔ تو عضلات و مرکز تنفس کے مفلوج ہوجانے سے موت واقع ہوتی ہے +

مقدار خوراک۔ نصف تا ۴ ماشہ (حسب مزاج مریض و ضرورت مرض و موسم) +

تاثیرات و استعمالات

جیساکہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ "ڈیلفوکیورارین" مثل "کیورارا" کے حرکتی اعصاب کے سروں کو مفلوج کر دیتا ہے۔ لیکن حسی اعصاب پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ پھر بھی جدوار کو بعض اوقات دانتوں کے درد میں استعمال کیا جاتا ہے۔ گندے اور نا تندرست زخموں پر انگور لانے اور اندمال کیلئے مرہم جدوار لگائی جاتی ہے :-

نسخہ مرہم جدوار۔ جدوار ۵ ماشہ۔ گندا بیروزہ ۱۷ ماشہ۔ زرد چوب۔ دیودار۔ ملٹھی۔ برگ حنا دھواں (بھڑبھوجے کے مکان کی چھت کا دھواں) ہر ایک اڑھائی تولہ۔ پوست کیکر۔ برگ نیم ہر ایک ۵ تولہ روغن ۵۶ تولہ۔ موم ۵ تولہ۔ پوست کیکر اور برگ نیم کو خوب باریک پیسیں۔ بیروزہ۔ موم و روغن کے علاوہ تمام دواؤں کو اڑھائی سیر پانی میں ملا کر جوش دیں۔ جب پانی جذب ہوجائے۔ تو بیروزہ اور موم اس میں پگھلائیں۔ یکجا ہوجانے پر محفوظ رکھیں + علاوہ زخموں کو بھرنے کے یہ مرہم سخت ورموں کو تحلیل کرتا ہے۔ اور چوٹ کے درد کو تسکین دیتا ہے۔ اس مقصد کے لئے مقام درد پر مرہم کی نیم گرم مالش کر کے اوپر سے روئی گرم کر کے باندھیں +

(نکتہ) نسخہ بالا میں جدوار کو اگر ۵ تولہ پانی اور ایک ڈرام (۲ ماشہ) لائیکوار امونیا فورٹ میں چھ سے آٹھ گھنٹہ تک کسی بند برتن میں بھگو رکھنے کے بعد بطریق بالا نسخہ میں شامل کیا جائے۔ تو مرہم میں اس کے اجزائے موثرہ زیادہ منتقل ہونگے +

جدوار کو سرکہ یا آب کشنیز (دھنیا) کے ساتھ پیس کر اورام مزمنہ (اورام بارد) کے نضج اور تحلیل۔ خناق اور اورام گلو میں گردن پر۔ طاعون کی گلٹی پر۔ برص بہق (چھیب) اور دیگر امراض جلدیہ۔ اور متورم و دردناک جوڑوں۔ اور مزمن (مدمیں پھوڑوں پر لیپ کرنا مفید ہے تحلیل ورم و رفع درد کے لئے بواسیر پر قرح مثانہ و حبس بول (پیشاب بند ہونا) میں پیڑو کے اوپر اس کا ضماد کیا جاتا ہے۔ جدوار کے سفوف کو گندے زخموں پر بھی چھڑکتے ہیں + مناسب ادویات کے ساتھ اس کی مالش اکثر امراض دماغی و اعصابی مثل صرع (مرگی) سکتہ۔ فالج۔ لقوہ۔ استرخا۔ رعشہ۔ خدر وغیرہ میں مفید اور مقوی دماغ و اعصاب خیال کی جاتی ہے + بقدر دو ماشہ سفوف جدوار شراب کے ساتھ پینا۔ سانپ۔ بچھو وغیرہ زہریلے جانوروں کے زہر اتارنے کیلئے مفید خیال کیا جاتا ہے۔ اور اوجاع (درد) اور اورام داخلی اور ہیضہ میں بھی مفید سمجھا جاتا ہے + بقدر ڈیڑھ ماشہ سفوف جدوار مناسب اشربہ مثل شربت گاؤزبان اور دیگر اسی قسم کے مفرح شربتوں اور عرقیات مثل عرق گاؤزبان۔ عرق گلاب۔ عرق بادرنجبویہ۔ عرق نیلوفر۔ عرق بید مشک و روح کیوڑہ

وغیرہ کے ساتھ استعمال کرنا مفرح ومقوی قلب ہے۔ ایام ہیضہ میں بطور حفظ ماتقدم کے استعمال کیا جاتا ہے۔ بقدر ایک ماشہ سفوف جدوار گرم جلاب کے ہمراہ درد معدہ کے لئے مفید ہے۔ اور سکنجبین سادہ یا سکنجبین بزوری شربت دینار، شیرہ عنب الثعلب (مکو)، شیرہ تخم کاسنی وغیرہ کے ساتھ کچھ عرصہ متواتر استعمال کیا جائے۔ تو جگر اور ماساریقا کے سدے کھولتا ہے اور استسقا (جلودھر) میں مفید ہے + ذیل میں جدوار کے چند مستند مجرب ومفید نسخے تحریر کئے گئے ہیں :-

انوشدارو جدواری۔ مقوی اعضائے رئیسہ ومعدہ اور قابض ہے۔ بقدر پانچ ماشہ ہمراہ عرق گاؤزبان بارہ تولہ استعمال کریں :- آملہ دس تولہ (بغیر گٹھلیوں کے) کو دودھ میں ڈبو کر بارہ گھنٹہ تک بھگو رکھیں بعد بارہ گھنٹہ کے دودھ سے نکال کر صاف پانی میں دھو کر اور پانی ڈال کر پکائیں۔ جب تک کہ نرم ہو جائیں۔ خوب مل کر جھرجھرے کپڑے کی صافی میں سے چھانیں۔ تاکہ ان کا گودا کپڑے میں سے نکل آئے۔ اور ریشہ رہ جائے۔ پانی کا اندازہ ایسا ہو۔ کہ گودے کا شیرہ قریب نصف سیر کے نکلے۔ اس میں ایک سیر قند سفید (چینی) ملا کر قوام پختہ کریں۔ اور قوام کے رہتے ہوئے ادویہ ذیل میں چھان کر شامل کریں :- "جدوار۔ سعد کوفی۔ مصطگی۔ دانہ الائچی خورد ہر ایک ۳ ماشہ۔ بالچھڑ۔ گل سرخ ہر ایک چھ ماشہ۔ طباشیر۔ پوست ترنج ہر ایک ۴ ماشہ۔ تخم کاسنی۔ تخم خرفہ مقشر زرشک منقی ہر ایک ۴ ماشہ (زرشک کا شیرہ گلاب کے عرق ۳ تولہ میں نکال کر ملائیں)" +

معجون جدوار۔ حافظہ کو بڑھاتی اور نسیان کو زائل کرتی ہے۔ بقدر ۷ ماشہ ہمراہ عرق آسو ۶ تولہ استعمال کریں :- "جدوار۔ عود ہندی۔ عود صلیب۔ جاوتری۔ اسارون۔ برگ سداب۔ اذخر مکی۔ جوز بوا۔ دارچینی۔ بیخ بنفشہ۔ دار فلفل۔ سعد کوفی۔ کندر۔ ہر ایک ۴ ماشہ۔ جند بیدستر۔ مشک۔ فلفل سیاہ۔ خردل۔ ہر ایک ۵ ماشہ۔ پودینہ۔ فلفل سفید۔ قرنفل ہر ایک ۹ ماشہ۔ مغز پستہ۔ مغز چلغوزہ۔ مغز فندق۔ مغز نارجیل۔ مغز بادام۔ ہر ایک ۳۳ ماشہ۔ شہد سہ چند وزن ادویہ معجون تیار کریں" +

معجون نسیان۔ حافظہ کو بڑھاتی ہے اور مرض نسیان میں مفید ہے۔ بقدر ۵ ماشہ ہمراہ عرق گاؤزبان استعمال کریں :- "ہلیلہ۔ بلیلہ۔ آملہ۔ ہر ایک تین تولہ۔ جدوار ۲ تولہ۔ عود صلیب۔ جند بیدستر۔ ہر ایک ۶ ماشہ۔ زعفران ۳ ماشہ۔ شہد سہ چند جملہ ادویہ۔" معجون تیار کریں +

مفرح جدوار۔ دل اور دماغ کی تقویت۔ نیز قوت باہ کے بڑھانے میں مفید ہے۔ بقدر ۴ ماشہ ہمراہ عرق بید مشک ۵ تولہ۔ عرق گاؤزبان ۷ تولہ استعمال کریں :- "جدوار خطائی وعنبر اشہب ہر ایک ۵ ماشہ۔ مروارید کہربا شمعی ہر ایک دو ماشہ۔ بہمن سرخ۔ بہمن سفید۔ شقاقل مصری۔ خولنجان۔ ثعلب مصری۔ تودری زرد۔ صمغ عربی۔ تودری سرخ۔ تخم خشخاش سفید۔ صندل سرخ ہر ایک ۹ ماشہ۔ مغز بادام مقشر۔ مغز پستہ مقشر۔ ہر ایک ۱۸ ماشہ

مغز نارجیل مقشر ۲۶ ماشہ۔ مغز تخم خیارین ۴ ماشہ۔ دارچینی ۸ ماشہ۔ زعفران ۴ ماشہ۔ عود ہندی ۴ ماشہ۔ عطر ولایتی ۷ ماشہ۔ مصری ۳ پاؤ۔ شہد ۱۵ تولہ۔ رُب سیب شیریں۔ رُب انار شیریں۔ رُب امرود ہر ایک ۱۵ تولہ۔ مُشک تبتی ۳ ماشہ۔ وَرق طلا۔ ورق نقرہ ہر ایک ۴ ماشہ۔ گلاب۔ عَرق بید مُشک۔ ہر ایک سوا سیر۔ بطریق معروف مُفرح (معجون) تیار کریں" + (نوٹ) مفرح وہ معجون ہے جسمیں اجزاء مقوی دل و دماغ شامل ہوں +

حب جدوار۔ دِل اور دماغ کو قوت بخشتی ہے۔ قوت باہ کو برانگیختہ کرتی ہے۔ جریان کو دُور کرتی ہے افیون کی بُری عادت کو چھڑاتی ہے۔ رات کو سوتے وقت گائے کے دُودھ سے اِستعمال کریں :۔ "ناریل سالم۔ افیون ۵ تولہ جدوار ایک تولہ۔ زعفران ۱۰ ماشہ۔ مغز بادام۔ مغز چلغوزہ۔ تخم خرفہ مقشر۔ ہر ایک ۱۳ ماشہ۔ کتیرا۔ طباشیر۔ جوزبوا بذرالبنج۔ ہر ایک ۹ ماشہ۔ بادرنجبویہ۔ بہمن سُرخ۔ بہمن سفید۔ جاوتری۔ ہر ایک ایک تولہ۔ روغن بلسان ایک تولہ گھی بیس تولہ۔ ناریل کا چھلکا اُتارلیں۔ اور اُس میں ایک سُوراخ اِس طرح کریں۔ کہ سُوراخ کی جگہ کا ٹکڑا سالم نِکل آئے۔ ناریل میں افیون۔ جدوار اور زعفران بھر کر وُہی ٹکڑا سُوراخ پر لگا کر آٹا لگا کر اور تاگا لپیٹ کر دس سیر دُودھ میں جوش دیں۔ جب دُودھ کھویہ بن جائے۔ تو ناریل کو نکال کر گھی میں پکالیں۔ جب آٹا سُرخ ہونے لگے تو ناریل کو پیس لیں۔ اور مغزیات وغیرہ باقی ادویہ کُوٹ چھان کر شامل کر کے بقدر نخود گولیاں تیار کریں" +

دیگر۔ نہائت مقوی۔ مُفرح۔ سرور افزا اور مُمسک ہیں۔ ایک یا دو گولی بوقت ضرورت اِستعمال کریں :۔ "جدوار خطائی۔ بسباسہ۔ ثعلب۔ ہر ایک ۵ مثقال۔ فادزہر حیوانی۔ خولنجان مصری۔ جوزبوا۔ عُود ہندی۔ سُنبل الطیب۔ سعد کُوفی۔ مایہ شتر اعرابی۔ انیسُون۔ تخم کرفس۔ تخم ہلیون۔ لعل بدخشانی۔ یاقوت رمانی۔ یشب سبز۔ مروارید ناسُفتہ۔ کہربا شمعی۔ ہر ایک ۵ مثقال۔ افیون۔ کتیرا۔ جُند بیدستر۔ عنبر اشہب۔ ورق نقرہ۔ ہر ایک مثقال (ایک مثقال ۴½ ماشہ کا ہوتا ہے) زعفران۔ قرنفل ہر ایک ۴ مثقال۔ ورق طلا۔ مُشک ترکی۔ ہر ایک نصف مثقال نبات اور صمغ عربی کو عرق دارچینی میں حل کر کے باقی ادویہ کُوٹ چھان کر گوندھ کر گولیاں بقدر نخود تیار کریں" +

دیگر۔ مُقوی باہ و مُمسک اور مُقوی قلب ہیں (خوراک ایک یا دو گولی) "جدوار خطائی۔ وَج ترکی۔ ہر ایک ۲ درم (درم ۳½ ماشہ کا ہوتا ہے) مروارید ناسُفتہ۔ یاقوت رمانی۔ لعل بدخشانی۔ مرجان قرمزی۔ ہر ایک دو مثقال۔ فادزہر حیوانی نصف مثقال۔ سُنبل الطیب۔ جوزبوا۔ جاوتری۔ مصطگی رُومی ہر ایک دو مثقال۔ مومیائی افیون خام۔ عنبر اشہب۔ زعفران۔ قرص افعی۔ ہر ایک ایک مثقال۔ مُشک خالص ایک ماشہ۔ سب کو باریک کر کے روغن بلسان سے چرب کر کے صمغ عربی کے پانی سے گولیاں بقدر فلفل بنائیں۔ اور ورق طلا سے پیچیدہ کر کے سایہ میں خشک کر رکھیں +

مدھومیہ (ڈائے بیٹیز، ذیابیطس)

آجکل اس زمانہ کی کچھ ایسی ہوا بگڑی ہے۔ کہ دن بدن بیماریوں کا دور بڑھتا ہی جارہا ہے۔ دُنیا کا کوئی حصّہ ایسا نہیں۔ جہاں کوئی نہ کوئی بیماری اپنی حکومت نہ کرتی ہو۔ ہر سال ان وباؤں سے اتنی جانیں تلف ہو جاتی ہیں۔ کہ دیکھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اور پھر اسی پر ہی بس نہیں۔ ابھی جو مختلف ممالک سے مختلف نئی بیماریوں کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ اُنہیں سُن کر تو سچ مچ حیران ہونا پڑتا ہے۔ اور خیال گزرتا ہے۔ کہ اگر ان خبیث بیماریوں کی یہی رفتار رہی۔ تو دُنیا کے بندے چین سے بھی بیٹھ سکیں گے یا نہیں۔ آج انہیں کئی قسم کی نامراد بیماریوں میں سے ایک مرض "مدھومیہ" "ذیابیطس" پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مجھے اُمید کامل ہے۔ کہ اس سے آپ کے علم میں ضرور ایک مفید اضافہ ہوگا +

مدھومیہ کے معنی۔ یہ دو الفاظ کا مرکب ہے۔ مدھو اور میہ۔ مدھو کا مطلب ہے شہد۔ اور میہ کا مطلب ہے پیشاب کا زیادہ مقدار میں خارج ہونا۔ پس جب پیشاب میں شہد کی طرح کی چیزوں کے خارج ہونے سے پیشاب میٹھا ہو۔ اور بکثرت آوے۔ اُسے "مدھومیہ" کہتے ہیں + (نوٹ) "مدھومیہ" میں پیشاب کی مٹھاس کو جاننے کے لئے ناظرین یہ نہ سمجھیں۔ کہ پیشاب کو چکھنا ہوگا۔ بلکہ جب پیشاب پر چیونٹیاں آکر چمٹیں اور مکھیاں بھنبھنائیں۔ تو اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ فلاں پیشاب میٹھا ہے۔ مفصل طور سے اس کی پہچان آگے لکھونگا +

تعریف۔ "مدھومیہ" دراصل وُہ بیماری ہے۔ جس میں پیشاب بکثرت آتا ہے۔ اور بار بار حاجت ہوتی ہے بشدت کی پیاس لگتی ہے۔ اور مریض کمزور ہوتا جاتا ہے +

اقسام۔ علامات کی کم وبیش کے لحاظ سے یہ مرض دو طرح کا ہے۔ جیسے (۱) جس میں پیشاب زیادہ مقدار میں آتا ہے اور بشدت کی پیاس لگتی ہے لیکن پیشاب میں شکر نہیں آتی۔ اسے انگریزی میں "ڈایابیٹز انسپڈس" (DIABETES INSPIDUS) کہتے ہیں + (۲) دُوسری علامات کے علاوہ اس میں شکر بھی ہوتی ہے اسے انگریزی میں "ڈایابیٹز میلیٹس" (DIABETES MELLITUS) کہتے ہیں + یہاں پر میں صرف دُوسری قسم کے "مدھومیہ" کا ہی ذکر کرونگا۔ سب سے پہلے اگر میں شکر کا اثر یعنی شکر ہمارے جسم میں کیا کیا تبدیلیاں کرتی ہے۔ اور کن کمیوں کو پورا کرتی ہے۔ بلکہ دُوں تو بیجا نہ ہوگا +

شکر کا جسم میں اثر:۔ جب ہم ورزش یا کوئی دماغی کام لگاتار کچھ دیر تک کرتے رہیں۔ تو ہمارے جسم کی نسیم (آکسیجن) ہوائے دخانی (کاربن ڈائے اوکسائیڈ) میں منتقل ہوکر براہ تنفس باہر نکل جاتی ہے۔ اور پانی معہ حرارت کے پسینہ کے ذریعہ خارج ہوجاتے ہیں۔ تو جسم میں اس کمی کو پورا کرنا شکر کا ہی کام ہے۔ اگر کسی

سبب سے اِنسان شکر مہیا نہ کر سکے۔ تو بعد ازاں جسم کے اعضاء دن بدن کمزور ہوتے جاتے ہیں + لیکن ہر ایک چیز کے استعمال میں یہ قدرتی اصول ہے۔ کہ جو چیز مقدار میں کھائی ہوئی تندرستی کا باعث ہوتی ہے۔ وہی زیادہ مقدار میں استعمال کی ہوئی نقصان دِہ بھی ہوتی ہے۔ پس یہی اصول شکر پر بھی گھٹتا ہے۔ جب تو یہ مقدار میں کھائی جاتی ہے۔ تو جسم کی کمزوریوں کو اچھی طرح سے پوری کرتی ہوئی تندرستی کو بخشنے والی ہوتی ہے لیکن جب اعتدال سے بڑھ کر کام میں لائی جاوے۔ تو بجائے جسم میں تحلیل ہونے کے فضول مقدار پیشاب کے ذریعہ خارج ہونے لگتی ہے۔ اِسی کو ہم "مدھومیہ" یا "ذیابیطس" کہتے ہیں +

اسباب مرض۔ خوراک میں بے اعتدالی ہونے سے شیریں یا نشاستہ دار غذا کو زیادہ کھانے سے جسم میں مٹھاس (شکر) کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے۔ تو جسم کو جتنی شکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ تو حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن زیادہ مادہ کو کوئی بھی اعضا قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اِسلئے اُسے مجبوراً پیشاب کے ذریعہ باہر نکلنا پڑتا ہے۔ یا یوں سمجھئے۔ کہ قدرت خود بخود اُسے جسم سے روانہ کرنے کے لئے پیشاب میں مِلا کر باہر نکال دیتی ہے +

۲۔ جگر میں خرابی ہونے سے۔ جگر کا کام ہے۔ کہ شکر کو شکر حیوانی یا شکر کبدی میں تبدیل کر کے جسم میں بھیجے جب جگر میں کسی سبب سے خرابی آجاتی ہے۔ تو وہ یہ کام اچھی طرح سے سر انجام نہیں دے سکتا۔ اور ضرورت سے زیادہ شکر خون میں مِل کر اور پھر پیشاب کے راستے باہر نکل جاتی ہے +

۳۔ لبلبہ (پینکریاس) کے بگڑنے سے۔ لبلبہ کا جسم میں یہ کام ہے۔ کہ جب شکر حیوانی میں تبدیل ہو کر شکر بننے لگے تو اُس میں گڑبڑ نہ ہونے دے۔ یعنی یہ کام مقدار میں ہو لیکن جب لبلبہ خراب ہو جاتا ہے۔ تو یہ سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور جتنی بھی شکر حیوانی جمع رہتی ہے۔ وہ سب کی سب شکر میں تبدیل ہو کر خون میں مِل کر پیشاب کے ذریعے خارج ہو جاتی ہے + یہ موٹے موٹے تین اسباب ہیں۔ اِن کے علاوہ روغنی اور میٹھی نشاستہ دار چیزوں کے کھانے اور ورزش یا جسمانی محنت نہ کرنے سے۔ شراب کے زیادہ پینے سے۔ دماغی محنت زیادہ کرنے سے۔ کثرت جماع سے۔ سر یا ریڑھ پر چوٹ لگنے سے۔ اور بعض امراض دماغ سے بھی اِس بیماری کا ظہور ہوتا ہے + (نوٹ) جگر میں جب شکر حیوانی کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے۔ تو پہلے یہ خون میں مِل کر پھر چربی کی صورت اختیار کرتی ہے لیکن جب مقدار اتنی زیادہ ہو کہ اِس سے پیدا شدہ چربی کی بھی ضرورت نہ رہے۔ تو وہ پیشاب میں مِل کر خارج ہونے لگتی ہے پہلے نہیں +

علامات مرض۔ بعض اوقات یہ مرض خفیہ طور سے اِسطرح شروع ہوتا ہے کہ مریض کو پتہ ہی نہیں لگتا۔ پہلے صرف پیاس زیادہ لگتی ہے۔ پیشاب بار بار اور زیادہ مقدار میں آتا ہے۔ یعنی تندرستی کی حالت میں جہاں پیشاب ۱½ سیر کی مقدار میں دن رات میں آنا چاہئے۔ وہاں یہی مقدار بیماری کی حالتیں ۲-۶-۱۰-۲۰ سیر تک بھی

پہونچ جاتی ہے۔ بھوک بہت کم لگتی ہے۔ لیکن پیاس تو بہت ہی لگتی ہے۔ اور اتنا پانی پینے پر بھی مریض کو سیری نہیں آتا۔ اور منہ خشک سا رہتا ہے۔ جسم سوکھا سا اور دن بدن کمزور ہو جاتا ہے۔ جوں جوں یہ مرض بڑھتا جاتا ہے۔ علامات بھی شدید ہوتی جاتی ہیں۔ منہ کا ذائقہ شیریں اور تنفس سے ایک خاص قسم کی میٹھی میٹھی بو آتی ہے۔ پیشاب کا رنگ پھیکا ہوتا ہے۔ اس کا وزن متناسبہ (وزن متناسبہ جاننے کے لئے ایک آلہ مخصوص ہوتا ہے۔ جسے انگریزی میں "یوری نومیٹر" اور اردو میں "مقیاس البول" کہتے ہیں۔ اس پر ۱۰۰۰ سے نشان ہو کر ۱۰۸۰ یا ۲۰۰۰ تک ہوتے ہیں۔ اگر پیشاب کا متناسبہ ۱۰۵۰ ہو۔ تو اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ پیشاب میں ۱۰۰۰ حصہ پانی ہے۔ اور ۵۰ حصے دیگر اجزا۔ پیشاب میں حل شدہ اجزاء کی جتنی زیادہ مقدار ہوگی۔ اتنا زیادہ وزن متناسبہ ہوگا) "سپیسفک گریوٹی" بڑھ جاتا ہے یعنی ۱۰۱۶ سے ۱۰۲۵ کی بجائے ۱۰۵۰ یا ۱۰۶۰ تک پہونچ جاتا ہے۔ پیشاب پر چیونٹیاں اور مکھیاں لگ جاتی ہیں۔ خون میں شکر کی ملاوٹ ہونے سے جسم پر پھوڑے پھنسیاں نکل آتی ہیں۔ رات کے پیشاب کی نسبت دن کے پیشاب میں شکر زیادہ ہوتی ہے +

تشخیص مرض (۱) پیشاب پر چیونٹیاں چمٹتی ہیں۔ اور مکھیاں بھنبھناتی ہیں (۲) پیشاب کا وزن متناسبہ بڑھ جاتا ہے + (۳) کیمیاوی ترکیب سے امتحان کرنا۔ بازار میں انگریزی دوا فروش کی دوکان سے دو قسم کے سولیوشن جن کو فیلنگ سولیوشن نمبر ۱ و نمبر ۲ کہتے ہیں۔ ان دونوں کو ایک شیشی کی امتحانی نلی (TEST TUBE) میں ڈال کر گرم کریں۔ اس کا رنگ نیلا ہو جائیگا۔ اسے ایک دوسری امتحانی نلی میں گرم کئے ہوئے پیشاب میں ڈال کر دوبارہ گرم کریں۔ اگر اسطرح سے پیشاب کا رنگ لال یا پکی اینٹ کے رنگ کی طرح ہو جاوے۔ تو بغیر کسی قسم کے شک کے کہدیجئے کہ پیشاب میں مدھو یعنی شکری مادہ موجود ہے +

انجام مرض - اس مرض کا انجام عموماً اچھا نہیں ہوتا۔ لیکن جب مرض نیا ہو۔ تو مناسب پرہیز اور علاج سے امید شفا ہو سکتی ہے +

علاج - "کشتہ فولاد" بقدر نصف رتی ہر صبح اڑھائی سو برگ بیل کے سبز پتوں کے رس کے ساتھ مسلسل کھانے سے آرام آجاتا ہے۔ "بسنت کسماکر رس" یا جامن کی گٹھلی کا سفوف یا جامن کی کونپلیں کھانا بھی مفید ہے +

(مجربات)

کشتہ فولاد شنگرفی

(ترکیب) برادہ فولاد ۵ تولہ۔ شنگرف ۵ ماشہ۔ سم الفار ۵ ماشہ کو آب ترنج میں پانچ گھنٹہ متواتر کھرل کریں۔ اور پھر ٹکیہ بنا کر ایک چھوٹے کوزہ گلی میں رکھکر گل حکمت کرکے خشک کرکے پانچ سیر جنگلی اوپلوں کی آنچ دیں۔ سرد ہونے پر کوزہ سے کشتہ کی ٹکیہ نکال کر بدستور کھرل کریں۔ اور ساتھ ہی شنگرف ۵ ماشہ اور سم الفار ۵ ماشہ ڈال کر کھرل کریں۔ پھر ٹکیہ بنا کر بدستور گل حکمت کرکے پانچ سیر اپلوں کی آنچ دیں۔ اسطرح تیس بار کریں۔ اور ہر مرتبہ شنگرف اور سم الفار پانچ پانچ ماشہ ڈالتے جائیں۔ پھر اسکے بعد آپ کنوارگندل میں ۱۲ مرتبہ

بدستور معروف کھرل کریں۔ اور شنگرف اور سم الفار ڈالتے جائیں۔ اور آگ دیں۔ جب کل ۴۲ آنچ دے چکیں۔ تو بس کشتہ تیار ہے ✣ (مقدار خوراک) ۲ چاول سے ۴ چاول تک ہمراہ مکھن یا ملائی علی الصبح کھائیں۔ گھی۔ دودھ کا استعمال کریں ✣ (فوائد) قوت باہ۔ قوت ہضم۔ قوت بدن میں مفید ہے۔ بلکہ اکسیر ہے۔ خون پیدا کرتا ہے ✣

روغن موم - اِس کا طریقہ نہایت مشکل ہے۔ شاذ و نادر طبیب بھی واقف ہونگے۔ جو نسخہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔ نہایت مکمل ہے۔ اور کئی بار نکالا جا چکا ہے۔ سیر بھر موم ہو۔ تو آدھ سیر نمک لاہوری اور ہموزن باتو ہو۔ نمک اور موم دونو کو کوٹ کر رکھ لو۔ پیشتر باتو کسی گھڑے میں بھر دو۔ بعد کو موم جو نمک میں ملا ہے۔ ڈال دو۔ اور دوسرا ایک خالی گھڑا لے کر اسکے پیٹے میں سوراخ کرو۔ سوراخ بڑا نہ ہو۔ بلکہ ایسا ہو۔ کہ دو تین سینکیں آجائیں پھر اِن دونوں گھڑوں کا منہ ملا کر گل حکمت کر دو۔ اور خشک کر لو۔ پھر دوا والے گھڑے کو چولھے پر اٹا رکھو۔ کہ گھڑے کی گردن چولھے کی دیوار پر یا اُس سے نکلی ہوئی ہے جب گھڑے کو اِسطرح پر رکھیں گے۔ تو خالی گھڑے کا منہ چولھے کی طرف کو رہے گا۔ پھر خالی گھڑے کے نیچے دو چار اینٹیں رکھو۔ کہ یہ بھی دوسرے چولھے کی شکل بن جائیگی لیکن خالی گھڑا اس طور پر رکھا جائے۔ کہ سوراخ دوسرے چولھے کے اندر رہے۔ اب اُس سوراخ میں دو تین سینکیں لگا۔ اور سامنے ان سینکوں کے پیالہ رکھ دو۔ اور پہلے چولھے میں آگ جلاؤ۔ روغن پہلے گھڑے سے نکل کر دوسرے گھڑے میں آکر سوراخ کے ذریعہ سینکوں میں ہو کر آئے گا۔ اگر نمک نہ شریک کرو۔ جب بھی تیل نکل آئے گا۔ لیکن نمک کی وجہ سے نفوذ کی قوت زیادہ ہوتی ہے ✣

(ویدک مجربات)

شرتی دھر - ہرڑ۔ پاٹھا۔ پیپل۔ سونٹھ۔ کالی مرچ۔ سیندھا نمک۔ زچ۔ سوہانجنا۔ ہر ایک ایک پل گائے کا دودھ ۱۳۸ پل۔ گائے کا گھی ۳۲ پل۔ سب چیزوں کو باہم ملا کر دھیمی آگ سے پکائیں۔ جب رس جل جائے اور صرف گھی باقی رہ جائے۔ تو اُتار کر چھان لیں۔ اُس گھی کا روزمرہ استعمال کرنے سے قوت تکلم۔ عقل و دانش۔ اور قوت حافظہ بہت بڑھ جاتی ہے ✣

برھمی گھرت - زچ۔ برھمی۔ کوٹھ۔ سیندھا نمک۔ تل کے پھول۔ یا لال چندن۔ ان سب ادویات کا باریک چورن کر کے منڈوک پرنی اور برھمی کے رس کی بھاؤنا دیں۔ پھر ایک دن رس کو پکا کر ان سب ادویات سے چوگنا گائے کا گھی ڈالیں۔ گائے کا دودھ گھی سے چوگنا ڈالیں۔ دودھ کے برابر برھمی کا رس ڈالیں۔ پھر آگ پر پکائیں۔ جب رس جل جائے اور گھی باقی رہے۔ تب اُتار کر چھان لیں۔ اِس کو ۳ ماشہ روز کھانے سے عقل اور حافظہ بہت بڑھ جاتے ہیں ✣

قوت تکلم - ہلدی۔ دارہلدی۔ زچ۔ کٹھ۔ پیپل۔ سونٹھ۔ زیرہ۔ اجمود۔ ملٹھی۔ سب چیزیں ہموزن لے کر اور سکھا کر چورن کریں۔ ایک تولہ روزمرہ گھی کے ساتھ کھائے۔ اسکے ایک مہینہ استعمال کرنے سے برہسپتی

کی مانند عقلمند ہوجاتا ہے +

دیگر۔ برھمی۔ منڈی۔ بچ۔ سونٹھ۔ پیپل۔ ان کو ہموزن لے کر چورن کرے۔ ہر روز ایک تولہ شہد کے ساتھ کھائیں۔ تو آواز بالکل صاف ہوجاتی ہے +

حافظہ۔ بچ۔ ہینگو پتری۔ بھدرموتھا۔ موصلی۔ ملٹھی۔ بھرنگی۔ چرچٹا۔ بچ۔ سونٹھ۔ باؤنگ۔ شنکھ پشپی ستاور۔ گلو۔ ہرڑ۔ ان سب کا چورن کرکے ایک تولہ ہر روز گھی کیساتھ کھائیں۔ تو قوت حافظہ بڑھ جاتی ہے +

دیگر۔ اسگندھ۔ اجمود۔ پاٹھا۔ کوٹھ۔ بچ۔ سونٹھ۔ سونف۔ پیپل۔ سیندھا نمک ہم وزن لے کر چورن کریں چورن بنائیں۔ ایک تولہ روز شہد اور گھی میں ملا کر کھائیں۔ اور دودھ پئیں۔ تو قوت حافظہ بہت تیز ہوجاتی ہے۔ اور بولنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے +

کنّری کرن۔ ہلدی۔ بچ۔ کٹھ۔ پیپل۔ اجوائن۔ کالی مرچ۔ سیندھا نمک۔ سونٹھ۔ ان کا چورن کرکے شہد کے ساتھ کھائے۔ تو سات دن استعمال کرنے سے آواز کنّر کی مانند ہوجاتی ہے۔ راگیوں اور لیکچراروں کے لئے ازحد مفید ہے +

دیگر۔ بہیڑہ۔ پیپل۔ سونٹھ۔ سیندھا نمک۔ تج پتر۔ ان کو ہموزن لیکر کوٹ کر پیس کر گئو موتر کے ساتھ پینے سے آواز اتنی صاف ہوجاتی ہے۔ کہ انسان کنّر کے ساتھ مل کر گا سکتا ہے +

دیگر۔ جاتی کے پتے۔ زیرہ۔ پھیلیں اور بجورہ نیموں کے پتے۔ ان کو پیس کر ۸ تولہ شہد کے چاٹنے سے کنّر سے بھی آواز اچھی ہوجاتی ہے +

دیگر۔ دیودارو۔ سونٹھ۔ مرچ۔ پیپل۔ زیرہ۔ سونف۔ تج پات۔ ہلدی۔ بچ۔ سیندھا نمک اور سوہانجنے کی مولی۔ ہموزن لے کر کوٹ پیس کر چورن کرکے ایک تولہ روز شہد اور گھی کے ساتھ چاٹے۔ تو ایک مہینے میں آواز اتنی صاف ہوجاتی ہے۔ کہ انسان کنّر کے ساتھ مل کر گا سکتا ہے +

دیگر۔ سونٹھ۔ مصری۔ شہد کو ملا کر استعمال کرے۔ تو آواز کوئل کی مانند ہوجاتی ہے +

دیگر۔ ادرک۔ بھنگرہ۔ دارچینی۔ پیپل۔ اڑوسہ۔ برہمی۔ بچ۔ ان کا چورن ایک تولہ پانی کے ساتھ کھائے ہر ایک کرشن پکش میں ۷ دن استعمال کرے۔ تو آواز کوئل کی مانند ہوجاتی ہے۔ اور گندھربوں کے ساتھ گا سکتا ہے +

دیگر۔ نرگنڈی کی جڑ کا چورن۔ تل کے تیل کے ساتھ چاٹنے سے آواز صاف ہوجاتی ہے۔ اور کنّروں کے ساتھ مل کر گا سکتا ہے +

آپس کی باتیں

۱- ایورویدک گرنتھوں میں کئی قسم کے "گوگل" تیار کرنے کے طریقے درج ہیں۔ لیکن تبت کے لاما ہزاروں سالوں سے ایک خاص قسم کا "گوگل" تیار کرتے ہیں۔ کہ جس کو چند دن کھانے سے ہی بوڑھے سے بوڑھے لوگوں میں نئی زندگی آجاتی ہے۔ مرض ذیابیطس اور درد ریح۔ جوڑوں کا درد۔ جریان۔ احتلام اور ہر قسم کی کمزوری دور ہوتی ہے۔ قوت ہاضمہ بڑھ جاتی ہے۔ میں گذشتہ بیس سال سے اس دوا کا مختلف مریضوں پر تجربہ کر رہا ہوں اور اس کو جادو اثر پایا ہے۔ اس میں ایک تو "مسمی تیتی" نام کی بوٹی کی جڑیں پڑتی ہیں۔ جو کہ تبت سے ایک سو میل کی دوری پر چین کی سرحد پر "مسمی" نام کے پہاڑ پر ملتی ہے۔ اور مشکل سے دستیاب ہوتی ہے۔ اور یورپ بھی ان جڑوں کو چپ چاپ خریدتا رہتا ہے۔ ہمارے ملک کے وید حکیم اس مفید دوا سے قطعی ناواقف ہیں۔ ان کو ضرور اس کی تحقیقات کرنی چاہئے۔ اس کا نمونہ آپ مجھ سے دیکھ سکتے ہیں۔ اس نسخہ میں کستوری۔ عنبر اور زعفران بھی پڑتا ہے۔ بیشک یہ دوا نئی زندگی اور لمبی عمر عطا کرتی ہے۔ میں نے بطور یادگار کے اس کا نام "لچھمن گوگل" رکھا ہے۔ اور کافی مقدار میں تیار کر رہا ہوں۔ اس کو دو لاکھ دفعہ کوٹا جاتا ہے۔ اس کی تیاری میں دو ماہ لگ جائیں گے۔ ایک سو گولیوں پر تین ۳ روپے لاگت آئیگی۔ اس دوا کے ساتھ اپنا نام دانستہ طور پر وابستہ کیا ہے۔ تاکہ جو اوصاف میں نے بیان کئے ہیں۔ وہ اگر درست ثابت ہوئے۔ تو یہی دنیا میں میرا نام اور یہ دوا زندہ جاوید ہو جائیگی۔ ماہ نومبر سے لیکر تمام سردیوں میں اس کو استعمال کرنا چاہئے۔ جو صاحب اس کا تجربہ کرنا چاہیں۔ آج سے ہی تین ۳ روپے اس کی لاگت بھیج دیں۔ کیونکہ جتنے اصحاب کے آرڈر آئینگے۔ اسی قدر دوا تیار ہوگی۔ جو صاحب اس دوا کو استعمال کریں۔ وہ ایمانداری سے بعد از استعمال اس کے نتیجہ سے ضرور اطلاع دیں۔ سات آنہ محصولڈاک اور پیکنگ بھی ہمراہ آنا چاہئے۔ یعنی **تین روپے سات آنہ** میں یہ دوا آپ کو گھر پر مل جائے گی۔ اور میرے دفتر سے دستی لینے پر صرف "تین روپے" ہی دینے پڑینگے۔ دو گولی صبح۔ ، ، ، ۔۔۔ اور دو شام کو خوب اچھی طرح چبا کر کھانی ہونگی۔ جن کے دانت نہیں۔ وہ پیس کر کھائیں۔ ایسا کرنا لازمی ہے +

۲- نو ۹ رتن۔ چودہ اپ رتن۔ یعنی ہر قسم کے جواہرات اور ہر قسم کے قیمتی پتھروں کے مفصل حالات میں۔۔۔ لکھ رہا ہوں۔ اور امید ہے۔ کہ یہ کتاب جس کا نام "رتن بھنڈار" یعنی "مخزن جواہرات" رکھا ہے چھپ رہی ہے۔ تاکہ ملک کو معلوم ہو سکے۔ کہ ہمارے پہاڑوں اور میدانوں میں جو کروڑوں روپوں کے جواہرات مدفون ہیں ان سے کس طرح مستفید ہونا چاہئے۔ آپ اس کتاب کی مدد سے ہر قسم کے رتن اور قیمتی پتھر کو شناخت کر سکیں

گے۔ اور اس کی کانوں تک پہونچ سکیں گے۔ اور ان کے خواص اور فوائد سے بخوبی آگاہ ہونگے۔ رتن ودیا سے ہمارے بزرگ بخوبی واقف تھے۔ اور ودیاؤں کی طرح یہ ودیا بھی اب گم ہوگئی ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ میں نے اس ودیا کو پھر سے موجودہ نسل کے روبرو پیش کردیا ہے ✤

۳۔ باوجود کاغذ کی گرانی کے میں نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ماہ جولائی کا خاص نمبر چھاپا جائے۔ اور خاص نمبر میں دیگر دلچسپیوں کے علاوہ قیمتی پتھروں پر پوری روشنی ڈالی جائے۔ کہ جو کہ وڑوں روپوں کی مالیت کے قیمتی پتھر پہاڑوں کی تاریکی میں پڑے ہیں۔ اور ان سے کوئی فایدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ میں اس خاص نمبر کے ذریعہ ملک کی اس قیمتی دولت سے بھی آپ کو روشناس کراؤنگا۔ اس رسالہ کے بعد ماہ جولائی کا رسالہ "مستانہ جوگی پتھر نمبر" ہوگا ✤

۴۔ میرے نہایت عزیز بھائی جناب "محمد اسلم خانصاحب" رئیس وزمیندار مردان صوبہ سرحد جو کہ " بادہ خان خیل " کے چشم و چراغ ہیں۔ مجھ کو پٹھان دوستی کا نمونہ پیش کر رہے ہیں۔ میں اگر ان کے اعلیٰ اوصاف کا ذکر میں یا رسالہ میں ذکر کرتا ہوں۔ تو برا مناتے ہیں۔ اور ڈرتے ہیں۔ کہ ان کی تعریف سے ان میں غرور نہ آجائے۔ اس کے علاوہ شکریہ ادا کرنے کی بھی مجھ کو اجازت نہیں۔ ان پابندیوں کے ساتھ آپ کا میرے ساتھ یہ سلوک ہے کہ ہر موسم کے میوے اپنے باغات سے نہایت اعلیٰ نہایت شوق سے چن کر نہایت اعلیٰ پیکنگ کے ساتھ گویا کہ کسی بادشاہ یا اکلوتے بیٹے کو بھیجتے ہوں۔ مجھ کو بغیر درخواست کے بھیجدیتے ہیں۔ گذشتہ سردیوں میں آپ نے پستہ۔ بادام اور دیگر قیمتی مغزیات ڈلوا کر گرٹ تیار کروایا۔ اور رسیدھا میرے پاس بھیجدیا۔ ماہ مارچ میں نہایت اعلیٰ مالٹوں کی ایک پیٹی روانہ کردی۔ میں نے اس قسم کے سرخ مالٹے نہ کبھی دیکھے اور نہ چکھے تھے۔ بعض مالٹے تو اندر سے قندھاری انار کے دانوں جیسے سرخ تھے۔ اور بعض اتنے گہرے سرخ کہ سیاہ نظر آتے تھے۔ ان تحفوں کے ساتھ خط اسقدر عاجزی اور محبت سے لبریز کہ ان خطوں کو پڑھکر اس بڑھاپے میں بھی مرحوم باپ کی شفقت کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ اور کئی دنوں تک اس اعلیٰ اوصاف اور اعلیٰ جذبات سے لبریز شخصیت پر میں غور کرتا رہتا ہوں اور سوچتا ہوں۔ کہ اس محسن کے قرض سے میں کیسے سبکدوش ہوسکتا ہوں؟ جبکہ وہ مجھ کو شکرگزاری تک کا موقعہ نہیں دیتے۔ آپ یورپ کی سیر کرچکے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ اگر میرے پاس دینے کو کچھ نہیں۔ تو کم از کم شکریہ کے مختصر الفاظ سے ہی مجھ کو کچھ بوجھ ہلکا کرنے کی اجازت مل جانی چاہیئے ✤ میں ان واقعات کا ذکر کبھی نہ کرتا۔ کہ جس کی مجھ کو ممانعت ہے کہ کچھ نہ لکھوں۔ میں اُن لوگوں کے لئے یہ لکھ رہا ہوں۔ جو کہ مذہب کی پاکیزگی سے دور اور گمراہ ہندؤں مسلمانوں میں تعصب کی آگ بھڑکا کر دو شریف قوموں کی لڑائی کا تماشہ دیکھتے ہیں۔ اُن کو اس بے غرض محبت سے سبق لینا چاہیئے ✤

گذشتہ سال جناب شیخ لائق علی صاحب جج امرت سر جو کہ میرے پڑوسی ہیں۔ ان کے لڑکے کی شادی پر مجھ کو بمعہ چند ہندوؤں کے برات میں مدعو کیا۔ سینکڑوں مسلمان براتیوں میں ہم دس بارہ ہندو اور سکھ تھے والئے دختر بھی بہت معزز صاحب تھے۔ سب طرف سینکڑوں میزوں پر کھانا چنا ہوا تھا۔ ان میں چند میزیں ہندو مہمانوں کے لئے مخصوص تھیں۔ کہ جن کا کھانا ہندوؤں سے تیار کرایا گیا تھا۔ اور ہندو ہی کھلانے پر تعینات تھے۔ اس برات میں لاہور اور امرت سر کے اعلیٰ طبقہ کے شرفا شریک تھے۔ جاتے ہی سب کو شامیانہ کے نیچے کوچوں پر بٹھایا گیا۔ اور سب سے پہلے ہم ہندو براتیوں کو کھانے کی میزوں پر کھانا کھانے کو بلایا گیا۔ اور معزز مسلمان براتی نہایت صبر سے شامیانہ کے نیچے ہی انتظار کرتے رہے +

ہمارے نزدیک ہی مسلمان بھائیوں کا پڑا ہوا کھانا سرد ہو رہا تھا۔ اور ہم گرم گرم کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے یہ طریقہ اسلئے استعمال کیا۔ کہ اگر مسلمان براتی پہلے کھاتے۔ تو ممکن ہے۔ کسی ہندو کو اعتراض ہوتا۔ والئے دختر ہمارے کھانے کا علیحدہ مکان میں بھی انتظام کر سکتے تھے۔ لیکن اس میں بیگانہ پن پایا جاتا۔ اس لئے مسلمانوں کی نسبت انہوں نے ہندوؤں کو ترجیح دی۔ اور اپنی انکساری اور قربانی سے ہم کو سچی محبت کا سبق دیا۔ یہ لاہور کا ہی واقعہ ہے۔ سینکڑوں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا +

میں حیران ہوں۔ کہ لاہور کے ہندو اور مسلمان اخباروں نے اس پر کیوں روشنی نہیں ڈالی۔ ملک کو ضرورت ہے۔ کہ ایسی خبروں کو نمایاں طور پر چھاپا جائے۔ تاکہ ملک کی دونو شاندار قومیں ایک دوسرے کے زیادہ نزدیک ہوں اور ملک کی بہتری کریں۔ ہندو مسلم فساد کی نمایاں خبریں ملک کی فضا کو خراب کرتی ہیں اور یہ بات بھی کوئی قابل فخر نہیں کہ جس کو اخباروں میں اہم جگہ دی جائے۔ یہ تو قابل افسوس داستان ہے۔ جسقدر جلد یہ ختم ہو جائے اچھا ہے + آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے۔ کہ جب ہم کھانا کھا چکے۔ تو بعد میں لاہور کے بڑے بڑے مسلمان رئیسوں اور مسلمان افسروں نے ہمارے بعد نہایت خندہ پیشانی سے کھانا کھایا۔ اور اپنی وسیع دلی کا ثبوت دیا + اس واقعہ کو سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے۔ ابتک اس کی یاد میرے دماغ میں تازہ ہے + دونو قومیں اگر اسی طرح رواداری سے کام لیں تو ہندوستان میں آج مذہبی بدمزگی کا خاتمہ ہو سکتا ہے +

رسالہ کے مستقل خریداروں کیلئے

رعایتی اعلان

نیچے لکھی ہوئی کتب اور ادویات کی اصل قیمت سے
فی روپیہ چار آنہ رعایت یکم جون تک دی جائیگی

جن کے خط پر ۳۰ مئی سنہ ۱۹۴۰ء تک کی مہر لگی ہوگی۔ اُن کو ہی یہ رعایت دی جائیگی اسکے بعد ہر دوا اور کتاب کی قیمت اصل ہی لی جائیگی۔ آرڈر دیتے وقت اپنا "نمبر خریداری" ضرور لکھیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے۔ کہ آپ رسالہ کے خریدار ہیں۔ وہ اصحاب جو کہ رسالہ کے خریدار نہیں۔ اُن سے اصل قیمت ہی وصول ہوگی۔ جو اصحاب ۳۰ مئی تک رسالہ کا سالانہ چندہ ادا کر کے خریدار بن جائینگے وہ بھی اس رعایت سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں * اس بات کا خیال رہے۔ کہ جو آرڈر "دو روپے سے کم ہوگا اُن کو کوئی رعایت نہیں" رعایت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ "دو روپیہ یا دو روپیہ سے زیادہ کا آرڈر ہو" * محصولڈاک یا خرچ وی۔ پی بذمہ خریدار ہوگا * ادویات یا کتب کی اصل قیمت سے چوتھائی رقم بطور رعایت دی جائیگی۔ یعنی دو روپیہ اگر قیمت ہو تو ۳۰ مئی تک آپ سے ڈیڑھ روپیہ لیا جائیگا۔ اور آٹھ آنہ آپکو رعایت رہیگی (مینجر)

شریمان صوفی لچھمن پرشاد جی کی تصنیف کردہ

کتب کی فہرست

مندرجہ ذیل کتب سرتاپا پُر مغز اور قیمتی معلومات سے لبریز ہیں۔ صوفی صاحب نے جس مضمون پر بھی قلم اُٹھایا ہے علم کے دریا بہا کر رکھ دیئے ہیں سینکڑوں کتابوں کے مطالعہ سے جو حاصل نہیں ہو سکتا۔ آپ صرف ایک کتاب کے پڑھنے سے وہ حاصل کر سکتے ہیں۔ ہر کتاب آپ کی لائبریری کی زینت اور گھر کا زیور ہے۔ کہ جن سے آپ کے خاندان کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ ہر کتاب کے آگے جو قیمت درج ہے۔ وہ قطعی اور آخری ہے۔ اسلئے اس میں کمی بیشی ہرگز نہیں ہوتی۔ کتاب منگاتے وقت محصولڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار ہی ہوتا ہے *

نیاز مند :- مینجر رسالہ "مستانہ جوگی" شاہی محلہ - لاہور

سائنس کی روشنی میں

۱۔ ہندوستانی جڑی بوٹیاں

اس کتاب میں ہر بوٹی کا ہر زبان میں نام۔ جائے پیدائش پہچان۔ آیورویدک اور یونانی میں ان کا استعمال

انگریزی نام۔ ڈاکٹری نام۔ یورپ والے اِن بُوٹیوں سے جو جو دوا تیار کرتے ہیں۔ اُن انگریزی دوائیوں کا نام۔ از رُوئے ڈاکٹری ہر بُوٹی کے خواص۔ بُوٹیوں کے فوائد۔ دُوسرے مُلکوں میں اِن کی تجارت کے وسائل۔ غرضیکہ ہندوستان کی ہر بُوٹی پر اِس کتاب میں پُوری پُوری روشنی ڈالی ہے۔ یورپ والے اِنہی رازوں سے واقف ہو کر ہندوستانی بُوٹیوں کو منگا کر اُن سے پانچ پانچ سَو روپیہ فی پونڈ کی دوائیاں تیار کر کے دُنیا میں تجارت کر رہے ہیں۔ اور ہم ناواقفیت کے باعث اُن کو بیکار سمجھ کر پاؤں میں روندتے اور چُولھوں میں جلاتے ہیں۔ سوم بُوٹی اور ممیرا کہ جن کو نایاب خیال کیا جاتا ہے۔ ناواقفیت کے باعث تیس روپے تولہ ممیرا بِک رہا ہے۔ حالانکہ اِس خودرَو بُوٹی سے پہاڑ بھرے پڑے ہیں۔ اُن پر پُوری روشنی ڈالی ہے۔ اِس کتاب کی مدد سے یہ دونو بُوٹیاں جتنی مقدار میں ضرورت ہو۔ آپ خود مہیا کر سکتے ہیں۔ اُردو زبان میں آجتک ایسی نایاب کتاب نہیں چھپی۔ باوجود اسقدر قیمتی معلومات کے قیمت فی جلد دو روپے ہے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ✤

۲۔ مُجرّبات طِبّ قدیم جدید

یہ لاثانی کتاب آیورویدک۔ یُونانی اور ڈاکٹری کا نچوڑ ہے۔ دُنیا کے مشہور وَید اور حکیم جن نسخوں کو استعمال کرتے آئے ہیں۔ جن نُسخوں کو تمام زمانہ مُستند اور مُفید تسلیم کرتا ہے۔ وُہ تمام نُسخے اِس کتاب میں درج ہیں۔ آیورویدک اور یُونانی کی تمام مُعتبر کتابوں کے وُہ نُسخے جو کہ لاکھوں آدمیوں پر مُفید ثابت ہو چکے ہیں۔ ہر مرض کے اِس کتاب میں درج ہیں۔ رَس۔ رسائن۔ آسو۔ ہر طرح کی معجُون۔ شربت۔ عرق بنانے کے طریقے بھی درج کر دیئے ہیں۔ ہر دھات کو شُدھ کرنے اور کُشتہ کرنے کے طریقے بھی بتا دیئے ہیں۔ ہندوستان کی مشہُور اِشتہاری دوائیوں کے اصل نُسخے بھی درج ہیں۔ ہر نُسخہ کے اجزا نہایت عام فہم زبان میں درج ہیں۔ اور اُن کے بنانے کے طریقے اِسقدر سادہ زبان میں لکھے ہیں۔ کہ اُن کو پڑھ کر ایک بچّہ بھی تیار کر سکے۔ اِس کے علاوہ یورپ کی مشہُور پیٹنٹ ادویات کو بنانے کے طریقے بھی بتا دیئے ہیں۔ صُوفی صاحب نے اپنے ذاتی تجربات بھی اِس کتاب میں درج کر دیئے ہیں۔ باوجود اِس قدر قیمتی معلومات کے قیمت فی جلد دو روپے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ✤

۳۔ برتھ کنٹرول یعنی مانع حمل

ایسی دوائیاں یا آلہ۔ کہ جن کے استعمال کرنے سے حمل ہونے کا اندیشہ بالکل نہ رہے۔ ایسی چیزوں کے بھی خوب اِشتہار چھپ رہے ہیں۔ اور پبلک کا روپیہ برباد ہو رہا ہے۔ یورپ نے اِس کے مُتعلق جو جو ایجاد کی ہے اُس کے بنانے کے اصل نُسخے اِس کتاب میں درج ہیں۔ ربڑ کا جو سامان اور آلات اِس میں اِستعمال ہوتے ہیں۔ اُن تمام کی تصاویر اور اِستعمال کرنے کے طریقے سمجھائے ہیں۔ غرضیکہ یورپ جن طریقوں پر کاربند ہے۔ وُہ تمام طریقے اِس میں درج ہیں۔ قیمت فی جلد بارہ آنہ (۱۲/) محصولڈاک بذمہ خریدار ✤

۴- مردانہ امراض اور انکی تشخیص و علاج

اخباروں اور دیواروں پر آتشک سوزاک۔ احتلام و جریان۔ سرعت انزال۔ نامردی کے ہی زیادہ اشتہار نظر آتے ہیں۔ اور اشتہاری وَیَد خوب پبلک کو لوٹتے ہیں پھر بھی مریضوں کو صحت نصیب نہیں ہوتی۔ اس لئے مندرجہ امراض کی تشخیص اور پھر ہر مرض کے آزمودہ نسخے بھی درج کر دیئے ہیں۔ تاکہ ہر شخص پیسوں میں اپنا علاج خود کر سکے۔ اور دوسروں کو فائدہ پہونچا سکے۔ قیمت فی جلد صرف بارہ آنہ (۱۲ر) محصولڈاک بذمہ خریدار +

۵- صنعت و حرفت کے راز حصہ اوّل

ہر طرح کے دیسی اور انگریزی صابن۔ اور ہر طرح کے سر لگانے کے خوشبودار تیل۔ بغیر پھولوں کے ہر طرح کے عطر۔ پونڈر۔ فنتہ۔ پف پاؤڈر۔ ہر قسم کا فینائل۔ ہر طرح کا سرکہ۔ کھانے کی خوشبوئیات اور سینکڑوں قسم کی چیزیں بنانے کے طریقے اس کتاب میں درج ہیں۔ کہ جن کی بدولت یورپ مالامال ہو رہا ہے۔ آپ معمولی سرمایہ سے اس کتاب کی بدولت ہزاروں روپیہ کما سکتے ہیں۔ قیمت فی جلد بارہ آنہ۔ محصولڈاک بذمہ خریدار +

۶- مستانہ جوگی کا یوگ درشن

پرانایام۔ ہٹ یوگ۔ راج یوگ کرنیکے تمام طریقے اس کتاب میں درج ہیں۔ اور ہر یوگ آسن کی بیسیوں تصویریں ہیں۔ یوگ دنیا کے لئے معمہ بن رہا تھا۔ اس کتاب میں سائنٹیفک طریقہ سے یوگ کی پوری تشریح کی گئی ہے۔ آپ اس کتاب کی مدد سے مکمل یوگی بن کر اپنی روحانی طاقتوں کو بے حد بڑھا سکتے ہیں۔ اور اور آپ یوگ آسنوں کی بدولت ہر مرض کا علاج کر سکتے ہیں۔ قیمت فی جلد بارہ آنہ ہے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار +

۷- پراچین بھارت کی گپت ودیائیں

اس کتاب میں اب سے ہزاروں برس پہلے کا بھارت درشن دکھلایا گیا ہے۔ اُس وقت کی سائنس۔ اور عجیب و غریب خفیہ علوم۔ فن سپاہ گری۔ اُس وقت کا طرز حکومت۔ اُسوقت کا فن تعمیر۔ پراچین بھارت کے شہر اور گاؤں۔ غرضیکہ اس کے مطالعہ سے پراچین مقدس بھارت کا نقشہ آنکھوں کے آگے آجاتا ہے۔ اُس وقت کی ترقی کے مقابلہ میں موجودہ زمانہ نے ابھی خاک بھی ترقی نہیں کی پراچین بھارت کی جہاز رانی انسان کو حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں ایک درجن بلاک کی نایاب تصاویر ہیں۔ قیمت فی جلد بارہ آنہ۔ محصولڈاک بذمہ خریدار +

۸۔ وشنو ستارہ کی سیر

اس کتاب میں تخیل انسانی نظام شمسی سے بھی پرے چلا جاتا ہے۔ آسمان پر چمکتے ستاروں کا عجیب و غریب حال۔ ہر ستارہ کے باشندے۔ وہاں کے لوگوں کی عجیب و غریب ایجادیں۔ وہاں کی آب و ہوا۔ آسمانی سفر کی دل ہلا دینے والی باتیں۔ انسانی دماغ پر تمام برہمانڈ کے رازوں کا انکشاف کر دیتی ہیں۔ اور پڑھنے والے کی معلومات میں بیحد اضافہ ہو جاتا ہے۔ کتاب ختم کرنے پر انسان کہہ اٹھتا ہے۔ کہ مجھ کو آسمان کے رازوں کا اب پتہ لگا ہے قیمت فی جلد آٹھ آنہ (۸؍) محصولڈاک بذمہ خریدار +

۹۔ جوتش رتن بھنڈار

ملک میں جوتشی چیونٹیوں کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ جو کہ اس مقدس علم کو بدنام کر رہے ہیں۔ آپ اس کتاب کی مدد سے خود کامل جوتشی بن سکتے ہیں۔ آپ کے سامنے ہر ایک کی زندگی کے حالات ایک کھلی کتاب کی طرح ہونگے۔ آپ ہر شخص کے ماضی۔ حال اور مستقبل کے حالات بتا سکینگے۔ قیمت فی جلد چھ آنہ۔ محصولڈاک بذمہ خریدار +

۱۰۔ صنعت حرفت کے راز حصہ دوئم

جن اصحاب نے "صنعت و حرفت کے راز" نامی کتاب کا پہلا حصہ پڑھا ہے۔ ان کو بخوبی علم ہے۔ کہ اس میں کس قدر قیمتی فارمولے درج ہیں۔ اب اسی کتاب کا "حصہ دوئم" بھی چھاپ دیا ہے۔ اسمیں صنعت و حرفت کے ایسے راز چھاپے ہیں۔ کہ جو ہزاروں روپیہ خرچ کرنے پر بھی نہیں مل سکتے۔ بیکاری کا عملی حل اس کتاب میں ملتا ہے۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ۔ محصولڈاک بذمہ خریدار + رجنوری ۱۹۳۸ء کے رسالہ کا یہ "صنعت و حرفت نمبر" ہے جو کہ رسالہ کے ۱۹۳۸ء کے خریداروں کو مل چکا ہے۔

۱۱۔ پنج ترنگنی

نہایت میٹھے دوہوں اور چوپائیوں میں (۱) پون اور انجنا (۲) ستی ساوتری (۳) ویر ابھی منیو (۴) میرا بائی (۵) مکمل رامائن کی کتھائیں لکھی ہیں کہ پڑھتے پڑھتے ہی دل ایک سو ہو کر سمادھی کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ استری بچے اس کو پڑھتے پڑھتے ہی حفظ کر لیتے ہیں۔ اس کتاب کی کتھا سے گرہست آنند مے ہو جاتا ہے۔ اور گھر والوں پر ان کتھاؤں کا بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ قیمت فی جلد صرف چھ آنہ (محصولڈاک بذمہ خریدار) +

(نوٹ۔ ہر کتاب کا محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا)

نیازمند

مینجر رسالہ مستانہ جوگی شاہی محلہ لاہور

ہمالہ فارمیسی" شاہی محلہ۔ لاہور کی ادویات

جو کہ شریمان صوفی لچھمن پرشاد جی کی زیر نگرانی تیار ہوتی ہیں

ا۔سرمہ جاگتی جوت ممیرا والا

آنکھوں سے کم دکھائی دینا۔ آنکھ کی سرخی۔ پانی بہنا۔ رتوندا۔ نیا موتیا بند۔ مائی اوپیا۔ ککرے یعنی روئے۔ دھند۔ جالا غبار۔ آنکھوں کا جلدی تھک جانا۔ آنکھوں کا دکھنا۔ عینک کی عادت۔ غرض آنکھوں کی تمام شکائیتیں اس سرمہ کے استعمال سے حیرتناک طریقہ سے دور ہو جاتی ہیں۔ اور آنکھوں سے نور برسنے لگتا ہے۔ اور بے رونق آنکھوں میں رونق آجاتی ہے۔ اس سرمہ میں "خالص ممیرا" پڑتا ہے۔ اور قیمتی جڑی بوٹیوں سے تیار ہوتا ہے۔ "سرمہ جاگتی جوت" اپنے اعلیٰ اوصاف کے باعث ملک میں بیحد ہردلعزیز ہے۔ فی شیشی کی قیمت ایک روپیہ چار آنہ

۲۔من مُندرا تیل

داد چنبل۔ چاہے خشک ہو۔ چاہے تر۔ پھوڑا پھنسی۔ منہ کے کیل۔ یعنی جہاسے اس تیل کے استعمال سے شرطیہ دور ہو جاتے ہیں۔ نہ پٹی باندھنے کی ضرورت اور نہ بھیگنے کا ڈر۔ صبح و شام اس تیل کا ل دینا کافی ہے۔ "لاہور سور" یعنی "جڑ دار پھوڑا" کہ جس کو ڈاکٹر "لوکل سور" کہتے ہیں۔ اس تیل کو متواتر لگاتے رہنے سے ضرور دور ہو جاتا ہے۔ ہر گھر میں اس کی ضرورت ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔ محصولڈاک بذمہ خریدار +

۳۔گندھک کا تیل

مثل مشہور ہے۔ کہ "پارہ سارا نہ مرے اور گندھک تیل نہ دے"۔ لیکن آیورویدک سائنس نے "گندھک کا بھی تیل" بنا دیا ہے۔ رنگ و بو۔ ذائقہ بالکل گندھک جیسا۔ یہ نایاب چیز ہے۔ جو کہ صرف ہمالہ فارمیسی کی ایجاد ہے۔ ہر قسم کی بواسیر۔ اور ہر قسم کی خون کی خرابی۔ کوڑھ۔ اسکے چند قطرے روزانہ استعمال کرنے سے دور ہو جاتی ہے۔ پیٹ کے کرم مر جاتے ہیں۔ جگر درست کام کرنے لگتا ہے۔ اور بھوک خوب لگتی ہے۔ بیرونی طور پر پھوڑے پھنسی پر لگانے سے ان کو آرام آجاتا ہے۔ بچھو اور بھڑ کے کاٹے پر لگانے سے ٹھنڈک پڑ جاتی ہے۔ قیمت فی شیشی ایکروپیہ

۴۔استری ماسک دھرم

عورتوں کا ماہواری یعنی حیض درد سے آنا۔ کم آنا یا بیقاعدہ آنا کہ جسکے باعث عورتیں مغموم رہتی ہیں۔ اور اولاد نہیں ہوتی۔ یا ہو کر مر جاتی ہے۔ سر درد اور کمر درد رہتا ہے۔ بھوک نہیں لگتی۔ "استری ماسک دھرم" نامی دوا کی صرف ایک شیشی کے استعمال

سے ہی یہ تمام شکایتیں رفع ہو جاتی ہیں۔ اور حیض باقاعدہ بغیر درد کے مقررہ قدرتی مقدار میں آنے لگتا ہے۔ (حاملہ عورتوں کو یہ دوا ہرگز استعمال نہ کرائیں) قیمت فی شیشی دو روپے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار +

۵۔ کثرتِ حیض کی دوا

بعض عورتوں کے ایامِ حیض میں خون اس قدر خارج ہو جاتا ہے کہ ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے ہیں۔ اور رنگ زرد پڑ جاتا ہے حیض میں خون کا کثرت سے جاری ہونا بھی بیماری ہے۔ کہ جس کے باعث عورت سخت کمزور ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں "کثرت حیض کو روکنے والی" یہ دوا کھلانے سے حیض اعتدال پر آ جاتا ہے۔ اور جسم توانا مضبوط بن جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار +

۶۔ سورن اگنی

جریان۔ احتلام۔ سرعت انزال کی یہ حکمی دوا ہے۔ سینکڑوں دوائیاں کھانے پر بھی جن کو آرام نہیں آتا۔ سورن اگنی کی صرف ایک شیشی استعمال کرنے سے جریان۔ احتلام۔ سرعت انزال۔ سب کو آرام آ جاتا ہے۔ اور دوبارہ پھر یہ شکایت نہیں ہوتی۔ نہایت بے نظیر دوا ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار +

۷۔ روغن طلا

جبکہ اندری میں ٹیڑھا پن۔ ڈھیلا پن یا سستی آ جائے۔ یا نامردی کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ تب فوراً "روغن طلا" کا استعمال کرنا چاہئے۔ اس کی مالش سے مردہ رگوں میں جان پڑ جاتی ہے۔ اور اندری بالکل اصلی اور قدرتی حالت پر آ جاتی ہے۔ اور کوئی نقص نہیں رہتا۔ اسکے استعمال سے درد جلن یا چھالا نہیں پڑتا۔ بالکل بے ضرر دوا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ "سورن اگنی" کے ساتھ اس کا استعمال سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے + محصولڈاک بذمہ خریدار +

۸۔ کشتہ فولاد

یہ طاقت کی زبردست دوا ہے۔ ماں کے دودھ کی طرح بالکل بے ضرر۔ ہر موسم اور ہر آب و ہوا اور ہر عمر میں یہ استعمال ہوتی ہے۔ بڑھاپے۔ عیاشی۔ کم خوراکی یا غم و فکر سے مرجھائے ہوئے جسم اسکے استعمال سے ہرے بھرے ہو جاتے ہیں جسم جوش جوانی سے بھر جاتا ہے۔ پچکے ہوئے گال بھر جاتے ہیں۔ اور چہرہ سیب کی طرح سرخ ہو جاتا ہے۔ دبلے پتلے جسم خوب فربہ ہوتے ہیں۔ خالص خون جسم میں پیدا ہونے لگتا ہے۔ اس دوا کی صرف ایک شیشی کے ہی استعمال سے جسم کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ اس دوا کو شروع کرنے سے پہلے جسم کا وزن کر لیں۔ پھر تمام شیشی استعمال کرنیکے بعد وزن کریں۔ پھر آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ آپ کا وزن کئی پونڈ بڑھ گیا ہے۔ بچہ۔ بوڑھا۔ عورت۔ مرد۔ سب کے لئے یکساں مفید ہے۔ دنیا کی کوئی بھی طاقت کی دوا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مرض "ذیابیطس" کے مریضوں کی پیشاب کی شکر بند ہو جاتی ہے۔ کئی برس پڑا رہنے پر بھی خراب نہیں ہوتی۔ قیمت فی شیشی دو روپے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار +

۹۔ اگن مندرا چورن

یہ نہایت خوش ذائقہ چورن ہے۔ اسکے کھاتے ہی بھوک لگ جاتی ہے۔ اور کھایا ہوا کھانا فوراً ہضم ہو جاتا ہے۔ سنگرہنی۔ پیٹ درد بدہضمی۔ اور درد قولنج۔ عورتوں کا مرض ہسٹیریا۔ ہیضہ۔ اسکے استعمال سے دور ہوتا ہے۔ پہاڑی سفر اور سمندری سفر

میں اسکے استعمال کرنے سے جی نہیں متلاتا۔ اور نہ قے ہی آتی ہے۔ عام سفر میں اس کو استعمال کرنے سے غیر علاقہ کی آب و ہوا اور پانی جسم پر مضر اثر نہیں کرتا۔ بچے اس کو شوق سے کھاتے ہیں۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ محصولڈاک بذمہ خریدار +

۱۰۔ روح برھمی بوٹی

برھمی بوٹی کا پودا جب پختہ ہو جاتا ہے۔ اور اسکے پھٹے بیج جھڑ جاتے ہیں۔ تب جڑ سے اوپر کا حصہ جدا کر کے "برھمی بوٹی" کا سائنٹیفک طریقہ سے جوہر نکال لیا جاتا ہے۔ جو کہ بالکل تیل کی شکل کا ہوتا ہے۔ اسکے استعمال سے قوت یادداشت یعنی حافظہ غضب کا بڑھ جاتا ہے۔ جو پڑھا سنا یا دیکھا جاتا ہے۔ وہ کبھی فراموش نہیں ہوتا۔ اسکے استعمال سے کند سے کند ذہن شخص نہایت ذہین ہو جاتا ہے۔ دماغی طاقت خوب بڑھ جاتی ہے۔ یہی وہ دوا ہے جو کہ براہ راست دماغ پر اثر کرتی ہے۔ آیورویدک کی یہ بہت مشہور دوا ہے۔ اور دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتی قیمت فی شیشی صرف دو روپے (۲؍) محصولڈاک بذمہ خریدار + اس ایک شیشی میں سیروں "برھمی بوٹی" کا روح بھرا ہوا ہے۔ دماغی کام کرنے والوں کے لئے یہ بے نظیر چیز ہے +

۱۱۔ منگل مندرا

سوزاک نیا ہو۔ چاہے کتنا ہی پرانا ہو۔ پیشاب کی راہ خون پیپ بہتا ہو۔ درد سے مریض بے حال ہو۔ "منگل مندرا" کے استعمال سے فوراً ٹھنڈک پڑ جاتی ہے۔ خون یا پیپ کا آنا بند ہو جاتا ہے۔ پیشاب بغیر رکاوٹ اور درد کے کھل کر آنے لگتا ہے۔ پیشاب کی نالی کا پرانا زخم یعنی قرحہ بھی دور ہو جاتا ہے۔ اور سوزاک سی نامراد مرض ہمیشہ کے لئے چلی جاتی ہے۔ قیمت فی شیشی تین روپے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار +

۱۲۔ پچکاری اور پچکاری کی دوا

شیشے کی چھوٹی پچکاری اور اسکے ساتھ ایک دوا ہوتی ہے۔ کہ جس کو نیم گرم پانی میں حل کر کے روز صبح اور شام پیشاب کی نالی میں اس دوا کی پچکاری کرنی پڑتی ہے۔ اور "منگل مندرا" دوا ہر روز کھانی پڑتی ہے۔ اسکے ساتھ ہی پچکاری کا عمل جاری رکھنے سے مہینوں کا کام چند گھنٹوں میں ہو جاتا ہے۔ اور سخت سے سخت مرض سوزاک فوراً اور ہمیشہ کے لئے دور ہو جاتا ہے۔ اور پھر دوبارہ ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ پچکاری اور پچکاری کی دوا کی قیمت دو روپے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار +

۱۳۔ رتن مندرا

آتشک چاہے نیا ہو۔ چاہے پرانا۔ جسم گل سڑ گیا ہو۔ تالو میں سوراخ ہو گیا ہو۔ "رتن مندرا" کی صرف ایک شیشی کے استعمال سے جسم کے تمام زخم خشک ہو جاتے ہیں۔ اور آتشک کا زہریلا مواد ہمیشہ کے لئے خارج ہو جاتا ہے۔ اور دوبارہ آتشک پھوٹ پڑنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اس دوا کے استعمال سے منہ نہیں آتا۔ اور نہ کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہے۔ اس کے استعمال کے بعد جب مریضوں کے خون کا امتحان کیا گیا۔ تو آتشک کے جرم مرض کا نام و نشان نہیں ملا۔ آتشک کے لئے آیورویدک کی یہ لاثانی دوا ہے۔ اور دنیا کی کوئی دوا بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ قیمت فی شیشی تین روپے محصولڈاک بذمہ خریدار +

۱۴-چنبیلی

کان سے پیپ بہتی ہو۔ اور بدبو آتی ہو۔ رُوئی سے صاف کر کے اِس دوا کو ہر روز کان میں ڈالنے سے کان بہنا بند ہو جاتا ہے۔ "چنبیلی" نامی دوا "کان بہنے کی واحد دوا" ہے۔ قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ۔ محصُولڈاک بذمہ خریدار +

۱۵-موتیا لوشن

کھجلی یعنی خارش کی مرض جو کہ عموماً ہاتھوں یا پاؤں کی اُنگلیوں کے درمیان ہوتی ہے۔ اور بعض مریضوں کے تمام جسم پر پھیل جاتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی پھنسیاں باجرہ کے دانہ کے برابر پیپ سے بھری ہُوئی نمُودار ہوتی ہیں۔ کہ جن میں بہت خارش ہوتی ہے۔ اور کھجلی نے سے یہ پھنسیاں پھُوٹ جاتی ہیں۔ اور ان کا مواد جسم کے جس حصّہ پر لگتا ہے۔ وہاں اور پھنسیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ چھوت دار بیماری ہے۔ "موتیا لوشن" کے لگتے ہی خارش ہونا موقوف ہو جاتا ہے۔ اور پھنسیاں مرجھانے لگتی ہیں۔ اور چند دن کے استعمال سے یہ مرض ہمیشہ کے لئے چلی جاتی ہے۔ "موتیا لوشن" اِس مرض کی یقینی اور آخری دوا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ۔ محصولڈاک بذمہ خریدار +

۱۶-موم کا تیل

خالص دیسی موم میں سے یہ تیل نکالا جاتا ہے۔ جو کہ "موم کا جوہر" ہے۔ پاؤں کی موچ۔ جوڑوں کا درد۔ گنٹھیا۔ چوٹ کا درد۔ خواہ جسم کے کسی بھی حصّہ پر ہو۔ "موم کے تیل" کی مالش سے فوراً دُور ہو جاتا ہے۔ دردوں کے دُور کرنے میں کوئی دوا اِس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ تیل نہایت محنت سے تیار ہوتا ہے۔ قیمت فی شیشی کی صرف ایک روپیہ محصولڈاک بذمہ خریدار +

۱۷-برص یعنی پھلبہری کی دوا

اِس مرض کو "کچا کوڑھ" بھی کہتے ہیں سفید داغ جسم پر پڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر علاج نہ کیا جائے۔ تو یہ سفید داغ تمام جسم پر نمُودار ہو کر جسم کو چتکبرا کر دیتے ہیں۔ اور شکل نہایت گھناؤنی ہو جاتی ہے۔ اور کچھ مُدت کے بعد تمام جسم سفید ہو جاتا ہے۔ یہ بہت ہٹیلا مرض ہے۔ جو کہ بہت مُدت علاج کرنے کے بعد مُشکل سے جاتا ہے۔ بعض مریضوں کو ہماری دوا سے بہت جلد فائدہ ہو جاتا ہے۔ بعض کو تندرست ہونے میں عرصہ لگتا ہے۔ مختلف طبیعتوں پر اِس کا مختلف اثر پڑتا ہے۔ یعنی بعض کو جلد آرام آ جاتا ہے۔ بعض کو دیر میں۔ دو طرح کی دوا بھیجی جاتی ہے۔ ایک دوا کو تو ہر روز سفید داغوں پر لگانا پڑتا ہے۔ اور دُوسری دوا کو ہر روز کھانا پڑتا ہے۔ اِن دونو دوائیوں کی قیمت تین روپے ہے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار +

. . . .

. . . .

. . . .

۱۹-ضرور لڑکا پیدا ہوگا

اِس دوا میں "شِولنگی" اور "جیا پوتا کے بیج" ـــ "لکشمنا بُوٹی" اور دیگر نایاب بُوٹیوں کو ڈالا جاتا ہے۔ وُہ عورتیں کہ جن کے ہمیشہ لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہوں۔ اگر حمل کے پہلے تین مہینوں میں سے کسی بھی ماہ

ہیں یہ دوا کھلائی جائے۔ تو ضرور تندرست۔ خوبصورت اور لمبی عمر والا لڑکا ہی پیدا ہوتا ہے۔ یہ آیورویدک کا نہایت لاثانی نسخہ ہے۔ اس پایہ کی یونانی و ڈاکٹری میں کوئی دوا نہیں۔ اس قدر عظیم فائدہ کے قیمت اس کی صرف پانچ روپے ہے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ۔

۲۰۔ شدھ سلاجیت کا جوہر

جو کہ طاقت کی مشہور دوا ہے۔ اور پتھروں میں سے نکالی جاتی ہے۔ کہ جس کو صوبہ سرحد کے پٹھان مومیائی کہتے ہیں اس کا اصل جوہر۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ۔

۲۱۔ سرجیون رس

یہ نہایت خوشبودار جوہر ہے۔ جو کہ ہر مرض میں مفید ہے پیٹ درد بدہضمی۔ کھٹے ڈکار۔ جی متلانا۔ بدہضمی کے دست۔ ہیضہ میں اس دوا کے دو چار قطرے دینے سے فوراً آرام آجاتا ہے۔ سر درد کی حالت میں پیشانی پر ملتے ہی درد کافور ہو جاتا ہے چوٹ لگ گئی ہو۔ اسکے چند قطرے ٹپکا کر مالش کرنے سے اسی وقت درد رفع ہو جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی صرف دو روپے۔ محصولڈاک بذمہ۔ ہر گھر میں اس دوا کا ہونا لازمی ہے۔ چھوٹی سی شیشی میں مکمل شفاخانہ بند ہے۔ گویا کہ جیب میں ہسپتال آجاتا ہے ۔

۲۲۔ قبض کشا گولیاں

رات کو سوتے وقت ایک یا زیادہ گولیاں عمر کے لحاظ سے چند دن کھانے سے نئی یا دائمی قبض کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔ اس کے استعمال سے پیٹ درد نہیں ہوتی۔ اور نہ دل گھبراتا ہے۔ بالکل بے ضرر دوا ہے۔ فی شیشی کی قیمت ایکروپیہ محصولڈاک بذمہ خریدار ۔

۲۳۔ لیکوریا یعنی سیلان الرحم کی دوا

اس مرض میں عورتوں کی شرمگاہ سے سفید یا بھورا یا ہلکے سا رنگ کا لیسدار پانی خارج ہوتا رہتا ہے۔ کہ جس میں سے بدبو آتی ہے۔ اور عورت دن بدن کمزور ہوتی جاتی ہے۔ چہرہ کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ اولاد ہونا موقوف ہو جاتی ہے۔ اس مرض میں مناسب ہے۔ کہ بورک لوشن سے صاف روئی تر کرکے عورت اپنی شرمگاہ کو اندر سے خوب اچھی طرح صبح و شام دھویا کرے۔ بورک لوشن بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ کہ ایک پاؤ گرم پانی میں ایک ٹی سپون رچانے کا چھوٹا چمچہ۔ تقریباً چھ ماشہ) بورک ایسڈ ڈالکر حل کرلیں۔ بورک لوشن تیار ہے)۔ اس روزانہ عمل کے ساتھ دوا "اکسیر سیلان الرحم" کو کھاتے رہنا چاہئے۔ "اکسیر سیلان الرحم" کو کھاتے رہنا چاہئے۔ "اکسیر سیلان الرحم" کی ایک شیشی کی قیمت تین روپے ہے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ۔

نوٹ:۔ اگر دو دوائیاں اکٹھی منگانی مطلوب ہوں۔ تو اپنے نزدیکی ریلوے سٹیشن کا پتہ دیں۔ تاکہ دوائیاں بذریعہ ریلوے پارسل بھیجی جائیں۔ اسطرح ڈاکخانہ کی بنسبت بہت کم کرایہ لگتا ہے ۔

مندرجہ بالا دوائیوں کو منگانے کا پتہ

مینجر ہمالہ فارمیسی۔ شاہی محلہ۔ لاہور

آیورویدک کے نایاب رتن

میں نے اس سال اپنے ہاتھ سے جو چیزیں تیار کی ہیں۔ اُن کی تفصیل ذیل میں دیتا ہوں۔ ان کو شروع سے آخیر تک خود میں نے بنایا ہے۔ بلکہ کھرل تک خود کیا ہے۔ تاکہ ہر چیز ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر ہو۔ بعض چیزوں کی تیاری میں گرمی کے موسم میں چھتیس چھتیس گھنٹہ مجھ کو تیز آگ کے سامنے بیٹھنا پڑا۔ لیکن ہر چیز نہایت اعلےٰ تیار ہوئی ہے۔ جن کو ضرورت ہو۔ وہ "ہمالہ فارمیسی۔ شاہی محلہ۔ لاہور" سے منگا سکتے ہیں۔ یہ چیزیں خاص ہمیشہ دستیاب نہیں ہو سکتیں۔ نہ معلوم کب ضرورت پڑ جائے۔ اسلئے خرید کر گھر میں ضرور رکھیں + (رضوی)

۱۔ **سچے موتیوں کا کُشتہ** ۔ پُرانے بخار۔ کھانسی۔ دمہ۔ جریان۔ سُرعت میں مُفید ہے۔ قوت باہ کو بڑھاتا ہے۔ خوراک ایک رتی سے دو رتی تک صبح و شام مکھن یا تازہ دودھ کیساتھ۔ قیمت فی تولہ تین ۳ روپے +

۲۔ **سچے موتیوں والے سیپ کا کُشتہ** ۔ "کُشتہ موتی" جیسے اوصاف رکھتا ہے۔ خوراک بھی اُتنی ہے۔ قیمت ... ... **دو ۲ روپے فی تولہ** +

۳۔ **کُشتہ شنگرف** ۔ نہایت ہاضم ہے۔ بھوک خوب لگاتا ہے۔ بدہضمی کے اسہال اس سے دور ہوتے ہیں خونی پیچش اور سنگرہنی۔ درد پیٹ اور تحلیل نفخ میں عجیب الاثر ہے۔ خوراک ایک سے دو رتی تک دن میں دو تین دفعہ عرق سونف یا کسی دیگر بدرقہ کے ساتھ۔ قیمت فی تولہ ... ... **دو ۲ روپے**

۴۔ **کُشتہ کوڑی زرد** ۔ معدہ اور انتڑیوں کو تقویت دیتا اور بھوک خوب لگاتا ہے۔ امراض معدہ۔ شکم اور سنگرہنی میں ازحد مُفید ہے۔ اسمیں "فاسفیٹ آف لائم" بہت ہوتا ہے۔ اسلئے تپ دق۔ اور سل۔ کمزوری بدن و اعصاب میں خاص طور پر مُفید ہے۔ ابتدائے دق میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بڑھی ہوئی تلی اور دکان بہنے میں۔ خوراک دو سے چار رتی۔ ہمراہ چھاچھ یا آب شیر گرم کے۔ قیمت فی تولہ **دو ۲ روپے**

۵۔ **کُشتہ مرجان یعنی مونگا** ۔ مقوی دل و دماغ۔ دائمی نزلہ و زکام۔ میعادی بخار و سل میں مُفید ہے۔ نئی منی پیدا کرتا اور گاڑھا کرتا ہے۔ لیکوریا یعنی سیلان الرحم عورتوں کا جاتا رہتا ہے۔ خوراک دو سے چار رتی تک۔ تقویت دماغ۔ لیکوریا اور تغلیظ منی کے لئے ہمراہ دودھ گائے تازہ۔ یا بہمراہ مکھن۔ دل دھڑکنے میں مُربہ آملہ و کیوڑہ کے ساتھ۔ بخاروں میں عرق گاؤزبان کے ہمراہ۔ قیمت فی تولہ ... **دو ۲ روپے**

۶۔ **کُشتہ سنگ یشب** ۔ دل کی تمام امراض میں بیحد مُفید ہے۔ خوراک ایک رتی سے دو رتی تک مُربہ گاجر۔ سیب یا بہی کے ہمراہ۔ دل کا ڈوبنا۔ زیادہ دھڑکنا یا ہول دل بھی ہو تو جاتا رہتا ہے قیمت فی تولہ تین ۳ روپے

۷۔کُشتہ عقیق۔ دل اور دماغ کو تقویت دینے میں بے مثال ہے۔ تازہ خون پیدا کرتا ہے۔ اور چہرہ عقیق جیسا سرخ ہو جاتا ہے۔ خوراک ایک سے دو رتی تک ہمراہ مُربہ گاجر سیب یا عرق گاؤزبان کے ساتھ۔ قیمت فی تولہ ... ... تین روپے۔

۸۔کُشتہ شاخ بارہ سنگھا۔ نمونیا۔ بچوں کی مرض پسلی چلنا۔ ڈبہ اطفال میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ خوراک ۲ رتی سے ۴ رتی تک منقہ یا زعفران کے ہمراہ یا سفوف ملٹھی اور نوشادر کیساتھ۔ قیمت فی تولہ دو روپے۔

۹۔کُشتہ ابرک سیاہ۔ سل۔ تپ دق اور پرانے بخاروں سے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ مادہ منی کو بہ افراط پیدا کرتا ہے۔ دل۔ دماغ۔ معدہ و جگر اور گردوں کو طاقت دیتا ہے۔ عمر بڑھاتا ہے جریان و سیلان الرحم کا نام مٹاتا ہے۔ اسکے علاوہ اور بہت سی امراض میں مفید ہے۔ خوراک چار چاول سے ایک رتی تک صبح شام مکھن یا کسی دیگر بدرقہ کے ساتھ۔ قیمت فی تولہ ... ... پانچ روپے۔

۱۰۔کُشتہ تانبا یعنی تامیسر۔ امراض شکم۔ کمی خون۔ باؤ گولہ۔ پیٹ درد۔ بخار۔ تلی۔ جگر۔ دق۔ پرمیہہ۔ بواسیر۔ کمی ہاضمہ اور خطرناک سنگرہنی میں بیحد مفید ہے۔ ورم طحال۔ ورم جگر۔ درد جگر۔ کھانسی بخارات۔ ضعف باہ اور نامردی دور کرتا ہے۔ خوراک ۲ چاول سے ایک رتی تک صبح و شام ملائی۔ مکھن یا شہد و گھی میں ملا کر دیں۔ قیمت فی تولہ ... ... پانچ روپے

۱۱۔کُشتہ چاندی۔ معدہ کو طاقت دیتا ہے۔ اور غذا کو جزو بدن بناتا ہے۔ اعضائے رئیسہ اور شریفہ کو تقویت پہونچاتا ہے جسم کی مردہ نسوں و پٹھوں میں نئی زندگی پیدا کرتا ہے۔ منی بہ افراط اور غلیظ کرتا ہے۔ کثرت جماع اور جلق کی خرابیوں کو دور کر کے از سر نو زندگی بخشتا ہے۔ جریان۔ احتلام اور سرعت دور کرنے میں لاثانی ہے۔ نظام جسمانی کی تمام خرابیاں اس کے استعمال سے دور ہوتی ہیں۔ جنون۔ مالیخولیا ہسٹیریا۔ سل۔ دق اور مرض ذیابیطس میں نہایت مفید ہے۔ خوراک نصف رتی سے ایک رتی تک ایک چھٹانک مکھن کے ہمراہ بوقت صبح۔ قیمت فی تولہ ... ... پانچ روپے

۱۲۔کُشتہ سونا مکھی۔ پرمیہہ (امراض پیشاب) جذام۔ پیٹ کے کرم۔ بواسیر۔ کوڑھ۔ امراض بچگان۔ ہر قسم کے دستوں اور سنگرہنی میں بہت مفید ہے۔ کمی خون۔ یرقان۔ سرعت انزال۔ جریان اور احتلام کو دور کرتا ہے چیچک کے دانے اگر اندر چلے جائیں۔ تپ جوشاندہ پوست درخت کچنار کے ساتھ دینے سے دانے باہر آجاتے ہیں۔ خوراک ایک سے تین رتی تک شہد یا مناسب بدرقہ کیساتھ۔ قیمت فی تولہ ... دو روپے

کُشتہ سونا۔ دل۔ دماغ۔ جگر۔ معدہ۔ گردہ۔ مثانہ کو خوب طاقتور بناتا ہے۔ خوراک جزو بدن ہو جاتی ہے۔ جسم خوب موٹا تازہ اور مضبوط بن جاتا ہے۔ چہرہ کا رنگ شنگرف جیسا ہو جاتا ہے۔ حرارت

عزیزی بڑھاتا اور کثرتِ مباشرت وجلق سے پیدا شدہ خرابیوں کو نیست ونابود کرتا ہے نیا خون اور
منی بکثرت پیدا کرتا ہے۔ اور خستہ حال مریضوں میں نئی زندگی پیدا کر دیتا ہے۔ جریان۔ احتلام۔ سرعت
سل۔ تپ دق۔ کھانسی۔ دمہ اور ذیابیطس۔ خنازیر۔ خفقان۔ جنون۔ مالیخولیا۔ مرگی۔ سنگرہنی میں اکسیر
اعظم ہے۔ بڑھاپے کو دُور کر کے جوانی کی اُمنگیں پیدا کرتا ہے۔ خوراک ایک چاول سے دو چاول تک
مکھن یا ملائی کے ساتھ۔ قیمت فی تولہ ساٹھ روپے۔ کشتہ سونا ختم ہے ماہ نومبر میں پھر تیار ہوگا تب طلب کریں۔

۱۴۔ **کشتہ روپا مکھی**۔ جو اوصاف "کشتہ سونا مکھی" کے ہیں۔ وہی اوصاف یہ کشتہ رکھتا
ہے۔ قیمت فی تولہ ... ... دو روپے

۱۵۔ **کشتہ سکہ یعنی سرب**۔ جریان سیلسل بول۔ ذیابیطس حار۔ سوزاک پیشاب کی جلن میں
بیحد مفید ہے۔ جسم کے کسی بھی حصہ سے اگر خون جاتا ہو۔ تو اسکے استعمال سے رُک جاتا ہے۔ کثرت حیض۔ خونی
بواسیر اور نکسیر پھوٹنے میں خاص طور پر مفید پایا گیا ہے۔ جسم کو طاقت ور مضبوط بناتا ہے۔ خوراک نصف
سے ایک رتی تک صبح وشام مکھن یا آب برگ مہندی یا مناسب بدرقہ کے ساتھ۔ قیمت فی تولہ دو روپے

۱۶۔ **کشتہ قلعی**۔ احتلام اور جریان کو نیست ونابود کرتا ہے۔ اور ویرج کو خوب بڑھاتا۔ اور
شہد جیسا گاڑھا کرتا ہے۔ خوراک ایک سے دو رتی تک صبح وشام مکھن یا ملائی کیساتھ۔ قیمت فی تولہ تین روپے

۱۷۔ **سورن بنگ**۔ سیلان الرحم۔ سوزاک۔ احتلام اور جریان کی یہ بنیاد اکھاڑ دیتا ہے۔
قوت مردمی کو از حد بڑھاتا ہے۔ بوڑھوں میں جوانوں جیسی اُمنگیں پیدا کرتا ہے۔ سردیوں میں استعمال کرنے
سے جسم خوب توانا اور موٹا تازہ بن جاتا ہے۔ آیورویدک کا یہ مشہور رس ہے۔ اس کی نسبت ہی مثل مشہور ہے
"گھوڑے کو تنگ اور مرد کو بنگ چاہئے" خوراک ایک سے دو رتی تک صبح وشام مکھن یا شہد کے ساتھ
قیمت فی تولہ ... ... پانچ روپے

۱۸۔ **مانکیہ رس**۔ اس کے استعمال سے گلا سڑا کوڑھ۔ بھگندر۔ ناسور۔ ہر قسم کا زخم۔ آتشک
انگیزیما یعنی چھاجن۔ امراض ناک چنبل۔ چھالے۔ خرابیٔ خون۔ یہ امراض دُور ہوتی ہیں۔ اور یہ دوا اوّل درجہ
کی مصفّی خون ہے۔ کھجلی اور ہر قسم کے جذام کی یہ واحد دوا ہے۔ چار پانچ ماہ متواتر استعمال کرنے سے
برص یعنی پھلبہری بھی جاتی رہتی ہے۔ لیکن ہر سات دن اس دوا کو استعمال کرنے کے بعد دو دن کیلئے
اس کا استعمال بند کر دینا چاہئے۔ ملیریا بخار اور باری کے بخار بھی اس کے استعمال سے دُور ہوتے ہیں
اس کی دو خوراکیں تین تین گھنٹہ کے وقفہ سے دینے سے باری کا بخار یعنی نوبتی بخار رک جاتا ہے۔ یہ گرم
خشک دوا ہے۔ دورانِ استعمال میں مکھن گھی کا خوب استعمال کریں۔ خوراک ایک رتی صبح ایک رتی شام کو

گھی و شہد میں ملا کر چٹانی چاہئے۔ یہ ہرتال زرد یعنی ہرتال طبقی سے تیار ہونے کے باعث زہریلی ہے اس لئے مقررہ خوراک سے زیادہ استعمال نہ کرنی چاہئے۔ قیمت فی تولہ ... ... تین روپے

۱۹- دردِ گردہ کی اکسیر دوا- دردِ گردہ۔ گردہ یا مثانہ کی پتھری اور ریگ مثانہ کے لئے یہ دوا اکسیر ہے۔ پتھری گھل کر پیشاب کی راہ خارج ہو جاتی ہے۔ چند خوراک سے ہی دردِ گردہ رُک جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی ... ... پانچ روپیہ

۲۰- دانہ فرنگ کا نگینہ- کہ جس کو انگوٹھی میں لگوا کر پہننے سے دردِ گردہ ہی نہیں اور اگر ہوتا ہو۔ تو آرام آ جاتا ہے۔ قیمت فی نگینہ ... ... دو روپے

۲۱- اصل سنگ مقناطیس- قیمت فی تولہ ... ... ایک روپیہ

۲۲- پاگل پن۔ ہسٹیریا اور مرگی کی دوا- اس دوا کی دو شیشیاں ہوتی ہیں۔ نمبر ۱ شیشی کی دوا دو ماشہ صبح دودھ سے کھائی جاتی ہے۔ اور نمبر ۲ شیشی کی دوا دو ماشہ شام کو کھانی پڑتی ہے۔ یہ دونو دوائیاں دماغ کو زبردست طاقت دیتی ہیں۔ حافظہ بڑھ جاتا ہے۔ نیند خوب آتی ہے۔ "نروس سسٹم" درست ہو جاتا ہے۔ مالیخولیا۔ وہم۔ ہسٹیریا۔ اور مرگی کا نام و نشان نہیں رہتا۔ یہ دونو دوائیاں قیمتی بوٹیوں سے تیار ہوتی ہیں۔ اور زہریلی بھی نہیں۔ خون کا دباؤ اسکے استعمال سے لازمی طور پر دور ہوتا ہے۔ قیمت دو شیشی کی ... ... پانچ روپے

۲۳- گوری- موسمی بخار یعنی ملیریا کی تیر بہدف دوا ہے۔ "کونین" سے زیادہ مفید۔ لیکن بالکل بے ذائقہ۔ اسکے علاوہ کثرت حیض کو روکتی ہے۔ تپ دق تک میں مفید ہے۔ فی شیشی کی قیمت ... ... ایک روپیہ چار آنہ

نوٹ۔ ہر دوا کا محصول ڈاک بذمہ خریدار ہے۔

مستانہ جوگی

کے

سرگرم معاون

اوروں کا بیڑا پار کر تیرا بھی بیڑا پار ہے

موجودہ جنگ یورپ سے میں حیران تھا۔ کہ اس انتہا کی گرانی میں جوگی کو میں کیسے زندہ رکھ سکوں گا؟ لیکن جوگی کے پریمیوں نے مجھ کو ڈھارس بندھا دی ہے۔ کہ وہ "جوگی" کو مرنے نہیں دیں گے۔ "جوگی" کا ہر پریمی اس نازک وقت کا احساس کر رہا ہے۔ اور حسب مقدور اس کے خریدار بڑھانے میں کوشاں ہے۔ ۱۵۔ مارچ تک خریدار دہندگان کی فہرست درج ذیل ہے۔ اس کے بعد جنہوں نے خریدار بنائے ہیں یا اور رسالہ کے خریدار بنائیں گے۔ ان کے نام نامی دوسرے رسالہ میں درج ہونگے ؂

نمبر شمار	شبھ نام خریدار دہندگان	از مقام	تعداد خریدار
۱	شریمان دیوان چند جی ریٹائرڈ اوورسیئر	، گوجرانوالہ	ایک ۱ ،
۲	، ٹلکھراج بھاٹیہ نیوز پیپر ایجنٹ	، پھلرواں ضلع سرگودھا	ایک ۱ ،
۳	، کھیم چند جی انچارج بکنگ ایجنسی	، خانیوال	ایک ۱ ،
۴	، تولا رام جی گوردوارہ	، دائرہ دین پناہ	دو ۲ ،
۵	، پیارے لال جی ماتھر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ	، مانڈ لگڑھ	ایک ۱ ،
۶	، ٹلکھراج جی انچارج امپیریل بنک آف انڈیا	، دہاڑی	ایک ۱ ،

نمبر شمار	شبھ نام خریداروہندگان	از مقام	تعداد خریداران
۷	شریمان رادھاکشن جی	ر روڑکی (یو۔پی)	ایک ۱
۸	ر پیارے لال جی گپتا مینیجر	ر سمالکہ	دو ۲
۹	ر ٹھاکر دلیر سنگھ جی دفتر قانونگوی	ر نرائن گڑھ	ایک ۱
۱۰	ر بھائی امر سنگھ پردھان سنگھ جی آڑھتیان	ر امرتسر	ایک ۱
۱۱	ر سردار کرتار سنگھ جی	ر کیمبل پور (صوبہ سرحد)	ایک ۱

زرِامداد

۱	گپت دان از بڑا گاؤں ضلع شاہجہان پور	دس ۱۰ روپیہ
۲	شریمان چودھری سوجان سنگھ جی از کرنال	دو روپیہ
۳	ر ہرکشن لال جی ورمانی از کوئٹہ	تین روپیہ
۴	ر پالو سنگھ بھرول جی زمیندار از لالو رائنگ ...	دو روپیہ
۵	ر لالہ لاجپت رائے جی بہل از نیروبی ملک افریقہ ...	ایک روپیہ دس آنہ
۶	ر لالو سنگھ جی سب انسپکٹر پولیس از چھاؤنی آگرہ (راجپوتانہ)	ایک روپیہ

تحائف

جناب محمد اسلم خانصاحب رئیس و زمیندار گڑھ مغزیات والا دس سیر۔ مالٹے سرخ پندرہ ...

[illegible] ایڈیٹر و پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ مستانہ جوگی شاہی محلہ لاہور

مقام اشاعت "گنشیا رین بسیرا" لاہور

اوم

تمام اُردو رسالوں میں سب سے زیادہ چھپنے والا مستانہ اور ہر دلعزیز رسالہ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۸۳

گاہ بگاہ میں بام دُنیا پر تماشہ دیکھتا بادشہ دُنیا کے مُہرے ہیں بری شطرنج کے	گاہ بگاہ میں وشنو کی سی لگاتا ہوں صدا دِل لگی کی چال ہے سب رنگ صُلح و جنگ کے

دینی دُنیوی رُوحانی اور جسمانی معلومات کا خزانہ

رسالہ مستانہ جوگی

لاہور

مالک و ایڈیٹر صوفی لچھمن پرشاد

جلد ۱۶ | جولائی سنہ ۱۹۲۸ء | نمبر ۷

قواعد

۱- ہر ماہ کی پہلی تاریخ تک رسالہ خریداروں کو مل جاتا ہے۔ اگر نہ ملے تو پانچ تاریخ تک ضرور دفتر میں شکایت آجانی چاہیئے۔ پانچ تاریخ کے بعد شکایت کیساتھ پانچ آنہ کے ٹکٹ آنے چاہیئں
۲- ہر طرح کی خط وکتابت۔ شکایت و ترسیل زر صوفی لچھمن پرشاد کے نام ہو۔ کسی اور کے نام خط وکتابت کرنے پر دفتر ذمہ وار نہ ہوگا۔ ۳- ہر خط پر اپنا پورا پتہ خوشخط لکھیں۔ اور چٹ نمبر بھی ضرور درج کریں۔ جواب کے لئے واپسی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے۔ ۴- خط وکتابت کے لئے اتنا پتہ کافی ہے۔ صوفی لچھمن پرشاد ایڈیٹر رسالہ مستانہ جوگی لاہور۔

سالانہ چندہ تین روپے پیشگی — نمونہ فی پرچہ پانچ آنہ

فہرست مضامین



جولائی سنہ ۱۹۲۸ء لاہور جلد ۱۶۔ نمبر ۷

روحانیت کا پیغام

آسمانی بادل کے ہاتھ

معرفت کے چھینٹے

وحدت کا آج ساغر بادل بنا ہوا ہے ہر مست بیخودی میں گردن جھکا رہا ہے
اُٹھے ہمالیہ سے ہندوستاں میں برسے ہندوستاں سے اُٹھے سارے جہاں میں برسے

ہمالیہ کی گودی سے نکل کر آسمان کے وسیع صحن میں ہوا کے دوش پر کھیلنے والے چھوٹے سے بادل کے ٹکڑے کہاں جاتا ہے؟ مجھے بھی بتا دے۔ کہاں جاتا ہے؟ ہاں میں جانتا ہوں۔ تو پھیلنے اور پھولنے کے لئے۔ پلنے اور پوسنے کے لئے۔ بڑھنے اور برسنے کے لئے بسیط حیات پر تیرے گا کچھ نہیں سُنتا۔ پیارے مست بن رہا ہے۔ تیرا دل ٹھنڈا ہے۔ ہمالہ کا برفانی جل تو نے سفید سفید آستینوں

میں بھر رکھا ہے۔ جہاں تو چاہے گا۔ سمندر کے سمندر لنڈھا دیگا ۔

جس جگہ چاہیگا تو پل میں تری ہو جائیگی ۔ جو زمین بنجر ہے وہ فوراً ہری ہو جائے گی
ہر تہ و بالا کو تو سیراب کر دیگا ابھی ۔ کھیتیاں جو خشک ہیں شاداب کر دیگا ابھی

آ تیری ضرورت ہے۔ برس اور زور سے برس۔ لا انتہا جلے دلوں کو تیری ضرورت ہے۔ تیرے میٹھے اور خوشگوار پانی کی ضرورت ہے لیکن کون سا پانی؟ وہ پانی جس میں نہ صرف ہمالہ کے برفانی جل کی ٹھنڈک ہو۔ بلکہ وہ پانی جس میں ہمالہ کی گپھاؤں سے نکلے ہوئے گیان امرت کی چاشنی ہو۔ لا ادھر لا۔ اپنی گھٹاؤں کی آنچل میں کوئی ایسا چشمہ بھی بھر کر لایا ہے۔ تو دامن کو جھاڑ۔ ایک آدھ چھینٹا برسا دے۔ تیرا بھارت ورش پیاسا ہے۔ اس کو تو اس جل کی ضرورت ہے۔ جو ویدانت کے بخارات سے بنا ہو۔ جس کو روحانیت کے عمل تبخیر (بخارات بننے کا عمل) نے رشیوں کے [illegible] کے بے پایان سمندر سے کھینچا ہو ۔

نگاہِ مہر ایسی آج دکھلا دے غریبوں پر ۔ وہی دو چار چھینٹے آج برسا دے غریبوں پر
نہ کوئی لب رہے سوکھا وہ امرت آج لہرا دے ۔ یہ چھینٹے روز دیتا ہے تو وہ چھینٹا بھی برسا دے

پہلے یہاں برس۔ اس رشیوں کی پاک (و مقدس) سرزمین پر کالے کالے پانی کے بھرے ہوئے تالاب لنڈھا۔ اور رشی سنتان کی گیان ترشنا (پیاس) کو بجھا کر پھر بتاؤں تجھے کہاں جانا ہوگا؟ سن جہاں تجھے جانا ہے میں تجھے وہاں کا رستہ بتاتا ہوں۔ تو یہاں سے پیارے بھارت ورش کو سیراب کرنیکے بعد بنگالے اور اتھاہ بھارتی سمندر کے کنارے کنارے ہو لینا۔ کچھ تھکاوٹ نہیں ہو گی۔ تیرا شہسوار (گھوڑا) بڑا سبک رفتار ہے۔ تجھے پھول کی مانند اپنے کندھوں پر اٹھا لے جائیگا ۔

بھارت کی مغربی بندرگاہوں کا نظارہ کرتے ہوئے پھر تجھے ایک بار اپنے پیارے وطن اپنے پیارے ماں باپ (ہمالہ) کے درشن بھی ہو جائینگے۔ وہاں کچھ دم لیکر اور گیان امرت کا بہت سا ذخیرہ اور لیکر سیدھا شمال کا رخ کرنا ۔

وہاں سے کچھ سفر تجھ کو پہاڑی پیش آئیگا ۔ وہاں پھر ایشیائی قوم کا اک دیش آئیگا
وہی ہے دیش یہ جس کو کہ ہم سب چین کہتے ہیں ۔ وہاں بھی ہند کے امرت کے پیاسے لوگ رہتے ہیں

وہاں ایک نظر سب کچھ اونچ نیچ دیکھ لینا۔ وہاں کی روحانی آب و ہوا بھی مغربی سائنس کی بھٹیوں کے دھوئیں سے کثیف ہو رہی ہے بھگتی اور آکسیجن (ہوا کا نام) کم ہونے سے لوگوں کا دم

گھٹ رہا ہے۔ اور اُسی اگیان کی تپش کا وہ زہریلا اثر پیدا ہو رہا ہے۔ جو رُوحانیت کے لطیف چشموں کو سکھا دیتی ہے۔ میرے پیارے وہ بھی ہمارے بھائی ہیں۔ ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں۔ ایک ہی انسانی نسل ہے ہمارے لئے تو ذرا اُن پر بھی فیاضی کی نگاہ ڈالنا اور اپنی گھٹاؤں کا آنچل جھاڑ کر بھارت کے آتمک سندیش کا ابر برسانا ؎

جو جل باقی بچیگا تو اُسے آنچل میں دے لینا — وہاں اُتر کو سیدھا پھر شمالی راہ لے لینا

وہاں تپتا بھڑکتا اور پیاسا رُوس آ ٹیکا — وہاں تو مادیت کی آگ جلتی دیکھ پائیگا

یہاں سائنس کے شعلوں سے جھلسے ہوئے لوگوں کی قابلِ رحم حالت دیکھکر تو رو ئے بغیر نہیں رہیگا خود بخود تیری آستینوں کے بند جوشِ ترحم میں کھل جائینگے۔ اور وہ لاتعداد جل تھل ہو جائیگا۔ پیارے یہاں تو آگے بڑھنے کی جلدی نہ کرنا۔ جبتک کہ سائنس کے کارخانوں میں انتقام کی چمنیوں سے مادیت کا دُھواں نکلنا بند نہ ہو۔ آگے قدم نہ بڑھانا۔ جبتک کہ وہاں کی آب و ہوا معتدل نہ ہو جائے جبتک کہ وہ لوگ مُلک گیری کی ہوس کو چھوڑکر تمام مخلوق کے ساتھ مُحبت اور ہمدردی کا سانس نہ لینے لگ جائیں۔ جبتک اُن کے کینہ پرور اور حریص دلوں سے تعصب اور تقسیم کے خیالات کی عینک اُتر جائے اُن کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ کرنا۔ وہاں خوب جی کھول کر برسنا۔ تاکہ وہ تیرے سائے میں تھوڑی دیر امن اور شانتی سے بیٹھکر یہ وچار کرسکیں کہ تمام کرۂ زمین پر بسنے والے ذی رُوح یکساں پیار اور مُحبت کے مُستحق ہیں۔ اُنکی تباہی، اور بربادی کے لئے خوفناک آلات بنانا اور اُن کو مٹانیکے لئے ہوس کا دامن دراز کرنا سخت ظلم اور بے انصافی ہے ؎

وہاں سے پھر اُتر کر تو ذرا مغرب میں ہو لینا — جہاں سے بھی گُزر جائے ذرا ترشح سا کر دینا

وہاں دِلدادگانِ مادیت کا دیس آئے گا — حرص کے جو ہیں بندے تو انہیں خوب جان جائیگا

پیارے۔ وہاں تو اُن لوگوں کو دیکھیگا۔ جن کی سلگائی ہوئی آگ سے ایک مرتبہ پہلے انسانی نسل کے بخیئے اُدھیڑے گئے تو اِن کو بھی پراچین بھارت سے ویدانت امرت کو نوش کرنیوالے بھارتیوں کی مانند قدرت کے خُوبصُورت اور سیدھے سادے آشرموں میں وحدت کے راگ گاتے ہوئے نہیں پائیگا۔ بلکہ سائنس کے بھاڑ میں مادیت کا ایندھن جھونکتے اور قدرت کی آنکھوں کو تاریک کرنے والا بارُود بناتے دیکھے گا۔ ایسا نہ ہو کہ نئی روشنی کی آب و ہوا میں ہوس کا پُرانا ناسور پھر ہرا ہو جائے۔ تو اُن کی حالت پر بھی رحم کرنا۔ تو اِن پر بھی ہمالہ کے سرچشمہ سے بھرا ہُوا بھارت کا ویدامرت برسانا۔ وہ بھی اسی کے پیاسے ہیں۔ اُن کے تفتہ اور سوختہ دلوں کو بھی اسی بوچھار کی ضرورت ہے۔ یہاں بھی کچھ دیر

ویر کے لئے جھوم کر ٹوٹ جاتا۔ تاکہ اُن کو یہ سمجھ آئے کہ دریاؤں اور سمندروں کے درمیان میں حائل ہونے سے انسانوں کی روحوں میں جو ایک ہی پانی کے قطرے ہیں فرق نہیں پڑ سکتا پرماتما کے دو روشن دیدوں نے منعکس ہوا نور سب پر یکساں محبت سے پرتو کی بارش کرتا ہے اس لئے انسان کا یہ دھرم نہیں کہ وہ دوسروں کو کمزور دشمن یا بیگانہ سمجھکر اُن سے بدظن ہو یا اُن کی بربادی اور تباہی کے لئے تلوار ہاتھ میں لئے جلاد بنکر کھڑا رہے۔ اے پیارے بادل تو اُس دیش نے کان کھولدینا۔ کہ جب تیرے ہم جنس تجھے اِس حالت میں دیکھیں گے۔ تیری آنکھوں میں انتقام کے شعلے۔ تیرے ہاتھوں میں کینہ پروری کی تلوار۔ تیرے گھر میں سائنس کی خطرناک بجلیاں اُن کو نظر آئینگی۔ تو وہ تجھے جانی دشمن سمجھ کر اپنی حفاظت کے لئے پہلے تجھے تباہ کر دینگے۔ اور اسطرح نسلوں میں دشمنی اور بغض کا بیج بویا جائیگا ٥

وہاں سے پھر مرے پیارے ذرا اُوپر کو چڑھ جانا — تھکاوٹ دُور کر لینا تو پھر مغرب کو بڑھ جانا
وہاں سے بلجیم ہسپانیہ انگلینڈ کو جانا — اِسی اَمرت کی ورشا سے پھر امریکہ کو نہلانا

پھر وہاں سے ہوتا ہوا اور تمام جزیروں کو اپنی اَمرت برکھا سے شُدھ کرتا ہوا ایشیائی دیشوں کی یاترا کرنا۔ رُوس۔ ٹرکی۔ ایران۔ افغانستان۔ عرب اور تمام دُنیا کے دُوسرے خطوں کو وہ جانت کی گنگا میں اَشنان کرانیکے بعد پھر وہی چھوٹا سا رُوپ بنا کر اپنی پہاڑی گپھا میں آرام سے اُسوقت تک سونا۔ جبتک کہ دُنیا کو پھر تیرے گیان اَمرت کی ضرورت ہو ٭

رِشی کی کُٹیا

گنگا کا تٹ ہمالہ کا منظر وہ خوشنما — وہ وقت شام۔ رنگِ شفق۔ جنبشِ صبا
سادھو مہاتماؤں کی کُٹیا وہ دب بجا — نغمے وہ اوم اوم کے ناقوس کی صدا
ساز ازل بجاتے تھے اشجار جھوم کے
بادِ صبا کھلاتی تھی پودوں کو جُھوم کے
تھے ہر طرف ہی پھیلا ہوا تھا تجلیٔ جبل — قوسِ قزح کا سج تھا ہو جوں کل پیچ ودل
تختِ زمردیں تھا بنا دامنِ جبل — جلوہ نما تھا پھولوں میں خود شاہدِ ازل

توحید کے گلوں سے جنگل تھا مہک رہا
تھا عندلیب گلشنِ وحدت چہک رہا

مرغانِ باغِ خلد کی رنگیں نوائیاں	دستِ ازل کی چھوتی میں جادو نگاریاں
موجِ ہوائے قدس کی وہ تازہ کاریاں	وہ ماہِ معرفت کی تجلی فشانیاں

مسرور ہوکے ہاتھوں میں لیکر میں دل کا جام
نکلا تلاش ساقیٔ وحدت میں تشنہ کام

پہنچا کٹی پہ ایک رشی باکمال کے	نقشے جہاں تھے ایک عروج و زوال کے
درشن کئے چرن چھوئے صاحب جلال کے	پھر سامنے میں بیٹھ کے اُس خوش خصال کے

کی عرض اے رشی جی مجھے گیان دیجئے
جو پوچھتا ہوں اُسپہ ذرا دھیان دیجئے

دنیا کو لوگ کہتے ہیں جب خانۂ خراب	بحرِ جہاں کی موجوں سے کھاتے ہیں پیچ و تاب
جلتے ہیں سوزِ غم سے سدا صورتِ کباب	گردش میں روز رہتے ہیں جوں ساغرِ شراب

فکرِ معاش و مرگِ اعزہ کا ہے ملال
امراض سے کبھی کبھی ہیں ضعف سے نڈھال

کوئی تو ہجرِ یار سے ہے مائلِ فغاں	سوزِ غمِ وطن سے کوئی رات دن طپاں
دل میں چبھا کسی کے ہے تیرِ غم نہاں	دار المحن کسی کی نظر میں ہے یہ جہاں

القصہ سینکڑوں ہیں مصائب جہان میں
طاقت نہیں زباں میں کرلائے بیان میں

آتی نہیں سمجھ میں یہ قدرت کی دل لگی	ایسا ہجومِ رنج و تعب اور ایک جی
شاید نہاں ہے اسمیں کوئی بات راز کی	انساں کو ورنہ ہوتی نہ پیاری یہ زندگی

صدمے پہ صدمے سہتے ہیں جینے پہ مرتے ہیں
کھاتے ہیں زخم زخم پہ۔ مرنے سے ڈرتے ہیں

گویا ہوا یہ سن کے رشی باکمال تب	سمجھا نہیں یہ ہستی کا تو راز پُر تعب
یہ واقعات دہر مناظر عجب عجب	تو ہی نے تو بنائے ہیں اپنے لئے یہ سب

یہ باعثِ الم ہیں اگر وجہ زیست بھی

گر یہ نہ ہوں تو پل میں ہو دُشوار زندگی

آنکھوں کے سامنے ہے جو دُنیا کی آب و تاب — دھوکا ہے یہ نظر کو نہیں کچھ بجز سراب
دُکھ سُکھ کا ہے وجود فقط موج اور آب — لازم ہو بہرِ دید مگر چشم بے حجاب

گر غم نہ ہو تو عیش کی ہستی کہاں رہے
گر مے نہ ہو تو نشہ کی مستی کہاں رہے

ساماں یہ سب ہے دورِ تسلسل کیواسطے — بُلبل چمن میں آتی ہے جوں گُل کیواسطے
میکش ہیں میکدہ میں مے و گُل کیواسطے — گردش میں ہے بشر بھی نہیں گل کیواسطے

آتے ہیں اور جاتے ہیں اس کارگاہ میں
رہٹ کے ڈول پھرتے ہیں جیسے کہ چاہ میں

چوراسی لاکھ منزلوں کا یہ بڑا سفر — آنند کی تلاش میں طے کرتا ہے بشر
ملتا نہیں ہے شوق سفر ہے سفر سقر — آتا ہے اس جہان میں گو ہے دُکھوں کا گھر

سرگرداں ہے تلاش میں اور محو جستجو
پاتا مگر نہیں ہے گُلِ آرزو کی بُو

آنند جس کو کہتے ہیں ملتا ہے اصل سے — اِنساں مگر سمجھتا ہے دُنیا کے وصل سے
مُمکن نہیں خیال بھی جس کا کہ عقل سے — افسوس چاہتا ہے اُسے شرب و اکل سے

آتا ہے بار بار جہانِ خراب میں
خود ہی ہُوا ہے قید عذاب و ثواب میں

مرنا فقط بدلنا ہے دیرین لباس کا — یعنی فنا بھی ہوتا ہے اپنا پئے بقا
کہتا ہے دلشکن تو جنہیں ہیں وہ دلربا — آئے نظر جو چشم بصیرت ہو وا ذرا

ہے دل لگی کی بات خودی بیخودی میں ہے
سُن زندگی کا راز صداقت اسی میں ہے

ہوائیں غفلت کی چل رہی ہیں۔ اُمنڈ رہی ہیں قضا کی نیندیں
کچھ ایسے سوئے ہیں سونیوالے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے

اپنا رسہ اور اپنا گلا

(سائنس کے کرشمات اور آتم گھات)

مکڑی نے رات دن کی محنت سے بڑا پیچیدہ جالا بُنا۔ تار در تار اُلجھنوں کو اور بھی زیادہ اُلجھا کر گورکھ دھندا بنایا۔ لیکن صد افسوس ایک دن وہی جال اُس کا اپنا پھندہ بن گیا ۵

اوروں کے پھنسانیکو جو دام بچھایا تھا ۔ اوروں کے گرانے کو کنواں جو بنایا تھا
وہ اُس کو ہی لے ڈوبا یہ خوب تماشہ ہے ۔ خود اپنے ہی تیشے سے اپنے کو تراشا ہے

اِسی طرح اِنسان آجکل سمجھ رہے ہیں کہ قدرت اپنے پوشیدہ راز سائنس کے ذریعہ بتا کر دُنیا کے آرام اور روشنی کی ایک عجیب و غریب نئی دُنیا بسا رہی ہے۔ لیکن خود سائنس کا اصول بتا رہا ہے کہ جب کسی جگہ کی ہوا ہلکی اور گرم ہو کر اُوپر چڑھتی ہے تو وہی ایک خوفناک آندھی لانے کا موجب ہوتی ہے۔ جو بڑی بڑی موٹی اور خطرناک زنجیریں اور بیڑیاں اِنسان رات دن سائنس کے عظیم الشان کارخانے میں تیار کر رہا ہے وہ ایک دن خود ہی اپنے آپ کو اُن پیچ در پیچ اُلجھنوں میں جکڑا ہوا پائیگا۔ جس طرح زمین اپنے ہی اندر کی گرمی سے اپنی ہی چٹانوں اور گھاٹیوں کو توڑ لیتی ہے یا آتش فشاں پہاڑوں کے ذریعے اپنے ہی اُچھالے ہوئے گرم اور آتشین مادے سے اپنے ہی چہرے کی زیبائش کو بگاڑ لیتی ہے۔ یہی حالت کلجگ کے لوگوں کی ہے ۵

حرص دُنیا کی رگڑ سے کتنے ہی رگڑے گئے ۔ جکڑنا چاہا تھا جس کو اُسمیں خود جکڑے گئے

بھگوان پرشوتم کلجگ میں پاپیوں کو مارنے کے لئے خود اُنہیں کے ہاتھوں اُنکی تباہی کے سامان تیار کروا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سائنس کی وسیع فیکٹریوں میں ہزارہا خوفناک ہتھیار خود غرضی اور حرص کی بھٹیوں میں ڈھالے جا رہے ہیں۔ قدرت بھی اِن جھمیلوں سے تنگ آ چکی ہے۔ وہ بھی چاہتی ہے کہ اِنسان خود ہی اپنے بٹے ہوئے رسوں کو گلے کی پھانسی بنائے تو اُس کو اُنہیں ناش کرنیکی تکلیف نہ اُٹھانی پڑے ۵

باندھکر پتھر کوئی کیا سندھو تر جائینگے ۔ پاپ کے گھٹ پھوٹ جائینگے اگر بھر جائینگے
مارنے کی کیا ضرورت ہے شری بھگوان کو ۔ اپنے پاپوں سے جو پاپی ہیں وہ خود مر جائینگے

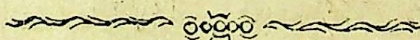
لیکن ہائے افسوس ہے کہ اِنسان کیوں اپنے ہاتھوں اپنی تباہی کے آلات تیار کرنیکی کوشش کر رہا

ہے جس بدھی سے اُس کو اپنی سچی بہبودی کے سادھن تلاش کرنے چاہئیں۔ اُسی بدھی سے مادیت کے پھیر میں پڑا ہوا وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پر مارنے کیلئے کلہاڑا تیز کر رہا ہے۔ ایشور بھگتی اور روحانیت کی اصلی جاگیر کو چھوڑ کر سائنس کے سمندر پر بیٹھا ہوا سیپیوں اور کنکروں کو اکٹھا کر رہا ہے نیکیوں کے شفاف اور آنند سے بھرے چشمے کو چھوڑ کر سراب کے پیچھے بھٹک رہا ہے۔ آتما وچار کا جو باغ بھگتی اور گیان کی خوشبو سے اسکے دماغ کو معطر کر سکتا ہے اسی کو چھوڑ کر وہ سائنس کے لق ودق جنگل کے خاردار راستے پر چلنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ جھاڑ سے گزر کر کس کا دامن کانٹوں میں نہیں الجھتا۔ آگ کو پھانک کر کس کی زبان نہیں جلی۔ سائے کے پیچھے دوڑ کر کون ہانپ کر نہ بیٹھ گیا؟

یہ بھی نہیں سمجھ ہے کہ منتی ہے کیا میری ہے ابتدا کہاں سے کہاں انتہا میری
اپنا ہی جال ہاتھ سے اپنے ہے بن رہا بھگتی کے پھول چھوڑ کے کانٹے ہے چن رہا

ہائے مادیت میں پھنسا ہوا اگیانی انسان سیدھی انگلیوں سے گھی کو نکلا ہوا نہ دیکھکر اب الٹی انگلیوں سے نکالنے کی کوشش میں مشغول ہے۔ قدرت کے خوبصورت نقشوں کو مٹانیکی جو کوشش جنگ عظیم میں تباہ کن ثابت ہوئی۔ اب اس سے بھی زیادہ وسیع پیمانے پر نئی نئی ایجادوں کا سلسلہ اٹھا رہا ہے؟

خود گئے دنیا سے دنیا کو ستانے والے جل بجھے آپ ہی اوروں کے جلانیوالے
حشر قیصر سے ہمیں صاف ہوا یہ ثابت کب بچے آپ ہی غیروں کو مٹانیوالے



تخیلات آنند

اب طبیعت کو ہمارے سوز دل سے ساز ہے کیا کہیں کس سے کہیں اپنا عجب انداز ہے
دن تو کیا راتوں کو بھی آنکھوں تلک آتی نہیں نیند کو بھی نیند آتی ہے۔ یہ کیسا راز ہے
چاہتا ہوں کچھ کہوں لیکن زباں کھلتی نہیں جانے کیا۔ کس سے ہم آہنگ وہم آواز ہے؟
کان سنتے ہی نہیں گو لاکھ کوئی کچھ کہے جانیں کس نغمہ پہ مائل ہیں جو اتنا ناز ہے؟
پیش بینی جا کے دیکھا تو عجب حالت رہی دم کی آمد شد رکی ہے دم سے دم مساز ہے
سامنے صورت کے مورت ایک دلکش ہے کھڑی اور حضوری میں وہاں حاضر دل جانباز ہے

کیا کہیں آنند اس نظارۂ دلکش کا ہم — دیکھ لیو سے درگہ مرشد میں جو ممتاز ہے

(۲)

بے پروبالی یہ اپنے ہم کو اتنا ناز ہے — درگہ مرشد تلک تو قوت پرواز ہے

ہے فقیری دل لگی یا کھیل اے یارو نہیں — ختم دنیا ہے جہاں ۔ ہمکا وہیں آغاز ہے

جسکو کہتے لوگ ہیں دنیائے دوں پیرزال — میرے چنچل من کی یہ نتھی سی اک اعجاز ہے

جس نے مارا من کو ۔ دنیا مر گئی اسکے لئے — خودکشی ہی ۔ خود شناسی کا حقیقی راز ہے

جس نے جانا راز یہ ۔ اور اسپہ عامل ہوگیا
پاگیا آنند اور سنتوں میں سرافراز ہے

مایہ کا جادو

اودیا سے پھرتے ہیں مایہ کے پیچھے — پھریں جیسے اگیان چھایا کے پیچھے

مگر اسمیں راحت ذرا بھی نہیں ہے — ہری ہو نہ سادن میں یہ وہ زمیں ہے

مایا کی فریب بھری بانسری کی دھن میں لوگ گمراہ ہو رہے ہیں ۔ خواب کی سی ناپائیدار زندگی کو پاکر بغض اور عناد کی سراب پر ایسے گر رہے ہیں ۔ جیسے چراغ پر پروانے ۔ انجیل اور توریت ۔ وید اور پران ۔ شاستر اور قرآن جیسے انمول خزانوں کے رتن پاکر بھی مفلس اور قلاش بن رہے ہیں ؎

علم پڑھکر دیکھئے تو کیا یہ سکھلاتے ہیں لوگ — ایشور کے گھر کو بھی ہوکر نڈر ڈھاتے ہیں لوگ

دل نہیں اوروں کا رکھتے اپنے دل کو دیکھکر — دلکی راحت کیلئے دل کو بھی کھا جاتے ہیں لوگ

اگیانی یہ نہیں جانتے کہ جب مرینگے تو شریر کے اس ٹوٹے ہوئے برتن کو کیا کرینگے ۔ پران جل کے چھن جانے پر اس کو کہاں سنبھال کر رکھیں گے ۔ جب زندگی کے پھول سے خوشبو نکل جائیگی ۔ تو گلے سڑے پھول کو کون پوچھے گا ۔ جلایا جائیگا یا دفنایا جائیگا ۔ مٹی میں آمیز ہو جائیگا ۔ مایا اپنے مقناطیسی اثر سے مایہ کو اپنے اندر جذب کر لیگی جب ان سب گھروں (ہندو ۔ عیسائی ۔ موسائی وغیرہ) کے پرپنچ کو چھوڑنا ہی پڑیگا ؎

کس لئے بغض کی پھر تمنے بنا رکھی ہے — کس لئے جرم کی یہ پھانسی ہی بنا رکھی ہے

موت آتے ہی وہ جینگی جہاں ہوگے وہیں — جسطرح حال ہو کیڑے کا سر راہ کہیں

افسوس کہ ہوس کی بھیڑ اصلی مقصد کے کھیت کو کھا رہی ہے۔ کسان (آدمی) غافل ہے
نادان آپس کے جھگڑوں ملکوں اور صوبوں کی تقسیم۔ تھوڑے اور زیادہ کی تنظیم میں پڑا ہے۔ کتنا
ظلم ہے کہ بھائی بھائی سے الگ ہو رہا ہے جس دوئی نے سرکش شہنشاہوں کا سر اڑا دیا۔ اسی کی بکر
کا فقیر بنا ہے۔ قطرہ سمندر سے الگ ہو کر کیا بنا لیگا ؎

مل کے ساغر سے تو اب تک جان ہے کچھ جان میں　　پر جدا ہو کر تو مٹ جائیگا ریگستان میں

کیسی عبرتناک حالت ہے اب جانوروں کو ختم ہوا دیکھ کر انسان انسان کو کھانے پر ہاتھ
دھوئے بیٹھا ہے۔ اسی لئے دشمنی۔ کینہ۔ بغض اور انتقام کے ہتھیاروں سے لیس ہے۔ سب کچھ
سمیٹ کر نگل جانا چاہتا ہے۔ اپنے کال کی خبر نہیں۔ شیر کی مانند اس پڑوس والوں کو کھائے گا۔ تو
اکیلا جادو کے بن میں بھٹکتا پھریگا۔ نہ صحبت نصیب ہوگی نہ خوشی۔ مایہ کی چاہ میں چھپا ئیگا۔ اور سر
دھننے گا ؎

یاری میں ہیوا کی رسوا ہوا پھرے گا　　دشوار ہوگا اٹھنا اس طور پر گرے گا
مایہ نے کس سے کی جو اس سے وفا کریگی　　کس کا بھلا کیا جو اس کا بھلا کرے گی

چوکے ناپاک اور چوٹھے اچھوت ہو جاتے ہیں۔ لیکن جیوؤں اور دوسرے جانداروں کی ہتیا کا
خیال جو ذکراں اچھوت کی مانند ہر وقت دلمیں گھسا ہے روح میں چھوت کا خیال پیدا نہیں کرتا۔
ایک جاندار کو مار کر تکلف سے دسترخوان سجایا جاتا ہے۔ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کا خون کر کے
تاجپوشی کے جشن منائے جاتے ہیں۔ وہی معاملہ ہے کہ ہاتھ میں تسبیح اور کندھے پر جنیو رکھے ہوئے
ہے لیکن ہانڈی سے ہڈی نکال کر کھاتا ہے۔ عام لوگوں کا یہ حال ہے۔ تو درندہ کس کو کہینگے۔ جلاد
کون بنے گا ؎

یہ جام زندگی ہاتھوں سے ہی لبریز کرتا ہے　　یہ ناداں حرص کے دانتوں کو کس پر تیز کرتا ہے
نہیں پر جو کہ اس کا عکس ہیں تصویر ہیں اسکی　　گراتا ہے ان ایوانوں کو جو تعمیر ہیں اسکی

چھوت چھات اور وسوسات کی چھری سے خود ہلاک ہو رہا ہے۔ لذات نفسانی کے نشے میں چور
ہے۔ لوبھ کی خماری نہیں اترتی۔ پھر قناعت ہو تو کیسے؟ موہ کے کلال نے جو بھٹی چڑھا رکھی ہے
اس سے اندری رس خواہشات نفسانی کی شراب پی پی کر بدمست پھرتا ہے۔ جائے حیرت کہ گھر
میں کائنات کے بہترین تحفے گیان کے انمول خزانے بھرے ہوں۔ گیان کے بھنڈار کھلے ہوں۔ اور
یہ ایسے ایسے رنج کروم کرے۔ ہاتھ میں چراغ لیکر کنوئیں میں گرے اور اپنی تقلید میں بھیڑوں کی مانند

دُوسروں کو بھی گرائے ؎

مگر آنکھوں کے اندھے کو کہاں چوگان کی سُوجھے
جو ہے مایہ کا اندھا اُس کو کیا گیان کی سُوجھے

اس بیسوا کی مانند کروڑہا شوہروں کو مارنے والی لکھوکھا دوستوں کو تباہی کی غار میں گرانیوالی مایہ کا جادُو دُور ہو۔ سچے عشق اور پریم والی آنکھیں کھلیں تب ہی دکھائی دے۔ سدا اسنسار پریم مٹے ہو جائے اور سچی زندگی کا آغاز ہو۔ پریم رس ایسا ہی امرت ہے۔ جو پیتا ہے وُہی خوشی اور آنند سے جیتا ہے۔ یہ پریم رس کہیں پر دُور بھی نہیں۔ سب کو مل سکتا ہے بشرطیکہ کوئی اس کا خواہشمند ہو۔ جو مانگتا ہے اسپر برسایا جاتا ہے جو پینے کے لئے ہاتھ پھیلائے اُس کو پلایا جاتا ہے ؎

اِسی کو پی کے کھُل جاتے ہیں سارے دوار اندر کے
اِسی سے بجنے لگتے ہیں سُریلے تار اندر کے

نظر اک رنگ آتا ہے جب اس کا رنگ چڑھتا ہے
گھٹے جب زور مایہ کا تو بل بھگتی کا بڑھتا ہے

بچپن کے دن

اے ہمیں بچپن کے دن بچپن کی راتیں یاد ہیں
بیٹھکر کرتے تھے جو باتیں وُہ باتیں یاد ہیں

اب نہیں آراستہ ہوتی خیالوں کی وُہ بزم
ہائے وُہ بچپن کے منصوبے وُہ تجویزیں وہ عزم

وُہ دُعائیں اتحادِ باہمی کے واسطے
گفتگوئیں وُہ وطن کی بہتری کیواسطے

سادگی کے بے غمی کے اور بھولے پن کے دن
ہائے وُہ بچپن کی راتیں اور وُہ بچپن کے دن

چاندنی اب بھی ہے لیکن وُہ زمانہ اب کہاں
وُہ مرا بچپن ہونا اور وُہ گانا اب کہاں

ہائے وُہ گرمی کا موسم اور وُہ مٹی کی دوپہر
ہائے وُہ فیضی کی گیتا اور وُہ اس کا اثر

میں بھی ہوں دیوان حافظ بھی ہے لیکن ہم نشیں
وُہ سکونِ دل وُہ راحت اور وُہ بےفکری نہیں

اب نہ وُہ باتیں نہ وُہ راتیں نہ وُہ ناز و نعم
اب تو افسر زندگی کی کشمکش ہے اور ہم

اپنے پربھو سے پرارتھنا

خواہشات نفسانی کا طُوفان

موجیں اپنا دامن پھیلاتی ہیں۔ ہوائیں بلندی پر پرواز کرتی ہیں۔ سیاہ بادلوں کے جمگھٹے سرمائی آسمان کو آنکھوں سے اوجھل کر دیتے ہیں۔ اے میرے سوامی میں تجھے گہرائیوں کے اندر سے بلاتا ہوں۔ دیکھ لے میرے مالک۔ میرے خطرات بہت اور طاقت تھوڑی ہے۔ خواہشات کا طُوفان اُمڈا ہوا چلا آتا ہے۔ آ۔ اور گرداب میں پھنسے ہوئے بیڑے کی بلی ہاتھ میں لے ؏

بھنور سے آ مری نیا کو کر دے پار اے سوامی
ہے بے ساحل کی بے پایاں ندی منجدھار اے سوامی

دُنیاوی خواہشات کا بگولہ کمزور اور زور آور سب کو اپنے پیچیدہ گھیرے میں گھیر کر اور آسمان پر لیجا کر سر کے بل پھر نیچے گرا رہا ہے آ تو اس نیکی اور برکت کی جڑوں کو اُکھاڑ کر پھینکنے والی آندھی میں میری رہنمائی کر۔ مجھے ہر ایک دہشت پیدا کرنیوالی برائی کی ٹھوکر سے بچا۔ نفسانی سمندر کی تلاطم خیز موجوں کو مجھ سے بہت دُور ہٹا کر لیجا ؏

نہیں تو یہ ڈبو دینگی مجھے گرداب میں اپنے
کشش سے کھینچ لے اِن کو چھپا مہتاب[1] میں اپنے
سوا تیرے اندھیرے میں نظر کچھ بھی نہیں آتا
جسے پتوار اپنی سونپ دوں کوئی نہیں پاتا

نفسانی سمندر کی اِن پُر شور آوازوں میں میری رُوح ابھی تک تجھ پر تکیہ کئے بیٹھی ہے۔ تیری مادرانہ مُحبت تیرا پدرانہ تحفظ ہی میرا ورثہ ہے۔ تیری برکت کا ہاتھ ہی مجھے اِن سامنے کھڑی ہوئی مایوسیوں سے بچا سکتا ہے میں جانتا ہوں۔ کہ پاپ دھرم کا دامن پکڑنے والوں کو کانٹوں پر گھسیٹتا ہے ہر ایک صورت اور ہر ایک نام کی مُصیبت اُن کے سروں پر منڈلاتی ہے۔ آسمان کی ہر ایک آفت نیکیوں کی تلاش میں اپنا خونی پرشار کلہاڑا اُٹھائے ہوئے پھرتی ہے۔ طوفان تیز ہے۔ ہر طرف تباہی کے آثار ہیں۔ تو بھی اے میرے رکھشک۔ اس سگِ حرص کو میری نظروں سے دُور لے جا۔ کہ میری رُوح کے سائے کو دیکھ کر نہ بھونکے۔ اور جب میں اِس فریب دہ دُنیاوی سمندر کے ساحل کو چھوڑوں ؏

تو میری رُوح سے لپٹی ہوئی خواہش نہ ہو کوئی
جو کھینچے مجھ کو دُنیا میں وہ آلائش نہ ہو کوئی
نہ دوبارہ حرص کوئی مجھے پھر کھینچ کر لائے
اُدھر جا کر نہ کوئی پھر گُناہ مجھ کو اِدھر لائے

---

[1] چاند سمندر کی لہروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

ہندو دھرم کی عظمت

ہندو دھرم میں گزرے کیا کیا ہیں شان والے
راجہ بھگیرتھ جیسے عالی نشان والے

تھے بالمیک جیسے شیدا اسی دھرم کے
تھے وید ویاس جیسے تیاگی بھی گیان والے

ہندو دھرم کے یودھا کچھ کم نہ تھے کسی سے
ارجن سے ہو گئے ہیں تیر و کمان والے

پرہلاد سے اسی میں جنمے ہیں اور مرے ہیں
ابھمنیو سے بھی بالک گزرے ہیں آن والے

جو کہہ دیا زباں سے کر کے دکھا دیا تھا
تھے بھیم سین جیسے یودھا زبان والے

دشرتھ سے تاجور بھی اس دھرم کے تھے گو
رام اور کرشن جیسے کون و مکان والے

یہ شان دار جیون کب غیر قوم میں ہیں
دکھلائے کوئی ایسے شان و گمان والے

اس بدخشاں نے اُگلے وہ لال بے بہا ہیں
مداح جن کے ابتک ہیں اس جہان والے

جن کے لئے دھرم پر مرنا نہ کچھ بڑا تھا
ہم بھی انہیں بڑوں کے ہیں خاندان والے

جس میں کھلے ہیں ایسے رنگین پھول کتنے
صوفی ہیں ہم بھی طائر اس گلستان والے

سورج ونشی باپ کا فرمانبردار بیٹا

(ایک نظارہ)

(راجہ بھاگیرتھ شری گنگا کو پرشن کرنیکے لئے بن میں جا چکے ہیں۔ راج گورو بھاگیرتھ کے پتر شروت کو راج سنگھاسن پر بیٹھنے کے لئے مجبور کرتے ہیں)

درشیہ۔ دربار

گورو۔ آؤ۔ راجکمار۔ اپنے پتا جی کی اچھا پورن کرو۔ سوریہ ونشی مکٹ مستک پر دھارن کرو اور ریائے کاری راجہ کے سمان ایودھیا کا شاسن کرو۔

شروت۔ پتا کے جیتے جی۔

گورو۔ ہاں کیونکہ تمہارے پتا کا ایسا ہی سندیش ہے +

شروت۔ پرنتو۔ پتر کا ایسا ہی ادویش (معراج) ہے +

گورو۔ پتا کی آگیا کا پالن پتر کا دھرم ہے +

شروت۔ لیکن جس سے پتا اور مریادا کا اپمان ہو۔ وہ کام نہ کرنا بھی تو پتر کا دھرم ہے +

گورو۔ ہمیں آپکے پتا کا کیا اپمان ہے ؟

شروت۔ اُن کے جیتے جی اُن کی پوتر گدی پر بیٹھنا مجھے کیسا شوبھایمان ہے ؟

پتا موجود ہیں تو تاج کے بس وہ ہی مالک ہیں
پرجا کے میرے اور اس راج کے بس وہ ہی مالک ہیں
وہی سوامی ہیں اور یہ سمپدا اُن ہی کی ساری ہے
یہ بالک اُن کے راج اور تاج کا کیول پجاری ہے

گورو۔ تو تم نے کیا نشچہ کیا ہے ؟

شروت۔ یہ کہ اُن کے واپس آنے تک اُن کی تلوار ہی راج گدی پر براجے گی۔ چھتری راجہ کی غیر حاضری میں اُسکی تلوار ہی چھتری سنگھاسن پر ساجے گی +

گورو۔ اور تم کیا کرو گے ؟

شروت۔ میں اُس کا پوجن کرونگا۔ پتا کا منورتھ پورن ہونیکے لئے میں نت گپت روپ سے گنگا مہارانی کا سمرن کرونگا ۵

کرونگا میں وہ سادھن مانسک جو کہ کھا تا ہے
دکھاونگا میں وہ بل آتمک جو کہ کھا تا ہے
اُدھر تپ اور پرشرم شری پتا پرماتما کا ہو
اِدھر پرشارتھ اور بل پتر کی اِس آتما کا ہو

گورو۔ اگر تمہارے پتا شری گنگا کو بھوتل پر نہ لا سکے۔ تو تم کیا کرو گے ؟

شروت۔ کیا کرونگا۔ جو پتا نے کیا۔ وہی کرونگا۔ گلے میں کفنی ڈالونگا۔ کانوں میں کنڈل پہنونگا۔ اپنے اِن گھنگرالے بالوں کو جٹا روپ میں بدل کر سارے شریر میں بھبھوت رماؤنگا۔ اُس کے بعد اور کیا کرونگا۔ ہاتھ میں مالا لیکر شری گنگا شری گنگا کی رٹ لگاتا ہوا ہمالیہ کی چھاتی پر گھور تپسیا کرونگا جس پر آر بھی ہوگا۔ شری گنگا ماتا کو پرستن کرونگا ۵

ضرورت جو پڑے تو وار دوں سر مات گنگا پر
سپھل ہو جائے گا سر بھینٹ ہو کر مات گنگا پر
دیا کیسے نہ آئے گی پتا کے ساتھ ہی جبکہ
پتا کا پتر بھی ہو گا نچھاور مات گنگا پر

شروت۔ دھنیہ ہے راجکمار۔ تمہارا اُتساہ تعریف کے قابل ہے۔ پتا پر ایسی شردھا نو کرنیہ (قابل تقلید) ہے ۵

ہے دنیا کے لائق تو گورو دیکھو اونچا آسن ہے یہ سیوا ورتی اور پتر دھرم کا سچا ادھان ہے

درباری - بیشک راجکمار کی پتر بھگتی پر سورج ونش کو ناز ہے *

گورو - اچھا راجکمار - اس بوڑھے کی ایک بات سنو - شاستر میں لکھا ہے کہ گدی کا سونا رہنا اچھا نہیں *

شروت - اس کا جواب میں دے چکا ہوں - کہ گدی پر پتا جی کی تلوار رہیگی *

گورو - تلوار کیا کچہری میں انصاف کے فیصلے سنائیگی *

شروت - نہیں تلوار صرف سنگھاسن کی شوبھا بڑھائیگی *

گورو - اور راج کا انتظام ؟

شروت - گورو جی کرینگے *

گورو - نہیں شروت کمار ہی راج کا انتظام کرینگے - اور شروت کمار ہی راجہ بنیں گے *

شروت - نہیں بلکہ جبتک پتا جی واپس نہ آجائیں کسی کو راجہ نہ بنایا جائے - پرجا تنتر راج ہی رہنے دیا جائے *

گورو - پھر راج کو دھرم اپدیش کون دیگا ؟

شروت - گورو جی *

گورو - راج کی سیوا کون کریگا ؟

شروت - شروت کمار *

گورو - راج کمار کی رکشا کون کریگا ؟

شروت - پتا جی کی تلوار *

ابھمان

دیکھو اتراؤ نہ اتنا چند روزہ شان پر | ایک سے رہتے نہیں ہیں دن کبھی انسان پر
اسقدر کیوں ناز ہے جیون کے اس سامان پر | کیا نظر جاتی نہیں اس سرو شکتیمان پر

بھولتے ہو کس لئے تم گردش ایام کو
غور سے دیکھو ذرا راون کے تم انجام کو

رات - گنگا کے کنارے

رات آئی ہے کس شان سے گنگا کے کنارے
بکھرے ہوئے ہر چار طرف نور کے پارے
اوپر بھی ہیں تارے
نیچے بھی ہیں تارے
گنگا کے کنارے

ہنستا ہوا اک چاند فلک پہ ہے نمایاں
اک دل میں ہے۔ گنگا کے بصد کیف درخشاں
دونو میں برابر
ہوتے ہیں اشارے
گنگا کے کنارے

آواز سکوں ریز کا لہروں پہ مچلنا
موسیقی کا رہ رہ کے خموشی سے نکلنا
ہیں نغمے ہی نغمے
میدان میں سارے
گنگا کے کنارے

موجوں کا یہ رقص اور یہ دلدوز تبسم
ہو جاتی ہے پل جل کے نظر جنمیں کہیں گم
کر دیتے ہیں جادو
دل پر یہ نظارے
گنگا کے کنارے

خشک پیڑ اور میری آرزو

کبھی وہ زندگی کے حوصلے تھے
کبھی یہ دہر میں پھولے پھلے تھے
مگر پر جھڑ گئے بادِ خزاں سے
مٹے جاتے ہیں اب نام و نشاں سے

وہ بھی دن تھا۔ جب ہریالی کا ظہور تھا۔ سر سبز تجلی تھی۔ جسپر اوس جلوہ گر تھی۔ بہار کی جلوہ آرائیاں ہر شجر سے ٹپکتی تھیں۔ ہر پتے سے جدت خیزیاں برستی تھیں۔ لیکن اب کیا ہے ؎

نہ وہ نور ہے نہ غرور ہے نہ وہ سر بلند ہے شان سے
نہ وہ شوخیاں نہ وہ مستیاں نہ ہی بولتے ہیں زبان سے

اب سیاہ اور برہنہ کھڑے ہیں۔ کیا کریں۔ گذری ہوئی زندگی کی خوبصورتیوں اور دل آرائیوں کا

ماتم کر رہے ہیں - ایک ایک پتے کو دیکھو - جو کبھی مُسرتوں کی تصویر تھا - رنج و الم کا دفتر ہے - خزاں کے ستم کیش ہاتھوں نے سرسبز دامن کی دھجیاں اُڑا دی ہیں +

نہ کوئی آواز ہے نہ راگ - وُہ گِرتے ہیں اور مر جاتے ہیں - وُہ جانتے ہیں کہ سچی زندگی جو سچی خوشیوں کا دستر خوان بچھاتی ہے - وہاں ہے یہاں نہیں - آفتاب کی گرمی سے گھبراتے تھے - پسینے سے تر ہو جاتے تھے - جاڑوں میں پالے سردی کے تھرتھراتے تھے - اب نہ گرمی سے گھبراتے ہیں - نہ سردی سے کوئی شکائت زبان پر لاتے ہیں ۵

وُہ دل نہیں رہا ہے تو وُہ آرزو کہاں   وُہ اشتیاق جب نہیں وُہ جستجو کہاں

اِیشور - میری زندگی بھی بہار کا خیر مقدم کرنیکے لئے ایسی ہی بے لوث اور پاکیزہ بنا دے میں بھی اس برہنہ درخت کی مانند صبر اور سکون کے ساتھ کھڑا رہوں - عمر نوجوانی کی تمام راحتوں کو لوٹ لے - تو بھی کوئی شکوہ و شکائت نہ ہو - کیونکہ میں جانتا ہوں - کہ جوں جوں یہ راحتیں مجھ سے دُور ہو رہی ہیں میری رُوح سچائی کے قریب تر جا رہی ہے ۵

جتنی یہ حرص مند ہوتی ہے   رُوح اُتنی بلند ہوتی ہے

یہی انسانوں کے ساتھ تیرا اقرار ہے جو دُنیا سے دُور رہیں تو ان کو پاس بُلائیگا - اسی طرح جب میری رُوح وہاں پہنچے گی اُسوقت بہار کے سُریلے گیت گائے جائینگے - جب تیرا نرم اور لطیف سانس جس کو لوگ موت کے نام سے پکارتے ہیں میری ان برہنہ آنکھوں پر ملاحت اور آہستگی سے نازل ہوگا - تو اصلی اور سچی نوجوانی جیت اور سبیاکھ کے سُرخ پھول کی مانند باغ رضوان میں جا کھلے گی +

کیوں ہوئے آخر فقیر

یار کو پایا ہے ہم نے یار کی تصویر میں   سنگ میں جیسے شرر جوہر ہے شمشیر میں
کربلا - کاشی و بدرہ و کعبہ میں ہے اک وہی   جو خدا بُت ہیں - وُہی ہے مرقد شبّیر میں
خانۂ دل ہو قیام یار کے قابل ضرور   جب لگے خونِ جگر اس قلعہ کی تعمیر میں
مَن کو مارا جس نے کُشتہ کر دیا سیماب کو   فرق رتی بھر نہیں اس خاک میں اکسیر میں
رازِ سربستہ وصالِ یار ہو کیونکر بیاں   ہے زبان تقریر میں قاصر - قلم تحریر میں
گو رہے باکار پر بایار ہی ہر دم رہے   ہم رہے آزاد رہ کر خانۂ زنجیر میں
پُوچھتے ہیں لوگ ہم سے کیوں ہوئے آخر فقیر   کیا کہیں آنند لکھا تھا مری تقدیر میں

بلبل اور جگنو

بلبل نے دن بھر گیت گائے۔ اپنی خوش الحانیوں سے گاؤں والوں کو خوش کیا۔ سامنے دریا کی لہریں تھم گئیں۔ اس کا راگ ختم نہ ہوا۔ کوکو کی سُریلی آواز ایسی معلوم ہوتی ہے۔ گویا طنبورے کی تان تھرتھراہٹ کے چمکیلے پروں پر سوار ہو کر سنہری تاروں سے اُڑ رہی ہے ؎

گاتی ہے راگ جھنڈ میں پیڑوں کے گھوم کر گاتا ہے جس طرح کوئی مستی میں جھوم کر

یہ لو۔ راگ خاموش ہو گیا۔ دن بھر گایا۔ اب اشتہا بڑھی۔ اشتیاق بھری نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ نظر ہری زمین کی سطح پر چمکتی ہوئی ایک روشن چیز پر جا پڑی ؎

جو رُک رُک کے سیاہ تاریکئ شب میں دمکتی تھی گھڑی بھر میں جو بجھتی تھی گھڑی بھر میں چمکتی تھی

بھوک سے بے صبر۔ منہ میں پانی بھر آیا۔ وہ آم کی چوٹی سے کود کر نیچے اُتری۔ خوبصورت اور چھوٹے چراغ کی روشنی سے جگنو کو پہچانا۔ بیکس معصوم کیڑے کو منہ کا نوالہ بنانا ہی چاہتی تھی۔ جگنو اُسکے ارادے کو تاڑ گیا اور کہا:۔

"اے عندلیب خوشنوا۔ جس طرح میں تیری نواسنجی کی تعریف کرتا ہوں۔ کیا اُسطرح تم میری اس چھوٹی سی شمعِ فروزاں کی تعریف نہیں کرتے۔ تم مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہو۔ میری مختصر سی مفید ہستی کے درپئے آزار ہو۔ کیا میں نے بھی تمہاری پیاری پیاری راگنیوں کی دُھن کو بے آواز کیا۔ کبھی تمہارے گانے میں بھی دخل دیا ؎

پھر کس لئے ہو درپئے آزار ہو گئے ننھی سی میری جاں کے خریدار ہو گئے
تجھ سی ہی میرے جسم میں چھوٹی سی جان ہے تجھ سا مرا بھی یہ ہی زمین و زمان ہے

یہ اُسی ایک ایشور کی طاقت ہے۔ جسنے مجھے کرمکِ شب تاب اور تجھے نواسنج بنایا۔ مجھے چمکنے اور تجھے گانے کا ہُنر سکھلایا۔ کس لئے؟ اس لئے کہ تم گا کر اور میں چمک کر اُس کی خاموشی اور ٹھنڈی رات میں قدرتی راگ اور روشنی کی بزم سجائیں ؎

آ ہم مِل جُل زمانے کو سکھائیں پریت کے میں چمکنے کے سکھاؤں تو سکھا سنگیت کے

قدرت کے کالے راگی نے جگنو کی یہ محبت بھری گفتگو سُنی۔ قاتل ارادہ ترک کر دیا۔ نباتات کے بیجوں کو چُگ کر پھر آم کی اُونچی ٹہنی پر جا بیٹھی۔ اور بہار کی سارنگی پر رات کی پیاری راگنیاں چھیڑ

دیں۔ جگنو اُسی آب و تاب سے بیخوف ہو کر اُڑنے لگا۔ دُنیا دونوں کے لیے بیکنٹھ ہو گئی ٭

دونو کی رضامندی باہمی کا مقصد کیسا ہی پاک تھا یہی کہ سب انسانوں میں ایک ہی جیو ہے۔ ہم جنس کو ہم جنس کے ساتھ لڑنا۔ ہم جنس کا ہم جنس کو نگل جانا ایک فعل ہے وحشیانہ۔ ہم کو چاہیئے کہ باہمی میل جول اور رضامندی سے بلبل اور جگنو کی مانند قدرت کے عجائب گھر میں چمکیں اور گائیں جئیں اور جینے دیں۔ جبتک کہ زندگی کی یہ ناپائیدار رات نہ گذرے۔ ایک دوسرے کے قدرتی عطیوں اور ہنرمندیوں کی قدر کریں۔ یہی اصلی زندگی ہے۔ اُجلی اور پاکیزہ ٭

نہ ہم بُرے ہوں کسی کی خاطر نہ کوئی ہم کو بُرا بنائے
حسد سے اُسکے جلیں ہی کیوں ہم کسی کو جو کچھ خدا بنائے

ہم پیکرِ ہستی دُنیا میں اک وقت میں کیا کیا کرتے ہیں

ہم پیکرِ ہستی دُنیا میں اک وقت میں کیا کیا کرتے ہیں
دُنیا کا تماشہ دیکھتے ہیں دُنیا میں تماشہ کرتے ہیں

دل کون کسی کا لیتا ہے دل کون کسی کو دیتا ہے
ہم آپ ہی رُسوا ہوتے ہیں ہم آپ کو رُسوا کرتے ہیں

معصوم مناظرِ حُسن کے ہیں مجذوبِ محبت کچھ سمجھیں
خود سادہ نقوشِ قُدرت میں دلچسپیاں پیدا کرتے ہیں

دل چیز ہے کیا ارمان کا گھر ارمان تصور کی ہستی
ہم بیٹھے بیٹھے خلوت میں آباد یہ دُنیا کرتے ہیں

گر غم کا مداوا راحت ہے تو راحت غم کی عِلت ہے
اِک شکل سے نفرت کرتے ہیں اِک شکل کو پیدا کرتے ہیں

تم ظُلم کرو ہم ظُلم سہیں تم قتل کرو سر حاضر ہے
مرنے کے لئے ہم جیتے ہیں مرنے کی تمنا کرتے ہیں

سامانِ مُسرت لُٹتا ہے لو دِل کا سہارا چھُٹتا ہے
خاطِر سے کسی کی اے تائب ہم خُون تمنا کرتے ہیں

جذبۂ سرفروشی

دھنیہ میرے بھاگ ہیں جو دھرم کی خاطر مرُوں
خُوش نصیبی ہے جو مَیں کچھ دیش کی سیوا کرُوں

دھرم کی خاطر جو ماریں۔ آپ تو اِحسان ہے
آتما کو دھرم کے مرنے سے ہی نِروان ہے

ایک بیوہ کی میٹھی نیند

رات کی سرد ہوا۔ تیر کی مانند تیز جھونکے۔ بدن کو چھلنی کرنیوالے قطبی آسمانی لہروں کے جھونکے پہاڑی علاقہ۔ ابھی ابھی برف پڑ کر ہٹی ہے ؀

بے پناہ اور ننگی وسیع پہاڑی ڈھلوانیں۔ سر ٹکانے کو سہارا نہیں۔ بیٹھنے کو سایہ نہیں سفید برف کے ٹھنڈے فرش پر کالے کالے بادلوں کی قنات تن رہی ہے۔ اس وقت غریب تھکا اور ماندہ آوارہ کون ہوگا؟ قدرت کا چہرہ خوفناک ہے۔ لیکن اس سے زیادہ خوفناک اس مجسم آوارگی کی تصویر کا دہشتناک عکس ہے۔ رات کی ہوا سرد ہے لیکن اس سے زیادہ سرد اس غریب کا دل ہے۔ اس کا کوئی گھر نہیں۔ وسیع دنیا اسکے سامنے پڑی ہے۔ لیکن اُن کے لئے اس سرد دل دنیا کے تختے پر کوئی پناہ نہیں ؎

گھر بہت دنیا میں ہیں پر اُس کا کوئی گھر نہیں
سر ٹکانے کے لئے تکیہ نہیں بستر نہیں
شمع ہے کوئی نہ کوئی روشنی تارو نکی ہے
یعنی ایسے وقت میں اُس کا کوئی رہبر نہیں

ایک گاڑی پاس سے گزری۔ وہ تنہا آوارہ اپنی خفیف اور دبی ہوئی آواز سے بولا "رحم جانے والے مجھ پر رحم کر۔ ایسا نہ ہو کہ میں غریب بھوک اور سردی سے اکڑ کر مرجاؤں۔ ایشور نے سب کو جان دی ہے۔ جان کر کس نے کھودی"۔ ہچکی لی اور پھر کہا:۔

"ایک وقت تھا۔ دنیا میں میرے رفیق تھے۔ اُن سب نے مجھے آنسو کی مانند نظروں سے گرا دیا۔ ایک وقت تھا۔ کہ میرے ماں باپ تھے۔ اب وہ سورگ میں ہیں۔ ایک وقت تھا۔ جبکہ میرا گھر تھا۔ میرا شوہر تھا ؎

رہا گھر اب نہ رونق میرے گھر کی
جہاں آئی وہیں پر شب بسر کی
پریشاں غم میں اب شگفتہ دل ہوں
صرف بیوہ اب اک آزردہ دل ہوں

ہوا زور سے چلی۔ اُسکی آواز۔ اجنبی کے دائرہ سماعت کو نہ چھوسکی۔ اجنبی چل دیا۔ اور وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر برف کے بچھونے پر لیٹ گئی ؀

ایک سوار اجنبی اُدھر سے گزرا۔ اُسنے گھوڑے کی ٹاپ سُنی۔ آہٹ کے جھونکے سے مایوسی کی راکھ بکھر گئی۔ دبی ہوئی اُمید کی چنگاری چمک اُٹھی۔ غریب بیوہ نے پھر کہا۔ "رحم رحم ؎

کر رحم کی نگاہ تو میرے سوال پر
اے جانے والے رحم کر آشفتہ حال پر

ہوا کا شور بلند تھا۔ آواز نہ سُنی گئی۔ سوار اپنے راستے سے گزر گیا۔ مصیبتوں سے تھکی ہوئی اذیتوں سے ستائی ہوئی۔ بھوکی پیاسی ٹھٹھرتی ہوئی وُہ برف کے بستر پر سوگئی۔ گہری نیند نے اُسکی حسیات کو قبض کرلیا۔ سرد دل کی مانند سارا جسم سرد ہوگیا۔ تب ایک راہرو نے علی الصباح دیکھا۔ ایشور نے سب مصیبتوں سے اُس کو چھڑا لیا ہ

نہ ہی اِلتجا ہے کرم کی اب۔ نہ کسی سے کچھ بھی سوال ہے
نہ ہی بھوک۔ پیاس کا خوف ہے نہ جُدا ہوئے کا ملال ہے
نہ ہے سردی گرمی سے واسطہ نہ غرض ہے دِن سے نہ رین ہے
بڑی میٹھی نیند ہے سو رہی وُہ پِتا کی گود میں چین سے

یتیم بچّہ ماں کی تلاش میں

سب اپنے اپنے وقت پہ پیروجواں مرے لیکن کوئی نصیب کا مارا کہاں مرے
سب انقلاب آئیں ہوں نازل سب آفتیں سب کچھ ہو پر کسی بھی نہ بچّے کی ماں مرے

اُف فلکِ کجرفتار۔ تُونے ستم کا تازیانہ بھی لگایا تو کس کو؟ مصیبتوں کا پہاڑ بھی گرایا تو کس پر؟ ذرا سی جان اور سارے جہان کی سختیوں کا بوجھ کس سے اُٹھے گا؟ کون اُٹھائیگا؟ بوڑھے مکار۔ پرانے عیار۔ ظالم جفاکار آنکھیں کھول اور دیکھ۔ تُونے یہ کیا گل کھلائے؟ یہ بے سروسامان۔ یہ اسیر یاس و حرمان۔ یہ دریدہ دامان۔ یہ کُملایا ہُوا پھول کون ہے۔ وحشت کے کونے کون ٹٹول رہا ہے۔ یہ روتا بسورتا ہُوا مصیبت کی تاریک گلیوں میں کون آوارہ پھر رہا ہے؟

وُہی تو نہیں۔ جس کی آغوشِ راحت کو تیرے خونی ہاتھوں نے برباد کر دیا۔ جسکی محبت کے گہوارے کو تیری ستم گری کی ٹیڑھی چال نے پامال کردیا۔ کئی دنوں کا بھوکا نہ جانے کب کا پیاسا ہے۔ سُن کیا کہتا ہے:۔

"ماں نہ جانے بیکس چھوڑکر تو کہاں چلی گئی۔ تیرے بغیر میرا جینا کہاں تک۔ دُنیا کے لوگو۔ تم میں سے کسی کو مل جائے تو کہیو۔ میری ماں کو کہیو۔ مجھے بھی ساتھ لے جائے۔ نہیں تو دو چار روز رہ کر یہیں آجائے۔ ہائے کہاں گئی؟ کیسی بستی میں گئی۔ کیسے خودپسند لوگوں میں جا بسی۔ نہ خبر لی۔ نہ خط بھیجا۔ میری اماں۔ تُو تو مجھے روز نئے کپڑے پہناتی تھی۔ مَل مَل کر نہلاتی تھی۔ تو ہوتی تو

اِس طرح لاچارگی کے گڑھے میں گرتا؟ تو ہوتی تو کیا یہ پھٹا ہوا کُرتہ پہنکر پھرتا ؎

آپنا مجھ سے کرے اب پیار کون
دہر میں تجھ سا مرا غمخوار کون

سخت ہوں بیچین غم کے جوش میں
کون لے ممتا بھری آغوش میں

جب سے پیدا ہوا تُو نے ایک دن بھی نہیں نہیں - ایک پل بھی چھاتی سے جُدا نہیں کیا تھا کبھی ہجر کا صدمہ نہ دیا تھا - پھر آج کیا ہوا جو بیکس چھوڑ کر چل دی - میری اُمیدوں کا حوصلہ توڑ کر چل دی +

اماں تیری قسم - آجا - اب سے ضد نہیں کرونگا - تجھے کبھی تنگ نہیں کرونگا - کچھ نہ دینا - میں کچھ نہیں مانگوں گا - آ میری خستہ حالی پر رحم کر - تو رونے سے خفا ہوتی ہے - تیری قسم اب نہیں روونگا اچھی ماں آ مجھے اپنی گودی میں لے لے - تُو نے تو مجھے کبھی اِسطرح روتے نہ دیکھا تھا - جہاں رویا وہیں گودی میں لیا - آج کیوں اتنا دل کڑا کیا ؟

تُو نہ تھی ماں سخت اتنی کیوں تُو پتھر ہو گئی
وہ محبت - پیار وہ - اور وہ مروت کھو گئی

کس طرح تجھ کو ہوئی فرقت گوارا لال کی
مجھ کو اک اک پل بناں تیرے ہے سو سو سال کی"

اے چرخ ستمگار معصوم کا یہ نالہ سن کر بھی کوئی کہیگا - کہ تُو ستم شعار نہیں - جفا کار نہیں جو شاعروں نے کہا وہ سچ ہے ؎

پیستی معصوم کو بھی ہے ستم گاری تیری
کون ہے جسپر نہیں ٹوٹی جفا کاری تیری

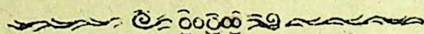
پربھات اور بھنور

اے کالے بھنورے تو کیوں ادھیر ہوتا ہے - دیکھ اُدھر دیکھ - پُورب دشا طرف اُکس ادا سے مُسکرا رہی ہے سکھدائی سمیر بہ رہا ہے - روشنی آکاش منڈل کو چیر کر پھیلی جا رہی ہے - سرشٹی کے پردے میں تاریکی کا جو تیر بدھا ہوا ہے - وہ نکل جائے گا - اے بھنورے تو کیوں بھٹکتا ہے - کیوں بھرم میں پڑتا ہے تُو نے بہت تکلیف اُٹھائی ہے لیکن یہ تو مانوتن (انسانی جسم) کا گُن ہے - کہ دُکھ کے بغیر شریر نہیں - تو پھر کیوں گھبراتا ہے - ابھی ابھی سکھ دن دروپدی کے چیر کی مانند بڑھیگا - وہ دیکھ - خوبصورت پکشی اپنے پروں کی رنگین پوشاکوں کو اپنی چونچوں سے اُجلا کر رہے ہیں - وہ پربھات کی آواگونی کو تیار ہو رہے ہیں ؎

تو دیکھ ابھی سُندر پربھات - کس طرح ناز سے آتی ہے

وہ سازِ بہاری لئے ہوئے آتی اور پھول کھلاتی ہے
اِس گلِ عباس کی رنگینی تیرے دِل کو بہلائے گی
شبّو کی بو بھینی بھینی ہر طرف میں ہی کھِل جائیگی
نرگس۔خیری اور دوپہری سانے، ہی گل کھِل جائیں گے
یہ مدن مست اور مولسری اپنی سو باس پھیلائیں گے
جاہی۔جوہی۔گیندا۔چمپا۔اور کھِلنا ابھی چنبیلی کا
تجھ کو باناو کھلائے گا۔سوندی بہار البیلی کا
گل داؤدی ٹیسو گیندا اور نافرماں کی یہ بہار
لپٹوں کو گودی سے نکال کرتی ہے وہ تجھ پر نثار
دونا۔مروا۔ساونی ابھی سربھت سمیر میں تلتے ہیں
تو ابھی دیکھنا خوشبو کے باغوں میں ڈبے کھلتے ہیں

اور تیرے جیون کا ہیرا کمل بھی کھلتا ہے۔تیری منو کامنا پورن ہوگی۔دُکھ درد سب کافور ہو جائیگا۔اے درڑھ پرتگیا والے بھنورے۔پرانوں کو نہ تیاگ۔جب تیرا پیارا کمل اور اُسکے سارے ساتھی پھول کھِل جائینگے۔تو پھر تو چوس کے رس لینا۔یہی جیون کا سار ہے +



پی کہاں

ابھی تھا صاف مطلع اور ابھی اُودی گھٹائیں ہیں ہے آمد ابر کی سب کی لگی اوپر نگاہیں ہیں

ادھر مور میزانِ ناز میں خوبصورت پروں کو تولتے ہیں۔تو اُدھر کالے کالے متوالے بادل اپنے بالوں کو کھولتے ہیں۔ادھر کوئل سنگیت کی سُریلی نے بجاتی ہے۔تو اُدھر قمری پپیہوں سے تانیں لڑاتی ہے۔ہوا کاندھے پر پہاڑی نسیم کی شال ڈالے پھرتی ہے۔صبا گھٹاؤں کے آنچل سنبھالے پھرتی ہے۔گھٹا میں ہر طرف بگلوں کی سفید قطار ہے نہیں نہیں۔یہ تو ظلمات میں آبحیات آشکار ہے۔بادلوں کی سیاہی میں بجلی کی اُجلی اُجلی لکیر نہیں۔دامنِ کوہ میں جوئے شیر ہے۔ہر منظر میں دلفریبی کی تاثیر ہے دیوانہ وار چرخِ کہن کیسے سوانگ بھرتا ہے کبھی گریاں ہوتا اور کبھی خندہ زنی کرتا ہے +

یہ تو سوکھی زمین پر ترشح بھی ہوگیا کیسی سوندھی سوندھی خوشبو نکلتی ہے۔بادلوں کی گرج برہی لوگوں کے دل دہلا دیتی ہے۔تو برق کی چمک اور بھی ڈرا دیتی ہے۔جو سوئے تھے۔اُن کی بھی نیند اچاٹ ہوگئی۔پانی کا شور اور نالیوں کے زور نے کچھ عجیب سماں باندھ رکھا ہے۔ہوا کبھی زور سے چلتی ہے۔

کبھی آہستگی سے۔ ٹین کے سائبان پر جب بوندیں پڑتی ہیں تو ارگن کا گمان ہوتا ہے۔ پتّوں پر بھی کیا ہی پُرلطف نظارہ ہے۔ ہر ایک گرتی ہوئی بوند بذاتِ خود فوارہ ہے۔ پودوں نے سر جھکائے ہیں۔ کیوں نہ جھکائیں۔ صبا کے طمانچے کھائے ہیں۔ اب دیکھو ابر کیسا دھواں دھار چھایا ہے۔ گویا فلک پر کوئی سیہ مست دامنِ کوہ سے نکل کر آیا ہے۔ ہر شاخِ گل سبزہ کو چوم کر اٹھی ہے۔ باغ کے سبزہ پوش جی کھول کر نہائے ہیں۔ آہا آسمان نے بھی کیا ہی موتی لٹائے ہیں ٭

لو اب برس کر تھم گیا۔ بوندیں رک گئیں۔ کچھ اور ہی نرالی فضا ہے۔ ہر گلبن تر و تازہ اور ہر نخل شاد کام ہے۔ اس وقت غم و فکر کا کیا کام ہے۔ سامنے آموں کے اشجار پر کون گاتا ہے۔ جس کی ہر تان پر دل لوٹ جاتا ہے۔ لیکن ہاں ذرا ادھر بھی سننا۔

"پی کہاں۔ پی کہاں"؟

عجب درد ہے۔ کون پکار رہا ہے۔ بارش کی اس پُربہار رونق اور تازہ فضا میں بھی کس کا دل اداس ہے۔ غم ہے یا بیم و ہراس ہے۔ آواز کیا ہے۔ سیدھی آ کر کلیجے کو چیر جاتی ہے۔ آخر یہ درد انگیز آواز کہاں سے آتی ہے؟ ہاں۔ اس دلِ غمناک سے جسکے پہلو میں دلبر نہیں۔ ہر لمحہ جسکی زبان پر یہی کلمہ آتا ہے

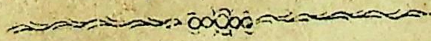
"پی کہاں"؟

اور یہ تو سب کچھ ہے۔ بہار بے خزاں ہے۔ گل افشانی گلشن پر قربان ہے۔ زمین تختۂ فردوس کو شرماتی ہے۔ بہار سحابِ فیض سے ہاتھ ملاتی ہے۔ چمنستانِ حسن میں ہزاروں رنگ کے پھول کھلے ہیں سب کچھ ہے لیکن اسپر بھی برہی کا یہی سوال ہے کہ "پی کہاں"؟

آہا۔ آواز میں کتنی بلند خیالی۔ کتنی پاکیزگی اور کتنی صداقت ہے۔ دنیا گو ناگوں نیرنگیوں کا کھنڈر ہے۔ لیکن جو پی کا طالب ہے اسکی نظروں کو کسی اور کی تلاش ہے۔ اسکی زبان پر کسی اور کا گیت ہے پرماتما کے پیارے ان تمام پُرفضا نظاروں میں بھی اسی کی یاد کرتے ہیں۔ وہ قدرت کو طنزاً کہتے ہیں۔ تیرے پاس سب کچھ ہے تو ہوا کرے۔ وہ بتا جسکی ہم کو تلاش ہے اور بتا

"پی کہاں ہے"؟

وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ تو ان بہاروں کو اپنے پاس رکھ اور ہم جاتے ہیں ٭



دھرم

کوڑیوں کے ساتھ میں کیا موتیوں کو تول دوں
دھرم جیسا لال دیکر ٹھیکرا مول لوں

راون اور شری ہنومان جی

(اِس روز کی یاد جب پہلی مرتبہ ہنومان جی سیتا جی کی خبر لانیکو لنکا میں گئے اور راچھسوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے تو راون بہت گرایا تھا۔ اور ہنومان جی نے بھی بہت سمجھایا تھا۔ ہنومان جی نے کہا تھا کہ یاد رکھو۔ بُرا انجام ہوگا۔ آج راون رام چندر جی کا پران بیدھک تیر کھا کر خاک و خون میں پڑا ہوا موت کا اِنتظار کر رہا ہے۔ ہنومان جی اُس روز کی یاد دلاتے ہیں)

کیا نہ اُس روز کہتا تھا میں آپ کو
رنگ لائینگی اِک دِن ستم کاریاں

بات لیکن نہ مانی مری آپ نے
دیکھ لو پڑ گئیں آ کے رُسوائیاں

اِن کو مغرور سر میں بسایا تو تھا
دُزد خواہ تُم نے ان کو بنایا تو تھا

اِن کے اِصرار پہ سر اُٹھایا تو تھا
رے کے ڈُوبی ہیں اَب تمکو خودداریاں

سرکشی وُہ نہیں سر اُٹھانا نہیں
پاپ کی بات سُننا سُنانا نہیں

اَب وُہ بڑھ بڑھ کے باتیں بنانا نہیں
اَب کہاں ہیں تمہاری وُہ ہُشیاریاں

جن کی شہ پاکے تم اِتنے مغرور تھے
اور نشے میں حماقت کے تم چُور تھے

جن کی دَولت سے بھرپور مخمور تھے
چھا گئیں مُنہ پر اَب وُہ سیہ کاریاں

جن کی خاطر یہ ساری بِپد مُول لی
جن کی خاطر عزیز اپنی یہ جان دی

جن کی قیمت ادا دھرم سے تم نے کی
اَب کہاں پاپ کی ہیں خریداریاں

اَب کہاں ہیں ترے جو صلاح کار تھے
وُہ تری جان کے جو طلبگار تھے

پاپ میں وُہ ترے جو مددگار تھے
پیش آئیں اُنہیں کیا نہ اَب خواریاں

گھر زناکاریوں نے ہے کھویا ترا
آج پھل کر رہے تیار ہویا ترا

اُنکی آنکھوں نے بیڑا ڈبویا ترا
کیا چُرا کر کے لاؤ گے اَب ناریاں

بس انجام ہے یہ گنہگار کا
یہ نتیجہ ہے دُنیا میں بدکار کا

تم نے ٹھٹھا کیا میری گفتار کا
اَب کرو تم جہنم کی تیاریاں

مِل رہی جو نصیحت وُہ سب سیکھ لیں
جتنے پاپی ہیں عبرت وُہ سب سیکھ لیں

جتنے ہیں عیب طینت وُہ سب سیکھ لیں
ہوتی اچھی نہیں ہیں گنہگاریاں

پریم منجری

(مختلف دھرموں کے خیالات کا گلدستہ)

۱۔ دُکھ۔ غم۔ بیماری اور نفسانی خواہشات اپنے ہی کرموں کے درخت کا پھل ہیں۔ ایک درخت کا بیج ڈالو۔ وہ اُگے گا۔ پھولے اور پھلے گا۔ اِسی طرح مرنے کے بعد کرم ورکش میں پھل آئینگے۔ پاپ کرموں کے نے سے اِس جنم یا دُوسرے جنم میں ضرور ہی پھل بھوگنا پڑیگا۔ اعمال کی جزا یا سزا ضروری ہے۔ (پنچ تنتر)۔

۲۔ جہاں آپ ماتا پتا کی اِس لئے سیوا کرتے ہیں کہ اُنہوں نے آپ کو پال پوس کر بڑا کیا۔ اور آپ کو اِس قرضے سے سبکدوش ہونا چاہئے۔ وہاں آپ وِدوان لوگوں کی بھی سیوا کریں۔ آپ دیوتاؤں کا قرض اِسی طرح اُتار سکتے ہیں (منوجی)۔

۳۔ کئی آدمی بیر کی مانند باہر سے میٹھے اور اندر سے سخت ہوتے ہیں۔ کئی آدمی بادام کی مانند اُوپر سے سخت ہوتے ہیں لیکن درحقیقت اندر سے میٹھے ہوتے ہیں۔ جو لوگ خوبانی (ایک میوہ) کی طرح باہر سے پکے ہوئے پھل کی مانند میٹھے اور اندر سے بادام کی مانند نرم اور میٹھے ہوتے ہیں۔ وُہی لوگ اُتم کہے جا سکتے ہیں۔

مُبارک ہیں وہ جو دل کے پاک ہیں کیونکہ وُہی خدا کو دیکھ سکیں گے (انجیل)۔

۴۔ کام کرنے سے ہی آپ کو سکھ مل سکتا ہے۔ بغیر پُرشارتھ کے نہیں۔ جو آدمی چلتا ہے۔ وُہی آگے بڑھ سکے گا۔ نہ کہ وہ جو بیٹھا ہُوا ہے جو آدمی بولتا ہے وُہی ودکتا کہا جا سکتا ہے نہ کہ گونگا۔ اِسی طرح کرم ہی آدمی کو آدمی بناتا ہے (یوگ وششٹ)۔

۵۔ جو آدمی دُوسرے کو ننگا دیکھکر اوڑھنے یا پہننے کو کپڑا دیتا ہے۔ اُس کو خدا بہشت میں قیمتی غالیچے اور دوشالے دیتا ہے۔ (قرآن شریف)

۶۔ سناتن ویدک دھرم کا آسرا لو۔ آپ کا کلیان ہوگا۔ (رِشی دیانند)۔

۷۔ جو آدمی وِدیا علم اور اوِدیا (جہالت) دونوں کو جان لیتا ہے۔ وہ جہالت یعنی کرم اُپاسنا سے ہی موت کو جیت سکتا ہے اور وِدیا یعنی ست گیان سے مکتی کو حاصل کر لیتا ہے۔ اِس لئے کرم کرتے ہُوئے گیان کو حاصل کرو (ایش اُپنشد)

۸۔ ہردے شُدھ جو نِندا ہوئی ہرے کپڑے نِندک دھوئی

نندا کرت جو ہمرا ریت   نندک ماہیں ہمارا چیت

(اپنے نندک (غیبت کرنیوالے) دشمن سے بھی پریم کرو۔ دراصل وہ تمہارا دوست ہے۔ ربیر جی)

۹۔ شہد کی مکھی۔ پھول یا اُسکی خوشبو اور رنگ کو نقصان پہنچائے بغیر اندر سے مٹھاس نکال کر اُڑجاتی ہے۔ اسی طرح گیانی اور بُدھی مان کو اس دُنیا میں رہنا چاہئے۔ (گوتم بدھ)

۱۰۔ سب جیو آتما آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ چھوٹے بڑے کا خیال بُھلادو۔ سب کے ساتھ مُحبت کا برتاؤ کرو اور ایک ایشور کی پُوجا کرو۔ (گورو گوبند سنگھ)

۱۱۔ کامناؤں کو چھوڑ کر جو آدمی سیوا کرتا ہے۔ اور اہنکار اور موہ سے الگ ہو کر وچرتا ہے وُہی شانتی کو حاصل کرتا ہے۔ (کرشن گیتا)

۱۲۔ کبھی جیو کو مت ستاؤ۔ اہنسا ہی پرم دھرم ہے۔ (مہابیر جین)

۱۳۔ اے جانور۔ بے مُروت انسانوں سے دُور تم بنوں میں رہتے ہو۔ لیکن میں ایسا نہیں جس سے تم دُور بھاگو۔ (مریادا پرشوتم رام)

۱۴۔ اے پیارے تو میرا ہی رُوپ ہے۔ پھر اپنے آپ کو کیوں الگ سمجھ رہا ہے۔ ناخن ماس سے جُدا ہو کر نہیں رہ سکتے (سوامی ویکانند)

۱۵۔ ع ازہزاراں کعبہ یکدل بہتر است   یعنی ایک دِل ہزار کعبوں (معبدوں) سے اچھا ہے۔ (شیخ سعدی)

دیش سیوا

قومی سیوا کچھ کھیل نہیں لوہے کے چنے چبانا ہے   جینے کی آشا دُور رہی یہ جیتے جی مرجانا ہے

جو دیش کے سچے سیوک ہیں اُنکی ہے بس پہچان یہی   رُوکھے سُوکھے تُندل بھوجن ہے رہنے کا استھان یہی

کشمیری لڑکی کا گیت

جن لوگوں کو کشمیر جنت نظیر کی سیر کا موقعہ حاصل ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس بےنظیر خطہ کے رہنے والوں کی طرز معاشرت کیسی سادہ اور کتنی غریبانہ ہے۔ خدا نے ساکنان کشمیر کو حسن وصورت کی دولت سے فیاضی کے ساتھ مالا مال کیا ہے۔ کشمیر کی لڑکی کا حسن ایک اُبلتا ہوا چشمہ ہے۔ ان کا سرخ وسفید رنگ اسپر موزون نقش ونگار۔ بعض معصوم لڑکیوں کو شالی کوٹتے اور گائیں چراتے ہوئے دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ گھنٹوں یہاں بیٹھکر خدا کو یاد کرتے رہیں۔ افسوس کشمیری لوگ جیسے خود حسین ہیں اور جیسا اُن کا ملک حسین ہے۔ کیونکہ کثرت سے خدا نے ان کو جابجا قدرتی پانی کے صاف وشفاف چشمے اور مصفیٰ نہریں دی ہیں۔ ایسے ہی یہ لوگ گندے اور میلے کچیلے رہنے کے عادی ہیں۔ ایک لمبا کرتہ جیسے پھرن (پیرہن کا بگاڑ ہے) جسروز بناتے ہیں۔ پہنتے ہیں۔ پھر پھٹتا ہے تو اُترتا ہے۔ اُسکے دھونے کی ایک مرتبہ بھی نوبت نہیں آتی ۰

جو لوگ کشتیوں یعنی ہوس بوٹوں میں رہتے ہیں۔ اُن کو بھی ان لوگوں کی ایک جماعت یعنی ہانجیوں یا کشتی بانوں کی ہر قسم کی زندگی کے مطالعہ کا خوب موقعہ ملتا ہے۔ یہ لوگ اگر کشتی ہو۔ تو اُسی کے ایک حصہ میں جو نہائت چھوٹا ہوتا ہے۔ خواہ کنبہ کے کتنے ہی ممبر ہوں گزارہ کر لیتے ہیں۔ اور اگر بوٹ بڑا ہو تو اُسکے ساتھ ایک باورچی خانہ کی کشتی ہوتی ہے اسکے ایک حصہ میں بودوباش رکھتے ہیں۔ سب کے پاس ایک لکڑی کی اوکھلی دھان کوٹنے کے لئے ہوتی ہے بعض اوقات مرد بھی کوٹتے نظر آتے ہیں۔ مگر اکثر اوقات شالی (دھان) کوٹنے کا کام عورت ہی کے ذمہ ہوتا ہے جو جابجا نہائت صبر وشکر کے ساتھ کوٹتی ہوئی نظر آتی ہے۔ چاول اِن لوگوں کی قومی غذا ہے۔ اور یہ لوگ صبح وشام چاول ہی کھاتے ہیں۔ چپاتی اور نان کھانے کا مطلق رواج نہیں ہے۔ کلچہ جو اکثر تنوروں پر بکتا ہے۔ یہ چاء کے ساتھ بطور ناشتہ کھاتے ہیں۔ چاول کوٹتے ہوئے عورتیں مزے کے ساتھ گاتی بھی جاتی ہیں ۰

میری کشتی کے سامنے اکثر ایک دس بارہ سال کی لڑکی دھان کوٹتی اور گاتی نظر آتی ہے۔ اس کے ایک گیت کا ترجمہ ذیل میں لکھتا ہوں۔ اُمید کہ یہ گیت اس لئے پسند کیا جائیگا۔ کہ اسکے جذبات بھی ایسے ہی صادق اور محبت سے لبریز ہیں۔ جو ہر ہندوستانی بہن اپنے بھائی کے لئے دلمیں رکھتی ہے۔ خواہ وہ ملک کے کسی خطہ میں آباد ہو۔ خواہ وہ شالی کوٹ رہی ہو۔ یا کسی عالیشان محل میں اخبار یا کتاب کے

مطالعہ میں مصروف ہو۔ گیت یہ ہے :۔

"پیارے بھائی میں تمہیں اچھی اچھی چیزیں بنوا کر دونگی۔ تمہارے لئے پھوپھی یا ماسی کی لڑکی جونسی تم چاہو گے بیاہ کر لاؤنگی۔ یا الٰہی! یہ ابھی بہت چھوٹا ہے۔ اس کو اپنی حفاظت میں رکھ۔ اور اسپر اپنی برکت نازل کر۔ پیارے بھائی۔ حوریں اور پریاں تمہارے لئے گیت گاتی ہیں۔ تم نہایت خوبصورت اور پیارے ہو۔ اس لئے پریاں تمہاری محبت کا گیت گاتی ہیں" +

(پھر بہن گیت گاتے گاتے بھائی کا بیاہ رچا دیتی ہے اور کہتی ہے)

"آج تمہاری شادی ہے۔ آج نہائت اچھی اچھی چیزیں بنیں گی۔ اور خوب جشن منایا جائیگا آج تمہاری شادی کا دن ہے۔ میں اپنے دل کے حوصلے اور ارمان دل کھول کر نکالونگی۔ آج تمہاری شادی کی خوشی کا دن ہے۔ دنیا کا رواج ہے کہ آج خوشی منائی جائے۔ اس لئے ہم دل کھول کر خوشی منا رہے ہیں۔ اور مدت کے ارمان پورے کر رہے ہیں۔ پیارے بھائی۔ تمہاری بہن نے تمہارے لئے کات کات کر ایک خوبصورت لوئی (گرم چادر) بنائی ہے اور میرے اچھے بھائی اس چادر کے بنانے کے لئے میں تم سے انعام لونگی۔ باپ تمہارے بیاہ کے لئے پشمینہ اور کمخواب خرید کر بازار سے لایا ہے اور ماں باپ نے تمہاری دلہن کے لئے لباس تیار کیا ہے +

(اب لڑکی باپ سے مخاطب ہو کر کہتی ہے)

باپ تم نے بھائی کی شادی رچائی ہے تمکو مبارک ہو۔ خدا نے تمام سامان اپنی رحمت سے اس خوشی کے لئے مہیا کر دیا ہے۔ تمنے اپنی بہو کے لئے تمام زیور سونے کے تیار کئے ہیں۔ اور ماں نے یہ سامان دکھانیکے لئے اپنے سب رشتہ داروں کو جمع کر لیا ہے۔ پیارے بھائی میں اپنا سر تم پر سے تصدق کر کے رکھدوں۔ تم میرے چھوٹے بھائی ہو میں تم پر سے صدقے اور قربان ہوں۔ اور مجھے تم بہت پیارے لگتے ہو +

ہر رنگ میں راضی بہ رضا ہو تو مزا دیکھ
دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے جنت کی فضا دیکھ

میں کہتا تھا انساں کی اگر تقدیر نہیں تو کچھ بھی نہیں
ہمت بڑھ کر بول اٹھی۔ تدبیر نہیں تو کچھ بھی نہیں

آم

ساون کا مہینہ تھا۔ آسمان پر کالی کالی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ شدت گرما سے مرجھائے ہوئے پھول تروتازہ ہو ہو کر مسکرا رہے تھے۔ پھلوں کے بوجھ سے جھکی ہوئی آموں کی ڈالیاں جھوم رہی تھیں۔ درختوں سے سرخ۔ زرد۔ اور سبز آم ٹپ ٹپ زمین پر گر رہے تھے۔ جب امبا حسب معمول شام کیوقت اپنے شوہر آنند کمار کے ہمراہ ننھے کمار کو بغل میں اُٹھائے اس آموں کے باغ میں پہنچی۔ جو اُسکے شوہر نے صرف امبا کی سیر و تفریح کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ اُسنے مردرین فواسے کے قریب آہستہ سے اپنے لاڈلے بچے کو زمین پر کھڑا کر دیا۔ اور خود آموں کے درختوں کے نیچے آم چننے میں مشغول ہو گئی۔

امبا کے حسن و جمال پر۔ امبا کی شرمیلی نگاہوں اور معصومانہ انداز پر۔ امبا کی سادگی اور پاکدامنی پر چمنستان کی ہر ایک چیز قربان ہو رہی تھی۔ اُدھر آنند کمار مختلف اقسام کے خوبصورت پھول توڑ توڑ کر کدار کے لئے ایک گلدستہ تیار کر رہا تھا۔ لیکن آج اُسکی طبیعت کچھ ناساز تھی۔

جب امبا نے بہت سے آم چن لئے تو آنند کمار نے مالی کو بلا کر حکم دیا۔ کہ یہ سب آم ٹوکرے میں ڈال کر ہمارے مکان پر لیچلو۔ مالی نے حکم کی فوراً تعمیل کی۔

سیاہ بادلوں میں بجلیاں کوند رہی تھیں۔ بادل گرج رہے تھے۔ ابھی یہ اپنے مکان کے قریب ہی پہنچے تھے۔ کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ یہ سب دوڑ کر اپنے عالیشان مکان کے اندر داخل ہوئے آنند کمار سیدھا اپنے آراستہ کمرے میں پہنچا اور اُسنے پلنگ پر لیٹتے ہوئے امبا سے کہا کہ مجھے شدت سے بخار چڑھ رہا ہے۔ میرے سر میں سخت درد ہے اور میرا دل دھڑک رہا ہے۔ کسی نوکر کو بھیجکر ڈاکٹر کو بلواؤ۔

امبا یہ سن کر گھبرا گئی۔ اُسنے فوراً ایک ملازم کو ڈاکٹر کے پاس بھیجدیا۔ اور خود اپنے شوہر کے پلنگ پر بیٹھکر اُس کا سر دبانے لگی۔

تھوڑی ہی دیر میں نوکر ڈاکٹر کو ساتھ لیکر واپس آگیا۔ ڈاکٹر نے مریض کو تسلی دی۔ کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ موسمی بخار ہے۔ آجکل موسم کی تبدیلی کے باعث اکثر اوقات بخار ہو جاتا ہے۔ میں دوا بھیجتا ہوں۔ تین تین گھنٹے کے بعد خوراک پلاتے رہو۔ امید ہے کہ تین ہی خوراکوں سے بخار بھی

اُتر جائیگا۔ اور سر کا درد اور دل کی دھڑکن بھی رفع ہو جائیگی۔ یہ کہکر ڈاکٹر کمرہ کے باہر چلا گیا۔ اور تھوڑی ہی دیر میں نوکر دوا کی ایک شیشی لے آیا جسمیں سے امبا نے ایک خوراک آنند کمار کو فوراً پلا دی اور دوسری خوراک کے وقت کا انتظار کرنے لگی۔ جب رات کے دس بجے تو اُسنے دُوسری خوراک بھی پلادی۔ اور پھر تھرما میٹر لگا کر دیکھا۔ تو آنند کمار کا بُخار کافی ہلکا ہو چکا تھا۔ امبا کو کچھ اطمینان ہُوا۔ اور وُہ بھی کچھ دیر کے لئے اپنے پلنگ پر جا کر سو گئی ✦

(۲۰)

"آنند کمار" کا والد مرحوم اپنے بیٹے "دیو کمار" کے عیوب سے خُوب واقف تھا۔ وُہ جانتا تھا۔ کہ دُنیا میں وُہ کون سا ایسا عیب ہے جو دیو کمار میں موجود نہیں۔ اور اسی بو عث سے وُہ اپنے جیتے جی ہی اپنی تمام جائداد اپنے چھوٹے بیٹے آنند کمار کے نام لکھ گیا تھا ✦

"دیو کمار" انتہا درجہ کا شرابی۔ جواری اور زانی شخص تھا۔ اُسکی عورت مُدت سے فوت ہو چکی تھی اور اُس کے مرنیکے بعد شہر یا گاؤں کے کسی شخص نے اُسے اپنی لڑکی دینا گوارا نہ کی۔ آنند کمار کی مَوجُودگی میں اُسے گھر کی کسی بات میں دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ مگر اُسکے ضروری اخراجات کو مُہیا کر دینے میں "آنند کمار" کبھی غفلت نہ کرتا تھا۔ یہ دیو کمار کی نا عاقبت اندیشی اور احسان فراموشی کا بیّن ثبوت تھا۔ کہ وُہ ایک مُدت سے اپنے چھوٹے بھائی کے خُون کا پیاسا ہو رہا تھا ✦

گھڑیال نے بارہ بجائے۔ دیو کمار جو ایک عرصہ سے کسی ایسے وقت کے انتظار میں تھا۔ اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اپنے کمرہ سے نکل کر آہستہ آہستہ آنند کمار کے کمرہ میں پُہنچا۔ شراب کے نشہ سے اُسکی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔ اُسنے اپنی قہر آلود نگاہوں سے ایک بار کمرہ کی ہر ایک چیز کو بغور دیکھا۔ اور پھر آنند کمار کے سرہانے والی میز کی طرف جسپر دوا کی شیشی پڑی تھی اور جس میں اب صرف ایک خوراک باقی تھی۔ بڑھا۔ اُس نے آہستہ سے اُس شیشی کا کاگ کھولا۔ جیب سے کچھ سفوف سا نکال کر شیشی میں ڈالدیا اور بڑی ہوشیاری کے ساتھ دبے پاؤں کمرہ سے باہر ہُوا ✦

دیو کمار کے کمرہ سے نکل جانیکے ایک گھنٹہ بعد آنند کمار نے آنکھیں کھول کر سامنی دیوار پر کلاک کی طرف دیکھا۔ جو ایک بجنے میں پانچ منٹ بتا رہا تھا۔ اب اُس کا بُخار اُتر چکا تھا۔ اُسنے امبا کے پلنگ کی طرف بغور دیکھا۔ جسکے پہلو میں اُس کا لختِ جگر میٹھی نیند سو رہا تھا ✦

امبا نے ایک کروٹ بدلتے ہُوئے آنکھیں کھولدیں۔ اور محبت آمیز لہجہ میں اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر پُوچھا۔ "اب کیا حال ہے"؟

"اب مجھے کوئی تکلیف نہیں"۔ آنند کمار نے آہستہ سے جواب دیا +

کلاک نے ایک بجایا۔ امبا پلنگ سے اُٹھکر میز کی طرف بڑھی۔ دوا کی شیشی نے اپنی خاموش زبان سے امبا کو کچھ سمجھایا۔ لیکن افسوس وُہ کچھ نہ سمجھ سکی۔ اور اُس نے وُہ دوا کی خوراک گلاس میں ڈال کر پلادی +

دوا پینے کے کچھ ہی دیر بعد آنند کمار پر پھر غشی طاری ہونے لگی۔ اُس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وُہ اپنے پلنگ پر ماہئی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ اسکی یہ حالت دیکھکر امبا کے اوسان خطا ہوگئے اُسنے گھر کے تمام نوکروں کو نیند سے بیدار کردیا۔ ایک آدمی کو ڈاکٹر کے بلانیکے لئے بھیجدیا۔ "دیوکمار بھی اب اُسی کمرہ میں موجود تھا"۔ کچھ دیر کے بعد ڈاکٹر آیا لیکن افسوس! اُسکے آنے سے کچھ ہی دیر پہلے آنند کمار بدنصیب امبا سے رشتہ محبت توڑ چکا تھا۔ اور وُہ اُسکے سرہانے چیخیں مار مار کر روتی۔ سر کے بال نوچتی اور دیوار سے سر ٹکراتی ہوئی اُس سے پوچھ رہی تھی کہ آپ مجھے یہاں کس کے سہارے چھوڑ چلے ہیں۔ اُسکی گریہ وزاری سے کلیجے دہل رہے تھے۔ اُسکے پُرسوز نالوں سے زمین و آسمان کانپ رہے تھے۔ اُسکی نگاہوں میں اب تمام دُنیا اندھیر تھی۔ اُس کا لُطفِ زندگی چھن چکا تھا۔ دُکھوں اور مُصیبتوں کے ہجوم اپنی بھیانک شکلوں میں اُسکے پیش نظر تھے۔ اُس کا سُہاگ لُٹ چکا تھا۔ اب آئندہ آئندہ لوگ اُسے بیوہ کے نام سے یاد کرینگے۔ گھر میں ایک کہرام مچ رہا تھا۔ اپنے پرائے دوڑتے چلے آرہے تھے۔ ڈاکٹر سخت حیران تھا۔ کہ یہ آناً فاناً کیا ہوگیا +

(۳)

آنند کمار کے مرنیکے بعد دیوکمار نے گھر کی تمام جائیداد پر اپنا قبضہ جمالیا۔ اُس نے دو ہی مہینے کے اندر ایک لالچی بُوڑھے کو پانچہزار روپیہ نقد ادا کرکے اُسکی لڑکی کے ساتھ نہایت تزک و احتشام سے شادی کرلی +

اُسکی عیش و عشرت کا دائرہ روز بروز وسیع ہونے لگا۔ اُسکے عالیشان مکان میں دن رات رقص و سرود کی محفلیں گرم رہنے لگیں۔ اُسکے عشرت کدہ میں ہیرے اور جواہرات کنکروں اور پتھروں کی طرح لُٹنے لگے +

اُس وقت دیوکمار کی عمر ۴۰ برس سے زیادہ تھی۔ اور اُسکی عورت سولہ برس کی نوجوان حسین!

پُشپا اور امبا کے خیالات میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ امبا کو تو خاوند کے جیتے جی بھی کبھی

اِس قدر آزادی حاصل نہ ہوئی تھی۔ جسقدر پُشپا کو۔ اور اب تو خاوند کے ماتم نے اُس پر اور بھی بہت سی پابندیاں عائد کر دی تھیں۔ اب وُہ کھانا ایک وقت کھاتی۔ زمین پر سوتی۔ صرف ایک دھوتی میں رہتی۔ اور گھر سے کبھی ایک لمحہ بھر کے لئے بھی باہر نہ نکلتی تھی۔ اب وُہ دن رات پرماتما سے یہہ پرارتھنا کرتی تھی۔ کہ اے ایشور! مُجھے میرے فرائض سے جلد سبکدوش کر تاکہ میں اپنے شوہر کے پاس پُہنچ جاؤں۔ اب اگر اُسے دُنیا میں کُچھ جینے کی خواہش تھی۔ تو صرف کدار کی پرورش کے لئے اب اگر وُہ کبھی ہنستی تھی۔ تو صرف کدار کی بھولی بھالی شکل دیکھکر۔ ہاں! وُہ اب صرف کدار کی مُحبت تھی۔ جو اُسے دُنیا میں کچھ دیر اور جینے کے لئے مجبور کر رہی تھی۔ اور اب اس دُنیا میں اُسے اپنا دِل بہلانیکے لئے اگر یہ کھلونا بھی مُیسّر نہ ہوتا۔ تو مُمکن تھا۔ کہ وُہ اپنے رفیقِ حیات کی مفارقت کے ناقابلِ برداشت غم میں ایک وقت کا کھانا بھی ترک کر دیتی۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں بھوک سے تڑپ تڑپ کر جان دیدیتی۔

اُدھر پُشپا اچھے سے اچھا لباس پہنکر شام کیوقت دیوکمار کے ساتھ موٹر میں بیٹھکر سیر کرنے کے لئے نکلتی۔ رات کو اُسکے ساتھ بیٹھکر شراب پیتی۔ قہقہے لگاتی۔ امبا کو گالیاں نکالتی۔ اور اگر کبھی داؤ چلتا۔ تو اُسے مارنے پیٹنے سے بھی احتراز نہ کرتی۔ وُہ دن میں کئی کئی پوشاکیں بدل کر موٹر میں بیٹھکر اپنا آرائشی سامان خریدنے کے لئے بازار میں چلی جاتی۔ وُہ ہوا کی طرح آزاد تھی۔ اُس کے شوہر نے اُسے ہر طرح کی آزادی دے رکھی تھی۔

ایک رات دیوکمار نے شراب کے نشہ میں مُصیبت زدہ امبا کے دامنِ عصمت پر اپنی سیہ کاری کا دھبہ لگانا چاہا لیکن اُسنے کمال ہوشیاری کے ساتھ اپنے کمرہ میں پہنچکر دروازہ بند کر لیا صُبح ہوئی تو اُسنے پُشپا سے ہاتھ جوڑ کر عرض کی۔ کہ اگر آپ مُجھے دس پانچ روپیہ ماہانہ دے چھوڑا کریں۔ تو میں کسی کرایہ کے مکان میں جا رہوں۔ اب اس مکان میں میرا دِل نہیں لگتا۔ پُشپا تو ایسا پہلے ہی چاہتی تھی۔ وُہ اسکی صلاح پر فوراً رضامند ہو گئی۔ اور دُوسرے ہی روز مکان کا انتظام کر کے اُسے مُختصر سا سامان دیکر گھر سے نکالدیا۔ اور اُس کے امبا کی مجبوریاں اُسے جب کبھی اُن کے ہاں لے گئیں اُسے وہاں سے سخت ذلیل ہو کر لوٹنا پڑا۔

لیکن وقت گُزرتے دیر نہیں لگتی۔ دیوکمار نے دو تین سال کے عرصہ میں ہی تمام مکانات۔ باغات اراضیات و زیورات عیش و عشرت کی نذر کر دیئے۔ اب وُہ اپنا رہنے کا مکان بھی گرو رکھنے کی کوشش میں تھا۔ اور امبا ایک تنگ و تاریک جھونپڑے میں محلّہ کی لڑکیوں کو پڑھا کر اور لوگوں کے کپڑے

سی کر اپنا اور اپنے سرمایۂ حیات کا پیٹ پالتی تھی ۔

(۴)

دوپہر سے شام ہو گئی لیکن بدنصیب بچے کا سسک سسک رونا اور خاک میں لوٹنا ختم نہ ہوا آج وُہ اپنے کسی ہمجولی کے ہاتھ میں ایک آم دیکھ آیا تھا ۔ وُہ آم مانگتا تھا ۔ اُسکی زبان پر سوا آم لادو اماں مجھے آم لادو ۔ کے سوا اور کوئی بات ہی نہ تھی ۔

غریب امبا کہ اُس کو ایک آم کے لئے یوں پھوٹ پھوٹ کر رونا خون کے آنسو رُلا رہا تھا لیکن وُہ اُس کے لئے آم کہاں سے لاتی ۔ وُہ نہایت غمناک لہجہ میں اپنے لاڈلے بچے کو تسلیاں دیتی ۔ گلے سے لگاتی اور ہزار ہزار قسمیں کھاتی ہوئی کہتی کہ بیٹا جب صبح ہری رُومال کی مزدوری آئیگی ۔ تو میں بازار سے تجھے بہت سے آم منگوا دُونگی لیکن بچوں کی ضد مشہور ہوتی ہے ۔ اُس معصوم بچے کو کیا خبر تھی ۔ کہ آج تین برس سے ہماری شاہی گدائی سے بدل چکی ہے ۔ وُہ کب جانتا تھا کہ اُس بادشاہ کے ناگہان فوت ہو جانے سے جسکے دم سے ہماری عیش و عشرت کی سلطنت آباد تھی ۔ اب برباد ہو چکی ہے ۔ وُہ رو رہا تھا اور خاک میں لوٹ رہا تھا ۔

قسمت کی ماری امبا بھی اپنی تاریک زندگی پر غور کرتی ہوئی سوچ رہی تھی ۔ کہ موجودہ زمانہ میں بیوہ عورتوں کی زندگی کس قدر بھیانک ہے وُہ آج اپنے ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے کے دروازے میں سرنگوں بیٹھی ہوئی گذشتہ واقعات کو یاد کر کے رو رہی تھی ۔

آہ! وُہ بھی ایک وقت تھا جب اس شہر کی تمام عورتیں میری خوش بختی پر رشک کیا کرتی تھیں ۔ اور یہ بھی ایک وقت ہے کہ اب وُہی عورتیں میری غربت اور بے سروسامانی پر قہقہے لگا رہی ہیں ۔ وُہ بھی ایک وقت تھا جب میرے عالیشان مکان میں میری آسائش کا ہر ایک سامان مہیا رہتا تھا ۔ اور یہ بھی ایک وقت ہے کہ اب اس تاریک جھونپڑے میں میرے کئی کئی دن فاقہ مستی میں ہی گذر جاتے ہیں ۔ ہاں وُہ موسم برسات! وُہ کالی کالی گھٹائیں ۔ وُہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں ۔ وُہ پھول ۔ وُہ چمنستان ۔ وُہ آموں کے درختوں کا جھوم جھوم کر ثمر برسانا اور ہمارا ہنستے کھیلتے چننا مجھے سب کچھ یاد ہے ۔ اور یہ موسم برسات بھی دیکھ رہی ہوں ۔ جو میرے حق میں آفات کے موسم سے کسی طرح کم نہیں سمجھتی ہوں کہ امسال آم اس کثرت سے ہوئے ہیں کہ انسان تو انسان حیوان بھی انہیں خوش ہو کر نہیں کھاتے لیکن وُہ ایک بدنصیب میں ہوں ۔ جسے آموں کی اس بھری فصل میں بھی ایک آم میسر نہیں آسکتا ۔

غریب امبا انہی خیالات میں محو اور غم سے نڈھال ایک لمبی سانس لیکر دروازہ سے اُٹھ

کھڑی ہوئی۔ اور اپنے بچے کو زمین سے اٹھا کر چارپائی پر لٹانے لگی۔ جو دوبارہ بیہوش ہو چکا تھا لیکن آہ! وہ پھر ہوش میں آگیا۔ اور اس نے پھر "اماں مجھے آم لادو۔ اماں مجھے آم لادو" کی رٹ لگادی۔ بیکس امبا اسکی یہ حالت نہ دیکھ سکی اور وہ یہ کہتی ہوئی جھونپڑے سے باہر نکل گئی۔ کہ بیٹا! صبر کر میں تیرے واسطے آم لاتی ہوں۔ دن غروب ہو چکا تھا۔ اور موسلا دھار بارش شروع ہو چکی تھی ۰

(۵)

امبا کی میلی پرانی دھوتی سے پانی نچڑ رہا تھا جب وہ اسی آموں کے باغ میں پہنچی۔ جو کبھی صرف اسی کی سیر و تفریح کے لئے وقف تھا لیکن آج وہ اسی باغ میں چوروں کی طرح داخل ہو کر آموں کی تلاش میں پھر رہی ہے۔ آج اس باغ کا ہر ایک پیڑ اسے گھور گھور کر خائف کر رہا ہے۔ آج اگر کہیں ہوا سے بھی پتا کھڑکتا ہے تو وہ گھبرا کر اندھیرے میں چاروں طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگتی ہے۔ یہ قسمت کا کھیل تھا۔ یا بخت کی شوریدگی ۰

اندھیری رات اور موسلا دھار برسات میں وہ بہت دیر تک آموں کی تلاش میں پھرتی رہی۔ لیکن تاریکی میں اسے کوئی آم نظر نہ آیا۔ آخر وہ سخت مایوس ہو کر گھر لوٹنے لگی۔ تو آسمان پر ناگہاں ایک بار بجلی چمک اٹھی۔ جس کی روشنی میں اسے درخت کے نیچے پانچ آم پڑے ہوئے دکھائی دیئے۔ وہ دوڑ کر اس درخت کے نیچے پہنچی۔ اور ان آموں کو چن کر خوش خوش اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئی۔ اس وقت وہ پانچ آم اسکے لئے دنیا بھر کی نعمتوں سے زیادہ قیمتی تھے ۰

جھونپڑے میں چراغ جل رہا تھا۔ لیکن اس چراغ سے اس چراغ کی روشنی بہت زیادہ تھی جو چارپائی پر بے خبر سو رہا تھا۔ اور خواب میں بھی کبھی کبھی پکار اٹھتا۔ کہ "اماں مجھے آم لادو" ہاں! یہ اسی چراغ کی روشنی تھی جس سے جھونپڑا بقعۂ نور بن رہا تھا ۰

صبح ہوئی۔ امبا حسب معمول خوشی سے نہا کر کھانا پکانے کے کام میں مصروف ہو گئی۔ کیدار بھی نیند سے بیدار ہوا۔ اور آنکھیں ملتا ہوا ضروریات سے فارغ ہونے کے لئے جھونپڑے کے باہر چلا گیا۔ جب واپس آیا۔ تو امبا کھانا تیار کر چکی تھی۔ اسنے کیدار کو نہلا دیا۔ کپڑے پہنائے۔ گلے سے لگایا۔ اور پھر کھانا اور وہ آم اسکے سامنے رکھے۔ کیدار آموں کو دیکھکر خوشی سے اچھل پڑا۔ امبا بھی اپنے نور نظر کو خوش دیکھ کر اب مطمئن تھی ۰

(۶)

اس موسم برسات کے بعد کئی موسم برسات آئے اور گذر گئے۔ امبا کا طالع خفتہ پھر بیدار ہوا۔ اسکے

مدرسے میں بہت سی لڑکیاں تعلیم پانے لگیں۔ اب وہ ایک اچھے مکان میں رہنے لگی۔ شہر کی تمام عورتیں اُسکی عزت کرنے لگیں۔ کدار پڑھائی میں بڑا چنچل نکلا۔ وہ بی۔ اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد سرکاری باغات کا افسر بنگیا ۔

اُدھر دیوکمار تمام جائداد کو کھپانے لگا کر جب کھانے کپڑے سے بھی تنگ ہونے لگا۔ تو اُسنے خودکشی کر لی۔ اور اُسکے مرنیکے بعد اسکی حسین اور کمسن عورت بھی نہ جانے کس طرف کو نکل گئی ۔

کدار نے کچھ دیر کے بعد اپنا عالیشان مکان۔ کچھ باغات اور اراضیات۔ دیوکمار نے جنکے پاس رہن رکھی ہوئی تھیں۔ پھر چھڑا لیں۔ اُسکی شادی ایک بڑے امیر کے گھر ہوئی۔ اُسکی عورت خوبصورت ہونیکے علاوہ خوش سیرت وفا شعار اور نیک دل بھی ہے۔ بیوی خاوند دن رات امبا کی خدمت میں مشغول رہتے ہیں۔ امبا نے اپنے مدرسے میں دو تنخواہ دار اُستانیاں تعینات کرکے اب لڑکیاں پڑھانے کا کام چھوڑ دیا ہے۔ اُن کے گھر میں پھر ہر ایک چیز موجود ہے۔ ابھی ابھی وہ تینوں اپنے عالیشان مکان کے ایک آراستہ کمرے میں بیٹھے ہوئے ادھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے کہ نوکر نے اندر آکر اطلاع دی۔ کہ جناب! باہر تین مالی کھڑے سلام عرض کرتے ہیں۔ دیوکمار وہاں سے اُٹھکر برآمدے میں پہنچا۔ تو مالیوں نے اپنے افسر کو بڑے ادب سے سلام کیا۔ اور وہ آموں کے ٹوکرے سر سے اُتار کر سامنے رکھدیے۔ کدار بہت دیر تک اُن سے باغات کے متعلق کچھ پوچھتا رہا۔ آخر اُسنے بخندہ پیشانی مالیوں کو رخصت کیا۔ اور اپنے کمرہ میں پہنچا۔ نوکر نے آموں کے وہ تینوں ٹوکرے اپنے مالک کے سامنے لاکر رکھدیئے تو کدار نے آموں کے ٹوکروں کیطرف دیکھتے ہوئے اپنی ماں امبا سے کہا۔ کہ ماں دیکھو۔ ان تینوں ٹوکروں کے آموں کی رنگت جدا جدا ہے یہ سُرخ ہیں یہ زرد ہیں یہ سبز ہیں۔ امبا اپنی جگہ سے اُٹھکر آموں کے ٹوکروں کے قریب آکر آم دیکھنے لگی۔ اتنے میں کسی نے باہر سے نوکر کو آواز دیتے ہوئے کہا شنکر! لینا۔ یہ آموں کا ٹوکرا بابو جی کے پیش کرنا اور ہاتھ جوڑ کر عرض کرنا۔ کہ جناب شاملا مار والے ٹھیکہ دار نے بھیجا ہے۔ نوکر نے جب وہ ٹوکرا لاکر کدار کے سامنے رکھا۔ تو کدار نے کہا کہ ماں دیکھنا یہ آم کس قدر چھوٹے چھوٹے ہیں اور رنگت بھی کچھ ایسی اچھی نہیں یہ ٹوکرا آپ نوکروں میں بانٹ دیجئے۔ امبا نے اُن آموں کی طرف بھی بغور دیکھا لیکن اُسکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ کدار نے گھبرا کر رونے کا سبب پوچھا۔ امبا بہت دیر تک اُسے ٹالتی رہی لیکن جب کدار نے بہت اصرار کیا۔ تو اُسنے ایک ٹھنڈی سانس لیکر کہا۔ کہ بیٹا!

"انہی آموں نے جو آج تجھے پسند نہیں آتے۔ ایک رات مجھے سخت پریشان کیا تھا" ۔ (رحمت)

دماغی ٹیلی پاتھی (ارسالِ خیال)

انسانی تجارب کے سب سے زیادہ دلچسپ اور سب سے زیادہ متنازعہ فیہ مسئلہ ٹیلی پاتھی یا خیال کے



ارسال کی طرف سائنسدانوں کی توجہ اب منعطف ہوئی ہے۔ جب دو آدمی ایک دوسرے سے بہت بڑے فاصلہ پر ہوں۔ تو کیا کوئی ایسی غیر معلوم طاقت ہے کہ وہ آپس میں دل ہی دل میں ایک دوسرے سے باتیں کر کے پیغام حاصل کر سکیں؟ کیا کبھی آنیوالی بڑی مصیبت یا بڑی خوشی کی انسان کو پہلے ہی سے خبر ہو سکتی ہے؟ ان سوالات کے قطعی جوابات کے لئے اہل سائنس معتبر امور کی تحقیقات کر رہے ہیں اکثر ایسا ہوا ہے۔ کہ کبھی حادثہ کی خبر گھر والوں کے دلوں کو پہلے ہی سے ہو جاتی ہے۔ سائنس اس تفحص میں ہے کہ ایسی باتوں کی خبر دل کو کیسے ہو جاتی ہے۔ ہارورڈ یونیورسٹی نے سررشتہ سائیکالوجی کے

ڈاکٹر اسٹابروکس عام لوگوں سے مل جل کر ان امور کا تجربہ سائنٹفک پیرایہ میں کر رہے ہیں۔

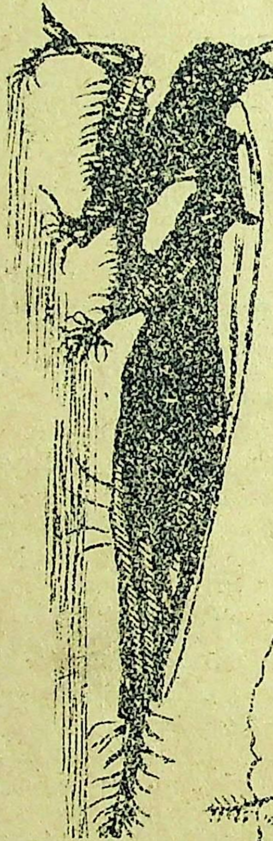
ٹیلی پاتھی کی نسبت یہ خیال ہے کہ خبر رسانی کی جو موج دل سے اٹھتی ہے۔ وہ براہ راست دل ہی میں جا کر ٹھہرتی ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک دماغ میں نگاہ کے جتنے مراکز ہیں۔ وہ دل کے راز کی موجیں باہر بھیجتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے دماغ میں جو خیالی تصویر ہے۔ وہ دوسرے دماغ میں ایسی ہی خیالی تصویر پیدا کر دیتی ہے۔ اسی طور سے سننے کی طاقت رکھنے والے مراکز جن کا تعلق کانوں سے ہوتا ہے۔ آواز کے اثرات آگے روانہ کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اصل میں کوئی آواز نکالی ہی نہ گئی ہو ٹیلی پاتھی کا ایک اور بھی شاخسانہ ہے جس کی تشریح قیاس آرائی کر سکتا۔ یعنی خیالی موجیں برقی موجوں کے ساتھ فاصلہ طے کر رہی ہے۔ اس لئے سننے والا پیغام کو فوراً ایک لمحہ میں سن سکتا ہے۔ ڈاکٹر اسٹابروکس کچھ عرصہ سے اسی خیال پر اپنی تمام تر توجہ منعطف کر رہے ہیں۔

مارک ٹوین امریکہ کے مشہور ظرافت نویس کو بھی ٹیلی پاتھی پر بڑا عقیدہ تھا۔ وہ ایک رات کو ممالک متحدہ امریکہ میں ریلوے ٹرین میں سفر کر رہا تھا۔ یکایک کسی دور دراز کے ملک کے آدمی کا خیال اس کے دل میں گذرا کہ جس کے ساتھ کسی معاملہ کی شرائط خط و کتابت کے ذریعہ سے طے کر رہا تھا مگر اس آدمی کا خیال اس کو نہیں آیا۔ وہ اسکے دل و دماغ میں خیالات اور تجاویز کا اس قدر تلاطم ہوا کہ جس سے گھبرا کر اس نے اس شخص کو تار اور خطوط متعدد روانہ کئے۔ کئی دن کے بعد اس آدمی کا ایک خط مارک ٹوین کے پاس پہنچا۔ اس خط میں بالکل وہی خیالات درج تھے۔ کہ جو مارک ٹوین کے دل میں اس رات کو ٹرین میں پیدا ہوئے تھے جس سے اس کو اپنے تمام تار و خطوط بھیجنا فضول معلوم ہوئے۔ مارک ٹوین نے ڈاکخانہ کے حکام سے اس خط کا وقت ترسیل دریافت کیا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ جس ڈاک کی موٹر کار میں یہ خط جا رہا تھا۔ وہ اس رات کو اسی وقت اس ٹرین کے آگے سے گذری تھی جس ٹرین میں اس رات کو مارک ٹوین کو سفر کرنے میں یہ خیال آ رہے تھے۔

پیشہ وروں کا بھید بتلانے والے لوگوں کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ بند خط ہمارے ہاتھ میں دیدو۔ ہم اس کا مضمون پڑھ دینگے۔ امید ہے کہ ڈاکٹر اسٹابروکس ٹیلی پاتھی کا راز معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائینگے۔ سائنس تو ابتک اسکی بابت خیال تک بھی نہیں کر سکی۔ کہتے ہیں کہ ٹیلی پاتھی کے ذریعہ سے پہلے زمانہ کے بعض لوگ آپس میں دور دراز فاصلہ سے دل ہی دل میں گفتگو کر لیا کرتے تھے۔ جیسے حکمت مشرقی میں حکماء مشائین یا اشراقین کہتے تھے۔ مگر یہ زمانہ موجودہ تہذیب کے شروع سے پہلے کا تھا۔ پھر جب آدمیوں نے موجودہ علوم میں بہت ترقی کر لی تو پھر ٹیلی پاتھی کا رواج کم ہونے لگا یہاں

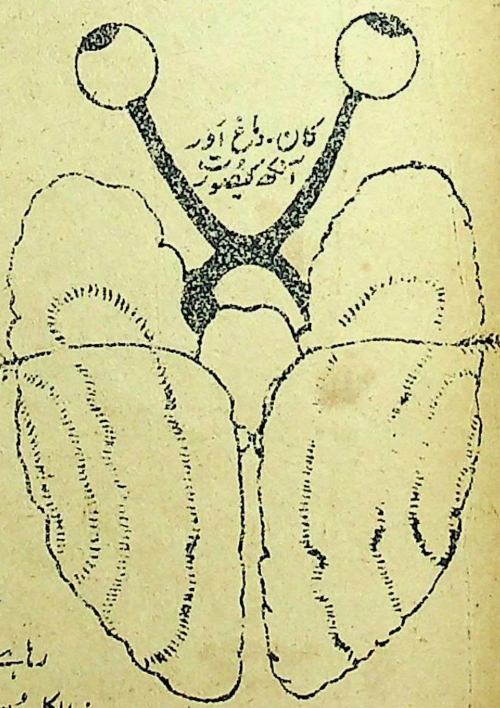
نہ رہی تو رفتہ رفتہ پنچ تنتی۔ کی شیلی پا ہتھی کا طریقۂ گفتگو بالکل متروک و منسوخ ہو گیا ۔

ٹیلی پا ہتھی کے مانند کسی ذریعہ سے مچھلی۔ سیل اور دوسرے آبی جانور جو گہرے سمندر میں چلتے پھرتے ہیں سمندر کے سیاہ پانیوں میں دور دراز فاصلہ پر رہکر آپس میں ایک دوسرے کا حال معلوم کر سکتے ہیں۔ یہی حال تیتریوں۔ شہد کی مکھیوں اور بعض پرندوں کا ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ تمام جانوروں میں سے احساسی شعاعیں نکلتی ہیں۔ جن کی رہنمائی میں نامہ بر کبوتر۔ بلیاں اور دیگر جانور اپنے گھروں پس آجاتے ہیں۔ اور انہی کی مدد سے کیوں کا جانور رات کے اندھیرے میں اپنے شکار کی طرف بڑھتا ہے ۔



اس ٹڈے کو اسکی دو شاخوں کے ذریعہ سے خیالات دماغ میں پہنچتے ہیں ۔

جرمنی کے سررشتہ حفظان صحت کے ڈاکٹر کارل بروک نے حالمیں ہپناٹزم کے ذریعہ سے خیالات کی تبدیلی کے حیرت انگیز حالات شائع کئے۔ پیغام



کان۔ دماغ اور آنکھ کی تصویر

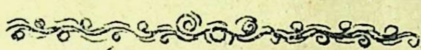
پینے کو عامل ہپناٹزم معمول کر کے پنسل اور کاغذ دیا گیا۔ اور حکم دیا گیا۔ کہ ڈاکٹر بروک جس کو تم دیکھ نہیں سکتے۔ اس وقت جس چیز کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اسکی تصویر کاغذ پر کھینچ دو۔ چنانچہ اس نے بالکل وہی تصاویر کھینچ دیں۔ کہ جن کو ڈاکٹر

بروک اس وقت دیکھ رہا تھا +

کسی سبب سے لوگ اس کو دماغی یا ذہنی ٹیلی پاتھی کہتے ہیں۔ حالانکہ ٹیلی پاتھی دماغی یا ذہنی ہی ہوتی ہے۔ دماغی کے سوا ٹیلی پاتھی اور تو کسی قسم کی بھی ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی طرح لوگ دماغی خیال بھی کہہ سکتے ہیں +

بہر حال سائنس اس راز سے بالکل بےخبر ہے نہ یہ بات عام ہے اب دیکھنا یہ باقی ہے۔ کہ ڈاکٹر اسٹابروکس کی تحقیقات اور تجارب اپنے نتائج سے دُنیا کو کس قدر محو حیرت بناتے ہیں +

(ٹیلی پاتھی ہی پراچین یوگ کی ایک ادنیٰ شاخ ہے جس سے پراچین ہندو بخوبی واقف تھے۔ آج یورپ اس کو سیکھ رہا ہے) +



یوگی کا طرزِ زندگی

یوگی کی زندگی قابلِ رشک ہوتی ہے۔ اُسے کبھی کوئی بیماری نہیں ستاتی۔ اس کا جسم نہایت سڈول اور خوبصورت ہوتا ہے وہ ہمیشہ ہشاش بشاش نظر آتا ہے۔ اسکے چہرے سے شانتی ٹپکتی ہے۔ اسکی آنکھوں میں سرور ہوتا ہے۔ اسکی آواز اور لہجہ ہر سُننے والے کو اپنا شیدا بنا لیتا ہے۔ الغرض عیش و عشرت کے دُنیوی سامان کی عدم موجودگی میں بھی یوگی ایک آدرش زندگی گزارتا ہے +

یہ کیوں اور کیسے ہوتا ہے اور کیا ہم بھی چاہیں تو اپنی زندگی کو ایسا بنا سکتے ہیں۔ ان چند سوال کا جواب سمجھنے کے لئے ہیں یوگی کی زندگی پر ہر پہلو سے غور کرنا چاہیئے +

یوگی غذا نہایت تھوڑی مقدار میں استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ بھوکا رہ کر جسم کو بگاڑتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا یہ اصول ہے کہ تھوڑی سی تھوڑی مقدار سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے۔ آجکل کے ایک ڈاکٹر نے کہا ہے کہ "صحت پر غذا کی مقدار کا اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ جو حصہ غذا کا خون جذب کرتا ہے صحت پر اسکا اثر ہوتا ہے" یوگی اس اصول کو سمجھتے ہوئے ہر ایک لقمے کو اسقدر چباتا ہے کہ لقمہ خود بخود حلق سے نیچے چلا جاتا ہے۔ اسطرح غذا کا ذرہ بھر بھی ضائع نہیں جاتا۔ نیز غذا میں جو پران موجود ہوتے ہیں وہ زیادہ چبانے سے زیادہ مقدار میں جسم میں جذب ہوتے ہیں۔ یوگی غذا کھانے کے لئے نہیں جیتا بلکہ جینے کے لئے غذا کھاتا ہے +

پانی کا یوگی کی زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اور اسی پر اسکی تندرستی مبنی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جسطرح سبز پودے پانی نہ ملنے سے خشک ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جسم بھی پانی نہ ملنے سے دب جاتا ہے۔ اسکی جلد خشک ہو جاتی ہے۔ اندرونی اعضاء سے غلاظت رفع نہیں ہوتی۔ اور ہر عضو کو خون حسب منشا نہیں ملتا۔ ڈاکٹروں کی تحقیقات ہے کہ ہر روز جسقدر پانی ہمارے جسم سے خارج ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ مقدار ہمیں جسم میں ڈالنی چاہئے۔ ورنہ اندرونی مشین اچھی طرح کام نہیں کریگی۔ اور اپنے استعمال کے لئے خون اور امعا سے پانی جذب کریگی جسقدر خشک جلد والے اور دبے ہوئے جسم والے انسان ہیں وہ اسی قدرتی اصول کی پابندی نہ کرنیسے اس حالت کو پہنچے ہیں۔

ہر روز مندرجہ ذیل مقدار پانی کی ہمارے جسم سے خارج ہوتی ہے

گردوں سے پیشاب کی شکل میں	=	ڈیڑھ سیر
جلد سے پسینے کی شکل	=	آٹھ چھٹانک سے ایک سیر تک
پھیپھڑوں سے	=	پانچ چھٹانک سے نصف سیر تک
امعاء وغیرہ سے	=	پاؤ بھر
کل میزان پانی کی جو روزانہ جسم سے خارج ہوتا ہے	=	ڈھائی سیر یا اس سے زیادہ۔

یوگی قدرت کے اس اصول کو سمجھتا ہے۔ اور اسلئے وہ ہر روز دو سیر سے ڈھائی سیر پانی استعمال کرتا ہے۔ اس لئے اسے قبض۔ بدہضمی۔ خون کا گاڑھا پن۔ جلد کی خشکی وغیرہ کبھی نہیں ہوتی۔ یوگی صبح اٹھتے ہی ایک پیالہ پانی پی لیتا ہے۔ غذا سے ایک گھنٹہ پہلے اور ایک گھنٹہ بعد ایک ایک پیالہ پانی پیتا ہے۔ رات کو سوتے وقت ایک پیالہ پانی پیتا ہے۔ غذا کے ساتھ بھی تھوڑا سا پانی پیتا ہے وہ ہمیشہ سرد پانی استعمال کرتا ہے اور پانی کو دودھ کی طرح گھونٹ گھونٹ کر کے پیتا ہے۔ اسطرح پانی سے بدن جذب کر لیتا ہے۔ اسے کبھی قبض ہونے ہی نہیں پاتی۔ اور اگر ہو بھی جائے۔ تو صبح اٹھتے ہی وہ ایک دو دن نصف سیر گرم پانی گھونٹ گھونٹ کر کے پیتا ہے۔

قدیم زمانے میں یوگی قدرت سے سبق سیکھتا تھا۔ بہت عرصہ ہوا۔ یوگیوں نے دیکھا۔ کہ ایک لمبی چونچ والا پرندہ جب کبھی سفر سے واپس آتا۔ تو اسکی صحت خراب ہوتی۔ وہ بیہوش سا ہوتا۔ اسی حالت میں وہ دریا کے کنارے پہنچتا۔ اپنی چونچ میں پانی بھرتا۔ اور چونچ کو جائے پاخانہ میں ڈال کر سارا پانی وہاں اگل دیتا۔ تھوڑی دیر کے بعد پانی نکال دیتا۔ چار پانچ بار ایسا کرتا۔ پھر تھوڑی دیر آرام کر کے کافی مقدار پانی پی لیتا۔ اور بالآخر نہایت خوش و خرم اور تندرست ہو کر اڑ جاتا

تھا۔
اس قدرتی اصول سے یوگیوں نے فائدہ اُٹھایا۔ یہی وجہ ہے کہ یوگی کبھی کبھی اس عمل سے
فائدہ اُٹھاتا ہے۔ اسے وہ وستی کرم کہتا ہے اور آجکل کے ڈاکٹر اسے اینما کہتے ہیں۔ اس طرح کے عمل سے
یوگی کے جسم سے غلاظت دُور ہوجاتی ہے (مکمل حالات کے لئے میری کتاب یوگ درشن ملاحظہ ہو)
یوگی کا سانس لینے کا طریقہ ایسا ہوتا ہے جس سے وُہ زیادہ سے زیادہ پران ہوا سے جذب کرتا
ہے۔ اسکے پھیپھڑوں کا ہر ایک حصّہ کام کرتا ہے۔ اور سانس کی تحریک سے اسکے جسم میں بھی ایک خاص طاقت
پیدا ہوجاتی ہے۔ جو صحت کی محافظ ہوتی ہے۔ جب وُہ سانس لیتا ہے۔ تو پہلے پیٹ کے نچلے حصے
کو بھرتا ہے۔ پھر درمیانی کو۔ اور پھر اُوپر والے حصے کو۔ اس کا ہر ایک سانس مکمل ہوتا ہے +

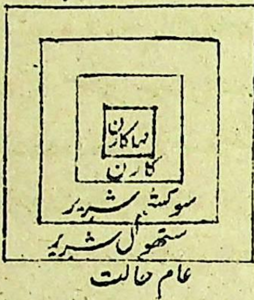
یوگی یہ بھی مانتا ہے کہ ہمارا جسم چھوٹے چھوٹے ذرات کا بنا ہُوا ہے۔ جنہیں ڈاکٹر
سیل کہتے ہیں جس عُضو کے سیلز کی حالت بالکل دُرست ہوتی ہے۔ وُہ کامل صحت میں ہوتا ہے جس
عُضو کے سیل اچھی طرح کام نہیں کرتے وُہ بیمار ہوجاتا ہے۔ انسانوں میں سیل قوتِ ارادی کے ماتحت
نہیں ہوتے لیکن یوگی ان کو اپنی قوتِ ارادی کے ماتحت کرلیتا ہے۔ اور جب کسی عُضو کے سیل
بغاوت کرتے ہیں تو وُہ ان کو حکم دیکر دُرست کرلیتا ہے۔ نیز ہمارے ہر عُضو کے سیل تبدیل ہوتے
رہتے ہیں۔ اور نئے سیل مل کر نئے عُضو بناتے رہتے ہیں۔ ہر چار ماہ کے بعد ہمارے جسم کے تمام
پُرانے سیل تبدیل ہوتے رہتے ہیں +

بہت سے جانور ایسے ہیں مثلاً چھپکلی وغیرہ جن کی اگر دُم کاٹ دی جائے تو وُہ نئی پیدا ہوجاتی
ہے بعض جانور ایسے بھی ہیں جو نئے کان۔ آنکھ اور نئے سر بھی پیدا کرلیتے ہیں۔ قدرت کے اس
اصُول کو اور سیل تبدیل ہونے کی مجبوری کو مانتے ہوئے یوگی بھی اپنے اندر قوتِ ارادی کی مضبوطی
سے یہ طاقت پیدا کرلیتا ہے کہ حسبِ منشا اپنے پُرانے اعضا کی بجائے نئے مضبوط اعضا بنا سکے
ضرورت محسوس کرنے پر وُہ ایسا ہی کرتا ہے۔ اسلئے اُسکی عُمر بھی بڑھ جاتی ہے۔ یوگی اپنی طاقت
یکسوئی سے اعضا میں پران کی لہریں بھیجکر ان کو مضبوط بنائے رکھتا ہے۔ وُہ اپنے جسم کو اسی طرح
ہدایات اور حُکم دیکر دُرست رکھتا ہے جسطرح ہم اپنے نوکروں کو حُکم دیتے ہیں +

یوگی اس تھیوری کا قائل ہے کہ سُورج کی روشنی۔ تازہ ہوا۔ پانی۔ غذا وغیرہ سب میں پران
ہیں۔ جن کو اگر ہم جذب کریں تو ہمارا دماغ مضبوط ہوجاتا ہے۔ جسم تروتازہ ہوجاتا ہے۔ اس لئے یوگی ہر
چیز سے پران جذب کرتا ہے۔ وُہ کبھی کبھی برہنہ جسم صُبح کیوقت دھوپ میں لیٹ جاتا ہے۔ اور دھوپ

پران جذب کرکے اپنے جسم میں نئے سرے سے تازگی پیدا کرتا ہے۔

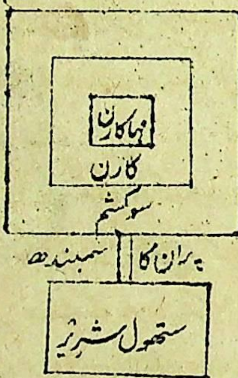
یوگی کی عمر بہت دراز ہوتی ہے جتنی کہ وہ مرضی سے مرتا ہے۔ مرنیکے وقت اپنی مرضی کے مطابق اپنی آئندہ زندگی کا بھی پروگرام بنا لیتا ہے۔ کیونکہ وہ اس بات کا قائل ہوتا ہے کہ ہمارے شریر میں ایک دوسرے کے اندر چار شریر رہتے ہیں۔ بیرونی شریر کو ستھول شریر یا جسم کثیف کہتے ہیں۔ اسکے اندرونی شریر کو سوکھشم شریر یا جسم لطیف کہتے ہیں۔ اسکے اندر کارن شریر رہتا ہے۔ اور اسکے اندر مہاکارن شریر رہتا ہے ستھول شریر کا باقی شریروں سے پران کے ذریعہ سمبندھ ہے۔ سوکھشم شریر کا باقی دو شریروں سے اچھا کے ذریعہ سمبندھ ہے۔



عام حالت

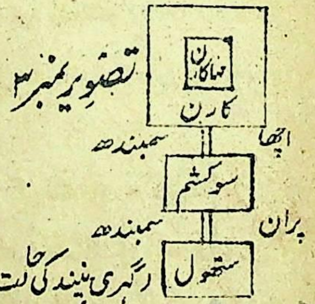
تصویر نمبر ۱

جب ہم سو جاتے ہیں۔ اور ہمیں خواب نظر آتے ہیں۔ تو ہمارا ستھول شریر کوئی کام نہیں کرتا۔ بلکہ سوکھشم شریر ہی تمام کام سرانجام دیتا ہے۔ ہاں ستھول کا باقی شریروں سے پران کا سمبندھ قائم رہتا ہے۔ گہری نیند میں سوکھشم شریر بھی کوئی کام نہیں کرتا۔ ہاں اس کا سمبندھ قائم رہتا ہے۔



(خواب آنیکی حالت میں)

تصویر نمبر ۲



(گہری نیند کی حالت)

تصویر نمبر ۳

جب موت واقع ہوتی ہے تو تصویر نمبر (۱) میں ستھول شریر کا باقی شریروں سے جو پران کا سمبندھ ہے وہ ٹوٹ جاتا ہے بس اور کوئی فرق نہیں پڑتا۔ گویا خواب آنے کی حالت اور موت میں صرف اسی قدر فرق ہے کہ اول حالت میں پران کا سمبندھ قائم رہتا ہے اور دوسری حالت میں پران کا تعلق قطع ہو جاتا ہے۔ جسطرح دن کے کاموں کے خواب ہم رات کو دیکھتے ہیں۔ اسی طرح زندگی کے کاموں کے اور زندگی میں جو کام ہم کرتے رہتے ہیں۔ یا جو خیالات ہمارے من میں قائم ہو کر اپنا پر اثر ڈالتے ہیں۔ انہیں کے خواب ہم

موت کے بعد دیکھتے ہیں۔ موت کے بعد ہم ایک ایسی زندگی گزارتے ہیں جیسی خواب میں جسطرح بیمار سو جائے۔ تو اسے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اسی طرح مرتے وقت بھی کوئی تکلیف نہیں ہوتی ؛

جب زندگی اور موت میں صرف اسقدر فرق ہے کہ موت میں پران کا رشتہ قطع ہو جاتا ہے تو موت کو پرے ہٹانے کے لئے یوگی پران کے رشتے کو مضبوط کرتا ہے۔ پرانے جسم کو وہ بوڑھا نہیں ہونے دیتا۔ اور پرانایام کے ذریعہ وہ پران کے رشتے کو مضبوط کر لیتا ہے۔ اسطرح اُسکی عُمر بڑھ جاتی ہے اس کا عُمر بڑھانے کا خیال اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔ جب وہ وید بھگوان میں اِس قسم کے بیشمار فوائد دیکھتا ہے کہ " انسان سو سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ یا اس سے بھی زیادہ۔ اور ہر انسان کو لازم ہے کہ وہ موت کے بندھنوں کو پرے پھینک دے۔ لمبی عُمر پائے۔ موت کے پنجے میں مت پھنسے وغیرہ" ؛

نیز وہ ہمیشہ اس بات پر دھیان لگاتا ہے کہ میں ستھول جسم سے بالکل علیحدہ ہوں۔ اُسے اس کا یقین ہو جاتا ہے۔ اسلئے جب وہ ستھول جسم سے علیحدہ بھی ہو جاتا ہے۔ تو وہ اپنے آپ کو مرا ہوا خیال نہیں کرتا۔ اسطرح اسے دوامی حیات حاصل ہو جاتی ہے ؛

یوگی کی اچھا شکتی از حد مضبوط ہوتی ہے۔ اسلئے وہ اپنی مرضی کے مطابق پران سے سمبندھ کو ستھول شریر سے قایم رکھتا ہے۔ اور جب کبھی اس سے علیحدہ ہوتا ہے۔ تو اسکے خیالات کے مطابق اس کو نیا جسم حاصل ہوتا ہے ؛

یوگی کی زندگی مذکورہ بالا طرح کی ہوتی ہے۔ گو کئی ایسے نکتے ہیں۔ جن پر ہم غور نہیں کر سکے لیکن کم از کم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ یوگی کی تمام زندگی میں ایک اصول کام کرتا ہے۔ یعنی یوگی ہر کام اور فعل قدرت کے اصولوں کے مطابق کرتا ہے ؛

موجودہ مہذب دنیا قدرت سے نہایت پرے جا رہی ہے۔ اور قدرت کو جسم پر اثر ڈالنے نہیں دیتی۔ بلکہ قدرتی اصولوں پر اپنے بنائے ہوئے اصولوں کو ترجیح دیتی ہے۔ یوگی اس بات کے سخت خلاف ہے وہ چاہتا ہے کہ اُسکی تمام عادات قدرت کے موافق ہوں۔ تاکہ وہ ہر حالت میں قدرت کی پیدا شدہ چیزوں سے مکمل فائدہ اُٹھا سکے ؛

ہم بھی اپنی زندگی کو انہی اصولوں کے موافق بنا کر بہت حد تک سدھار سکتے ہیں۔ اور وید کے اُپدیش کے مطابق موت کو کافی طور پر پرے ہٹا سکتے ہیں ؛

مُتنفس و حسد کا حال یہ ہے جل مرتے ہیں دیکھا کسی کا باغ جو پھولا پھلا ہُوا

منتر موجودہ سائنس کی روشنی میں

کوئی زمانہ تھا جبکہ لوگوں کی زبان میں بیحد تاثیر ہوتی تھی۔ ان کے منتروں میں طاقت ہوتی تھی۔ وقتِ ضرورت منتر پڑھا اور پہاڑ کو اُڑا کر سمندر میں پھینک دیا۔ چلتے دریا کو ٹھہرا دیا۔ بارش برسا دی۔ یا بارش کو بند کر دیا یعنی منتروں سے بیشمار ایسے کام کئے جاتے تھے جو کہ انسان کی طاقت سے باہر تھے۔

موجودہ سائنس دان اسپرٹلسٹ بنتے ہیں۔ اور ان کے پیچھے لگے ہوئے ہندوستانی بھی اسی وجہ اپنے منتر گرنتھوں کو ایک طومارِ خرافات تصور کرتے ہیں۔ چند عالموں نے منتر شاستروں کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ سچے دل سے ان کے مصنفوں کی عالی دماغی کی تعریف کرتے ہیں۔ ایک عالم نے لکھا ہے کہ "ایک نا اہل کے لئے منتر چند لفظوں کا مجموعہ ہے یا محض ایک پراگندا ہے۔ منتر میں اس کے سوا اُسے کچھ معلوم نہیں ہوتا لیکن جو منتر کی حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اسکی قدر کرتے ہیں۔ وہ منتر کی طاقت کے قائل ہیں۔ ہندوستانیوں کو لازم ہے کہ وہ بعض لوگوں کے کہنے پر اپنے گرنتھوں کی قدر و قیمت کو نہ گرا دیا کریں۔ اور ان میں سے گوہرِ بے بہا نکال کر دنیا کے سامنے رکھیں"۔

الفاظ کی طاقت:۔ تقریباً تمام مذاہب یہ مانتے ہیں کہ ایشور نے دنیا کو شبد سے پیدا کیا۔ وید میں تو یہ صاف درج ہے۔ عیسائی۔ پارسی اور مسلمان سب اسی اصول کے قائل ہیں کہ سب سے پہلے شبد برہم تھا۔ اور شبد برہم سے تمام دنیا پیدا ہوئی۔ یہ سب جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے یہ شبد کا ظہور ہے۔ خیر یہ تو شبد پر نہایت لطیف بحث ہے۔ ہم موٹے لفظوں میں شبد یعنی الفاظ کے مسئلے کو نیچے واضح کرتے ہیں:

بامعنی الفاظ۔ جب معمول کو کہا جاتا ہے "آپ سو جائیں" یا "آپکے پیٹ میں درد ہے" تو معمول پر ان لفظوں کا کیوں اثر ہوتا ہے۔ صرف اس لئے جب معمول کو ایسے الفاظ کہے جاتے ہیں تو ان الفاظ کے ساتھ ہماری مقناطیسی قوتِ ارادی بھی معمول کے دماغ پر اثر کرتی ہے جس سے معمول کے جسم میں ایک کھچاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ الفاظ کے مطابق کام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ جو خیال ہم زور سے دلمیں پیدا کریں وہی کام معمول کرنے لگ جاتا ہے۔ اسلئے کہ ہمارے دماغ سے لہریں قوتِ ارادی کی وجہ سے معمول کے دماغ پر اثر کرتی ہیں۔ جب ہم کسی شخص کو گالی دیتے ہیں تو غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ اسکے تمام جسم میں جوش سا پیدا ہو جاتا ہے۔ ہمارے

دو لفظوں نے اِسکے جسم میں اِسقدر حرکت پیدا کر دی - اِن مثالوں سے ایسے الفاظ کی طاقت واضح ہوتی ہے جس کا مطلب دُوسرا شخص سمجھ سکے ٭

بے معنی الفاظ :- جب ہم کوئی لفظ بولتے ہیں تو ہمارے جسم اور اِرد گرد کے کُرۂ ہوائی میں کیا تبدیلیاں ہوتی ہیں - جب کہیں باقاعدہ اور جلدی جلدی حرکت پیدا ہوتی ہے تو آواز پیدا ہوتی ہے جب ستار کی تار کو چھیڑا جاتا ہے تو وُہ باقاعدہ حرکت کرتی رہتی ہے - اور آواز پیدا ہوتی رہتی ہے اگر تار کو پکڑ کر حرکت کو روک دیا جائے تو آواز بھی بند ہو جاتی ہے - جب ہم کوئی لفظ بولنا چاہتے ہیں تو ہمارے گلے کے اندر کی تاروں میں حرکت پیدا ہوتی ہے - اِس لگاتار - تیز اور باقاعدہ حرکت سے آواز پیدا ہوتی ہے - کسی چیز کے باقاعدہ حرکت کرنیسے کُرۂ ہوائی میں بھی باقاعدہ حرکت پیدا ہو جاتی ہے جو آہستہ آہستہ بہت دُور تک پہنچ جاتی ہے اور آخرکار آواز ہمارے کان تک پہنچ جاتی ہے یعنی آواز سے اِرد گرد کی اشیاء میں باقاعدہ حرکات پیدا ہو جاتی ہیں ٭

باقاعدہ حرکات - اگر پانچ یا سات ستاروں (گانے کا اوزار) کو ایک ہی حالت یا قائم کر کے ایک کو بجایا جائے تو تمام ستاروں سے آواز پیدا ہوتی ہے - ایک دفعہ کا ذکر ہے - کہ ایک آدمی لیکچر دے رہا تھا - کہ یکلخت مکان کی چھت گر گئی - فوج کے سپاہی جب کبھی کسی پُل پر سے گذرتے ہیں تو اُن کو ہدایت کر دیجاتی ہے کہ بیقاعدہ قدموں سے چلیں - مکان گرنے اور فوج بیقاعدہ چلنے کی یہ وجہ ہے کہ لیکچرار کے بولنے سے ہوا میں ایک خاص قسم کی باقاعدہ حرکات پیدا ہو گئیں جن سے چھت میں بھی حرکت ہوئی اور آہستہ آہستہ حرکت بڑھ گئی اور چھت گر گیا - فوج اگر باقاعدہ قدموں سے پُل پر چلے تو مُمکن ہے کہ باقاعدہ قدموں سے پُل میں بھی باقاعدہ حرکات پیدا ہو جائیں - اور پُل گر جائے مختصراً باقاعدہ حرکات سے چھت گر جاتے ہیں اور پُل تباہ ہو جاتے ہیں - شیشے ٹوٹ جاتے ہیں اور کھڑے اِنسان دوڑ سکتے ہیں ٭

اگر حرکات فی سکنڈ بہت ہی تیز ہوں تو اُس سے اہم تبدیلیاں پیدا ہو سکتی ہیں ٭

سائنسدانوں نے ایک آلہ بنایا ہے جسمیں فی سکنڈ بہت زیادہ حرکات پیدا ہوتی ہیں - اِس آلے کو اگر پانی میں رکھکر حرکات پیدا کی جائیں تو پانی کے تمام جانور مر جاتے ہیں - یہ حرکات اگر ہوا میں پیدا کیجائیں تو کئی اہم تبدیلیاں ہوں - جب توپ میں سے لوہے کا گولا پھینکا جاتا ہے - تو لوہے کا گولہ ہوا میں اِسقدر تیز باقاعدہ حرکات پیدا کر دیتا ہے کہ دُور تک مکان گر جاتے ہیں - ورنہ لوہے کا گولہ خُود تو ایک مکان بھی مسمار نہیں کر سکتا ٭

اگر بائلر پھٹ جائے تو اسکے ٹکڑوں کے دُور تک بکھر جانے سے اِسقدر نقصان نہیں پہنچتا۔ جسقدر اسکی پیدا کردہ باقاعدہ تیز حرکات سے ۔ اِتنی مثالوں سے خُوب عیاں ہے کہ باقاعدہ حرکات سے کس قدر تبدیلیاں واقع ہوسکتی ہیں۔ اِس لئے اگر چند بے معنی اِلفاظ کا ایسے طریقے سے مجموعہ بنایا جائے کہ اس سے باقاعدہ حرکات پیدا ہوسکیں تو اِس مجمُوعے سے بھی کئی اہم تبدیلیاں واقع ہوسکتی ہیں ؛

مقناطیسی طاقت :۔ ہر ایک لفظ جو ہم بولتے ہیں۔ وُہ دو طرح بولا جاسکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ہم زبان کو ہلائیں اور لفظ کو باہر نکالدیں۔ دُوسرے یہ کہ ہم لفظ میں مقناطیسی طاقت پیدا کر کے اسے باہر نکالیں۔ یعنی جب ہمیں لفظ بولنے کا خیال پیدا ہو۔ تو ہم اپنی دماغی طاقت کو اور قوتِ ارادی کو اسپر خرچ کر کے اسے مقناطیس بنادیں۔ تجربے سے پُرانے زمانے کے عالی دماغ مہاپرُشوں نے معلوم کرلیا تھا۔ کہ ایک سو یعنی واول (Vowels) سے طاقت کی ایک اکائی اور ایک وینجن سے طاقت کی نصف اکائی پیدا ہوسکتی ہے۔ چار سکنڈ میں اگر بیس سو ہو جائیں۔ تو اس سے ۲۰۔ اکائیاں طاقت پیدا ہوسکتی ہے جسطرح بجلی کی طاقت کی ایک اکائی ہیں اِس قدر کام دیتی ہے کہ ہماری مشینوں کو چلاتی ہے۔ اور ہمارے گھروں میں روشنی کرتی ہے اسی طرح یہ مقناطیسی اِلفاظ سے پیدا شدہ طاقت بھی کئی کام کرسکتی تھی ؛

منتر شکتی ۔ مذکورہ بالا تھیوریوں اور اصُولوں سے مہا پرُشوں نے منتر بنانے کا اصُول اخذ کیا تھا۔ یعنی اِلفاظ کو ایسے طریقے سے اکٹھا کیا جاتا تھا۔ کہ ان سے ایک خاص قسم کی باقاعدہ حرکت پیدا ہوسکے مُختلف کام کرنیکے لئے مُختلف اِلفاظ کے مجمُوعے بنائے گئے تھے۔ اور ان سے مُختلف قسم کی حرکتیں پیدا ہوتی تھیں یہی وجہ ہے کہ منتر شاستر میں کئی منتر ایسے الفاظ سے بنائے گئے ہیں جن کا کوئی مطلب ہی نہیں۔ اور بیج منتر جن سے کہ منتر بنائے جاتے تھے۔ ان کا سنسکرت زبان میں کوئی مطلب ہی نہیں نکلتا۔ دراصل بات یہ ہے کہ ان سے مطلب نکالنا مقصُود ہی نہیں تھا۔ بلکہ یہ تو باقاعدہ اور تیز حرکات پیدا کرنیکے لئے بنائے جاتے تھے ؛

مقناطیسی طاقت پیدا کرنیوالے منتروں میں دو اصُولوں کو مدِنظر رکھا جاتا تھا (۱) منتر میں جسقدر تھوڑے اِلفاظ ہونگے۔ اُسی قدر زیادہ طاقت ہر ایک لفظ پیدا کرسکیگا (۲) جسقدر زیادہ دفعہ ہر ایک منتر کو دوہرایا جائیگا۔ اُسی قدر زیادہ طاقت پیدا ہوسکے گی ؛

لیکن اِس سے یہ اندازہ نہ لگالینا چاہئے۔ کہ جو شخص چاہے منتر بول کر اس سے خاطر خواہ اثر پیدا کرسکتا تھا۔ بلکہ منتروں کو بولنا کیسے چاہئے کس طرح ان پر تابُو کرنا چاہئے۔ اور کس طرح ان سے

حسب منشا حرکات پیدا کرنی چاہئیں۔ یہ ایک باقاعدہ سائنس تھی۔ جو کہ چیلے بہت مدت تک سیوا کرنیکے بعد اپنے گوروؤں سے سیکھتے تھے۔ ایک باقاعدہ سیکھے ہوئے چیلے کے ہاتھ میں منتر ایسے ہوتے تھے جیسے آجکل کے لوگوں کے پاس توپ کے گولے ہوں یا بجلی پیدا کرنیکی مشین وغیرہ۔ جب وہ چاہتا تھا۔ منتر پڑھ کر کُرّہ ہوائی میں توپ کا گولا پھینک سکتا تھا۔ اور جب چاہتا تھا منتر پڑھکر دیگر بے شمار قسم کے اثرات پیدا کرسکتا تھا جن کو ہم خیال میں بھی نہیں لاسکتے۔

منتروں کی طاقت کا یہ صرف ایک پہلو ہے۔ شبد برہم سے دنیا کا ظہور اور ہر ایک شے میں شبد کی طاقت کا کام کرنا یہ ایک اور پہلو ہے جس سے منتروں کی اہمیت کا پتہ لگ سکتا ہے لیکن اس دوسرے پہلو پر ابھی تک زیادہ تحقیقات نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم منتروں کو اس نقطہ نگاہ سے سمجھنے سے ابھی قاصر ہیں۔



آریہ اور سائنس

علم ہیئت۔ علم ریاضی۔ علم طب وغیرہ کے علاوہ آریوں نے دیگر بے شمار سائنسوں میں حیرت انگیز ترقی کی ہوئی تھی۔ خواہ کسی بھی لائن میں تحقیقات کی جائے۔ آریہ ہر ایک کی تہ میں پہنچے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اسی لئے مسٹر الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ "سائنس میں ہندوؤں کو ہم نہایت نکتہ سنج اور باریک بین پاتے ہیں"۔

علم طب کی ترقی کے ساتھ علم نباتات حیوانات و علم کیمیا ضرور ترقی پر ہونا چاہئے۔ استر ودیا یعنی علم اسلحہ جات کے ساتھ علم کیمیا علم تحرک و سکون۔ علم ہوا و زمین وغیرہ تمام سائنسوں میں کافی مہارت ہونی چاہئے۔ الفنٹا۔ الورا وغیرہ کے مندر جو اسقدر بڑی چٹانوں کو کاٹ کر بنائے گئے ہیں۔ اور جن کو دیکھکر آجکل کے انجنیر انگشت بدنداں ہیں۔ کبھی بنائے نہیں جاسکتے تھے۔ اگر ہندو فن انجنیئری کی چوٹی پر نہیں پہنچے ہوئے تھے۔ اسقدر ترقی کرکے بھی یورپ والے آج مصر کی میناریں اور چٹانوں کے مندر نہیں بنا سکتے۔ یورپ کے بعض لوگ تو یہ خیال کرتے تھے۔ کہ مصر کی میناریں آسمان سے گری ہیں یا زمین سے خودبخود اُگ آئی ہیں۔

مہابھارت میں بیان کردہ مایا سبھا کے حالات پڑھکر ہوش گم ہو جاتے ہیں۔ اس نمائش میں دوربینیں خوردبینیں۔ گھڑیاں و کلاک بھی موجود تھے۔ ایک امریکن عالم صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "مایا سبھا کا ایسا

بندوبست تھا۔ کہ اسمیں چودہ ہزاروں آدمیوں کو صرف دس آدمی جدھر چاہتے لے جاتے تھے۔ وہاں آگ سے چلنے والا انجن یعنی اگنی رتھ بھی موجود تھا"۔

ہندوؤں کے علم نباتات کے متعلق پروفیسر ولسن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "ہندوؤں کے نباتات کے متعلق مشاہدے نہایت عمیق اور پُر از واقفیت ہُوا کرتے تھے"۔ ۱۸۸۶ء میں کشمیر میں علم نباتات کے متعلق ایک لُغات ملی تھی۔ جو کہ تین بڑے بڑے حصّوں میں منقسم تھی۔

مادھو اور مالتی کے ڈرامے میں لکھا ہے۔ کہ اسنے مادھو کا دل اسطرح نکال لیا جسطرح لوہے کی سلاخ لوہے کو کھینچ لیتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہندو مصنوعی مقناطیس بنانا جانتے تھے۔ اور سنگِ مقناطیس کے اوصاف سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔

ہندو علم تنتو کی رُو سے معلوم ہوتا ہے کہ روشنی کی خوبی یہ ہے کہ اسکی شکل ہوتی ہے۔ پانی کی صفت ہے کہ اس کا مزا ہوتا ہے۔ مسٹر کال بروک صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بالکل درست ہے۔ کہ روشنی کی عدم موجودگی میں کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ تمام چیزیں غائب ہوجاتی ہیں۔ جُونہی روشنی پیدا ہوتی ہے۔ تو اشیا کی شکلیں بھی نظر آنے لگتی ہیں۔ نیز کسی چیز کا مزہ ہمیں معلوم نہیں ہوسکتا۔ جبتک کہ وہ شے مُنہ میں جاکر قدرتی سیال میں ہوکر زبان پر نہیں لگتی۔ اس لئے ہندوؤں کی ہر دو تھیوریاں درست ہیں۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ ہندو اُنیسویں صدی کے سائنسدانوں سے کسی حالت میں بھی پیچھے نہیں تھے۔

موجودہ سائنس دانوں نے معلوم کیا ہے کہ سمندر میں مدوجزر چاند کی کشش کیوجہ سے آتا ہے۔ لیکن ہندو اس سے بھی مُدت ہوئی واقف تھے۔ کالیداس جی نے رگھوونش شلوک ۱۶ میں چاند سمندر میں مدوجزر واقع ہونے کا ذکر کیا ہے۔

ہندوؤں کی ومان ودیا سے واقفیت اور زمانہ قدیم میں ومانوں کی موجودگی یہ ظاہر کرتی ہے کہ ہندو ہوا کی مکمل واقفیت رکھتے تھے اور اُڑنے کے طریقوں سے واقف تھے۔ یجروید میں اور منوسنگھتا میں ومان ودیا کا تذکرہ آیا ہے۔

بجلی کا علم یونانیوں نے ہندوستان سے سیکھا۔ یونانیوں کے ایک رشی ٹیلز صاحب ہندوستان میں سیر کرتے وقت یہ علم سیکھ گئے۔ کہ آبنوس کی لکڑی کو ریشم پر رگڑنے سے ایک ایسی طاقت اس لکڑی میں پیدا ہوجاتی ہے۔ کہ اس سے ہلکی اشیا کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ علم بجلی اور مقناطیس کی علمی واقفیت کے علاوہ ہندو اس کو عملی طور پر بھی استعمال کرتے تھے۔ مثلاً ہندو ہر شخص کو یہ ہدایت کرتے تھے۔ کہ سوتے وقت سر مشرق کیطرف یا جنوب کی طرف کرنا چاہیئے۔ اور کبھی بھی سر شمال کی

کی طرف کرکے نہیں سونا چاہیئے +

کیا یہ اصول یونہی وہم تھا۔ ہرگز نہیں۔ موجودہ سائنس کی رُو سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ہماری زمین ایک بڑا بھاری مقناطیس ہے۔ یعنی جب سورج زمین کے آدھے مشرقی حصے پر چمکتا ہے تو وہ گرم ہوجاتا ہے۔ اور دوسرا حصہ یعنی مغربی حصہ سرد رہتا ہے۔ ایک حصہ سرد اور ایک حصہ گرم ہونے کی وجہ سے بجلی کی ایک رَو گرم سے سرد حصے کی طرف جاتی ہے۔ اس رَو کے بہنے سے زمین ایک مقناطیس بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قطب نما سوئی ہمیشہ شمالاً جنوباً رہتی ہے +

نیز یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ جسم انسانی لوہے اور فولاد کی طرح مقناطیس کے اثروں کو محسوس کرتا ہے۔ شاید ایک وجہ یہ بھی ہو کہ انسان کے خون میں فولاد کا ایک اہم جزو موجود ہے۔ زمین پر چلتے پھرتے جسم انسانی بھی ایک مقناطیس بن جاتا ہے۔ قطب شمالی میں سر منفی حصہ اور پاؤں مثبت حصہ بن جاتے ہیں۔ یہ اثر قدرتی طور پر ہماری صحت کو درست رکھتا ہے اور ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم ہر حالت میں اپنے جسم کو اسی قسم کا مقناطیس بنائے رکھیں۔ جیسا قدرت اسے بنائے رکھتی ہے اس لئے اگر ہم سر جنوب کی طرف اور پاؤں شمال کی طرف کرکے سوئینگے۔ تو زمین کے اثر سے ہمارے جسم کی مقناطیسی طاقت قائم رہیگی۔ لیکن اگر اُلٹا سوئینگے۔ تو ہمارا جسم قدرت کے مخالف اصول پر مقناطیس بن جائیگا جس سے ہماری صحت پر برا اثر پڑیگا۔ اسلئے یہ ضروری ہے کہ اپنی صحت کو درست رکھنے کے لئے اور قدرت کو مدد دینے کے لئے ہم جنوب کی طرف سر کرکے سوئیں +

لیکن مشرق کی طرف سر رکھکر سونے کا کیا فائدہ ہے؟ یہ طب کا اصول ہے کہ اگر جسم کے ایک حصے میں بجلی داخل ہو۔ اور دوسرے حصے میں سے نکلے۔ تو جس حصے میں بجلی داخل ہوتی ہے۔ اس کی تمام سوجن اور ورم رفع ہوجاتے ہیں اور جس حصے سے خارج ہوتی ہے اسمیں ورم پیدا ہوجاتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں داخل ہونیوالے حصے سے خون نکل کر خارج ہونیوالے حصے میں جمع ہونے لگتا ہے۔ مشرق کی طرف سر رکھکر سونے سے بجلی کی رَو سر سے داخل ہوکر پاؤں سے خارج ہوتی ہے۔ اسلئے سر اور دماغ کے تمام ورم رفع ہوجاتے ہیں۔ اور دماغ میں خون کا دورہ کم ہوکر پاؤں کی طرف زیادہ ہوجاتا ہے۔ طبی اصولوں کے موافق جس شخص کا دماغ صاف ہوگا۔ وہ دوسرے اشخاص سے زیادہ ذہین ہوگا +

اسی لئے رشی مارکنڈے جی نے فرمایا ہے۔ کہ مشرق کی طرف سر رکھکر سونے والا انسان ذہین ہوجاتا ہے +

نیز گہری نیند اس وقت آتی ہے جب انسان کے دماغ میں بہت کم خون دورہ کرتا ہے اور

اور چونکہ مشرق کی طرف سر رکھکر سونے سے دماغ خون سے خالی ہوجاتا ہے۔ اسلئے گہری نیند کا لطف بھی حاصل ہوتا ہے ۔

اسی طرح ہندوؤں کے اور بہت سے عمل ہیں۔ جو بجلی اور مقناطیس کے اصولوں کے موافق بنائے گئے ہیں۔ مثلاً مندروں پر ترشولوں کا لگانا بالکل موجودہ زمانے کے بجلی سے محفوظ رکھنے والے اصول پر مبنی ہے۔ پرانایام وغیرہ کرتے ہوئے بالوں کے آسن یا کشا کے آسن پر بیٹھنا بھی اسی لئے مفید ہے ۔

آسٹریا کے ایک سائنسدان ہندوؤں کے ایک اور اصول کی بڑی تعریف کرتے ہیں یعنی یہ کہ ہندو اپنے تمام بزرگوں کے سر کے اردگرد ایک تیج کا ہالہ سا بنایا کرتے تھے۔ آجتک کسی شخص کو یہ پتہ نہیں لگا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ آسٹریا کے ایک سائنسدان تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "ہر شے اور جسم سے بجلی کے شرارے نکلتے رہتے ہیں۔ جو کہر کی طرح کے ہوتے ہیں۔ یہ شرارے جسم کے دیگر حصوں کی نسبت چہرے اور سر سے بہت زیادہ نکلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو لوگ اپنے بزرگوں کے سر کے اردگرد ایک روشنی کا ہالہ سا مانتے تھے ۔

ان تمام امور کا مطالعہ کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے کہ ہندو نہ صرف فلاسفی میں ہی ترقی یافتہ تھے بلکہ عملی طور پر تمام سائنٹیفک واقفیت کو استعمال کرکے روزانہ زندگی میں اس سے فائدہ اٹھاتے تھے ۔

دوسروں پر اثر ڈالنا

دنیا میں ہر شخص یہ چاہتا ہے۔ کہ میں دوسرے پر اثر ڈال سکوں۔ اس پر غالب آجاؤں۔ لیکن ایک فیصدی بھی اپنی حسب مرضی ایسا نہیں کرسکتے۔ جسکی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کو دوسرے اشخاص پر اثر ڈالنے کے ابتدائی اصولوں سے ہی واقفیت نہیں ہوتی۔ دراصل دوسرے شخص پر اصل ڈالنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس سے بات چیت کرتے وقت اسکی دماغی رجوع کا خیال رکھا جائے۔ جو تاجر اس بات کا دھیان رکھتا ہے وہ اپنے لئے بیشمار گاہک پیدا کرسکتا ہے ۔

مثال کے طور پر ایک شخص دوکان سے کوئی چیز خریدنے کے لئے آیا ہے۔ یہ گاہک اشیاء کی پائیداری کو پسند کرتا ہے۔ اگر دوکاندار چیز کی خوبصورتی کی تعریف کرتا جائیگا۔ تو گاہک کا دل اس

چیز پر نہیں جمے گا۔ اور وہ چیز کو نہیں خریدے گا۔ مناسب تو یہ ہے کہ دوکاندار گاہک کی دماغی رجوع کو سمجھے اور اسی کو مدنظر رکھکر اس سے بات چیت کرے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بڑا مشہور سوداگر کسی شخص کے پاس کوئی مکان خریدنے گیا۔ مکان شہر سے باہر واقع تھا۔ وہ شخص سوداگر کو مکان دکھانے کے لئے ساتھ لیگیا۔ لیکن جان بوجھکر وہ تھوڑا سا چکر کاٹ کر سوداگر کو ایک نہایت پرفضا اور خوشنما راستے سے لیگیا۔ اگر وہ چاہتا۔ تو سوداگر کو نزدیکی کے رستے سے بھی لے جاسکتا تھا۔ مکان دیکھکر سوداگر نے لینے سے انکار کر دیا۔ انکار کی وجہ یہ تھی۔ کہ سوداگر چاہتا تھا۔ کہ مکان دور نہ ہو۔ اور وہاں سے آنے جانے میں زیادہ وقت ضائع نہ ہو۔

اسلئے ہر شخص جو دوسرے پر اثر ڈالنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اسے اپنے اندر دوسرے شخص کو سمجھنے کی طاقت پیدا کرنی چاہیئے۔ اسے ہر شخص کو غور سے دیکھنا چاہیئے۔ ہر شخص کے طرز گفتگو کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور ہر ایک کے کاموں پر دھیان دینا چاہیئے۔ انسانی فطرت کو سمجھنے کے قابل اپنے آپ کو بنانا چاہیئے۔

انسانی مطالعہ کیلئے چند ہدایات بتائی جاتی ہیں (۱) مثلاً اگر کسی شخص کا تالو بہت اونچا ہے۔ یعنی سر درمیان سے اونچا ہے۔ تو وہ دوسرے لوگوں کے فائدے کا خواہاں ہے۔ اور پبلک کاموں میں دلچسپی لیتا ہے۔ اس لئے اس سے بات کرتے وقت اسکی اس رجوع کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ لیکن اگر سر کا یہ حصہ اونچا نہ ہو۔ تو ایسا شخص پبلک مفاد کی بالکل پرواہ نہیں کرتا اور صرف اپنے کام سے ہی مطلب رکھتا ہے (۲) اگر کسی شخص کی پیشانی نیچی ہو۔ اور سر آہستہ آہستہ اونچا ہوتا ہوا پچھلے حصے میں بہت اونچا ہو گیا ہو۔ تو ایسا انسان نہایت تنگدل اور لکیر کا فقیر ہوتا ہے۔ وہ صرف چند اصولوں سے واقف ہوتا ہے۔ جن پر وہ عمل کرتا ہے۔ آزاد خیالی اسمیں بالکل نہیں ہوتی۔ کسی نئی بات کو وہ برداشت نہیں کرسکتا۔ ایسے آدمی سے زیادہ لمبی چوڑی گفتگو نہیں کرنی چاہیئے۔ مفید مطلب بات کرکے اور اسے خودبخود فیصلہ کرسکنے کے لئے وقت دے دینا چاہیئے۔ اگر آپ اسے اپنی رائے دینگے تو وہ ناراض ہو جائیگا۔

(۳) اگر کسی شخص کے سر کا پچھلا حصہ نہایت گول ہے۔ تو ایسے شخص میں ہمدردی کا مادہ موجود ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کے سر کا پچھلا حصہ چپٹا ہو تو وہ ہمدردی سے مبرا ہوتا ہے۔

(۴) اگر کسی شخص کی گردن پتلی سی ہو۔ اور کانوں کے پچھلے سرے پتلے اور چھوٹے ہوں۔ رخسار زیادہ پھولے ہوئے نہ ہوں۔ چہرے کا نچلا حصہ پتلا ہو۔ تو ایسے آدمیوں کو کھلا پلا کر خوش کرنے کی سعی

کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ ایسی شکل والے آدمی روحانی اور دماغی باتوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور مٹھائیوں پر ان باتوں کو ترجیح دیتے ہیں لیکن علامات اگر اسکے بالکل برعکس ہوں۔ تو روحانی قیل و قال کی بجائے کھلانے پلانے سے زیادہ فائدہ ہوسکتا ہے +

(۵) اگر پیشانی کے دونو طرف دو اُبھار سے ہوں۔ تو ایسے اشخاص زیادہ سوال پوچھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ہربات میں "کیوں" اور "کس طرح" پوچھتے ہیں۔ اس لئے سوالوں کا جواب دینے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ایسے آدمیوں کو جواب دیتے وقت یہ خیال رکھنا چاہئے۔ کہ جواب معقول لیکن مختصر ہو +

(۶) اگر انسان کا چہرہ باہر کی طرف نکلا ہوا ہو۔ تو ایسا شخص ہمیشہ پھرتیلا ہوتا ہے۔ اس سے ایسی ہی گفتگو کرنی چاہئے۔ اور کسی چیز کے متعلق گفتگو کرتے وقت بجائے پائیداری اور خوبصورتی کے اسکی رفتار۔ تیزی وغیرہ کے متعلق ذکر کرنا چاہئے۔ اور بیرونی کھیل کود سے اسکو بہلانے کی کوشش کرنی چاہئے +

(۷) اگر چہرہ درمیان سے اندر کی طرف دبا ہوا ہو۔ تو ایسا انسان فلاسفر ہوتا ہے۔ اور کتابی واقفیت کا طالب ہوتا ہے +

(۸) اگر چہرہ سیدھا ہو تو ایسا آدمی نہ زیادہ پھرتیلا اور نہ زیادہ فلاسفر ہوتا ہے۔ اس لئے اسکی ان خوبیوں کو مدنظر رکھنا چاہئے +

ہاتھ سے ہاتھ ملانے سے بھی انسان کے چلن کا پتہ لگ سکتا ہے۔ یعنی بہت سے ایسے طریقے ہیں۔ جن سے ہم دوسرے شخص کے دل کے خیالات کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ دماغ کا نقشہ بھی "جوگی" میں شائع ہوچکا ہے جس میں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ فلاں مقام پر فلاں خوبی واقع ہوتی ہے۔ ان کو خیال میں رکھتے ہوئے دماغ کے بڑھے ہوئے حصے سے اس جگہ پر واقع خوبی میں ترقی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اور اس کو مدنظر رکھکر اپنی طرز گفتگو کو بدل سکتے ہیں +

حسینوں سے رقیب اچھے جو جل کر نام لیتے ہیں ○
گلوں سے خار بہتر ہیں۔ جو دامن تھام لیتے ہیں

طے ہو رہی ہے منزل چونکو کہ وقت کم ہے ملک فنا کی جانب ہر سانس اک قدم ہے

زمانہ قدیم میں مختلف ملکوں میں

یوگ ابھیاس

"ہندو یوگ" کے متعلق بہت سے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ اور سب جانتے ہیں۔ کہ ہندو یوگ سے مراد ایشور میں جذب ہو جانے سے ہے مضمون کے اخیر میں ہندو یوگ کے متعلق کچھ نئی باتیں بتائی جائینگی۔ مختلف ملکوں میں کسطرح یوگ کا عمل کیا جاتا تھا۔ اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

چینیوں کا یوگ۔ یسوع سے ۳۰۰ سال پہلے جب بدھ مت چین میں پھیلا۔ تو ہندو یوگ نے بھی وہاں رواج پانا شروع کیا۔ لیکن اس سے پہلے بھی وہاں ایک سسٹم جاری تھا۔ جسے لوگ تاؤ ازم (Taoism) کہتے تھے۔ اسپر لاؤٹسی نے کتابیں لکھی تھیں۔ جو کہ ۶۰۰ قبل مسیح میں لکھی گئیں چین کے یوگیوں کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ "ابھیاسی کے لئے ضروری تھا۔ کہ وہ کچھ نہ کرے اور بالکل خاموش رہے۔ کوئی خواہشات اور دلچسپیاں پیدا نہ کرے۔ کوئی مطالعہ وغیرہ نہ کرے۔ اس طرح آہستہ آہستہ اس کی تمام خواہشات اور دلچسپیاں زائل ہو جائینگی۔ پھر اسمیں سدھیاں حاصل کرنے کی طاقتیں پیدا ہو جائینگی یعنی ایک جگہ بیٹھے ہی وہ تمام اشیا کو دیکھ سکیگا۔ اور بغیر کوئی کام کرنیکے ہی بڑی بڑی اشیا حاصل کر سکیگا۔ مذکورہ بالا کے علاوہ ابھیاسی کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے ویریہ کی حفاظت کرے۔ اور جسم کی خاص احتیاط رکھے۔ جھونپڑی میں رہے۔ آدمیوں سے علیحدہ دن گزارے۔ پرانے زمانے میں جو لوگ اس سسٹم کی مشق کرتے تھے۔ وہ نہایت نکتہ سنج۔ دوراندیش اور ہمہ دان ہوتے تھے ظاہری نظر سے وہ بیوقوف اور جاہل سے نظر آتے تھے"۔

پھر آگے جاکر ذکر آتا ہے کہ "لگاتار چپ اور گھمبیر رہنے سے ابھیاسی کی روحانی طاقتیں بڑھ جاتی ہیں۔ اُسے کسی انسان یا درندے سے خوف نہیں رہتا۔ وہ اپنا منہ۔ کان اور آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ عمل کو روکتا ہے۔ تمام بندھنوں سے اپنے آپ کو علیحدہ کر دیتا ہے۔ اپنی اندرونی روشنی کو بڑھاتا ہے۔ جو ابھیاسی خواہشات سے بالکل مبرا ہو جاتا ہے۔ وہی اپنی اندرونی روح کو دیکھ سکتا ہے"۔

چین کے یوگیوں کا سب سے بڑا اصول یہ تھا۔ کہ "صرف اپنی اندرونی روشنی سے محبت کرو بیرونی چیزوں سے پرہیز کرو۔ جب اسمیں کامل ہو جاؤ گے تو ضرور ترقی کرو گے"۔

لیکن ایک اور قدیم چینی مصنف نے تحریر فرمایا ہے کہ "ہر قابل آدمی نہایت تھوڑے عرصہ میں اسی درجے پر پہنچ سکتا ہے" جو مصنوعی طریقہ اس حالت کو حاصل کرنے کیلئے استعمال کرنے کی ہدایت کیگئی ہے وہ ہندو یوگ کی ایک مدرا ہے۔ جسے "بجرولی" کہتے ہیں +

جس طرح ہندو یوگ کے متعلق کافی مصالہ کتابوں میں چھوڑ گئے ہیں۔ اسطرح کی چین میں کوئی کتاب نہیں ملتی۔ اس لئے کوئی طریقے اور مشقوں کا پتہ نہیں چلتا +

مصر کا یوگ:- مصر والے گو خدا کے قائل تھے۔ لیکن دیوتوں میں ان کا یقین بہت بڑھا ہؤا تھا۔ دیوتوں کو وہ انسانوں کی شکل والے لیکن بے شمار طاقتوں والے خیال کرتے تھے۔ وہ لوگ اس بات کے قائل نہیں تھے۔ کہ خدا میں جذب ہو جانے سے انسان مکتی حاصل کر سکتا ہے۔ ہاں وہ یہ مانتے تھے۔ کہ ہر انسان دیوتوں کی طرح طاقتیں حاصل کر سکتا ہے۔ اور جادوگر بن سکتا ہے۔ ان طاقتوں کو حاصل کرنا اور جادوگر بننے کا عمل ہی مصریوں کا یوگ تھا +

مسٹر لینارمنٹ صاحب فرماتے ہیں کہ "مصریوں کا عقیدہ تھا۔ کہ دیوتوں کے متعلق مکمل گیان حاصل کر لینے سے ہر انسان دیوتا بن جاتا ہے۔ جو منتر اُن لوگوں نے بنائے ہوئے تھے۔ اُن کو بولتے ہوئے وہ یہ سمجھتے تھے۔ کہ ہم فلاں فلاں دیوتا ہیں۔ ان منتروں کا مطلب بھی ایسا ہی ہؤا کرتا تھا۔ یعنی منتروں کے مطلب کا وچار کرتے ہوئے خود اعتمادی بہت حد تک بڑھائی جاتی تھی۔ دیوتوں کے متعلق گیان حاصل کرنے کی کنجی یکسوئی قلب ہی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ تکالیف بھی برداشت کی جاتی تھیں اور ابتدائے عمل میں مصنوعی ذرائع سے وجد بھی پیدا کیا جاتا تھا۔ ہندو گیان یوگیوں کی طرح وہ اس بات کے قائل تھے۔ کہ گو گیان کے بغیر دیوتا نہیں بناجا سکتا لیکن صرف گیان سے ہی دیوتا بننا بھی مشکل ہے +

جب مصر کا یوگی کافی ترقی کر جاتا تھا۔ تو اسے اپنے پر ایک روح سی اترتی ہوئی نظر آتی تھی بعض اوقات دیکھنے والوں کو بھی روح نظر آتی تھی۔ جو آگ کی طرح چمکتی تھی۔ اس آگ کے رنگوں سے اندازہ لگ سکتا تھا۔ کہ کون دیوتا آیا ہے۔ اور یوگی کون کون سی باتیں بتا سکتا ہے۔ دوسری نشانی روح کے اترنے کی یہ تھی۔ کہ یوگی بے حس و حرکت ہو جاتا تھا +

یوگی میں بہت سی طاقتیں پیدا ہو جاتی تھیں مثلاً یوگی اپنے دیوتا کو زمین پر بلا سکتا تھا۔ اور اس سے ایسا کام کروا سکتا تھا جس سے لوگوں کو یقین ہو جائے۔ نہ صرف دیوتا ہی اسکی دعا کو سنتے تھے بلکہ فرشتے۔ روحیں۔ ستاروں کی روحیں وغیرہ جن کی روشنی اور رنگ مختلف ہؤا کرتے تھے۔ اسکے

کہنے پر آجاتی تھیں۔ دیوتے یوگی کو اپنے پوشیدہ علم سے آگاہ کرتے تھے۔ یعنی یوگی دھوپ۔ سائے وغیرہ کو دیکھکر آئندہ کا حال بتا سکتا تھا۔ بُری رُوحوں کو بو تر بنا سکتا تھا۔ بھوں کو پھنسا سکتا تھا وغیرہ وغیرہ +

دُعا مانگنا۔ مندروں میں پوجا کرنا۔ اور دِل کو یکسو کرنے کا ابھیاس کرنا ہی تین طریقے یوگیوں کے ابھیاس کے تھے۔ اور مصر کے مُصنفوں کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مذکورہ بالا تمام قسم کی طاقتیں یکسوئی قلب کا ہی نتیجہ تھیں +

اکیڈین یوگ

:۔ ان کا یوگ ہندوؤں اور مصریوں سے مُختلف تھا یعنی ان کا عقیدہ تھا۔ کہ بیرونی اِنسان جب اندرُونی اِنسان رجسے رُوح نہیں مانا جا سکتا) اِل جاتا ہے۔ تو وُہ یوگی بن جاتا ہے۔ اندرُونی اِنسان کو وُہ فرویشی کہتے تھے۔ ہر شخص کے اندر فرویشی موجُود ہوتا ہے اور ہر شخص سے ایک دیوتا کا تعلق ہوتا ہے جو اسکی نگہبانی کرتا ہے۔ یہ دیوتا اِنسان کی طرح سہو وخطا کا پُتلا ہوتا ہے۔ لیکن اِنسان کا رُوحانی حِصہ ہی دیوتا ہوتا ہے۔ جُوں جُوں اِنسان اپنے آپ کو دُنیاوی بندھنوں سے علیحدہ کرتا ہے۔ تُوں تُوں یہ رُوحانی حِصہ اِنسان سے زیادہ مُلحق ہوتا جاتا ہے۔ یوگی کی خواہش ہوتی تھی۔ کہ اسپر وجد طاری ہو اور اسے جوش آجائے +

اِس مطلب کے لیئے یوگی ادویات، و مصنُوعی ذرائع بھی اِستعمال کرتا تھا۔ کیونکہ اسی حالت میں رُوحانی حِصے سے نہائت قریبی تعلق پیدا ہو سکتا تھا۔ یہ یوگ بھی ایک قسم کا ملاپ ہی تھا۔ اور اس ملاپ کے پیدا کرنیکے لیئے دُنیا سے کنارہ کشی۔ خلوت مصنُوعی ذرائع اور منتروں کا جاپ اِستعمال میں لایا جاتا تھا +

عیسائیوں کا یوگ

:۔ اِن لوگوں کے یوگ میں بہت سی تبدیلیاں واقع ہوتی رہی ہیں۔ اِن کے اِبتدائی بزرگ۔ علیحدگی صحرا میں رہنا۔ اور اپنے آپ کو تکلیف دینا اور نہائت تنگ کرنا ہی خُدا سے ملاپ کا ذریعہ خیال کرتے تھے۔ وُہ سمجھتے تھے۔ کہ جسم کو صاف رکھنے سے رُوح غلیظ ہوجاتی ہے۔ اس لیئے اپنے جسموں پر مٹی اور غلاظت جمع ہونے دیتے تھے۔ کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ روتے تھے۔ بھوکے رہتے تھے۔ قبروں میں اپنے آپ کو دفن کرتے تھے اور سردی میں ننگے پڑے رہتے تھے تاکہ ان کی رُوح کا خُدا سے ملاپ ہوجائے۔ ہر وقت دُعا مانگتے رہتے تھے +

جو لوگ بہت ترقی کرجاتے تھے۔ ان پر وجد طاری ہوجاتا تھا جسم کو تکلیف پہنچانا اور نہائت سخت درد کا جسم پر برداشت کرنا بھی وجد حاصل کرنے کا ایک ذریعہ مانا جاتا تھا۔ یہ تکالیف یکسوئی

قلب میں مدد دیتی تھیں جس سے معجزہ کرنے کی طاقت پیدا ہو جاتی تھی ۔

اسطرح یہ سسٹم شروع ہو کر آہستہ آہستہ بہت ترقی کر گیا ۔

یہودیوں کا یوگ :۔ یہ لوگ خدا کو نہایت بیرحم اور سزا دینے والا مانتے تھے۔ کیونکہ ان کا خدا چاہتا تھا۔ کہ میرے بندے میرے سوا کسی اور کو قربانی نہ دیں۔ اس قوم کی ہسٹری میں بہت سے پیغمبروں کا حال آتا ہے جو کہ معجزے وغیرہ کر سکتے تھے۔ لیکن اس طاقت کو حاصل کرنے کا کوئی طریقہ اور عمل بیان نہیں کیا گیا ہے ۔

ان کا یوگ ایک قسم کا موجودہ سپرچوالزم تھا۔ یعنی یہ مانتے تھے۔ کہ خدا اپنے علم کو خواب۔ روشن ضمیری کے ذریعہ یا خود بخود اپنے بندے سے لکھوا دینے کے ذریعہ دوسروں پر ظاہر کرتا ہے جسطرح موجودہ زمانے میں روحیں میڈیم سے لکھوا کر یا اس سے باتیں کروا کر اپنے خیالات کو ظاہر کرتی ہیں ۔

ایسنیز کا یوگ :۔ یہودیوں کا ایک گروہ ایک اور قسم کے یوگ پر یقین رکھتا تھا۔ یعنی لگاتار برہمچاری رہنے سے۔ سچے دل سے بھگتی کرنے سے جسم اور من کو ستھرا کرنے سے اور پھٹے پرانے کپڑے پہننے سے معجزوں کی طاقتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ یہ لوگ اس طرح ابھیاس سے اسقدر ضبط اور برداشت کی طاقت اپنے اندر پیدا کر لیتے تھے کہ جب دوسرے مذاہب والے مذہبی جوش میں انہیں ازحد تکلیف دیتے تھے تو یہ لوگ ہنستے تھے اور گاتے ہوئے موت کا انتظار کرتے تھے۔ یہ لوگ شہر بشہر گھومتے رہتے تھے لیکن کسی سے کچھ مانگتے نہیں تھے ۔

رومن سٹائکس کا یوگ :۔ یہ لوگ ہندوؤں کے سے عقیدے والے تھے یہ سمجھتے تھے کہ صرف ایک ہی روح ہے جس سے سب کچھ پیدا ہوا ہے۔ اور سب کچھ اسمیں ہی جذب ہو جائیگا۔ یہ لوگ یہ بھی مانتے تھے کہ آئندہ کوئی سزا و جزا نہیں ملتی۔ اسلئے یہ موت سے بالکل نہیں ڈرتے تھے۔ روح کو تمام برے اوصاف سے مبرا مانتے تھے۔ من کی شدھی اور دنیا سے علیحدگی پر زیادہ زور دیتے تھے ان کا قول تھا۔ کہ انسان کامل بن سکتا ہے۔ اور جب وہ کامل ہو جاتا ہے تو خدا بن جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو رشی کہتے تھے اور نہایت زبردست ضبط حواس اور روحانی سرور کی موجودگی کا ثبوت دیتے تھے ۔

یوگ پر ایک عام بحث :۔ بہت سی اقوام اور ملکوں کا یوگ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ تمام دنیا کے یوگ سسٹم کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ "تمام یوگ سسٹموں میں سے ہندو یوگ سسٹم زیادہ مکمل ہے اور طریقے اس قدر ضخیم ہیں کہ دوسرے اسکے سامنے کوئی ہستی نہیں رکھتے۔ آسن

پرانایام۔ اور مدرائیں صرف اسی یوگ سسٹم میں پائی جاتی ہیں۔ تمام دیگر سسٹموں نے اسی سے آسن وغیرہ سیکھے ہیں۔ آسن وغیرہ یوگ کیلئے ایک اہم قدر ضروری حصہ ہیں جس قدر جسم انسانی کے لئے دل کی حرکت "۔

امریکہ کے سائنسدان لوگوں کے تجربات شاہد ہیں کہ ان جسمانی حرکات کا روحانی یکسوئی سے بہت گہرا تعلق ہے۔ دیگر یوگ سسٹموں کی طرح ہندو یہ نہیں مانتے تھے۔ کہ ابھیاس سے کوئی روح جسم انسانی میں داخل ہوتی ہے یا ایشور رستہ دکھلانیکے لئے آتا ہے۔ بلکہ جوں جوں ابھیاس کیا جاتا ہے تو قدرت (پران) پر یوگی کو قابو حاصل ہوتا ہے۔

"ہندو یوگ سسٹم دوسروں سے اس نقطۂ نگاہ سے بھی برتر ہے کہ اسمیں دو ذرائع سے کام لیا جاتا ہے۔ من کی ستھرتا اور جسم کی حرکات یعنی روحانی اور جسمانی تعلیم کو ملا دیا گیا ہے۔ حالانکہ دیگر سسٹموں میں صرف من کی ستھرتا سے ہی کام لیا گیا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ انسان کی کامل ترقی کے لئے اس کی سب طاقتوں سے (یعنی روحانی اور جسمانی) فائدہ اٹھایا جائے "۔

نیز ہندو یوگ سسٹم کا ایک یہ بڑا بھاری فائدہ ہے۔ کہ خواہ کسی سٹیج پر اسکی مشقوں کو چھوڑ دیا جائے۔ انسان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلکہ وہ چند مشقوں کے کرنے سے دوسرے معمولی آدمیوں سے ترقی کر جاتا ہے۔ اور دنیاوی کاموں میں دوسرے لوگوں سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "ہٹھ یوگ" کے طریقے اور آسن آجکل ساری دنیا کے لوگ مریضوں کی صحت درست کرنیکے لئے اور تندرستوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے استعمال کرواتے ہیں۔

وجد طاری کرنیکے مصنوعی طریقے

ابتدائے آفرینش سے ہی مہذب اور غیر مہذب ہر دو فرقے وجد کو خدا کی قربت سے منسوب کرتے آئے ہیں۔ اس حالت کو بادی النظر سے دیکھنے والے کے دل پر بھی اسکے غیر قدرتی ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ وجد کی حالت دو طرح سے پیدا کی جا سکتی ہے۔ اول مصنوعی اور جسمانی ذرائع سے۔ اور دوسرے روحانی ذرائع سے۔ مصنوعی ذریعوں میں دوائیوں کا استعمال درجہ اول رکھتا ہے اور جسمانی ذریعوں میں ناچنا۔ گانا۔ جسم کو باقاعدہ ہلانا۔ قہقہے رکھنا وغیرہ شامل ہیں۔ ان مصنوعی اور جسمانی ذریعوں

کو نہ صِرف وحشی اور نادان اقوام ہی اِستعمال کرتی رہی ہیں اور موجودہ زمانے میں کرتی ہیں۔ بلکہ یورپ اور امریکہ کی نہائت دانا قومیں بھی ان کو وجد میں لاتی ہیں۔ ہندو رشی بھی ایک وجد کی سی حالت پیدا کیا کرتے تھے۔ جسے وُہ سمادھی کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ یہ نہائت اعلیٰ حالت تھی گو اِبتدا میں اِس حالت کی طرف رجُوع کرنیکے لئے اور جسمانی سدِّ راہوں کو دُور کرنیکے لئے جسمانی ذرائع سے بھی کام لیا جاتا تھا لیکن آخرکار اُونچے زینوں پر پُہنچنے کے لئے صِرف رُوحانی طریقے ہی برتے جاتے تھے۔ جن میں سے یکسوئی قلب بھی ایک طریقہ ہے ۔

تقریبًا ہر ایک وحشی قوم کِسی نہ کِسی اَیسی دوائی یا پَودے کا اِستعمال کرتی ہے جِس سے ان کے دماغ پر اثر ہوتا ہے اور ان کے خیالات میں ایک خاص خوشی کی لہر دَوڑنے لگتی ہے۔ نائیجیریا کے حبشی ایک محلول کا اِستعمال کرتے ہیں۔ جسے وُہ فیٹش واٹر (Fetish water) کہتے ہیں۔ فلورڈا کے لوگ بلیک ڈرنک (Black drink) کو پیتے ہیں۔ امریکہ کے کئی حِصّوں کے اصلی باشندے حُقّوں کے ذریعہ دھتُورہ پیتے ہیں میکسیکو کی کئی قومیں (peyotl) پیوٹل اور کچلہ کا اِستعمال کرتی ہیں ۔

کیلے فورنیا اور سماٹرے ہیر یا کے لوگ ایک اور چیز یعنی ٹوڈ سٹول (toadstool) کا اِستعمال کرتے ہیں۔ اِن لوگوں کی اَیسی دوائیں کھانے سے یہ مُراد ہوتی ہے کہ اِسطرح اِنہیں ایک خاص خُوشی حاصل ہوتی ہے۔ اِن کو نہائت عجیب نظارے اور پُراُمّید خواب نظر آتے ہیں۔ وُہ خیال کرتے ہیں کہ خُدا سے ان کا تعلّق قائم ہو گیا ہے ۔

ہندوستان کی کئی اقوام کے پروہت ایک سفُوف یعنی کوھوبا رجو شاید تمباکو ہوتا ہے) کی ناس لیتے ہیں۔ اِس سے اِنہیں نشہ آجاتا ہے اور اِنہیں بھُول جاتا ہے کہ وُہ کیا کر رہے ہیں۔ نیو میکسیکو کے لوگ کو منشی سیال تو اِستعمال نہیں کرتے لیکن ایک بُوٹی کے دھوئیں کو پتھر کی نالی کے ذریعہ اندر گھسیڑتے ہیں۔ یہ لوگ ناچنے کے نہائت شوقین ہوتے ہیں ۔

دراصل جُملہ وحشی اقوام ناچنے کو بہت پسند کرتی ہیں۔ اپنی ضیافتوں پر یہ اِس قدر جوش سے ناچتے ہیں کہ بالآخر تھکاوٹ سے چُور ہو کر کئی گھنٹے بیہوشی کی سی حالت میں پڑے رہتے ہیں ۔

ریڈ انڈین میسکل (mescal) کا اِستعمال کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ گروہ میں ان پَودوں کو اکٹھا کرنیکے لئے جاتے ہیں جب پودوں کے نزدیک پُہنچتے ہیں۔ تو سب لوگ سر سے پگڑیاں یا ٹوپیاں اُتار کر سلام کرتے ہیں۔ اور پَودوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے اپنے پر کوئی خُوشبو چھڑک لیتے ہیں

اس دوائی کو کھا کر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ خدا کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ کئی یورپین مصنفوں نے خود کھا کر تحریر کیا ہے کہ اس سے نہایت عجیب نظارے نظر آتے ہیں۔ اس سے انسان میں اس قدر طاقت آجاتی ہے کہ وہ بہت سی تھکاوٹ کا سامنا کرسکتا ہے۔ اور کئی دن تک بھوک اور پیاس کو برداشت کرسکتا ہے

یونان میں بھی منشی اشیاء کا استعمال کافی رائج تھا۔ ایک سیلینٹ کی بابت مذکور ہے۔ کہ پہلے اس نے تین دن فاقہ کیا۔ پھر وہ ایک درخت کے پتے یعنی لارل لیوز (laurel leaves) کو چباتا رہا۔ جب اسے خوب نشہ آگیا۔ تو وہ ایک تپائی پر کھڑا ہو گیا جس کے نیچے سے ایک سوراخ میں سے تیز خوشبو والا دھواں نکل رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد اس کا جسم کانپنے لگا۔ اس کے بال کھڑے ہو گئے۔ لوگ اس سے سوال پوچھتے تھے اور وہ ان کا جواب دیتا تھا ◆

ادویات کے علاوہ بھوکا رہنا۔ کم سونا یا بالکل نہ سونا۔ اکیلا رہنا اور نہایت بے رحمانہ جسمانی تکالیف برداشت کرنے سے بھی وجد کی حالت طاری کی جاتی ہے۔ جسم کی باقاعدہ حرکات۔ گانے۔ ڈھول بجانے وغیرہ سے بھی اسی قسم کے اثرات پیدا کئے جاسکتے ہیں۔ جیسے کہ شراب۔ دھتورے اور بھنگ سے ظاہر ہوتے ہیں ◆

ریڈ انڈین فاقوں سے ایسی حالت پیدا کر لیتے ہیں بعض دفعہ سات سات یا دس دس دن بھوکے رہتے ہیں حتیٰ کہ ان کو جسم اور من ہلکے محسوس ہونے لگتے ہیں۔ پرانے زمانے کے صوفیوں کو سورج کے خواب دیکھنے کا نہایت شوق ہوتا تھا۔ اور وہ یقین رکھتے تھے کہ ایسے خواب میں وہ دنیا کی تمام اشیاء کو دیکھ سکیں گے۔ لمبے فاقوں سے اور اس مضمون پر خیالات کو جمانے سے جایا کرتے تھے۔ ہندوستان میں بھی فقیروں کے کئی فرقے ابتدائے عمر میں فاقے برداشت کرتے اور اکیلے رہتے ہیں۔ جس سے ان پر وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے ◆

”گی آنا“ میں جو شخص پادری بننا چاہتا ہے۔ اسے پہلے بہت دنوں تک بھوکا رکھا جاتا ہے اور جسمانی ایذائیں بھی پہنچائی جاتی ہیں۔ جب اسکے فاقے کے دن ختم ہوتے ہیں تو وہ اس قدر ناچتا ہے کہ بے حواس ہو کر گر پڑتا ہے۔ پھر اسے تمباکو کا رس پلایا جاتا ہے جس سے اسے چھینکیں اور خون آمیز قیئیں آتی ہیں۔ یہ عمل کئی دن تک جاری رکھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ پادری بننے کے قابل ہو جاتا ہے“

آسٹریلیا کے لوگ ایک خاص قسم کا ناچ ناچتے ہیں جس سے ان کی وہی حالت ہو جاتی ہے۔ جو کہ منشی اشیاء کے استعمال سے ہوتی ہے۔ ناچ ہمیشہ رات کو چاند کی چاندنی میں کیا جاتا ہے عامل آخر کار ناچتے ناچتے گر پڑتے ہیں۔ یہ ان کی خوشی کی حد ہوتی ہے ◆

مسلمان درویش بھی مصنوعی ذرائع سے ایسی حالتیں پیدا کرتے ہیں۔ ان کے مذہب میں شراب منع ہے۔ بارھویں صدی میں صوفیوں کے فرقے قائم ہوئے جن کے نام ناچنے والے درویش۔ چیخنے والے درویش وغیرہ ہیں۔ ایک صاحب ان میں سے ایک فرقے کے چشم دید حالات اسطرح بیان کرتے ہیں۔ سب سے پہلے شیخ سات الفاظ کلام خفیہ کے پڑھتا ہے۔ اسکے بعد قرآن کی بہت سی آیات پڑھی جاتی ہیں۔ ہر آیت کے خاتمے پر تمام درویش مل کر "اللہ" "یا ھو" کی صدا لگاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ رسم پانچ علیحدہ علیحدہ عملوں پر مشتمل ہے پہلے تین عمل زیادہ قابل ذکر نہیں ہیں۔ چوتھا عمل اس طرح شروع ہوتا ہے کہ سب درویش اپنی پگڑیاں اتار لیتے ہیں۔ اور ایک دائرہ میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر کمرے میں ایک چکر لگاتے ہیں۔ ساتھ ساتھ پاؤں کو زمین پر مارتے ہیں۔

دو بزرگ جو شیخ کے بائیں طرف بیٹھتے ہیں۔ مقدس آیات پڑھتے جاتے ہیں۔ اسی دوران میں "یا اللہ" اور "یا ھو" کے پرزور نعرے بلند کئے جاتے ہیں جب شیخ خیال کرتا ہے کہ سب تھک گئے ہیں تو وہ بڑے جوش سے ان کے درمیان آ جاتا ہے۔

اب پانچواں اور آخری عمل شروع ہوتا ہے۔ جسے وہ "ھلت" کہتے ہیں۔ شیخ کے دائیں طرف کی دیوار پر لوہے کی سیخیں اور سلائیاں آویزاں ہوتی ہیں۔ دو درویش ان میں سے آٹھ یا نو سلائیاں اتار لیتے ہیں۔ اور انہیں آگ میں سرخ کر کے شیخ کو دیدیتے ہیں۔ شیخ چند آیات پڑھتا ہوا احمد یا رفعی سے دعا مانگتا ہے اور سلائیوں پر پھونک سا لگاتا ہے۔ اور ان کو درویشوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ درویش انہیں زبانوں سے چاٹتے ہیں۔ دانتوں سے کاٹتے ہیں۔ دانتوں میں پکڑ لیتے ہیں۔ اور آخر کار منہ میں ڈال کر انہیں سرد کر دیتے ہیں۔

جن درویشوں کو کوئی سیخ نہیں ملتی۔ وہ دیوار پر سے چھریاں اتار لیتے ہیں۔ اور انہیں اپنے بازوؤں اور پہلوؤں میں گاڑ دیتے ہیں۔ بعد میں نہایت خوشی کی حالت میں سب زمین پر لیٹ جاتے ہیں۔ پھر شیخ ایک ایک کے زخموں کو دیکھتا ہے۔ ان پر تھوک لگاتا ہے اور چند آیات پڑھتا ہے کہا جاتا ہے کہ چوبیس گھنٹے کے بعد ان کے زخم بالکل درست ہو جاتے ہیں۔

ایسے ناچ جن سے وجد کی حالت طاری کی جاتی ہے۔ صرف درویشوں یا آبائی باشندوں تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ تھوڑا عرصہ ہوا امریکہ میں ایک دو گروہ ایسے اشخاص کے پائے گئے ہیں۔ جو ان ذرائع کو عمل میں لاتے ہیں۔ وجد کی حالت اس قدر آرام دہ اور عجیب ہوتی ہے کہ آہستہ آہستہ لوگوں نے اس کے لئے روحانی ذرائع کی تلاش شروع کی جو کہ ہندوؤں۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے کئی فرقوں میں پائی

جاتی ہے۔

مصنوعی اور جسمانی ذرائع جن سے وجد پیدا کیا جاتا ہے۔ ان کی بجائے رُوحانی ذریعوں کا استعمال آہستہ آہستہ جاری ہُوا۔ درحقیقت وحشی اقوام کے مصنوعی ذرائع میں بھی رُوحانی طریقوں کا کچھ حصہ ضرور ہوتا تھا۔ اور نہائت اعلیٰ درجہ کا مذہبی وجد پیدا کرنیکے لئے بھی چند جسمانی ذریعوں کو کام میں لایا جاتا ہے۔ ہندو مسلم اور عیسائیوں کے طریقوں میں مصنوعی ذریعے ابتدا میں استعمال کئے جاتے تھے۔ یہ حیرانی کی بات ہے کہ تمام قسم کی مصنوعی وجد کی حالتوں کے ساتھ غیر قدرتی طاقتیں یعنی مینہ برسانے کی طاقت۔ آگ خود بخود جلانے اور بجھانے کی طاقتوں کا پیدا ہونا بھی مانا جاتا ہے لیکن ان طاقتوں کی ماہیت اور حقیقت کا مدت سے پتہ لگ چکا ہے۔ شراب۔ افیم۔ حشیش اور دُوسری دوائیوں کے استعمال کرنیوالے عارضی عیش کے لئے دیدہ دانستہ تباہ ہوتے ہیں جب وہ دوائیاں استعمال کرتے ہیں۔ تو انہیں عجیب نظارے اور خُوش کرنیوالے خواب نظر آتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم خدا کو مل گئے۔ لیکن نشہ اُترنے پر جب آنکھیں کھلتی ہیں تو حقیقت کا پتہ لگتا ہے۔

قدیم آریہ ورت میں کھانڈ بنانا

سنسکرت میں کھانڈ یا شکر کے لئے لفظ "شرکرا" استعمال ہوتا ہے۔ انگریزی لفظ شوگر۔ عربی شکر۔ اور ہندی شکر اسی سے بگڑ کر بنے ہیں۔ شرکرا لفظ کے لُغوی معنی ذرات ہیں۔ اگر ذرات یا روے ریت کے دانوں سے بڑے ہوں تو ان کے لئے لفظ اُپل استعمال کیا جاتا ہے۔ ان الفاظ کی تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ رس سے شکر بنانا ویدوں کے زمانے کے بعد رائج ہُوا۔ کیونکہ ویدوں میں شہد کے سوائے اور کسی بھی ایسی چیز کا ذکر نہیں آتا۔ ہاں ایک جگہ "اکشو" لفظ کا ذکر ہے جس سے مُراد گنا ہے لیکن یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ کہ آیا گنے کی کاشت کی جاتی تھی یا نہیں۔

سوتر پستکوں میں اور پانینی کے گرنتھوں میں گنے کی کاشت اور گڑ بنانیکے ثبوت ملتے ہیں۔ جس سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ کم از کم ہندوستان کے لوگ تین ہزار سال سے گڑ بنانا جانتے ہیں۔ اس زمانے میں کون سی مشین رس نکالنے کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ یہ بتانا مشکل ہے لیکن جب ایک دفعہ رس حاصل ہو گیا۔ تو یہ معلوم ہو جانا نہائت آسان بات تھی۔ کہ رس دیر تک پڑا رہنے سے کھٹا ہو جاتا ہے

رس ہٹے اسے درست رکھنے کے لئے حرارت پہنچا کر خشک کر لیا جاتا تھا۔ سب سے پہلے آریوں نے اسی طرح گڑ بنانے کا طریقہ شروع کیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام ہندو رسومات میں شہد اگر نہ ملے۔ تو گڑ استعمال کرنے کی ہدایت کیگئی ہے۔

چرک کے زمانے میں گنے کی دو اقسام کا لوگوں کو علم تھا۔ پونڈا کا اور ونشکا۔ چرک نے گڑ کی پانچ اقسام کا ذکر کیا ہے۔ سشرت جی نے گڑ کے دو درجے بتائے ہیں۔ اور بارہ قسم کا گنا بتاتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ رس سے پانچ قسم کی اشیاء تیار ہو سکتی ہیں۔ شرکرا کی تعریف میں وہ لکھتے ہیں کہ یہ ایسی قسم ہے جس میں کوئی غلاظت اور میل نہیں ہوتی۔ ان بیانات سے ظاہر ہے کہ رس کو صاف کرنے اور شکر اور نفیس اشیا بنانے کا ہنر کم از کم چرک اور سشرت کے زمانے میں لوگ جانتے تھے۔

چرک اور سشرت نے رس سے بننے والی اشیاء کی مندرجہ ذیل ترتیب کی ہے:۔

۱۔ جب مکمل طور پر اس کو بخارات بنا کر اڑایا جاتا ہے۔ تو گڑ حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ جب مکمل طور پر بخارات نہیں بنائے جاتے۔ تو چار طرح کی چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں۔

(i) جبکہ رس گاڑھا محلول ہو جائے۔ تو اسے بھانیت کہتے ہیں۔

(ii) جب گاڑھے محلول سے تھوڑا سا ٹھوس حصہ نکال لیا جائے تو اسے مستیہ انڈی کہتے ہیں

(iii) جب سارا ٹھوس حصہ نکال لیا جائے اسے کھنڈ کہتے ہیں۔

(iv) جب ٹھوس حصے کو صاف کر لیا جائے تو اسے شرکرا کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا حوالوں سے پتہ لگتا ہے کہ مدت مدید سے آریہ لوگ گڑ بناتے اسے صاف کرتے اور اس کا استعمال کرتے تھے۔

زمانۂ قدیم کے جیل

جیل کا ذکر اور قید کی سزا کا حال بہت قدیم کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً بودھ گرنتھوں میں۔ لیکن یہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ قیدیوں کو کس طرح جیل میں رکھا جاتا تھا۔ اور جرم کو ملحوظ رکھتے ہوئے کس قدر قید کی سزا دیجاتی تھی۔ منو۔ گیہ ولک وغیرہ کی قانون کی کتابوں سے کوئی پتہ نہیں چلتا کوٹلیہ کے ارتھ شاستر میں جیل کی سزا کے حالات درج ہیں۔ وہاں لکھا ہے کہ جیل کی سزا ایسے اشخاص کو دینی چاہئے۔ جو آوارہ گرد ہوں یا باغی ہوں۔ کئی دیگر مصنفوں نے مقروض اشخاص کو فساد

پھیلانے والوں کو اور اُن طالب علموں کو جو اپنے اُستادوں کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ جیل میں دینا مُناسب سزا تجویز کی ہے۔ اِن حوالوں سے پتہ لگ جاتا ہے کہ کِس قسم کے جرموں کیلئے جیل کی سزا دی جاتی تھی +

شکر نیتی اور اشوک کے کتبوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جیل کی سزا عُمر کا سخت جرموں میں دیجاتی تھی۔ اشوک کے ایک کتبے میں ہدایت ہے کہ مُقدموں کو فیصلہ کرتے وقت خاص خیال رکھنا چاہئے اور تمام حالات کو اچھی طرح سوچ سمجھکر مُلزم کو قید کی سزا دینی چاہئے جیل کی سزا ایک مہینے کے لئے دو مہینے کے لئے۔ چھ مہینے۔ سال یا ساری عُمر کے لئے ہو سکتی ہے +

منو جی کی ہدایات کے مُطابق جیل پبلک کی عام گذرگاہوں ہیں بنائے جانے چاہئیں۔ تاکہ ہتھکڑیوں والے قیدیوں کو بھوکے۔ پیاسے۔ لمبی داڑھیوں۔ ناخنوں اور لمبے بالوں والے قیدیوں کو دیکھکر لوگ سبق حاصل کریں سنسکرت قانون دانوں کی رائے ہے۔ کہ عورتوں اور مردوں کے جیل علیحدہ ہونے چاہئیں "

جب کوئی مُلزم جیل میں جانے لگے۔ تو سپرنٹنڈنٹ کو لازم ہے کہ اسے اسکا الزام سُنائے۔ اگر سپرنٹنڈنٹ ایسا نہ کرے تو اسے جُرمانہ ہونا چاہئے۔ قیدیوں سے کام بھی لینا چاہئے۔ ان سے کانشت وغیرہ اور سڑکوں پر درخت لگوانے کا کام کروانا چاہئے لیکن کام قیدیوں کے پیشے کو ملحوظ رکھکر کروایا جائے کھانے پینے کا خاص اِنتظام ہونا چاہئے جب قیدیوں کو کھانے پینے میں بیجا تکلیف دی جائے۔ تو حاکموں کو جُرمانہ ہونا چاہئے جو افسر قیدیوں کی نیند اور دیگر روزانہ ضروری حاجات میں مخل ہو۔ اسے جُرمانہ کرنا چاہئے +

قیدیوں کی میعاد مقررہ ختم ہونے سے پہلے بھی تہواروں اور خوشی کے دِنوں پر انہیں رہا کر دیا جاتا تھا۔ بیمار اور کمزور قیدیوں کو بھی چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اور اسی طرح مقررہ میعاد سے پہلے چھوڑنے کے اور بہت سے موقعے تھے۔ تمام قانون کی کتابوں کی رائے ہے۔ کہ جیل کی یا دوسری سزا مُلزم کی حالت سُدھارنے اور اسے سوسائٹی میں رہنے کے قابل بنانیکے لئے ہے۔ ہاں آزاد شدہ قیدی عدالتوں میں گواہی نہیں دے سکتے تھے۔ گو مذکورہ بالا حوالوں سے جیل کے حالات زیادہ واضح نہیں ہوتے لیکن اتنا ضرور پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ ہندو طریقۂ گورمنٹ کی تہ میں بھی فلاسفی اور سچائی کام کرتی تھی۔ اور وہ کسی شخص کے حقوق کو چھیننا پسند نہیں کرتے تھے کِس زمانہ میں ہندو اِس اُونچے درجے پر پہنچے۔ یہ بتانا مُشکل ہے لیکن یہ صاف ہے کہ کوٹلیہ اور اشوک کے زمانے میں مذکورہ اصول عمل میں لائے جاتے تھے +

بلندی پر عجائبات

اُونچائی پر جسمانی تبدیلیاں (۱) خُون کا دَورہ :- اُنیس ہزار (۱۹۰۰۰) سے زیادہ اُونچائی پر چلے جانے پر خُون کا دَورہ کمزور ہوجاتا ہے۔ چہرہ اور ہونٹ و ناخن نیلے ہونے لگتے ہیں۔ بہت زیادہ اُونچائی پر نبض ہر منٹ میں ½ منٹ بند رہ کر بے ترتیب وقفوں کے بعد چلنے لگتی ہے۔ حالانکہ دل کی حرکت بدستور قائم رہتی ہے۔

سب سے زیادہ ضروری تبدیلی اُونچائی پر یہ ہوتی ہے کہ خُون کے سُرخ دانوں کی تعداد بہت بڑھ جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل نقشے سے تمام باتیں عیاں ہوجائینگی :-

اُونچائی فٹوں میں	سُرخ دانوں کی تعداد فی مکعب ملی میٹر خُون
۷۰۰	۴۴,۸۰,۰۰۰
۴۳۹۰	۵۲,۴۰,۰۰۰
۸۰۰۰	۶۰,۴۰,۰۰۰
۱۰۰۰۰	۶۶,۲۴,۰۰۰
۱۱۹۶۰	۶۷,۶۰,۰۰۰
۱۲۴۰۰	۶۸,۰۰,۰۰۰
۱۳۳۰۰	۷۵,۲۵,۰۰۰
۱۵۶۰۰	۷۸,۴۰,۰۰۰
۱۶۹۰۷	۷۶,۴۰,۰۰۰
۱۸۲۰۳	۹۳,۲۰,۰۰۰

ایک ڈاکٹر نے یہ تھیوری پیش کی ہے کہ اگر ہم کسی جانور کے جسم سے کُل خُون کے ⅓ حصہ سُرخ دانے نکال دیں۔ تو یہ کمی بیس دن میں پوری ہوجاتی ہے۔ اگر پھر اتنی ہی مقدار خُون کی نکالدیں۔ تو کمی آٹھ دن میں پوری ہوجاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اگر انسان کوشش کرے تو وُہ بھی ایسے عمل سے اپنے خُون کے دانے بڑھا سکتا ہے۔

۲- حواس میں تبدیلی :- اُنیس ہزار (۱۹۰۰۰) فیٹ کی اُونچائی پر بعض اشخاص کو پیاز کا مزا نہیں آتا اور

ایک شخص تو پیپرمنٹ کا ایک کرسٹل کھا گیا۔ اور اسے کوئی مزا محسوس نہ ہوا۔ بھوک بہت کم ہو جاتی ہے آہستہ آہستہ زیادہ اونچائی پر ٹھوس اغذیہ سے دِل اُچاٹ ہو جاتا ہے۔ اور کافی اور چائے اور دُودھ ہی پینے کو دِل چاہتا ہے۔ پیاس زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور مرض اسہال بھی بعض اوقات شروع ہو جاتی ہے

۳۔ دماغ میں تبدیلی:۔ دماغ کے افعال قدرے کمزور ہو جاتے ہیں۔ قوتِ ارادی اور یاد رکھنے کی طاقت میں کمی واقع ہو جاتی ہے ؏

آکسیجن کا استعمال بھی مذکورہ بالا تکالیف میں کوئی کمی پیدا نہیں کرتا۔ اور ۱۹۲۴ء کی ماؤنٹ ایورسٹ کی پارٹی ۲۸۰۰۰ فٹ تک بلا آکسیجن کے استعمال کے ہی پہنچ گئی۔ اور ان کا خیال ہے۔ کہ ماؤنٹ ایورسٹ تک بھی آکسیجن کے بغیر پہنچ سکتے ہیں ؏

غذا کی کمی:۔ اونچائی پر رہنے والے جانوروں کو غذا ڈھونڈنے میں بہت دِقت پیش آتی ہے۔ بظاہر جگہ بالکل بنجر نظر آتی ہیں لیکن جس قدر جانور وہاں پھرتے نظر آتے ہیں۔ تمام کے مُنہ زمین کی طرف ہی ہوتے ہیں۔ انہیں کہیں نہ کہیں سبز گھاس کا کوئی تنکا مِل جاتا ہے۔ پھر ایک دو گز چلنے پر کوئی اور تنکا مل جاتا ہے۔ اسطرح سارے دن میں انہیں چند گُچھے مِل جاتے ہیں جن پر گزارہ کرتے ہیں۔ موسم گرما میں انہیں کافی خوراک ملتی ہے اور وہ موٹے ہو جاتے ہیں لیکن سردیوں میں انہیں زندگی بحال رکھنے کے لئے برف کھود کر تنکے نکالنے پڑتے ہیں۔ یاک (yak) ٹٹوؤں کی تازہ لید کھا جاتے ہیں۔ اور اس سے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بھیڑیں اور ٹٹو چاروں پاؤں سے ایک ایک گھاس کے تنکے کے لئے زمین کھودتے ہیں۔ خچریں اور گدھے بعض اوقات یاک کے گوبر کی کافی مقدار کھا جاتے ہیں ؏

عادات کی تبدیلی:۔ سطح مرتفع تبت میں رہنے والے پرندوں اور جانوروں کی قدرتی عادتیں بھی تبدیل ہو گئی ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ ہر جگہ سبزی اور نباتات بالکل نہیں اُگتی۔ اس لئے وہ پرندے جو قدرتی طور پر درختوں میں گھونسلے بنا کر رہنے کے عادی ہیں۔ وہ گاؤں میں رہنے لگے ہیں ایک چڑیا دیواروں میں رہتی ہے۔ ایک اور پرندہ جو جھاڑیوں میں رہنے کا عادی ہے۔ وہ گلیوں اور مکانوں کی چھتوں میں اپنا گھر بنا لیتا ہے۔ اسی طرح اور بے شمار پرندے پتھروں اور غاروں میں اپنے گھر بنا لیتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ضرورت پڑنے پر جانوروں کی قدرتی عادات میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ کئی پرندے ایسے ہیں جو میدانوں میں رہتے ہوئے کبھی آئندہ استعمال کے لئے خوراک جمع نہیں کرتے۔ لیکن اونچائی پر رہنے سے چونکہ غذا بہت کم ملتی ہے۔ اسلئے آئندہ کے لئے وہ خوراک جمع کر

کر لیتے ہیں ٭

سردیوں کی نیند:۔ چونکہ اونچائی پر سردی بہت سخت ہوتی ہے۔ اسلئے وہ پرندے یا جانور جو اونچائی سے نیچے جانا پسند نہیں کرتے۔ وہ پتھروں یا غاروں میں سوکر سردی کا موسم گزارتے ہیں۔ اپریل میں اگر تبت کے پہاڑوں کو دیکھا جائے۔ تو حیوانی زندگی کا کوئی نشان نہیں ملتا لیکن اگر پتھروں کے نیچے اور زمین کو کھود کر دیکھا جائے۔ تو بیشمار کیڑے مکوڑے اور جانور سوئے پڑے ملتے ہیں لیکن تمام جانور نیم بیہوشی کی حالت میں ہوتے ہیں۔ پتھروں کے نیچے سردی میں زیادہ کمی بیشی واقع نہیں ہوتی اس لئے جانوروں کو زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔ جونہی سردی کم ہوتی ہے۔ تو تمام جانور اپنے سونے کی جگہوں سے نکل کر باہر آجاتے ہیں۔ جانوروں کی نیند دو یا تین ماہ تک رہتی ہے ٭

بعض نر اور مادہ سردیوں میں اکٹھے ہی سو جاتے ہیں۔ اور جب دو تین ماہ کے بعد بیدار ہوتے ہیں تو ساتھ ہی ان کے پیدا شدہ بچے بھی موجود ہوتے ہیں ٭

سمندر کے عجائبات

ہماری روئے زمین کا ⅔ حصہ پانی ہے اور ایک تہائی خشکی۔ اس لئے سمندر کے حالات میں دلچسپی لینا بھی خالی از فائدہ نہیں ہے ٭

پانی۔ سمندر کا پانی از حد کھاری ہوتا ہے۔ نمک کی اسقدر کثرت سے موجودگی کی یہ وجہ ہے کہ نمک کی روزانہ زندگی میں از حد ضرورت ہے اور اسکے استعمال نہ کرنیسے صحت میں خرابیاں واقع ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ سمندروں میں اس قدر نمک پہاڑوں اور چٹانوں سے بہ کر آتا ہے کہ اگر تمام سمندروں کا پانی خشک کر دیا جائے تو 000 000 ۲ ۵ 3 6 من نمک حاصل ہوگا ٭

پانی اپنی سطح ہمیشہ ہموار رکھتا ہے لیکن سمندر کی سطح ہموار نہیں ہے۔ اگر کوئی آدمی سمندر پر چلنا شروع کر دے تو وہ کئی دفعہ بہت اونچا چڑھ جائیگا۔ اور کئی جگہ بہت نیچا چلا جائیگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں سمندر بڑے بڑے پہاڑوں کے نزدیک ہے۔ وہاں پہاڑوں کی کشش سے پانی اوپر کی طرف کھچ جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ دریائے سندھ کے ڈیلٹا کے مقام پر سمندر کی سطح سیلون کے سمندر سے تین سو فٹ اونچی ہے ٭

جب سطح سمندر پر بڑی بڑی لہریں ادھر اُدھر دوڑتی پھرتی ہیں۔ تو سمندر کی تہ میں کوئی تلاطم نہیں ہوتا۔ دراصل لہروں کی حرکات سطح کے بہت ہی نزدیک تک محدود رہتی ہیں۔ سمندر کی تہ پر پانی کا بہت زیادہ دباؤ پڑتا ہے۔ ہر ایک میل کی گہرائی پر فی مربع انچ ۵۶ من کا دباؤ بڑھتا جاتا ہے۔ اس لئے پہلے پہلے سائنسدانوں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا۔ کہ اتنے زیادہ دباؤ پر حیوانی یا نباتاتی زندگی ناممکن ہے لیکن موجودہ تحقیقات سے پتہ لگا ہے کہ اس قدر دباؤ کے نیچے بھی کئی حیوان رہتے ہیں اور اپنی زندگی کے دن پورے کرتے ہیں۔ جب ان جانوروں کو سطح سمندر پر لایا جاتا ہے۔ تو ان کے جسم پھول جاتے ہیں اور بعض مر جاتے ہیں۔ سمندر کی تہ پر موسم کی تبدیلیوں کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ وہاں کا درجہ حرارت ہمیشہ کم رہتا ہے۔ اور بعض اوقات برف کے برابر ہو جاتا ہے۔ سمندر کی تہ تک روشنی بھی نہیں پہنچتی۔ وہاں اندھیرا گھپ ہوتا ہے۔

ہوا کا سمندر پر بڑا عجیب اثر ہوتا ہے۔ سطح زمین کی طرح ہوا اور حرارت کے اثر سے سمندر میں بھی دریا چلتے ہیں۔ جن کی تہ اور کنارے پانی کے ہوتے ہیں۔ ہوا کے اثر سے سمندر کا پانی بہت اونچا اُٹھ جاتا ہے اور بعض اوقات سمندر کے پانی کی کثیر مقدار سطح زمین پر ہوا کے اثر سے پھینکی جاتی ہے۔ سنہ ۱۹۰۰ء کا ذکر ہے۔ کہ یو۔ ایس ٹیکساز میں اسی طرح سمندر کا پانی ہوا کے زور سے زمین پر چڑھ گیا جس میں ہزاروں گھر تباہ ہو گئے سینکڑوں انسان اور بچے بہ گئے۔

سمندر کا پانی دیکھنے سے نیلا نظر آتا ہے۔ سائنسدانوں نے اسکی وجہ یہ بتائی ہے۔ کہ پانی نیلی روشنی کو منعکس کر کے ہماری طرف بھیجتا ہے۔ جسطرح سبز پتے سبز روشنی کو منعکس کرتے ہیں اور باقی رنگوں کو جذب کر لیتے ہیں یعنی پانی کا اصلی رنگ ہی نیلا ہے۔ اس پانی میں جو ذرات تیرتے رہتے ہیں۔ وہ اس کے رنگ پر بہت سا اثر ڈالتے ہیں۔ اور انہی کے اثر سے کہیں سمندر کا رنگ سیاہ کہیں سبز اور کہیں زرد نظر آتا ہے۔

نباتات۔ سمندر میں مختلف قسم کے پودے پائے جاتے ہیں۔ جو کہ سب سے نچلی قسم کی نباتات میں شمار ہوتے ہیں آجکل سمندر میں وہ پودے پائے جاتے ہیں۔ جو آج سے کئی ہزار سال پہلے زمین پر اُگا کرتے تھے۔ لیکن جب زمین پر ان نازک پودوں کی جگہ زیادہ سخت اور موسم کی تبدیلیوں کو برداشت کرنیوالے پودے پیدا ہونے لگے۔ تو قدرت نے انہیں ایک آرام والی جگہ یعنی سمندر میں جگہ دیدی۔ کیونکہ زمین پر زندہ رہنا ان کے لئے ناممکن امر تھا۔

عِلم نباتات کے عالم پانچہزار سے چھ ہزار اقسام سے سمندر کے پودوں کا مُلاحظہ کر چکے ہیں۔ ہر سمندر کی نباتات خاص ہی سمندر کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر سمندر کے پودوں کی شکل و شباہت پانی میں نمکیات یا دیگر حل شدہ کیمیاوی اجزا کی کمی بیشی پر منحصر ہوتی ہے۔ سمندر میں چھوٹے سے چھوٹے نظر نہ آنیوالے پودوں سے لیکر کئی کئی گز لمبے پودے موجود ہیں۔ بحرِ اوقیانوس کے ایک حصے میں ایسے پودے دیکھنے میں آئے ہیں۔ جن کے تنے تین سو سے چار سو فٹ تک لمبے ہیں۔ وہاں درختوں کے جنگل موجود ہیں۔ درختوں کے پتے ، سے آٹھ فُٹ تک لمبے ہیں۔ کئی ایسے پودے بھی موجود ہیں۔ جن کے پتے کھجور کے پتوں کی طرح ہیں۔

سمندر کے پودوں کے پتوں کا رنگ زیادہ قسم کا نہیں ہوتا۔ عموماً گھاس کی طرح سبز یا مٹیالا یا سُرخ ہوتا ہے۔ سبز پتّوں والے پودے سطح سمندر کے نزدیک ہوتے ہیں۔ کیونکہ سُورج کی روشنی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ مٹیالے رنگ کے پودے سب سے زیادہ تعداد میں موجود ہوتے ہیں۔ اور سُرخ رنگ کے پودے سمندر کی تہ پر اُگتے ہیں۔ بہت سے پودے بغیر کسی چیز پر اُگنے کے یُونہی سمندر میں تیرتے پھرتے ہیں۔

سمندر کے پودوں کو پُختہ بیج نہیں لگتے۔ جن سے نئے پودے پیدا ہو سکیں۔ بلکہ ایک پودے سے زیادہ بننے کے اور ہی بہت سے طریقے ہیں۔ یعنی ایک پودے سے ایک چھوٹا سا سیل (cell) خود بخود علیحدہ ہوجاتا ہے جو کہ علیحدہ زندہ رہ سکتا ہے۔ بعض اوقات یہ سیل پودے کی شکل میں تبدیل ہوجاتا ہے لیکن بعض اوقات یہ سیل دو حصوں میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ ہر ایک حصہ علیحدہ علیحدہ زندہ رہتا ہے۔ اور پھر ہر حصہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر نئے سیل پیدا کرتا جاتا ہے۔

بعض اوقات سمندر کی لہریں اُن حصوں سے جو کہ زیادہ گہرے نہیں ہوتے۔ پودوں کو بہا کر گہرے سمندر میں لیجاتی ہیں۔ وہاں جا کر یہ پودے کسی چٹان یا پتھر پر جم جاتے ہیں۔ اور وہیں اپنی زندگی کے دِن پورے کرتے ہیں۔ اس حالت میں لہریں وُہی کام کرتی ہیں۔ جو باغوں میں مالی کرتے ہیں۔

جانور:۔ پودوں کے علاوہ سمندر میں مختلف قسم کے نہایت چھوٹے چھوٹے جسم ہوتے ہیں۔ جو صرف ایک سیل (cell) سے بنے ہوتے ہیں اور جن پر ایک خول سا چڑھا ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی نباتات ہی ہوتی ہے۔ پیدا ہونیکے تھوڑے عرصہ بعد ہر ایک سیل دو حصوں میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس ایک سے بیشمار سیل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہ سیل جب مر جاتے ہیں۔ تو سمندر کی تہ پر بیٹھتے جاتے ہیں اور بالآخر جمع ہو کر چاک (chalk) کی تہوں میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ دراصل یہ تمام تر سیل چاک کے ہی

بنے ہوئے ہوتے ہیں ۔

اسی طرح سمندر میں ایک اور جانور ہوتے ہیں جو مونگا اور مونگے کے جزیرے اور درخت بناتے ہیں۔ ان جانوروں میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ یہ سمندر کے پانی سے چاک جذب کر لیتے ہیں۔ اور پھر اس چاک کو ایک سخت سی چیز میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ان جانوروں کی پیدائش نہائت عجیب ہوتی ہے یعنی ایک جانور کا کوئی حصہ بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس بڑھے ہوئے حصے میں حقیقی جانور کی طرح تمام اعضا پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور آخر کار یہ اصلی جسم کے ساتھ لگا ہوا ایک نیا جانور بن جاتا ہے۔ اسی طرح ایک جانور کے کئی نئے منہ اور اعضا بن جاتے ہیں۔ ایک جانور کے تھوڑے سے عرصہ میں ہی ہزاروں منہ اور اعضا بن جاتے ہیں ۔

سمندر کی تہ پر نہائت عجیب قسم کے جانور اور زندگیاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن یہ جانور سطح سمندر کے جانوروں سے بالکل مختلف اور زندگی کی ابتدائی حالت میں ہوتے ہیں یعنی ان کے اجسام میں پیچیدہ اعضا نہیں ہوتے۔ گو تہ پر بالکل گھپ اندھیرا ہوتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی روشنی بھی نظر آجاتی ہے یہ روشنی چمکدار مچھلیوں سے پیدا ہوتی ہے۔ کئی دیگر جانور اس روشنی میں اپنے شکار کو پکڑتے ہیں۔ جب ان مچھلیوں کے جسم سے کوئی اور جانور لگتا ہے تو کئی قسم کی روشنی ان سے نکلتی ہے۔ تہ پر ایسے جانور موجود ہوتے ہیں۔ جن کا جسم صرف ایک گول چھوٹا سا سیل ہوتا ہے اور جو خوردبین کے بغیر نظر نہیں آسکتے۔ ایک اور قسم کے جانور ہوتے ہیں جن کے دس پاؤں ہوتے ہیں۔ اور جن کے جسم کا اوپر کا حصہ نہائت سخت ہوتا ہے بے شمار مچھلیاں ادھر ادھر تیرتی پھرتی ہیں ۔

کئی قسم کے گھونگے کے کیڑے۔ ایک ہی سیل والے نباتاتی پودے اور سفنج بے شمار تعداد میں موجود ہوتے ہیں۔ گویا سمندر کی تہ کا نظارہ قابل دید ہوتا ہے۔ کئی قسم کے کریب (CRABS) بھی تہ پر موجود ہوتے ہیں ۔

سمندر کی تہ سے کئی بار جالوں کے ذریعہ اشیاء نکالنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن ویل اور شارک مچھلیوں کے ڈھانچے اور دیگر جانوروں کے ساتھ کبھی انسانی ہڈی نہیں نکلی ۔

سمندر میں رہنے والے جانوروں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے :-

(۱) تہ پر رہنے والے ۔

(۲) سمندر کے درمیان میں رہنے والے ۔

(۳) سمندر کی سطح کے قریب رہنے والے ۔

سمندر کے درمیان میں رہنے والے نہایت عجیب جانور ہیں۔ کیونکہ وُہ ہمیشہ تیرتے ہی رہتے ہیں۔ ان کے ٹھیرنے اور آرام کرنیکے لئے کوئی جگہ نہیں ہوتی لیکن یہ جانور اکٹھے مل کر ایک جھا سا بنا لیتے ہیں اور یہ جتھا ہی اِدھر اُدھر سیر کرتا رہتا ہے۔ درمیان میں رہنے والے جانور غذا کے طور پر وُہ پودے استعمال کرتے ہیں۔ جو کہ مُردہ ہو کر سطح سمندر سے تہ کی طرف گرتے رہتے ہیں۔ اور تہ پر رہنے والے جانور کیچڑ۔ غلاظت اور پودوں کے مُردہ تنکے جو تہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ انہی پر گزارہ کرتے ہیں۔ ہاں یہ بھی ہوتا ہے کہ طاقتور جانور کمزور جانوروں کو کھا کر اپنا گزارہ چلاتے ہیں +

سمندر کی تہ پر کئی ایسے جانور رہتے ہیں۔ جو پودوں کی طرح زمین میں گڑے رہتے ہیں۔ انہیں کلیاں اور پھول بھی لگتے ہیں۔ لیکن درصل وُہ پودے نہیں ہوتے۔ بلکہ جانور ہوتے ہیں۔ ایک جا ایسا ہوتا ہے کہ اس کا ایک تنا سا ریت میں گڑا ہوتا ہے۔ اور اس پر ایک چھوٹی سی پیالی لگی ہوتی ہے۔ جسکے چاروں طرف اُبھارسے ہوتے ہیں۔ ریت میں گڑا ہونیکے باوجود بھی یہ جانور نہایت آہستہ آہستہ ایک جگہ سے دُوسری جگہ جا سکتا ہے۔ اسی قسم کا ایک جانور ہوتا ہے۔ جو کریب کی پیٹھ سے چمٹ جاتا ہے۔ اور بڑا ہو کر اس کی تمام پیٹھ پر پھیل جاتا ہے۔ جہاں کریب جاتا ہے وہاں یہ بھی جاتا ہے اور حیرانی کی بات ہے کہ کریب اس کا بوجھ محسوس نہیں کرتا۔ اس جانور کے چاروں طرف جہاں اُبھار ہوتے ہیں۔ وہاں چھوٹی چھوٹی لپٹی ہوئی نالیاں بھی ہوتی ہیں۔ جب اسے غصّہ آجاتا ہے تو یہ نالیاں سیدھی ہو جاتی ہیں اور اُنہیں سے زہر بہنے لگتا ہے۔ نیز اس جانور کا مُنہ اور معدہ کوئی نہیں ہوتا۔ بلکہ جب یہ کچھ کھانا چاہتا ہے تو تھوڑا سا نمکین پانی اُبھاروں کے راستہ ہی پی لیتا ہے +

ایک چھوٹی چھوٹی شیشے کی طرح مچھلیاں ہوتی ہیں۔ جو ڈنگ مارتی ہیں۔ موسم گرما میں یہ سطح سمندر پر آکر دُھوپ میں کچھ دیر رہتی ہیں۔ اور پھر بہت جلدی نیچے تہ پر چلی جاتی ہیں۔ ایک اور قسم کے جانور ہوتے ہیں۔ جو پانی کے بھرے ہوئے تھیلوں کی طرح ہوتے ہیں۔ بعض چھتری کی طرح اور اسی سائز کے ہوتے ہیں۔ اور چھتری والے دستے کی جگہ ان جانوروں میں تپلی تپلی تاریں ہوتی ہیں۔ جو کہ قریباً سو سو فٹ لمبی ہوتی ہیں +

بعض جانور رفیتوں کی طرح۔ بعض نلکیوں کی طرح۔ بعض چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کی طرح ہوتے ہیں۔ ان کے جسم ریشم کی طرح کی چیز سے بنے ہوتے ہیں۔ اور بعض اس قدر نازک ہوتے ہیں۔ کہ اُن کو ہاتھ لگایا جائے تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں +

ایک خاص قسم کے مونگے کے کیڑے ہوتے ہیں۔ جو ایک تنے پر جو زمین میں گڑا ہوتا ہے لگے رہتے

ہیں۔ اگر ان کو ذرا چھیڑا جائے تو بہت چمک دار روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اور تنے سے بھی بہت سی روشنی پیدا ہوتی ہے +

سمندر کی تہ پر رہنے والے تمام جانوروں کے جسم میں کوئی نہ کوئی محافظ عضو ضرور موجود ہوتا ہے۔ کئی جانوروں کے پاس زہر کی نالیاں۔ تیز ڈنگ۔ درانتی کی سے اعضا۔ و بعضوں کے پاس سخت چھلکے ہوتے ہیں لیکن سمندر میں ایسے ایسے جانور بھی ہوتے ہیں۔ جو دوسرے جانوروں کو محض اس لئے مارتے رہتے ہیں کہ اس سے ان کو خوشی ہوتی ہے +

سمندر کی تہ پر رہنے والے کریب (Crabs) بھی عجیب جانور ہوتے ہیں۔ ان کے جسم پر ایک غلاف سا ہوتا ہے۔ جسپر نہایت سخت کانٹے ہوتے ہیں جب کریب بڑا ہوتا ہے۔ تو غلاف اسکے جسم پر سخت ہو جاتا ہے۔ اس لئے کریب پھاڑ کر اس غلاف کو اُتار دیتا ہے اور نیا غلاف پہن لیتا ہے۔ یہ جانور اپنے پر عاشق ہوتا ہے۔ اور اس سے چمٹا رہتا ہے +

سمندروں میں مچھلیوں کی دنیا بھی حیران کر دینے والی ہوتی ہے۔ ہزاروں اقسام کی مچھلیاں دیکھنے میں آتی ہیں۔ کئی مچھلیاں سمندر کی سطح سے چھلانگ لگا کر ہوا میں اُڑتی ہیں۔ اور بعض اوقات ہزار فٹ اُڑتی ہوئی دیکھی گئی ہیں۔ ایک مچھلی ہوتی ہے جس کا جسم چھوٹا سا ہوتا ہے۔ لیکن نہایت چمک دار۔ یہ عموماً اپنے سے پانچ چھ گنے بڑے جسم والی مچھلی پر حملہ کر دیتی ہے اور اسکی پیٹھ پر سوار ہو جاتی ہے۔ پھر چھوٹی مچھلی کا جسم بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہ بڑی مچھلی کو نگل جاتی ہے یعنی ایک چار انچ لمبی اور دو انچ چوڑی مچھلی ایک فٹ لمبی مچھلی کو نگل جاتی ہے۔ لیکن بالآخر بڑی مچھلی اسے ہضم نہیں ہوتی اور اس کا معدہ پھٹ جاتا ہے۔ ایک مچھلی ہوتی ہے جو نہایت باریک ہوتی ہے۔ اسکے منہ کے آگے ایک سلاخ سی نکلی ہوتی ہے۔ جسکو اگر انسان ہاتھ لگائے تو اسقدر تکلیف ہوتی ہے۔ جس قدر سانپ کے کاٹنے سے۔ ایک اور مچھلی ہوتی ہے۔ جسے ہاتھ لگانے سے ایسا دھکا لگتا ہے۔ جیسے بیٹری کے پولز (Poles) کو ہاتھ میں لینے سے۔ ایک بڑے قد کی مچھلی ہوتی ہے۔ جو اپنے پر شکار کے ارد گرد لپیٹ لیتی ہے +

مذکورہ بالا بیانات سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ کتنی عجیب قسم کی دنیا سمندروں میں رہتی ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی ہے اور کس قدر جانور سمندر کی تہ پر پانی کے اسقدر دباؤ کے نیچے رہتے ہیں کہ اگر کسی آدمی پر اس قدر دباؤ ڈالا جائے تو اسکی تمام ہڈیاں میدے کی طرح پس جائیں +



سمندر کے ہیبتناک جانور

ہم سب لوگ سمجھتے تھے۔ کہ سمندری سانپ کی کہانیاں محض گپ ہوتی ہیں۔ مگر پچھلی نصف صدی میں ایسے حالات معلوم ہوئے ہیں کہ یہ باتیں گپ نہیں رہیں۔ جہازوں کے کپتانوں اور بحری افسروں نے ایسی شہادتیں دی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سمندری سانپ سے بھی بڑھکر بلائیں سمندر میں موجود ہیں۔

پرانی کہانیاں بے بنیاد نہ ہوتی تھیں۔ منطقہ حارہ کے سمندر میں پائے جانے والی مچھلی مانا ٹی اگر عقب سے دیکھی جائے۔ تو اسطرح نظر آتی ہے۔ جیسے کوئی عورت کھڑی ہو۔ اور اپنے بچے کو بھی سینہ اور بازو سے اسطرح تھامتی ہے کہ عورت کا ہی ظن ہوتا ہے۔

جلے ہوئے کوئلوں کی خوراک:۔ سمندری شیطان اتنے ہی خوفناک ہوتے ہیں۔ جتنے کہ سمندری سانپ۔ اور سمندری سانپ ایسے ہی زہریلے ہوتے ہیں۔ جتنے کہ خشکی کے سانپ۔ اور بعض وجہ سے دیکھکر ایسے خوفناک طریقے سے حملہ کرتے ہیں کہ شیر اور بھیڑیا کی یاد آجاتی ہے۔

وہیلیں اتنی بڑی بڑی ہیں۔ کہ ان کی لمبائی ۷۰ فٹ اور چوڑائی چالیس فٹ کے برابر ہے مگر کٹل مچھلی کے بازو اتنے لمبے ہوتے ہیں۔ کہ وہ اتنی بڑی وہیل کو بھی بغلگیر کر سکتی ہے سفید رنگ کی کتا مچھلی ایسی بھوکی ہوتی ہے کہ جہازوں میں سے جلتے ہوئے انگاروں کے ڈھیر کے ڈھیر کھا جاتی ہے۔

ایک اور مچھلی جسے سمندری بتر یا گرابس کے نام سے پکارا جاتا ہے اور جو کبھی متبرک خیال کی جاتی تھی۔ ایسی ظالم ہے کہ آدمی کا گوشت کھانے کیلئے میلوں تک جہازوں کا پیچھا کرتی ہے۔ ایک اور قسم کی سمندری بلا جسے بحری گینڈا کہتے ہیں اسکے منہ پر ایسی تلوار لگی ہوتی ہے۔ جیسے وہ جہاز کے تختے میں گھسیڑ دیتی ہے۔

شیر کی شکل والی مچھلیاں جو کہ بعض اوقات بیس فٹ سے زیادہ لمبی ہوتی ہیں۔ تعاقب کرتے ہوئے تھکنے کا نام نہیں لیتیں۔

مگر ان سب سے زیادہ خطرناک ایک اور جانور ہے۔ جسے سمندری چمگادڑ کہتے ہیں۔ اس کا وزن ۵۰ من کے قریب ہوتا ہے۔ یہ چمگادڑ اتنی ہی تند خو ہوتی ہے جیسا کہ افعی یا سیاہ ناگ۔ اسکی دم میں ایک فٹ لمبی سفید ہڈی کی چھری ہوتی ہے جو کہ اندر سے کھوکھلی ہوتی ہے۔ اسی کے اندر زہر قاتل بھرا ہوتا ہے اور یہ ایسی ہی تیز اور سخت ہوتی ہے۔ جیسے فولادی خنجر۔

یہ مچھلی اپنی دُم کو ایک چابک کی طرح استعمال کرتی ہے۔ اور اپنے شکار کو اپنی دُم کے ساتھ خوب پیٹتی ہے۔ شکار کی کھال میں جونہی کہ خنجر کی نوک گھستی ہے۔ اس میں سے ایک سخت زہریلا مادہ خارج ہوتا ہے جس سے کہ بدنصیب شکار چند منٹ میں ہی مرجاتا ہے۔

سنہ ۱۹۲۲ء میں اٹلی کے ملاحوں کے جال میں ایک جسیم مچھلی آگئی۔ اس کے منہ میں نہ ہی زبان تھی اور نہ ہی دانت۔ اور اس کے سر پر ہاتھی کی طرح سونڈ لگی ہوئی تھی۔ چند سال ہوئے کہ ایک ایسا جانور سمندر سے پکڑا گیا جو کہ پانچ جوان ہاتھیوں سے زیادہ بڑا تھا۔ اس کا وزن ۴۰۵ من تھا۔ اور یہ فلوریڈا کے ساحل کے قریب پکڑا گیا تھا۔ اس کا چمڑا تین انچ موٹا تھا۔ جب وہ کاٹا گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس جانور نے کئی من مونگے کھائے ہوئے تھے۔ اور بیس من کے قریب ایک ہی سیاہ مچھلی کو کھائے ہوئے تھا۔ اور اس کے علاوہ ایک تیندوے کو بھی اس نے پیٹ میں جگہ دی ہوئی تھی۔

پانی کے اندر چلنے والی کشتیاں

آج دنیا میں سائنس دیوتا کا راج ہے۔ اسکی عملداری میں اُن عجوبات اور معلومات کا ظہور ہو رہا ہے جو آج سے کچھ عرصہ پہلے کسی کے خواب خیال میں بھی نہیں تھے۔ ہوائی جہازوں کی ایجاد سے پہلے اگر کسی کی زبان پر ہوا میں اُڑنے کا نام بھی آتا۔ تو وہ سڑی اور سودائی سمجھا جاتا تھا۔ ہندو گرنتھوں میں پشپ بمانوں کا تذکرہ بھی واہمہ تصور کیا جاتا تھا۔ قدرت نے پرواز کا کام پرندوں کے سپرد کیا تھا لیکن سائنس دیوتا نے انسانوں کو بھی ہوا میں اُڑا کر دکھا دیا۔ پانی میں رہنے کی ڈیوٹی مچھلیوں اور مگرمچھوں وغیرہ کے سپرد تھی لیکن بیسویں صدی کے مادی کارکن نے انسانوں کے ہاتھ میں یہ قدرت دیدی۔ کہ وہ نہ ہی صرف طوفانی موجوں پر تیر سکیں۔ بلکہ اتھاہ سمندر کے اندر رہ کر بھی زندہ رہ سکیں۔ اس مؤخر الذکر مقصد کو پورا کرنیکے لئے سب میرائن یا آبدوز ایجاد ہوئی۔

اسکی ساخت اور ایجاد کا سہرا پہلے پہل سنہ ۱۸۹۲ء میں ایک امریکن صاحب مسٹر ہالینڈ کے سر بندھا۔ بعد ازاں لوگوں نے بھی اسمیں بہت کچھ ترقی کی۔ تو بھی اسکے بعد بیس برس میں بھی وہ ترقی نصیب ہوئی جو جنگ جرمنی کے چند مہینوں میں حاصل ہوئی۔ جرمنوں نے اپنے تمام ناکے بند دیکھکر آبدوزوں سے کام لیا۔ اور بہتیرے جہاز ڈبوئے۔ اس سے دشمن کو نقصان تو پہنچا لیکن فائدہ خاک بھی نہ ہوا۔

آبدوز کو چلانیکے لئے ایک انجن ہوتا ہے۔ جب پن ڈبی (آبدوز) پانی کے اوپر رہتی ہے۔ تو اس انجن میں تیل سے کام لیا جاتا ہے اور جب پانی کے اندر چلتی ہے تو انجن بجلی کی طاقت سے چلتا ہے بجلی سے دھواں نہیں نکلتا۔ اس لئے دشمن کے جہازوں میں آسانی سے بلا اطلاع آ جا سکتی ہے۔ پہلی آبدوز جسکی لمبائی بیس گز اور چوڑائی چار گز تھی۔ چھتیس سو من بوجھ اٹھا سکتی تھی۔ اسکے انجن کی طاقت ایک سو نوے گھوڑوں کی تھی۔ اسکی بناوٹ سگار (چرٹ) کی شکل کی تھی۔ جس سے کہ پانی میں دھکا لگنے کا کم احتمال تھا۔

آجکل کی آبدوزیں اسی ڈھانچے کی تھیں۔ البتہ لمبائی چوڑائی میں بہت کچھ اضافہ کر دیا گیا ہے الگ الگ ملکوں نے اپنی آبدوزوں کے نام بھی علیحدہ علیحدہ رکھے ہیں۔ جرمن آبدوزوں کے نام انگریزی کے حرف (U) پر رکھے گئے ہیں۔ انگریزی آبدوزوں کے نام کے پہلے (E) آتا ہے۔ انگریزوں نے اول میں جو آبدوز بنائی۔ اس کو (A) کہتے تھے منٹ موشے کی آبدوزوں کی نسبت اس کا قد و قامت چھوٹا اور طاقت بھی کم تھی۔ اسکے بعد (B)۔ (C)۔ (D) نام کی آبدوزیں تیار کی گئیں۔ ان کا طول ۱۶۸ فٹ اور عرض ۲۳ فٹ ہے۔ اور انہیں آٹھ سو ٹن بوجھ اٹھانے کی طاقت ہے۔ اب انگریز قوم (ق) قسم کی آبدوزیں بنانے کی فکر میں ہے۔

آبدوزوں میں پانی کے تین حوض ہوتے ہیں۔ ان میں ایک دوسرے سے پانی آمد و رفت کا رستہ رہتا ہے۔ جب ان کو پانی کے اندر چلانے کی ضرورت ہو۔ تو تینوں حوضوں کو پانی سے بھر دیا جاتا ہے۔ اور بوجھ زیادہ ہو جانے کی وجہ سے وہ پانی میں ڈوب جاتی ہے۔ ایک معمولی آبدوز اپنی قد و قامت سے جس قدر پانی دھکیل سکتی ہے اسی قدر بوجھ بھی اٹھا کر لیجا سکتی ہے۔ اسلئے اس کو گہرا اور کھوکھلا بنایا جاتا ہے جس سے جسامت تو بڑی رہے۔ لیکن بوجھ کم ہو۔

جبتک اس پر لادا ہوا بوجھ اس پانی سے جس کو وہ کاٹتی ہے کم رہتا ہے تب تک وہ پانی کی سطح پر تیرتی رہتی ہے اور جب بوجھ کی مقدار پانی کی مقدار سے زیادہ ہو جائے تو وہ پانی میں ڈوب جاتی ہے۔ اسی لئے ڈبونے کے لئے حوضوں کو پانی سے بھرنے اور تیرانے کے لئے حوضوں کو خالی کر دینے کی ضرورت رہتی ہے۔ ٹھیک اسی اصول پر ہوائی جہاز بھی کام کرتے ہیں۔ اوپر چڑھانے میں ہوا نکال کر ہلکی گیس بھر دی جاتی ہے۔ اور نیچے اتارنے کے لئے گیس کو خارج کر کے ہوا بھر دیتے ہیں۔

چونکہ آبدوزوں کا مقصد دشمن کے جہازوں کو ڈبونا ہوتا ہے۔ اسلئے انہیں بارود سے بھرے ٹارپیڈو رکھے رہتے ہیں۔ جب یہ دشمن جہاز پر چلائے جاتے ہیں۔ تو ان میں سے بارود نکل کر چھید ہو کر انکی جگہ پانی

بھر جاتا ہے۔ اور وزن کا تناسب ٹھیک رہتا ہے۔ تارپیڈو کوئی بیس فٹ لمبا اور ڈیڑھ فٹ چوڑا اور کھوکھلا ہوتا ہے۔ اسمیں لگ بھگ پچاس من بارود بھری رہتی ہے۔ اس کو انجن کے زور سے چلایا جاتا ہے۔ اسکی رفتار ۵۰ میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ جب یہ جہاز سے ٹکراتی ہے۔ تو پھٹ کر جہاز کو چکنا چور کر دیتی ہے ⁂

آبدوز میں ایک لمبا سا نل لگا رہتا ہے۔ جس کا ایک سرا قدرے پانی سے باہر رہتا ہے۔ اس میں تکونی شکل کا کانچ ہوتا ہے جس کو پوریں کوپ کہتے ہیں۔ اس کے ذریعے پانی کے اندر سے باہر کی اشیا نظر آتی ہیں۔ پہلے پہل پانی سے چھینٹے اُڑ کر اس کانچ کو دھندلا کر دیا کرتے تھے۔ اب یہ مشکل بھی دور کر دی گئی ہے۔ یعنی اسکے پاس ہی سپرٹ کی شیشی رکھی رہتی ہے۔ سپرٹ ان پانی کے قطروں کو جو کانچ پر پڑ جاتے ہیں۔ بھاپ کی شکل میں اُڑا دیتا ہے۔ پوریں کوپ کو آبدوز کی آنکھ کہیں تو بیجا نہ ہوگا ⁂

جسطرح انسان اپنی زندگی کے لئے ہوا میں سے آکسیجن نکال کر سانس کے ذریعے جذب کرتا ہے اسی طرح اندر سے بھی ایک زہریلی گیس نکالتا رہتا ہے۔ اس گیس کی مقدار بڑھ جانے سے صحت کے بگڑ جانے کا ڈر رہتا ہے۔ اسلئے اس سے بچنے کی غرض سے آبدوز کے کمروں میں کاسٹک سوڈا رکھا رہتا ہے۔ کیونکہ یہ اس زہریلی گیس یعنی کاربانک ڈائیکسائیڈ کو جذب کر لیتا ہے۔ ہوا میں جب اس گیس کی زیادتی ہو جائے تو چوہے کھانسنے لگتے ہیں۔ اسلئے آبدوز میں سفید چوہے رکھے رہتے ہیں۔ جن کے کھانسنے سے اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ آبدوز میں کاربانک ہوا زیادہ ہے ⁂

ننھے جانوروں کے حیرتناک کارنامے

آجکل کے علم حیوانات کے عالم چھوٹے چھوٹے کیڑوں مکوڑوں اور چھوٹے چھوٹے جانوروں کے حالات کا مشاہدہ کرنے میں زیادہ مشغول رہتے ہیں۔ ایک صاحب کیڑوں مکوڑوں کی عادات کا ہی مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ اور پتہ لگانا چاہتے ہیں کہ کیڑوں میں اگر ضمیر ہوتی ہے۔ تو وہ کس قدر ترقی یافتہ ہوتی ہے۔ ان کے چند مشاہدے اور نتائج بیان کئے جاتے ہیں :-

ٹڈا :- اس جانور کو تمام لوگ جانتے ہیں۔ گھاس پر اور مدار (آک) کے پودوں پر چھلانگیں لگاتا رہتا ہے۔ سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ اس جانور کی یہ عادت ہے کہ جب شکار کرنا چاہتا ہے تو ہمیشہ

اپنے سے زیادہ طاقتور جانور پر حملہ کرتا ہے۔ یہ جانور گوشت کے مزے کو بھی محسوس کرتا ہے۔ جب دو یا تین ڈڈوں کو آپس میں اکٹھا رکھا جاتا ہے۔ تو وہ غذا کی کمی و بیشی پر ایک دوسرے کا حسد کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی کھانے کی چیز انہیں دیجائے۔ تو ایک ڈڈا دوسرے کھاتے ہوئے ڈڈے کو مارنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن جب ایک پیٹ بھر لیتا ہے تو پھر دوسرے کو کھانے سے منع نہیں کرتا۔ پیٹ بھر کر ڈڈے آرام سے بیٹھکر اپنی غذا کو ہضم کرتے ہیں۔ دو تین گھنٹے بعد کھیل کود میں بھی مشغول ہو جاتے ہیں +

جگنو :- اس کا نام کس نے نہیں سُنا لیکن اس کی عادت سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ یہ گوشت خور کوڑہ ہے اور عموماً گھونگے کے کیڑے کھاتا ہے۔ پہلے اپنے شکار کو بیہوش کر لیتا ہے۔ اس کے سر کے نیچے ایک بال سا باریک عضو ہوتا ہے جسمیں ایک نالی ہوتی ہے۔ گھونگے کے کیڑے کے سر پر جگنو اس نالی کو پانچ چھ بار چبھوتا ہے۔ اس اثنا میں وہ کیڑا بالکل بے حرکت ہو جاتا ہے۔ اگر جگنو اس کیڑے کو نہ کھائے تو یہ تین دن کے بعد ہوش میں آتا ہے۔ لیکن کیوں جگنو اپنے شکار کو بیہوش کر دیتا ہے تاکہ ہلا ہوا شکار کہیں ضائع نہ ہو جائے اور وہ آرام سے شکار کے کھانے کا لطف اُٹھا سکے۔ جگنو شکار کو بیہوش کر کے کھاتے وقت پہلے اس کے جسم کو سیال بنا لیتا ہے کیونکہ سخت اشیا جگنو ہضم نہیں کر سکتا +

جگنو کی چمک :- کون سی چیز ہے جس سے جگنو اندھیرے میں چمکتا ہے۔ مذکر جگنو کے پیٹ کے نچلے حصے پر زرد سے رنگ کا ایک نقطہ ہوتا ہے۔ اور مؤنث میں اس نقطے کے علاوہ پیٹ کے اگلے حصے میں دو لکیریں سی ہوتی ہیں۔ ان سے زرد اور قدرے نیلی سی روشنی پیدا ہوتی ہے جب جسم کے اس حصے کو جہاں چمکنے والے نقطے سے لگے ہوتے ہیں۔ خوردبین کے نیچے سے دیکھا جاتا ہے تو وہاں ایک سفید سی تہ نظر آتی ہے۔ اور پھیپھڑوں سے ہوا کی ایک نالی اس تہ میں بکھری ہوئی معلوم ہوتی ہے یعنی ہوا کی آمد سے یہ سفید تہ آکسیڈائز (Oxidise) ہونے لگتی ہے۔ اور اسطرح چمک پیدا ہوتی ہے۔ جگنو جب چاہے ہوا کی مقدار کو زیادہ کر سکتا ہے۔ اور روشنی کو تیز کر سکتا ہے جب چاہے ہوا کی نالی کو بند کر سکتا ہے۔ تب چمک بالکل پیدا نہیں ہوتی +

یہ بات نہایت حیرانی کی ہے۔ کہ جگنو کے انڈے بھی چمکدار ہوتے ہیں۔ مؤنث جگنو میں روشنی صرف اس لئے موجود ہوتی ہے کہ وہ مذکر کو جوش میں لا سکے۔ لیکن مذکر میں روشنی کی موجودگی کی کیا وجہ ہے۔ اسکا پتہ نہیں لگ سکا +

قبر کھودنے والا گوبریلا :- اس جانور کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ جہاں کہیں کبھی پڑے

یا چھوٹے جانور کی لاش کو دیکھتا ہے۔ تو اسے زمین میں دفن کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر لاش بہت بڑی ہو۔ مثلاً چوہے کی۔ تو اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی بلا لیتا ہے۔ تمام مل کر لاش کے نیچے چلے جاتے ہیں۔ دیکھنے والے کو کچھ پتہ نہیں لگتا۔ کہ نیچے کیا ہو رہا ہے۔ ہاں گوبریلوں کے ہلنے سے کبھی کبھی لاش بھی حرکت کرتی ہے۔ کبھی کبھی ایک گوبریلا نیچے سے نکل کر لاش کے اردگرد ایک چکر لگاتا ہے اور پھر نیچے چلا جاتا ہے۔

آہستہ آہستہ لاش جنبش کرنے لگتی ہے۔ اور لاش کے نیچے سے باریک مٹی باہر کی طرف نکلتی رہتی ہے۔ جب لاش کے نیچے والی جگہ خالی ہو جاتی ہے تو یہ گوبریلے کی معمولی سی ہمت پر نیچے چلی جاتی ہے جب کافی نیچے چلی جاتی ہے۔ تو اردگرد کی مٹی خود بخود لاش کے اوپر پڑنے لگتی ہے۔ حتیٰ کہ لاش بالکل زمین میں دفن ہو جاتی ہے اگر لاش کو دو تین دن کے بعد دیکھا جائے۔ تو وہ بالوں اور پروں سے بالکل صاف ہوتی ہے۔ لیکن وہ گوبریلے جنہوں نے قبر کھودی تھی۔ اس لاش کو اپنے کھانے کے لئے استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے بچوں کے لئے یہ ذخیرہ محفوظ رہنے دیتے ہیں۔ اور لاش کے نیچے ایک مذکر اور ایک مؤنث دو گوبریلے رہتے ہوئے بچے پیدا کرتے ہیں۔ باقی تمام چلے جاتے ہیں۔

سائنسدانوں نے مختلف لاشوں کو مختلف حالتوں میں رکھکر دیکھا۔ کبھی ان کو اسطرح باندھ دیا کہ یہ نیچے نہ جائیں۔ باندھنے کے لئے جو دھاگے استعمال کئے گئے۔ وہ چمڑے کے تھے۔ ان تجربات سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ جب کبھی لاش نیچے نہیں جاتی۔ تو مذکر گوبریلے ایک ایک کر کے لاش کے اردگرد اور اوپر پھرتے ہیں۔ تاکہ معلوم کریں کہ کیا وجہ ہے۔ اگر کوئی وجہ معلوم نہ ہو تو تمام گوبریلے مل کر لاش کے بال یا پروں کو منہ میں پکڑ کر زور سے نیچے کو دباتے ہیں۔

اس اثناء میں مؤنث گوبریلے لاش کے نیچے رہتے ہوئے اسے ہلاتے ہیں۔ اگر اسطرح بھی لاش نیچے نہ جائے۔ تو پھر لاش پر چکر لگایا جاتا ہے جب لاش پر کوئی دھاگا بندھا ہوا مل جاتا ہے۔ تو اسے کاٹ دیتے ہیں۔

نیز یہ بھی تجربہ کیا گیا ہے کہ اگر چوہے کی لاش کو درخت کی ٹہنیوں میں پھنسا دیا جائے۔ تو اسے بھی یہ جانور ہلا ہلا کر نیچے گرا دیتے ہیں اور جب نیچے گر جاتی ہے تو پھر اسے دفن کرنا شروع کر دیتے ہیں ہاں اگر لاش کے نیچے زمین پتھریلی ہو تو پھر یہ جانور کام نہیں کرتے۔

یہ جانور عقل کو استعمال کرنا نہیں جانتے۔ ایک دفعہ ایک سائنسدان نے ایک گلہری کی لاش کو

تار سے باندھکر ایک کیل کے ساتھ اس طرح لٹکا دیا۔ کہ تار کو اگر ذراسی حرکت باہر کی طرف دیجاتی تو لاش زمین پر گرائی جا سکتی تھی۔ لاش کا سر زمین کے ساتھ لگا ہُوا تھا۔ جب گوبریلوں نے معلوم کیا کہ لاش نیچے نہیں جاتی۔ تو انہوں نے لاش کے جسم پر چکر لگانے شروع کئے جب انہوں نے تار کو دیکھا۔ تو اسے کاٹنے کی کوشش کی لیکن مایوس ہو گئے۔ آخر کیل تک پہنچے۔ اور لیٹے ہوئے نقطے کے اُوپر نیچے گھومتے رہے لیکن انہیں یہ بالکل نہ سوجھا۔ کہ لاش کو نیچے گرانا بالکل آسان کام ہے۔ اسلئے سارا دن کوشش کرنیکے بعد تمام گوبریلے مایوس ہو کر چلے گئے +

ان جانوروں کی یہ بھی عادت ہے۔ کہ جو ان میں بوڑھا ہو جائے۔ یا بیمار ہو جائے۔ اسے مل جل کر کھا لیتے ہیں۔ ایک دفعہ چند گوبریلے مل کر ایک لاش کو دبا رہے تھے۔ جب دبا چکے۔ تو تمام گوبریلے باہر آئے۔ اُن میں سے ایک کی ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں۔ صرف ایک ٹانگ باقی تھی۔ اور وہ مشکل سے چل سکتا تھا۔ جب دُوسروں نے یہ حالت دیکھی تو جھٹ اس پر ٹوٹ پڑے۔ اور اُس کا منٹوں میں صفایا کر دیا +

کس قدر حیرانی کی بات ہے کہ یہ لاش کو دفن کر دیتے ہیں۔ کھاتے نہیں۔ اپنے بچوں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں لیکن اپنے ایک ہم جنس کو کھا جاتے ہیں۔ یہ امر بھی اس بات کی دلالت کرتا ہے۔ کہ ان میں عقل بالکل نہیں ہوتی۔ اور صرف قدرتی طور پر مذکورہ بالا کام کرنیکے لئے یہ جانور مجبور ہوتے ہیں +

درخت بلوط میں ایک اور چھوٹا سا جانور رہتا ہے۔ جو بالکل سُنڈی کی طرح (لاروا کی طرح) ہوتا ہے۔ اس کا نہ مُنہ ہوتا ہے نہ معدہ۔ اسکے بیچوں بیچ ایک نالی سی ہوتی ہے۔ اس جانور میں قدرتی طور پر یہ عادت موجود ہوتی ہے کہ درخت بلوط کے گودے کو کھود کھود کر اپنا رستہ بناتا ہے۔ جو بُرادہ ہوتا ہے۔ اسے اگلے حصے سے نگل کر پچھلے حصے سے نکالتا جاتا ہے۔ اسطرح اپنا رستہ آگے آگے بناتا جاتا ہے۔ کبھی پیچھے نہیں آتا۔ بُرادے کو نالی میں داخل کرکے نکال دینے سے ہی اسکے جسم کو غذا ملتی رہتی ہے۔ یہی کام اس کی تمام زندگی کا پروگرام ہے۔ اسی طرح چلتا چلتا تنے یا ٹہنی کے بیچ میں ہی یہ مر جاتا ہے اور وہیں اسکی قبر بن جاتی ہے +

جوں جوں ہم دُنیا کی ایسی اشیاء کا معائنہ کرتے ہیں۔ جو ہم سے زیادہ تعلق نہیں رکھتیں۔ اور جن سے ہمیں ہر روز واسطہ نہیں پڑتا۔ تو ہم پر قدرت کے نہایت ہی عجیب راز افشا ہوتے ہیں۔ اور ہم حیران رہ جاتے ہیں کہ دُنیا میں ایسی عجیب قسم کی زندگیاں بھی موجود ہیں جو پیدائش سے لیکر آخری وقت تک بلا سوچے سمجھے ایک ہی کام کرتے کرتے مر جاتی ہیں۔ اور انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا۔ کہ ہم نے زندگی میں کیا کیا +

صنعت و حرفت

پھولوں اور پتوں سے رنگ بنانیکا طریقہ:-

سب سے پہلے سجّی یا سوڈے کا رس تیار کرنا چاہیئے۔ اور اسکی ترکیب یہ ہے کہ جس قدر سوڈا یا سجّی ہو۔ اسکے دسویں حصّے کے برابر تازہ چونہ لیکر سب کو بہت سارے پانی میں جوش دیا جائے جب مرکب تیار ہو جائے تو اسمیں پھولوں یا پتوں کو دھیمی دھیمی آنچ پر اُبالا جائے یہانتک کہ ان کی تمام شگفتگی اور شادابی جاتی رہے اور وہ مرجھا کر زرد ہو جائیں۔

اسکے بعد پانی کو باریک سوراخوں کی چھلنی میں چھان لیا جائے۔ تاکہ پھول یا پتے علیحدہ ہو جائیں۔ اسکے بعد اس مرکب میں جس پھول یا پتوں کو جوش دیا گیا تھا۔ تھوڑی سی پھٹکری ملائی جائے اور پھر اس کو مٹی کے ایک بالکل صاف برتن میں ڈال کر دوبارہ اُبالا جائے۔ اور جب تک اسمیں کھدبدی ہوتی رہے اس وقت تک تھوڑی تھوڑی پھٹکری ملاتے رہنا چاہیئے۔ جب کھدبدی موقوف ہو جائے۔ تو ایک بہت بڑے اور صاف و چکنے برتن میں صاف پانی بھر کر اس مرکب کو اس میں انڈیل دیا جائے۔ مرکب میں جتنا رنگ ہوگا وہ برتن کی تہ میں بیٹھ جائے گا۔ اتنی دیر کے وقفہ کے بعد رنگ تہ میں بیٹھ جائے۔ پانی کو نتھار دیں۔ دو چار مرتبہ اسی طرح کریں۔ رنگ جو سفوف کی صورت میں ہوگا۔ پیندے میں نظر آئیگا۔

پھٹکری وغیرہ کا جو کچھ جزو باقی رہ گیا ہو وہ نکل جائے۔ اس امر میں جسقدر احتیاط برتی جائیگی۔ کہ رنگ میں پھٹکری وغیرہ کا جزو رہنے نہ پائے۔ اُتنا ہی عمدہ اور اچھا رنگ تیار ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس عمل میں پھرتی اور عجلت سے کام لیا جائے۔

اسکے بعد رنگ کو صاف کپڑے پر ڈال کر سکھا لیا جائے۔ مگر کپڑا زمین سے اونچا رہے تاکہ گرد و غبار شامل نہ ہو سکے۔

فضول اشیا کی قیمت

۱۔ بٹن بنانے والے سیپ کے بٹن بنا کر جو کوڑا کرکٹ ہوتا ہے وہ پھینک دیتے ہیں۔ حالانکہ سیپ کا یہ برادہ بہت سے مفید کاموں میں استعمال ہو سکتا ہے۔ اگر ان چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو مشین نے

ذریعہ سفوف بنا لیا جائے تو یہ سفوف جیسا مرضی ہو رنگا جا سکتا ہے۔ اسلئے یہ دیواروں پر لگنے والے کاغذ۔ ڈراموں میں استعمال کرنیوالے پردے اور مصنوعی پھول وغیرہ بنانے میں برتا جا سکتا ہے۔ رنگوں کا برادہ جو کہ چھوٹے چھوٹے بنڈلوں میں بکتا ہے وُہ اسی طرح امریکہ سے بن کر آتا ہے ÷

۲۔ **اُون** :۔ اُون کے چیتھڑے اور ٹکڑے بالکل ضائع جاتے ہیں۔ اور ان سے کوئی فائدہ اُٹھایا نہیں جاتا۔ حالانکہ ان سے تیل اور کئی اشیاء بنائی جا سکتی ہیں۔ مثلاً اُون کے ٹکڑوں کو بڑے بڑے بند ڈھکنے والے ڈھولوں میں کاربن بائی سلفائیڈ وغیرہ کے ہمراہ ڈال دیا جاتا ہے (یا اسی طرح کی اور کوئی جلدی اُڑ جانے والی چیز مثلاً "کاربن ٹیٹرا کلورائیڈ" وغیرہ استعمال کیجاتی ہے) جب اُون سے تیل حل ہو جاتا ہے تو اُڑنے والی شے کو بخارات بنا کر اُڑا دیا جاتا ہے۔ باقی تیل رہ جاتا ہے۔ اُڑی ہوئی چیز بھی ضائع نہیں جاتی۔ کیونکہ اسکے بخارات کو پھر ٹھنڈا کر کے کام میں لایا جا سکتا ہے۔ حاصل شدہ تیل کو صاف کر کے جلد پر استعمال کرنیوالی کریموں وغیرہ میں استعمال کیا جا سکتا ہے ÷

اُون میں پوٹاش بھی ہوتی ہے۔ جو مندرجہ ذیل طریقے سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ اُن کو پوٹاش کے محلول سے خوب دھویا جاتا ہے۔ دھونے سے جو پانی حاصل ہو۔ اسے بخارات بنا کر اُڑا دیا جاتا ہے جو کچھ باقی بچتا ہے اسمیں وُہ پوٹاش جو ہم نے پہلے استعمال کی ہے۔ اور بہت سی پوٹاش جو اُون سے حاصل ہوتی ہے۔ شامل ہوتی ہے ÷

۳۔ **لکڑی کا بُرادہ** :۔ آسٹریلیا کے لوگ اس سے بوتلوں کے سٹاپر بناتے ہیں یعنی ایک پتلی لکڑی پر بہیروزہ یا ہندوستانی ربڑ لگا کر اسپر لکڑی کے برادے کی ایک تہہ جما دیتے ہیں۔ جب برادہ اچھی طرح جم جاتا ہے تو اس لکڑی کو خالص پگھلے ہوئے موم میں بھگوتے ہیں اور پھر کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا لیتے ہیں۔ قیمتی اشیاء کو جب شیشیوں میں بند کیا جاتا ہے۔ تو یہی سٹاپر استعمال کیئے جاتے ہیں ÷

بعض اوقات جب سیمنٹ کا پلستر دیواروں پر کیا جاتا ہے۔ تو خشک ہونے پر اسمیں درزیں سی پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس حالت میں مندرجہ ذیل فارمولے سے اگر پلستر بنایا جائے۔ تو نہایت مضبوط ہونے کے علاوہ درزیں بھی پیدا نہیں ہوتیں:۔

سیمنٹ	ایک حصہ	چونہ (قلعی)	دو حصے
لکڑی کا برادہ	دو حصے	ریت	۳ حصے

پہلے سیمنٹ - تلچھٹی اور لکڑی کے بُرادے کو اچھی طرح ملا لیا جاتا ہے - اور پھر چونہ شامل کر کے اس میں پانی وغیرہ ملا دیا جاتا ہے ۔

۴ - مچھلیوں کے نیچے کھچے ٹکڑے ۔ ان سے سریش اور جوڑنے کے مصالحے بنائے جا سکتے ہیں - ترکیب حسب ذیل ہے - پہلے مچھلیوں کے ٹکڑوں کو تازہ پانی کے ذریعہ اچھی طرح صاف کیا جاتا ہے - پھر بلیچنگ پوڈر (Bleaching puder) کا ½ فیصدی والا محلول بنا کر ان ٹکڑوں کو اسمیں بھگو دیا جاتا ہے - پھر اس محلول سے نکال کر اور دھو کر "پوٹاسیم پرمینگنیٹ" کے ½ فیصدی والے محلول میں ان کو دھویا جاتا ہے - پھر نکال کر ان ٹکڑوں کو تیزاب شورے کے بُخارات میں رکھا جاتا ہے - تیزاب شورے کا وزن فی سو پونڈ مچھلیوں کے حساب سے ایک پونڈ ہونا چاہئیے - اگر تیزاب شورہ بہت گراں ہو - تو اسکی بجائے گندھک کے بُخارات جو کہ "آئرن پائیرائٹس" Iron hypites کو جلانے سے بنائے جا سکتے ہیں - بحساب فی سو پونڈ نصف پونڈ استعمال کریں ۔

اس عمل کے بعد ٹکڑوں کو خوب دھویا جاتا ہے اور پھر ۴۰ یا ۵۰ درجے سینٹی گریڈ حرارت میں ان کو دس یا بارہ گھنٹے رکھا جاتا ہے - اس حرارت سے تمام کے تمام ٹکڑے حل ہو جاتے ہیں - پھر اس حل شدہ کو کپڑوں سے چھان کر خشک کر لیا جاتا ہے جیسا کہ سریش بنانے والے کرتے ہیں ۔

ناروے سویڈن والے لوگ جو سمندر کے کنارے رہتے ہیں مچھلیوں کے بچے ہوئے ٹکڑوں کو بھاپ کے ذریعہ خشک کر کے سفوف بنا لیتے ہیں اور اس سفوف کو جانوروں کو کھلاتے ہیں - یہ سفوف نہایت طاقتور اور مُفید ثابت ہوتا ہے - اس سفوف میں ۵۵ فیصدی جانوروں کی خوراک ہوتی ہے ۔

شیشے کے موتی جب کسی محلول سے بھر دیئے جاتے ہیں تو وہ نہایت چمکیلے اور خوبصورت بن جاتے ہیں - موتیوں کو بھرنے کے لئے جو محلول استعمال ہوتا ہے - وہ مچھلیوں کے چھلکوں سے تیار کیا جاتا ہے مچھلیوں کے چھلکے کسی ٹب میں ڈال کر انمیں ½ فیصدی "سیلی سلک ایسڈ" کا محلول ڈالا جاتا ہے - اسی طرح ان چھلکوں کو پڑا رہنے دیا جاتا ہے - جب بہت سے چھلکے اکٹھے ہو جائیں تو پانی کو نتھار کر چھلکوں کا موٹا سفوف بنایا جاتا ہے - پھر اس میں پانی ملا کر خوب ہلایا جاتا ہے - اور ایک فلالین کے ٹکڑے پر جو ٹب پر بچھایا ہوتا ہے تمام کو اُلٹ دیا جاتا ہے - ٹب کا پانی محفوظ رکھا جاتا ہے اور چھلکوں کو پھر کھرل میں ڈال کر اور پانی ملا کر خوب رگڑا جاتا ہے - اور بالآخر پانی کو چھان کر محفوظ رکھ لیا جاتا ہے ۔

پھر تمام پانی کو ایک ہی بڑے حجم کے ٹب میں ڈال کر خوب ہلایا جاتا ہے - اور شیشے کی بوتلوں

میں بھر لیا جاتا ہے۔ ان بوتلوں کو محفوظ رکھدیا جاتا ہے حتیٰ کہ چھلکوں سے حاصل شدہ رنگین مادہ تہ نشین ہو جاتا ہے۔ پھر بوتلوں میں سے پانی کو نہایت آہستہ سے نتھار دیا جاتا ہے۔ اور تہ نشین رنگین مادے کو ایک بڑی بوتل میں حفاظت سے رکھ لیا جاتا ہے۔ جب تندرست تر ہی ہوتا ہے تو یہ رنگین مادہ چاندی کیطرح چمکتا ہے اور خشک ہونے پر چمک تھوڑی سی کم ہو جاتی ہے۔ "سیلی سلک ایسڈ" کے محلول میں یہ خشک شدہ رنگین مادہ بلا خراب ہونیکے مدت تک رکھا جا سکتا ہے۔

موتیوں کو بھرنیکے لئے جو اشیا استعمال کیجاتی ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

بالکل بے رنگ سریش کو "سیلی سلک ایسڈ" کے محلول میں بھگو دیا جاتا ہے۔ جب یہ اچھی طرح پھول جاتی ہے تو پانی بہا دیا جاتا ہے۔ اور سریش کو نہایت نرم آنچ پر پگھلا لیا جاتا ہے۔ پھر اسمیں مناسب مقدار مچھلیوں سے حاصل شدہ رنگین مادے کی ملائی جاتی ہے۔ اور پھر اسے مناسب اوزاروں سے موتیوں میں بھر لیا جاتا ہے۔

۵۔ سینگ کے فضول اور بچے ہوئے ٹکڑے:۔ ان ٹکڑوں کو پوٹاش اور چونے کے تیز محلول میں ملایا جاتا ہے۔ ان اشیاء کے اثر سے ٹکڑے سریش کی طرح ہو جاتے ہیں۔ اسی حالت میں ذرا حرارت پہنچا کر اسے سانچوں میں ڈھال لیا جاتا ہے۔ سانچوں میں اسکی تختیاں بنائی جاتی ہیں جن کو دبا کر درست کر لیا جاتا ہے۔ پھر ان تختیوں سے سگرٹ ہولڈر۔ تمباکو کی نالیاں۔ بٹن اور چھریوں کے دستے بنائے جا سکتے ہیں۔

مندرجہ ذیل طریقے سے سینگ کے برادے اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے بہت سی مفید اشیا بنائی جا سکتی ہیں۔ ان بجھا چونہ (قلعی) ۱۰۰۰ گرام۔ پوٹاش ۵۰۰ گرام۔ ٹارٹر ۴۰ گرام۔ اور نمک طعام ۲۰ گرام۔ ان سب کو پانی میں حل کر لیا جاتا ہے۔ پانی اسقدر استعمال کرنا چاہئے جسمیں یہ سب اشیاء حل ہو جائیں۔ پھر پانی کو چولھے پر سوار کریں۔ جب ½ باقی رہ جائے۔ تو اسمیں سینگ کے ٹکڑے اور سفوف شامل کر کے خوب جوش دیں حتیٰ کہ تمام اس قدر گاڑھا ہو جائے۔ کہ سانچوں میں ڈالا جا سکے۔ سانچے خواہ مٹی کے۔ لکڑی کے یا کسی دھات کے ہوں لیکن ان کے اندر پہلے تیل لگا لینا چاہئے۔ اگر سینگ کو رنگ دینا ہو۔ تو سانچوں میں ڈالنے سے پہلے رنگ بھی ملایا جا سکتا ہے۔

۶۔ جانوروں کے سمور کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جو ان دوکانوں سے لئے جا سکتے ہیں۔ جہاں سمور کا کام ہوتا ہے۔ بیشمار طریقوں سے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ اگر سمور کے ٹکڑوں کو "سوڈیم کاربونیٹ" کے تیز محلول میں بھگو دیا جائے۔ تو کچھ عرصہ کے بعد ہر ایک ٹکڑا بہت پھول جاتا ہے۔ اس حالت میں بالوں کو چمڑے سے آسانی سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔ اسطرح ہمیں دو چیزیں یعنی

بال (جو کہ اون کی طرح استعمال ہو سکتے ہیں) اور چمڑے کے ٹکڑے جو کئی کام آ سکتے ہیں حاصل ہونے

دلچسپ طبّی نوٹ

قبل از وقت بڑھاپا

ہمارے جسم میں چند غدود ہیں جنہیں ڈکٹ لیس گلینڈز (Ductless glands) کہتے ہیں۔ یہ غدود جسم پر حکومت کرتے ہیں۔ جب ان کے کام میں فرق آجاتا ہے۔ تو ہم پر بڑھاپے کی نشانیاں طاری ہوجاتی ہیں۔ جن شخصوں پر ۲۵ یا ۳۰ برس کی عمر میں بڑھاپے کی نشانیاں طاری ہوجاتی ہیں۔ یعنی چہرے پر جھریاں پڑجاتی ہیں۔ بال گرنے لگتے ہیں۔ جلد خشک ہوجاتی ہے۔ اور خون کی نالیاں ابھر آتی ہیں۔ ان کے انہیں غدودوں میں کمزوری ہوتی ہے۔

فوطے یعنی ٹیسٹی کلز (Testicles) گردے۔ جگر

پینکریس (Pancereas)

تھائے رائیڈ (thyroid)

آرڈی نیلز (Ardenals)

پچوٹری باڈی (Pituary body) وغیرہ ایسے غدود ہیں۔ جو جسم پر حکومت کرتے ہیں۔ ان غدودوں میں سب سے زیادہ ضروری غدود "تھائے رائیڈ" ہے جو گلے میں ہوتا ہے۔ بوڑھوں میں اس غدود کی بناوٹ اور ماہیت ہی تبدیل ہوجاتی ہے۔ وہ لوگ جن کے جسم میں چند نشانیاں بڑھاپے کی ظاہر ہوتی ہیں۔ انہیں اس غدود کی ماہیت میں زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ جب اس غدود کی ماہیت میں فرق پڑنے لگتا ہے۔ تو دیگر اس قسم کے تمام غدودوں میں بھی فرق آنے لگتا ہے۔

تجربے سے یہ بھی ثابت ہوچکا ہے۔ کہ وہ امراض جن سے تھائے رائیڈ گلینڈ کی ماہیت میں فرق پیدا ہوتا ہے وہی بیماریاں ایسی نشانیاں پیدا کرتی ہیں۔ جو اس غدود کو کمزور کردینے یا جسم سے نکال دینے سے پیدا ہوتی ہیں مثلاً آتشک بکثرت سے گوشت کھانا اور کئی متعدی امراض سے یہ تغیرات پیدا ہوتے ہیں۔

جب کبھی کسی بیماری یا عادت سے کوئی اندرونی غدود کمزور ہوگا۔ تو بڑھاپے کی نشانیاں ظاہر

ہونگی۔ کثرت اخراج دیرج یا دائمی قبض۔ دائمی وہم اور پرانی نشوں کی عادتوں سے ضرور کوئی نہ کوئی اندرونی غدود کمزور ہوتا ہے۔ کثرت اخراج دیرج سے تھائیرائیڈ گلینڈ کا حجم بڑھ جاتا ہے۔ فوطے کمزور ہو جاتے ہیں۔ قبض سے جگر اور گردوں میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ غدودوں میں بیضے پیدا کرنیوالے اعضا کی ماہیت بگڑ جاتی ہے۔

جسم کے اندر جو زہر پیدا ہوتے ہیں یہ تین غدود ان کو ضائع کرنے کا کام کرتے ہیں۔ گردے جگر اور تھائیرائیڈ۔ گردے زہر کو خون میں ملا کر دفع کر دیتے ہیں۔ انتڑیوں سے جو خون واپس دل میں جانیکے لئے آتا ہے۔ وہ جگر میں سے گذر کر جاتا ہے۔ جگر میں جانیسے پہلے اور بعد جب خون کا مقابلہ کیا گیا۔ تو ان کی ماہیت میں بیحد فرق نکلا۔ جگر سے گذر جانیکے بعد خون سے تمام زہر یلے اجزا جو خون میں انتڑیوں سے مل گئے تھے جذب ہو چکے تھے۔ حیوانی اغذیہ کے جلنے سڑنے سے جو زہر پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو تھائیرائیڈ گلینڈ ضائع کرتا ہے۔

ان امور کے متعلق اسقدر تجربات ہو چکے ہیں۔ کہ اب اس بات میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ غدود ہی ہمارے جسم کے تمام بیرونی حالات پر بھی اور اندرونی طور پر بھی حکومت کرتے ہیں۔ انہیں کی تندرستی سے ہمارا چہرہ بشاش اور خوبصورت رہتا ہے۔ اور انہیں کی کمزوری اور بگاڑ سے ہم میں بڑھاپے کے نشان پیدا ہونے لگتے ہیں۔ غذا ہضم نہیں ہوتی اور جزو بدن نہیں بن سکتی۔ یہی غدود ہیں۔ جو تندرستی کی حالت میں ہمیں متعدی امراض سے بھی محفوظ رکھتے ہیں۔

ادویات سے ان غدودوں کی حالت سدھارنا

یہ بہت دفعہ دیکھا گیا ہے کہ وہ لوگ جو عادتاً سنکھیا کھاتے ہیں خواہ وہ دوائی کے طور پر اس کو استعمال کریں یا اور کسی مطلب کے لئے۔ ان کی حالت عمدہ ہوتی ہے۔ اور وہ جوان نظر آتے ہیں۔ اور بعض کے چہرے سے جھریاں بھی رفع ہو جاتی ہیں۔ یورپ کے بعض حصوں مثلاً آسٹریا میں کاشتکار لوگ سنکھیے کا استعمال کرتے ہیں اور حیرانی کی بات ہے کہ ان لوگوں کی عمر بہت لمبی ہوتی ہے۔ اور بیماریوں اور تھکاوٹ کے اثرات سے محفوظ رہتے ہیں مثلاً وہ پہاڑوں کی بہت اونچی چوٹیوں پر بغیر تھکنے کے چڑھ جاتے ہیں۔ اور وہ سنکھیا کھاتے بھی اسی مطلب کے لئے ہی ہیں۔

آسٹریا میں ایک نوکر اپنی مالکہ کو مار دینے کے لئے اسے ہر روز تھوڑا تھوڑا سنکھیا کھلا دیا کرتا تھا۔ اس نوکر کی حیرانی کی حد نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ اسکی مالکہ دن بدن زیادہ خوبصورت ہونے لگی۔

جانوروں کو تھوڑی تھوڑی مقدار میں سنکھیا کھلانے سے دیکھا گیا ہے۔ کہ ان کی جلد خوبصورت ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹروں کا تجربہ ہے کہ سنکھیا کھلانے سے مرغیوں کا وزن بڑھ جاتا ہے اور ان کی شکل و شباہت میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ تھائے رائیڈ غدود میں سنکھیا ہوتا ہے۔ اسلئے سنکھیئے کے استعمال سے اس کو طاقت ملتی ہے۔ لیکن سنکھیئے کا استعمال نہایت احتیاط سے کرنا چاہیئے۔ اور دو تین ہفتے سے زیادہ نہیں استعمال کرنا چاہیئے۔ عورتوں کو چاہیئے کہ وہ معدنی پانی استعمال کریں۔ جن میں عموماً قدرتی طور پر سنکھیا حل ہوتا ہے۔

سنکھیئے کے علاوہ فولاد بھی ان غدودوں کی حالت سدھارنے والی چیز ہے۔ سنکھیئے اور فولاد کو ملا کر استعمال کرنے سے بھی بہت عمدہ نتیجے نکلے ہیں۔ اور ایسی عورتیں جن کا علاج ان ہر دو ادویہ سے کیا گیا۔ وہ بعد صحت پہلے سے زیادہ جوان معلوم ہونے لگیں۔

اسی طرح آیوڈائیڈز (Iodides) بھی تھائے رائیڈ پر عمدہ اثر کرتے ہیں۔ لیکن سنکھیا اور فولاد ملے ہوئے یا قدرتی طور پر معدنی پانی میں حل ہوئے بہت مفید ثابت ہوئے ہیں۔ ڈاکٹروں کے تجربات شاہد ہیں کہ خون کی خرابی ان سے دور ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ یہ ہر دو اشیاء عورتوں کے مخصوص غدودوں پر جلدی اثر پذیر ہوتی ہیں۔ خاصکر جب معدنی پانی کی شکل میں استعمال کرائی جائیں۔ اس لئے ان کے استعمال سے ہسٹیریا وغیرہ امراض جو مشکل سے ہٹتی ہیں۔ ڈاکٹروں نے رفع کرنیکے تجربات کئے ہیں۔ اور ان ادویہ کو عورتوں کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ انسانوں کے غدود ہائے مخصوصہ سے ان ادویہ کے استعمال سے تمام نقائص رفع ہو جاتے ہیں۔ اور سوزاک کے پرانے مریض بھی علاج سے درست ہو جاتے ہیں۔ ان تجربات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ فولاد کو جب سنکھیئے کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے تو اس سے بڑھاپا ہٹایا جا سکتا ہے۔

بڑھاپے کی نشانیاں جسم میں پیدا ہو جانے سے جسم میں چربی کی زیادتی ہو جاتی ہے اور عضلوں میں ایک خاص تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ ان تبدیلیوں اور زیادتیوں کو روکنے کیلئے آیوڈائیڈز (Iodides) سے بڑھکر عمدہ کوئی معدنی چیز ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی۔ چونکہ غدودوں کا ایک اہم جزو آیوڈین ہے۔ اس لئے آیوڈائیڈز ان کو طاقت دیتے ہیں۔ اور اس لئے بڑھاپے کو رفع کرتے ہیں۔

عموماً سوڈیم آیوڈائیڈ وغیرہ کے کمزور محلول بنا کر استعمال کرائے جاتے ہیں۔ ان سے خون کا دورہ بھی عمدہ ہو جاتا ہے۔ اور خون کی نالیوں کی سختی بھی رفع ہو جاتی ہے۔

حیوانی ربوب کا استعمال:۔ انیسویں صدی کے آخر میں ڈاکٹروں کو یہ بھی سوجھا کہ حیوانی غدودوں کے رُب نکال کر اگر دوائیوں کے طور پر اُن انسانوں کو دیئے جائیں۔ جن کے غدود کمزور ہو جاتے ہیں)۔ اور جن پر بڑھاپے کے نشان طاری ہو جاتے ہیں تو ضروری بات ہے۔ کہ فائدہ ظاہر ہو۔ اس لئے تھائے رائیڈ فوطوں۔ گُردوں وغیرہ کے رُبوں کا استعمال کیا گیا اور آخر کار ڈاکٹر اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔ کہ ان کے استعمال سے بڑھاپا دُور کیا جا سکتا ہے۔ اور نہایت کمزور جسموں میں طاقت پیدا کی جا سکتی ہے۔ ان رُبوں کے ذریعہ علاج کے اَن گنت تجربے کئے گئے ہیں جن کا تجربہ ایک ڈاکٹر صاحب اسطرح تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"چہرے کے خط وخال زیادہ واضح ہو جاتے ہیں۔ فضول بوجھ جسم سے کم ہو جاتا ہے۔ امعا کے فعل میں درستی آجاتی ہے۔ اور رفتار میں خاص تیزی آجاتی ہے۔ علاج سے پہلے جو مریض دس منٹ چلنے سے تھک جاتے تھے وُہ پہاڑوں پر چڑھ جاتے ہیں۔ قوت حافظہ خاص طور پر بڑھ جاتی ہے۔ اور یہ تبدیلیاں زیادہ نمایاں طور پر اُن اشخاص کے جسم میں واقع ہوتی ہیں جو قبل از وقت ہی بوڑھے ہو جاتے ہیں۔

ان امراض اور حالات کو درست کرنیکے لئے تھائے رائیڈ کا رُب ہی زیادہ تر استعمال ہوتا ہے۔ ۸۰ برس کے انسان ساٹھ سال کے معلوم ہونے لگتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمام باتیں ڈاکٹری تحقیقات اور تجربات کا نتیجہ ہیں۔ ان کو پڑھکر کوئی صاحب جھٹ انہیں استعمال کرنا نہ شروع کر دیں۔ کیونکہ جسم انسانی کی مکمل واقفیت کے بغیر ایسا کرنا سخت خطرناک ہے

دماغی امراض (ہسٹیریا۔ پاگل پن) پر بالکل نئی اور دلچسپ تحقیقات

باخبر اور بے خبر من:۔ من کے حالات کا معائنہ کرنے والوں نے معلوم کیا ہے۔ کہ ہر شخص کے من کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصے کو باخبر من اور دوسرے کو بیخبر من کہتے ہیں۔ باخبر من وُہ ہے جو محسوس کرتا ہے معاملات سمجھتا ہے اور دلیل بازی کرتا ہے۔ اور جسے ہم ہر وقت استعمال کرتے رہتے ہیں۔ بیخبر من یاد داشت کا ذخیرہ ہے۔ ہم اپنی زندگی کی بہت سی باتوں کو بظاہر بھول جاتے ہیں لیکن ذرا غور کرنے سے پھر چند واقعات کو یاد کر لیتے ہیں۔ یہ واقعات دراصل بے خبر من میں موجود ہوتے ہیں اور غور کرنے سے ہم انہیں باخبر من میں لے آتے ہیں۔ کئی ایسے واقعات ہوتے ہیں جو ہم ہرگز یاد نہیں رکھ سکتے۔ مثلاً ہمارے بچپن کے حالات وغیرہ۔

جو واقعات ہم بھول جاتے ہیں۔ ان کی حقیقی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہم انہیں یاد رکھنا نہیں چاہتے اور باخبر من کی مخالفت کرنے ہوئے انہیں دبا دیتے ہیں۔ یہ واقعات بے خبر من میں موجود رہتے ہیں۔ اسطرح باخبر اور بے خبر من میں ہنگامے ہوتے رہتے ہیں۔ جب باخبر من پر بے خبر من غلبہ پاجاتا ہے وہ تمام ویسی خواہشات یا واقعات جو ہم پسند نہیں کرتے دب جاتی ہیں +

خواہشات اور انکی طاقت

ہر شخص کی زندگی کا بہت سا حصہ خواہشات کی پیدائش اور ان کے پورا کرنے میں خرچ ہوتا ہے۔ مختلف اشخاص کی خواہشیں بالکل علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں۔ کوئی شراب کو پسند کرتا ہے۔ کوئی موجد بننا چاہتا ہے۔ کوئی کھیل کود کو پسند کرتا ہے۔ کوئی عیاشانہ زندگی کا خواہاں ہے۔ آجکل کے محققوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ جملہ قسم کی خواہشات صرف دو ابتدائی خواہشوں کا نتیجہ ہیں +

۱۔ اپنی حفاظت کرنیکی خواہش +

۲۔ نسل پیدا کرنے کی خواہش +

ہر بچے کے دلمیں اوائل عمر سے ہی یہ دونوں خواہشات موجود ہوتی ہیں۔ اور قدرتی طور پر ان کی موجودگی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ چھوٹی لڑکی اپنے باپ سے اور چھوٹا بچہ اپنی ماں یعنی مخالف صنف سے محبت کرتا ہے جسطرح ہمارے اندر جو خواہش پیدا ہوتی ہے۔ (مثلاً کام کرنے کی خواہش یا کھیلنے کی خواہش) اسکے ساتھ بہت سی طاقت موجود ہوتی ہے تبھی ہم کام کرنے یا کھیلنے میں طاقت خرچ کرتے ہیں۔ اسی طرح ابتدائی دونوں خواہشوں کے ساتھ بہت سی طاقت موجود ہوتی ہے۔ اور یہی طاقت ہے۔ جو ہماری زندگی میں پیدا ہونیوالی خواہشوں کے ساتھ موجود ہونے کی حالت میں ہم سے کام کرواتی ہے +

خواہشات کے دبانے کا اثر

بچے کے دلمیں نسل پیدا کرنے کی خواہش قدرتی طور پر موجود ہوتی ہے لیکن سوسائٹی میں چونکہ ایسے خیالات اور خواہشات کا اظہار خلاف تہذیب قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے ابتدائی عمر سے ہی والدین اپنے بچوں کی خواہشات کو نصیحتوں سے۔ ترغیب سے۔ یا اور کئی طریقوں سے دباتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچوں کی خواہشات باخبر من سے بے خبر من میں چلی جاتی ہیں۔ اور دب جاتی ہیں۔ لیکن ان خواہشوں کے ساتھ ایک طاقت بھی موجود ہوتی ہے جب خواہش دبا دیجاتی ہے۔ تو بظاہر تو طاقت بھی دب جاتی ہے لیکن طاقت چھپی نہیں رہ سکتی۔ یہ ضرور کسی نہ کسی طرح

ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے جب بچہ بڑا ہوتا ہے۔ تو سوسائٹی کے اصولوں اور نصیحتوں سے جو باخبر من میں موجود ہوتے ہیں۔ اس طاقت اور دبائی ہوئی خواہشوں کا ہنگامہ برپا ہوتا ہے +

دبائی ہوئی طاقت کا کسی نہ کسی طرح اظہار ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات تو یہ طاقت انسان میں نیک عادات پیدا کر دیتی ہے یعنی بھگتی کے خیالات یا دولت کمانیکے خیالات وغیرہ۔ بعض اوقات یہ طاقت غلط کاموں میں استعمال ہونے لگتی ہے مثلاً شراب خوری۔ چوری۔ دھوکے بازی اور دوسرے لوگوں کو دکھ پہنچانے میں۔ یہ عادات جب پیدا ہوتی ہیں۔ تو ان کا بظاہر کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن ان کا اصلی سبب وہی دبائی ہوئی خواہشوں کی طاقت ہے۔ ہماری زندگی میں جیسے حالات ہمارے ارد گرد ہوتے ہیں۔ انہیں کے مطابق ہماری دبائی ہوئی طاقت اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہے +

امراض کی پیدائش

باخبر اور بیخبر من کے ہنگاموں کا نتیجہ بعض اوقات بڑا خطرناک ہوتا ہے یعنی اگر سوسائٹی میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں جس سے کسی شخص کی دبائی ہوئی خواہش کو اور زیادہ دبایا جائے اور دبائی ہوئی خواہش کی طاقت خرچ نہ ہو سکے۔ تو اس کا نتیجہ باخبر اور بے خبر من میں ہنگامے پیدا کرتا ہے جس کا نتیجہ جسم پر بہت برا ہوتا ہے۔ یہ لڑائی دو قسم کی ہوتی ہے۔ اگر ایسی لڑائی ہو جس کا باخبر من کو علم ہو۔ تو دوسرے لوگوں سے تبادلہ خیالات کرنے سے تمام طاقت خرچ کی جا سکتی ہے۔ اور ہنگامے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے لیکن اگر لڑائی ایسی ہو جسکی باخبر من کو خبر نہ ہو (اور ایسا ہی زیادہ تر ہوتا ہے) تو آہستہ آہستہ انسان کا من بیمار ہونے لگتا ہے۔ اگر لڑائی بہت زبردست ہو تو انسان کے دماغ کی حالت ہی بدل جاتی ہے۔ وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ یا اس کے نظام عصبی پر ایسا برا اثر پڑتا ہے کہ طرح طرح کے عصبی امراض اسکے جسم میں پیدا ہوتے رہتے ہیں مثلاً ہسٹیریا۔ اعضا کا مفلوج اور بےحس ہو جانا وغیرہ +

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک آدمی اپنی عورت سے حقیقت میں بیحد نفرت کرتا تھا۔ لیکن اس نے اس خیال کو دبا دیا تھا۔ اور سوسائٹی کے ڈر سے وہ اپنی عورت کی عزت کرنے لگا۔ نفرت کا باخبر من کو خیال بھی نہ رہا تھا۔ لیکن بے خبر اور باخبر من میں ہنگامہ برپا رہا جس کا آخرکار نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اندھا ہو گیا۔ یعنی بے خبر من نے اپنی قابل نفرت چیز کو آنکھوں سے دور کرنیکے لئے آنکھوں کو ہی بگاڑ دیا +

ہسٹیریا

جب انسان ایسے خیالات کو دبا دیتا ہے۔ جو کہ وہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اور جن کا ان کو خطرہ ہوتا ہے کہ باخبر من پر یہ موجود نہ رہیں۔ تو ان سے ہسٹیریا پیدا ہوتا ہے۔ نسل پیدا کرنے کی خواہش اوائل عمر میں یا جوانی کی عمر میں دبائی جا سکتی ہے۔ ان عمروں میں جب یہ خواہش دبا دی جائے۔ اور عمر کے کسی دیگر حصے میں کوئی بیرونی محرک اثر اس خواہش کو باخبر من پر لانے کی کوشش کرے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ ہسٹیریا ہوتا ہے۔ یعنی ہسٹیریا کے دورہ کا پیدا ہونا بے خبر من کی آخری کوشش ہے کہ دبائی ہوئی خواہش باخبر من تک نہ پہنچ سکے۔

ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مذکورہ بالا قسم کی خواہشات بچپن سے ہی دبائی گئی ہوں۔ اور آہستہ آہستہ عمر کے ساتھ دباؤ بڑھتا گیا ہو۔ دباؤ اسقدر زیادہ ہو کہ ایک خاص وقت تک خواہشات بے خبر من میں ہی موجود ہوں لیکن عمر کے کسی حصے میں اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں۔ کہ بے خبر اور باخبر من میں اس قدر زبردست ہنگامہ برپا ہو۔ کہ دباؤ ہٹ جائے۔ اور تمام طاقت ہسٹیریا کی شکل میں ظاہر ہو۔

ایک عورت جسکی عمر ۴۹ سال کی تھی۔ عرصہ بائیس سال سے مرض ہسٹیریا میں مبتلا تھی۔ اس کا دایاں بازو بالکل بے حس ہو کر ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ اسمیں سوئیاں چبھونے سے بھی درد نہیں ہوتا تھا لیکن جب کبھی بازو کو سیدھا کرنیکی کوشش کیجاتی تھی۔ تو اسمیں نہایت سخت درد ہوتی تھی اسکے حالات یہ تھے۔ کہ ابتدائے عمر میں ہی بوجہ اعضائے مخصوصہ کی چند امراض کے اس نے نسل پیدا کرنے کی تمام خواہشات کو دبا دیا۔ اسلئے جب اسکی شادی ہوئی۔ تو اس کے اپنے خاوند سے کوئی تعلقات نہ تھے۔ اور ان دونو کی زندگی بالکل بغیر خوشی کے گزرتی تھی۔

لیکن یہ عورت گہری نیند میں اپنی حرکات سے ظاہر کرتی تھی۔ یہ اسکے بے خبر من کے اندر نسل پیدا کرنے کی خواہش موجود ہے۔ ان حرکات کو دیکھکر اس عورت کے خاوند نے عورت کو بتا دیا تھا۔ اور اس کو یقین دلا دیا تھا۔ ان حرکات کا علاج بھی کروایا گیا جب علاج ہو رہا تھا۔ تو عورت کو معلوم گیا۔ کہ اسکے خاوند کے کسی لڑکی سے برے تعلقات ہیں۔ وہ لڑکی اس عورت کی نوکر تھی۔ عورت اس لڑکی کو نوکری سے برطرف نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اس لڑکی کا حسد کرتی تھی۔ لیکن خاوند کی عزت کا پاس اسے لڑکی کے خلاف کوئی کام نہیں کرنے دیتا تھا۔

ایک دفعہ خاوند اور عورت میں کسی اور معاملے پر لڑائی ہو گئی۔ خاوند نے عورت کے داہنے بازو کو پکڑ لیا۔ اسی دن سے اس بازو میں خرابی پیدا ہونی شروع ہو گئی۔ اس خرابی کا یہ نتیجہ ہوا

کہ وُہ نوکر لڑکی بھی برطرف ہو گئی۔ یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ خواب میں اُسی بازو سے ہی فضول حرکات کی جاتی تھیں +

ان حالات پر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نسل پیدا کرنے کی خواہش کی طاقت اور اسکے دباؤ میں ایک باقاعدہ لڑائی ہوتی رہی۔ خواہشات کے دبانے سے اس کا باخبر من تو نسل پیدا کرنیسے نفرت کرنے لگا۔ لیکن بے خبر من میں خواہشات موجود رہیں۔ جب اس کو بے خبر من سے پیدا شدہ حرکات کا پتہ لگا۔ تو اسکی تمام کوششیں جو ان حرکات کو دبانیکے لئے کی گئیں۔ فضول ثابت ہوئیں۔ اسکے خاوند کی غیر وفاداری نے اسکے من میں ایک اور ہنگامہ پیدا کر دیا جب اسکے خاوند نے اسکے داہنے بازو سے اس کو پکڑا جس سے وُہ فضول حرکات کرتی تھی۔ تو دبی ہوئی خواہش کی طاقت ظاہر ہو پڑی جس سے اسکے بازو میں خرابی پیدا ہو گئی لیکن اس خرابی کا نتیجہ یہ ہُوا کہ عورت کا ہسٹیریا اور بُری عادات سب رفع ہو گئیں +

اسی طرح اور بہت سے مریضوں کے حالات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ جن سے بیشمار قسم کے امراض کی پیدائش کی وجہ خیالات کا دبانا اور من کے ہنگامے ظاہر ہو سکتے ہیں +

ان امراض کا علاج :۔ چونکہ مریض کو اپنے بے خبر من میں ہونے والی لڑائیوں کا پتہ نہیں ہوتا۔ اسلئے اسکے تمام حالات کا بغور معائنہ کرنا پڑتا ہے۔ اسکے کئی طریقے ہیں۔ جن میں سے چند کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے :۔

(۱) خواب بھی چونکہ دبائے ہوئے خیالات کا نتیجہ ہیں۔ اسلئے ان کی تفسیر اور تشریح کر کے بھی حالات کا پتہ لگا لیا جاتا ہے +

(۲) یا مریض کو نہایت آرام سے بٹھلا دیا جاتا ہے۔ اور اسے آنکھیں بند کرنیکے لئے کہا جاتا ہے پھر جب وُہ نہایت آرام کی حالت میں ہوتا ہے اور جب اسکے بے خبر من سے دباؤ کم ہوتا ہے۔ تو اس کو کہا جاتا ہے کہ جو خیالات اسکے دلمیں پیدا ہوں وُہ بلا خوف اور بغیر کسی تبدیلی کے ظاہر کرے خواہ وُہ خیالات کیسے بُرے یا کسی کے خلاف یا معالج کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ اسطرح مریض کے خیالات سُننے سے آہستہ آہستہ چار پانچ ہفتوں کے عرصہ میں اس کے بے خبر من کی لڑائیوں اور ہنگاموں کا پتہ لگایا جا سکتا ہے +

(۳) بعض دفعہ مریض کو آرام کی حالت میں بٹھا کر اسے کئی لفظ ایک ایک کر کے سنائے جاتے ہیں۔ اور اسے کہا جاتا ہے کہ جو خیالات اسکے دلمیں پیدا ہوں۔ وُہ بیان کرتا جائے۔ اسطرح بھی

بے خبر من میں دبائے ہوئے خیالات اور خواہشات کا پتہ لگایا جاتا ہے +

جب بےخبر من میں دبائی ہوئی خواہشات اور ہنگاموں کا پتہ لگ جاتا ہے - تو ان کا تمام حال مریض پر ظاہر کر دیا جاتا ہے جس سے مریض اپنی طاقت کو دوسری طرف لگا دیتا ہے - یا حالات منکشف ہونے سے خودبخود اسکی طاقت دوسری طرف لگ جاتی ہے - یا ترغیب اور سجیشن وغیرہ سے ان خواہشات کی طاقت کو دوسری طرف لگا دیا جاتا ہے +

یہ سائنس اسقدر وسیع ہے - کہ اس کا مکمل بیان کرنیکے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے - آجکل یہ بہت ترقی ہو رہی ہے +

تھکاوٹ اور اسکا علاج

تھکاوٹ کی بابت بہت سی تحقیقات کیگئی ہے - اور اس کو دور کرنیکے کئی علاج بھی سوچے گئے ہیں - "سر رابرٹ آرم سٹرانگ جونز" نے ایک ٹیکہ ایجاد کیا ہے جس کو لگوا کر خواہ کس قدر محنت اور مشقت کی جائے - تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی - اسپر مزید تجربات کئے جا رہے ہیں - یہ ٹیکہ اس قدر سستا ہوگا - کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکیگا - اسکے علاوہ نمک طعام تھکاوٹ دور کرنے میں بہت با اثر پایا گیا ہے - وہ انسان جو گرمی میں کام کرتے رہتے ہیں - اور جن کا پسینہ کثرت سے خارج ہوتا رہتا ہے انہیں چاہئے کہ نمک کا محلول استعمال کریا کریں - اسطرح ۲۰ فیصدی زیادہ کام کیا جا سکتا ہے - ایک مزدور پر اس کا تجربہ کیا گیا - اسکے استعمال سے پہلے وہ ساڑھے بارہ بجے ہی اپنا کام چھوڑ دیا کرتا تھا - اور ہمیشہ سست رہا کرتا تھا لیکن یہ محلول استعمال کرنے سے وہ کام بھی سارا دن کرتا رہتا تھا - اسکی طبیعت بھی چست رہتی تھی - اور اسکی بھوک بھی بڑھ گئی تھی - سب سے عمدہ محلول جو قابل استعمال خیال کیا گیا ہے - اسمیں ۶۰ فیصدی نمک طعام اور ۴۰ فیصدی "پوٹاسیم کلورائیڈ" (Potassium chloride) ہونا چاہئے +

"ڈین انج" صاحب فرماتے ہیں کہ "بہت کم آدمی انگلینڈ میں جانتے ہیں کہ "ایسڈ سوڈیم فاسفیٹ" (Acid Sodium phosphate) بقدر سات گرام کی ایک خوراک انسان کی کام کرنیکی طاقت کو ۲۰ فیصدی بڑھا دیتی ہے اور وہ انسان جو دماغی کام کرتے رہتے ہیں - ان کو بہت مفید ثابت ہوتی ہے" +

سائنسدان یہ تھیوری پیش کرتے ہیں کہ جب ہمارے عضلے بہت حرکات کرتے ہیں - تو وہ تھک

جاتے ہیں۔ لیکن ایک فرانسیسی محقق سمجھتا ہے کہ مرگی میں انسان اس قدر حرکات کرنیکے باوجود بھی نہیں تھکتا۔ اسلئے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تھکاوٹ اُن حرکتوں سے ہوتی ہے۔ جو ہم اپنی مرضی سے اور جانتے ہوئے کرتے ہیں۔ اگر نہ جانتے ہوئے یعنی "ان کان شش لی" (unconciously) کام کیا جائے۔ تو اس سے تھکاوٹ نہیں ہوسکتی۔ اس اصول سے ہم بہت سا فائدہ اٹھا سکتے ہیں نیز یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جب ہم تھکے ہوئے ہوں۔ اسوقت کوئی کام کرنیسے ہم پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔

ہندو رشیوں نے تھکاوٹ کو دور کرنے کا ایک طریقہ بتایا ہے کہ لیٹ کر یا آرام کرسی پر بیٹھکر اپنے تمام اعضا کو ڈھیلا چھوڑ دیں یعنی اعضا کو قائم رکھنے کے لئے ہمیں قوت ارادی کا استعمال کرنا پڑے۔ اسکے بعد دماغ کو ڈھیلا چھوڑنا چاہئے۔ یعنی دماغ میں کوئی خیالات نہیں۔ اور طبیعت بالکل یکسو ہو جائے۔ دماغ میں خیالات کی موجودگی سے طبیعت منتشر رہتی ہے۔ اسلئے تمام خیالات کو دماغ سے باہر نکال دینا چاہئے۔ اسطرح کرنیسے ہم بالکل "ان کان شس" ہو جائینگے۔ یعنی ہمارے جسم کے کسی حصے پر بھی بوجھ یا کھچاؤ نہیں رہے گا۔ ہمیں کامل آرام حاصل ہوگا۔ جب ہم ایسی حالت سے اٹھیں گے۔ تو اپنے آپ کو نہایت تروتازہ پائینگے۔

جن اصولوں کو سائنسدان آجکل تحقیقات کرنیکے بعد معلوم کر رہے ہیں۔ رشی ان کی تہ تک پہنچے ہوئے تھے۔ اور ان کو اپنی روزانہ زندگی میں استعمال کرتے تھے۔ مذکورہ بالا آرام کے طریقے کو رشی "شو آسن" کہا کرتے تھے۔ اور یوگ کے آسن کر چکنے کے بعد یہ آسن کرنے کی ہدایت کیا کرتے تھے۔

عام واقفیت

۱۔ سبزیوں کو پکانے میں نمک اور سوڈا کیوں استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ نمک سے پانی کا درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے۔ سوڈا سبزیوں سے تیل کو علیحدہ کر دیتا ہے جس سے ان کا رنگ نکھر جاتا ہے۔

۲۔ مولی کو اُسی وقت چھیلنا چاہئے جبکہ اسے کھانا ہو۔ کیونکہ اسمیں ایک تیل ہوتا ہے۔ جو بہت جلدی اُڑ جاتا ہے اور مولی بے مزہ ہو جاتی ہے۔

۳۔ بجلی گرنے سے بعض اوقات دودھ کھٹا ہو جاتا ہے۔ اسکی یہ وجہ ہے کہ بجلی گرتے وقت ایک گیس جسے اوزون (ozone) کہتے ہیں۔ کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ گیس آکسیجن ہی ہوتی ہے اور چونکہ آکسیجن غیر معمولی اجزا میں تیزابی کیفیت پیدا کرنے کی خوبی رکھتی ہے۔ اس لئے اسکے اثر سے دودھ کھٹا ہو جاتا ہے۔

۴۔ دُودھ بلونے سے مکھن کیوں اُوپر آجاتا ہے۔ بلونے سے اور تھوڑی حرارت کے اثر سے دُودھ کے سیل (cells) جن میں مکھن بھرا ہوتا ہے۔ پھٹ جاتے ہیں۔ مکھن باہر نکل کر آہستہ آہستہ اکٹھا ہوتا رہتا ہے۔ بالآخر بڑے بڑے ٹکڑے بنکر سطح پر آجاتا ہے +

۵۔ چائے پینے سے سر درد اِسلئے بند ہوجاتی ہے کہ چائے کا خُون پر محرکانہ اثر ہوتا ہے۔ جس سے دماغی نسوں کی تکلیف رفع ہوجاتی ہے +

۶۔ گرمیوں میں سفید اور چمکیلی زمین والے کپڑے اِسلئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ کہ ایسے کپڑے سُورج کی شعاعوں کو بجائے جذب کرنیکے منعکس کر دیتے ہیں +

۷۔ کھُلے اور ڈھیلے کپڑے تنگ کپڑوں سے اِس لئے زیادہ گرم ہوتے ہیں۔ کہ کھُلے کپڑوں میں ہوا بھری رہتی ہے۔ جو اندرُونی گرمی کو باہر نہیں نکلنے دیتی۔ اور نہ ہی بیرُونی سردی کو اندر جانے دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُونی کپڑے زیادہ گرم ہوتے ہیں۔ کیونکہ اِنمیں سُوتی کپڑوں کی نسبت مُسامات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ جن میں ہوا بھری رہتی ہے +

۸۔ چائے بناتے وقت چائے پر جو پانی ڈالا جائے وُہ اُبلتا ہُوا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ چائے میں سے ٹی آئیل (tea oil) اور ٹینک ایسڈ (tannic acid) نکالنے کے لئے اُس درجہ حرارت کی ضرُورت ہے۔ جو اُبلتے ہوئے پانی کا ہوتا ہے +

۹۔ پرندوں کے بعض اعضا دُوسرے اعضا سے کیوں زیادہ نازک ہوتے ہیں۔ گوشت کی نرمی اور سختی مچھلیوں کے استعمال پر منحصر ہے۔ اگر اعضا زیادہ کام کرتے ہیں۔ تو وُہ سخت ہوجائینگے۔ اگر کم کام کرتے ہیں تو وُہ نرم رہیں گے +

۱۰۔ نیلے رنگ کے پردے رنگت کی اِسلئے حفاظت کرتے ہیں۔ کہ یہ سُورج کی تیز شعاعوں کے اثر کو کم کر دیتے ہیں جس طرح فوٹوگراف کی پلیٹ کو محفُوظ رکھنے کے لئے نیلا شیشہ استعمال کیا جاتا ہے

۱۱۔ گوبھی کو دو دفعہ پانی میں اُبال لینا چاہیئے۔ پہلے پانی میں ایک ایسا تیل مل کر اُتر جاتا ہے جو گوبھی کو بدمزہ بنا دیتا ہے۔ اور صحت پر بُرا اثر ڈالتا ہے +



خط و کتابت کرتے وقت اپنا چٹ نمبر ضرُور لکھیں۔ اگر چٹ نمبر کا حوالہ نہ دیا گیا ہوگا۔ تو ایسے خط کی تعمیل نہ ہوگی (ایڈیٹر)



سیکھے جس کو نہ آتے ہوں طریقے پیار کے

نعرۂ محبت

اس مادہ پرست زمانہ میں جبکہ مذہب سے مذہب کو اور انسان سے انسان کو نفرت ہے۔ سولہ سال تک کے بعد جوگی نے پھر سے اپنے ہموطنوں کو مذہب سے مذہب کو اور انسان سے انسان کو بلکہ ہر موجودات سے محبت کرنا سکھا دیا ہے۔ اسوقت بھارت ورش کا کوئی شہر یا قصبہ ایسا نہیں۔ کہ جہاں تلاش کرنے پر آپ کو "جوگی" کا پیارا نہ ملے۔ آپ ہندوستان کی کسی بستی یا کسی صوبہ میں جائیں۔ ذرا سی تلاش کرنے پر آپ کو جوگی کا پیارا وہاں ملے گا۔ اور وہ پیار و محبت کا پتلا آپ سے انتہائی پریم کا سلوک کریگا۔ میں ہر انسان کو اس برادری میں شامل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ آپ کی کوشش اور بھگوان کی کرپا سے مجھ کو مرنے سے پہلے اسمیں کامیابی نصیب ہوگی ٭

شردھا۔ پریم اور سرگرمی سے بھرے ہوئے روزانہ بیسیوں خطوں میں سے اس دفعہ میں دو خط آپ پیاروں کی سیوا میں پیش کرتا ہوں۔ ایک تو سنٹرل انڈیا کے شہر "ساگر کی دیوی" کا ہے۔ جو کہ گانے کا کام کرتی ہے جس کا دل بھگوت بھگتی سے لبریز ہے۔ میں نے اس دیوی کو جواب دیا ہے کہ جیسے چنتا منی نے بلوا منگل کو بھگت سور داس بنا دیا تھا ایسے ہی اے دیوی تو اپنے آپ اور دوسروں کو بھگوان کی راہ پر ڈال سکتی ہے۔ میرے نزدیک طوائف ہونا اس دیوی کا قابل نفرت نہیں۔ بلکہ اس کو میں زیادہ ہمدردی کا مستحق پاتا ہوں۔ ایک طوائف ہوکر ایسے پاکیزہ جذبات۔ اے بھگوان او نچے کہلانے والوں کے دلمیں بھی یہ جذبات پیدا کر کہ جو دل سے نکلے ہیں۔ دوسرا پریم پتر ایک ایسے پیارے کا ہے۔ کہ جسکے دلمیں پریم کا سمندر اُمنڈ رہا ہے جس کا خط اُسکے دل کا آئینہ ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس گنہگاروں کی دنیا میں نہیں۔ بلکہ دیوتوں کی دنیا میں سانس لیتا ہے۔ میں ان ہر دو خطوں سے از حد متاثر ہوا ہوں۔ اب آپ پیاروں کے ملاحظہ کے لئے پیش کرتا ہوں ٭

آپکا پریم آتما:۔ صوفی لچھمن پرشاد

اوم

"خریدار ۱۲۶۹ء" پیارے صوفی جی پرنام تسلیم

میں "جوگی" کا قریب پانچسال سے خریدار ہوں۔ اور تاحیات رہونگا۔ میں اپنے پیارے "جوگی" کو جیسا وقت کا پابند پاتا ہوں۔ شاید ہی کوئی اور رسالہ ہو۔ میں اور کئی رسالوں و اخباروں کا بھی

خریدار ہوں۔ مگر اپنے پیارے "جوگی" کے ہمسر ایک کو بھی نہ پایا۔ بہتیرے تو اس ناپائیدار دنیا میں کچھ دن ٹھہر کر ہی ناکامیابی کے غار میں غوطہ زن ہو گئے۔ اور خریداروں کا چندہ بھی ہڑپ ہو گیا۔ مگر میرے "مستانہ جوگی" نے بڑی بڑی گرانیوں جرمن و اجنبی لڑائیوں کی تیز گرانی کا سامنا کر کے بھی اپنے پوتر چرنوں کو اس ناپائیدار دنیا میں قائم رکھا۔ پرمیشور ہمارے "جوگی" کی عمر دراز کرے اور تا ابد قائم رکھے "مستانہ جوگی" کو جو کہ واقعی دنیوی و روحانی و اخلاقی معلومات کا لا انتہا خزانہ ہے۔ جو کچھ بھی پدوی دکھاوے کم ہے۔ میں "جوگی" کو جب اپنے ہاتھوں میں لیتا ہوں معلوم ہوتا ہے گویا کہ آپ سے باتیں کر رہا ہوں۔ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس انمول رتن کا سالانہ چندہ صرف تین روپیہ جیسی حقیر رقم ہے۔ جو کہ ایک گرہستی آدمی کے لئے پان کے خرچہ سے بھی کم ہے۔ میں اپنے اُن پیاروں سے جن کو دنیوی۔ روحانی۔ اخلاقی و دینی اور جسمانی معلومات سے تنک بھی دلچسپی ہے۔ و نیز اُن پیاروں سے جن کو صنعت و حرفت و حکمت سے ذرا بھی شوق ہے۔ و اپنے اُن پیاروں سے جو ابتک "جوگی" کے خریدار نہیں ہیں۔ التجا کرونگا۔ کہ وہ آج ہی "مستانہ جوگی" کے خریدار بن جوگی کا سالانہ چندہ تین روپیہ جیسی حقیر رقم بھیجکر صوفی جی کی حوصلہ افزائی فرما دیں۔ اور جلد سے جلد اپنا نام "جوگی" کی فہرست میں درج کرالیں۔ یہاں پیارے "جوگی" کے لئے آتما سے نکلے ہوئے دو الفاظ۔ جن کو میری آتما نے اس کاغذ پر لکھا۔ یہاں پریم کے دو آنسو۔ فقط۔

آپکا داس

لال بہاری لال سکسینہ۔ اندی نگر۔ پرگنہ کوراولی ضلع مین پوری

ایٹ ۳۵۔ کٹرہ مین پوری نمبر خریدار ۱۲۶۹ "

نمبر ۲۔ "میرے دل کے بہرے اندھی آنکھوں کو روشنی دینے والے۔ بھولے ہوئے کو رستہ بتانیوالے مجھ ایسی نادان کو ہوشیار کرنیوالے صوفی لچھمن پرشاد صاحب خوش رہے۔ ایشور آپ کی بڑی عمر اور تندرست جسم و دماغ رکھے۔ میں آپکے "مستانہ جوگی" کی راہ دیکھتی رہتی ہوں۔ انتظار ابتک کیا خیال تھا۔ اب ہی آتا ہوگا۔ مگر نہیں آیا۔ اور بھی بہت سی کتابیں میرے پاس ہیں اور آتی ہیں۔ مگر میرا جی کسی میں نہیں لگتا۔ کیا کروں یہ نہیں جی چاہتا دوسری کتاب دیکھنے کو۔ جو کتاب دیکھتی ہوں۔ پھیکی معلوم ہوتی ہے۔ میرا عشق آپ کی کتاب پر ہو گیا ہے۔ بغیر اس کے چین نہیں۔ مجبوری یہ ہے کہ یہاں کی۔ پی میں لوگ اُردو بالکل نہیں جانتے۔ ورنہ میں کوئی خریدار دیتی۔ ہندی کا رواج ہے۔ یہی سبب کاروبار میں کام دیتی ہے۔ ہندی میں "مستانہ جوگی" نہیں چھپی۔ مناسب ہو تو ہندی میں ضرور چھپوائیے۔ بیحد خریدار ہونگے۔ یہ چیز ایسی ہے۔ جو ایک بار دیکھے گا۔ ضرور

منگواہیگا۔ مئی کا پرچہ ہمارے پاس آیا تھا۔ جُون کا پرچہ ابتک نہیں آیا۔ بیحد بے چینی ہے۔ مہربانی فرماکر جلد روانہ فرمایئے۔ تاکہ دِل کو قرار آئے۔ یا وجہ لکھئے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ فقط

بائی رام کنور طوائف ساگر سی۔ پی۔ کبڑا بازار ◆

عِلم جڑی بُوٹی

آرگٹ :۔ شناخت۔ یہ ایک قسم کا اناج ہے۔ اسکے تسوں کے اندر ایک قسم کا کیڑا ہوتا ہے۔ جو اناج کے دانوں کی ماہیت بدل دیتا ہے۔ یہ اناج دوائی کے طور پر کیڑوں کے ساتھ ہی مستعمل

ہوتاہے۔ جو اناج کے دانوں کی ماہیت بدل دیتاہے۔ یہ اناج دوائی کے طور پر کیڑوں کے ساتھ ہی مستعمل

ہوتاہے۔ اور معہ کیڑوں کے ہی اِس اناج کو ارگٹ کہتے ہیں۔ ہر دانہ ½ انچ سے ایک انچ تک لمبا ہوتا ہے شکل قدرے تکونی ہوتی ہے۔ ذائقہ جی متلانے والا ہوتاہے۔ اِس کو تازہ تازہ نچوڑ کر جو پانی نکالا جاتا ہے اسے ارگوٹین کہتے ہیں۔ عموماً گیہوں کے خوشوں سے حاصل ہوتاہے ◆

خواص و فوائد :۔ اِس دوائی کا اثر اعضا کے پٹھوں پر ہوتاہے یعنی یہ دوائی ان کو سکیڑتی ہے اِس خاصیت سے ڈاکٹر لوگ اسے مختلف امراض میں اِستعمال کرتے ہیں مثلاً بوقتِ وضع حمل بوجہ کمزوری رحم اگر بچہ باہر نہ نکل سکے۔ تو آرگٹ اِستعمال کیا جاتاہے۔ اِس سے رحم سکڑ کر بچہ باہر نکل آتا ہے۔ اسکے اِستعمال سے چھوٹی چھوٹی شریانیں بھی سکڑ جاتی ہیں۔ اسلئے جریانِ خُون وغیرہ میں اسکا بڑا اِستعمال ہوتاہے۔ اسکی یہی خوبی ہے یہ دوائی اعضائے تناسل کی ذکاوت حس رفع کرنے میں بھی برتی جاتی ہے ◆

ترکیب اِستعمال :۔ خوراک اِسکی ½ ۲ رتی سے ۱۵ رتی تک ہے۔ بوقت وضع حمل دس دس رتی کی تین پُڑیاں باندھیں۔ اور ایک ایک پُڑی آدھ آدھ گھنٹہ بعد عرق پیپرمنٹ کے ہمراہ اِستعمال کریں۔ عام طور پر اسکی خُوراک ½ ۲ رتی سے ۵ رتی تک ہے۔ یہ دوائی زیادہ اِستعمال کی جاوے۔ تو مُضر ثابت ہوتی ہے نبض سُست ہو کر پُتلیاں پھیل جاتی ہیں۔ سر گھُومنے لگتاہے۔ اور آخرکار تشنج ہو کر ہلاکت ہوجاتی ہے ◆

آکول :۔ شناخت :۔ یہ درخت بہت قد آور اور موٹے تنے والا ہوتاہے۔ عموماً چالیس فٹ

اونچا ہوتا ہے۔ پتا عموماً ایک انگل چوڑا۔ بڑی انگلی کے برابر لمبا بشکل آڑو کے۔ سے پتے کی ...
مگر اسکی رنگ قدرے ابھی ہوتی ہے۔ اور رگیں انڈے سے موٹی ہوتی ہیں۔ اس درخت کو پھل بھی لگتے
جو چاول سے قدرے چھوٹے ہوتے ہیں جن کا مزہ پھیکا ہوتا ہے پھل عموماً جیٹھ اساڑھ میں لگتے
ہیں۔ اسکی چھال کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ اور اوپر خاکی سے رنگ کے دھبے ہوتے ہیں۔ کچی لکڑی
سفید ہوتی ہے۔ لکڑی کا مزہ کسیلا سا ہوتا ہے۔ چبانے سے جی متلانے لگتا ہے۔ قے کرنے کو
جی چاہتا ہے۔ درخت کی کانٹے بھی ہوتے ہیں جو موٹے اور چھوٹے ہوا کرتے ہیں ❊

خواص و فوائد۔ اسکی لکڑی اگر بھیتر سے کاٹ کر اور پانی میں گھس کر ان عورتوں کو پلائی
جن کے بچے مرض ام الصبیان سے مر جاتے ہیں تو نفع کرتی ہے۔ افیون کے زہر کو بھی زائل کرتی
ہے۔ افیون کا نشہ زور پر ہو۔ اسکی اندرونی لکڑی پانی میں پیسکر پلا دیں۔ نشہ فوراً زائل ہو جاتا
وہ شخص جس کو سانپ نے کاٹا ہو اسے بھی پلانے سے نفع ہوگا۔ یونانیوں نے بھی اسکی تعریف کی ہے

اکاس بیل (امر بیل)

شناخت۔ اسے امر بیل بھی کہتے ہیں۔ یہ گھاس ہے
زرد رنگ کی ہوتی ہے۔ درختوں پر پھیلتی ہے۔ چونکہ اسکی جڑ زمین پر نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کو آکاس بیل
کہتے ہیں۔ اگر اس کا ایک تنکا لیکر کسی ایسے درخت پر ڈال دیا جاوے جس پر یہ پہلے نہ ہو۔ تو وہاں پر بھی
بہت جلدی پھیل جاتی ہے۔ اور اس قدر پھیلتی ہے کہ درخت اور اس کے پتوں کو بہت جلد
چھپا لیتی ہے۔ درخت سوکھ جایا کرتا ہے۔ اسکے پتے بہت چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اور اگر
کو توڑا جاوے تو پانی سا نکلتا ہے۔ پتے غور سے دیکھنے سے نظر آتے ہیں۔ عموماً باریک باریک
ڈنٹھل سے درخت پر لپٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس کا مزاج گرم و خشک ہے ❊

فوائد۔ اس کو جوش کر کے پینے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔ اگر کیکر کے تازہ پتوں
اور اکاس بیل کو ... کر کے چودہ روز گھی کے ساتھ استعمال کریں تو سوزاک دفع ہو جاتا ہے
قوت باہ۔ اور آنکھوں کی بینائی بڑھانے کے لئے ہر روز ۹ ماشہ اسکے سفوف کو شہد میں ملا کر چاٹا
جاتا ہے۔ اسکا جوشاندہ پینے سے جگر کی طاقت بڑھتی ہے۔ خون صاف کرنیکے لئے بھی استعمال
کرتے ہیں۔ یہ دوائی دست لانے والی بھی ہے۔ اس کو کھانے سے بد ہضمی کا بخار اور اپھارہ دور ہو جاتا
اسکے سفوف میں مکھن اور گھی ملا کر لیپ کریں۔ پرانے زخم بھر جائینگے۔ اس کا جوشاندہ پلانے سے تو ...
کرتی ہے۔ بچہ کے اپھارہ استسقا میں مفید ہے۔ منی کو بڑھاتی ہے ❊

بھسمیں بنانا اور شدھ کرنا

گندھک۔ ایک برتن میں دودھ ڈال کر اس کے منہ پر باریک کپڑا باندھ دیں۔ اور گھی ایک کڑچھی میں ڈال کر آگ پر گرم کریں جب پگھل جاوے تو کپڑے پر انڈیل دیں۔ گندھک چھن کر دودھ میں جا پڑیگی۔ اسی طرح سات بار کریں۔ ہر دفعہ تازہ گھی ڈالیں۔ یا گندھک کپڑے پر رکھ کر پیالہ اوندھا کر کے پیالے کے منہ کو کوزے سے جوڑ دیں۔ یا آرد ماش سے بند کر دیں۔ دودھ والے برتن کو زمین میں گاڑ کر کوزہ باہر رکھیں اور اوپر آگ دیدیں۔ اس طرح گندھک چھن کر دودھ میں جا پڑتی ہے۔ یہی شدھ گندھک ہے ہمیشہ اسی کو نسخوں میں استعمال کرنا چاہئے۔ یہی گندھک بطور سفوف رتی دو رتی دودھ کے ساتھ کھلانے سے خون کو صاف کرتی ہے۔ دوسری ترکیب سے شدھ کی ہوئی گندھک کو بذریعہ پتال جنتر شدھ کی ہوئی کہتے ہیں +

پارہ۔ پارہ اگر شدھ کیا ہوا نہ ہو تو نہایت خطرناک ہوتا ہے۔ اس لئے اسے ضرور شدھ کر لینا چاہئے۔ پارے کو لیموں کے رس یا پرانی اینٹ یا شیشہ نمک کے ساتھ کھرل کرنے سے معمولی طور شدھ ہو جاتا ہے لیکن رسوں میں چونکہ یہ چیز نہایت کثرت سے استعمال ہوتی ہے۔ اور اسی کی عمدگی پر دوائی کی خوبی کا دارومدار ہے۔ اس لئے صاف کرنے کی بہت سی ترکیبیں ہیں:۔

پہلی ترکیب:۔ سفوف ہلدی اور پھر گھیکوار کے رس میں پارے کو کھرل کریں۔ پھر اس کا جرم اڑا لیں۔ یہ شدھ پارہ ہے اسے تمام رسوں میں استعمال کریں +

دوسری ترکیب:۔ نقص دور کرنا۔ اون۔ ہلدی۔ اینٹ کا سفوف۔ گھر کا دھواں۔ نیموں کا رس۔ گھیکوار کا رس۔ ان سب کو پارے کا سولھواں حصہ لیکر ایک دن پارہ ان میں کھرل کریں۔ پھر کانجی سے دھو ڈالیں۔ اسی طرح سات دفعہ کریں۔ اس سے پارے کا پہلا نقص دور ہوتا ہے۔ پھر اندرائن کی جڑ اور انکوٹھ (ڈھیرا) اور گھیکوار کا رس ملا کر انہیں پارہ ڈال کر رگڑیں۔ اور کانجی سے دھو ڈالیں۔ اسی طرح سات دفعہ کریں۔ اس سے پارے کا دوسرا نقص دور ہو جاتا ہے۔ پھر اہتاس کے گودے کے ساتھ سات دن کھرل کر کے کانجی سے دھو ڈالیں۔ پھر چیتے کی جڑ کے ساتھ سات دن کھرل کریں اور کانجی سے دھو ڈالیں۔ پھر دھتورہ کے رس یا بچوں کے سفوف کے ساتھ [illegible]

بالا ترکیب سے کھرل کریں۔ پھر ترپھلے میں مذکورہ بالا ترکیب سے۔ پھر ترکٹے کے سفوف میں۔ پھر
گوکھرو دھاکھڑے اکے سفوف میں۔ ہر چیز کا وزن پارے کا سولھواں حصہ ہونا چاہئے۔ اور ہر
چیز کے ساتھ گھیکوار کا رس حسب ضرورت استعمال کرنا چاہئے۔ ایسا کرنے سے پارہ ہر طرح سے
شدھ اور صاف ہو جاتا ہے +

پارہ کے صاف کرنے کی اور کئی ترکیبیں ہیں جو نہایت لمبی ہیں جن اصحاب کو ضرورت ہو۔ وہ
ہندی گرنتھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں وہ دیدہ دانستہ حذف کیگئی ہیں +

نیز یہ خیال رہے کہ جس نسخے میں پارہ اور گندھک ہر دو مذکور ہوں۔ اس کو تیار کرتے وقت سب سے
پہلے پارے اور گندھک کو آپس میں اسقدر کھرل کرنا چاہئے کہ پارے کے ذرات نظر نہ آویں۔ اسے کجلی
کہتے ہیں +

ابرک۔ صاف کرنا۔ ابرک سیاہ یا سفید ۴ چھٹانک۔ شالی (دھان) ایک سیر۔ ان کو
ایک کمبل کے ٹکڑے میں باندھکر کانجی میں یا پانی میں بھگو دیں۔ تین دن کے بعد ایک بڑی پرات میں
اس پوٹلی کو رکھکر آہستہ آہستہ ملیں اور اوپر پانی ڈالتے جاویں۔ اسطرح ابرک کے ذرے ریت کی مانند
ہو کر پرات میں آجاوینگے۔ جب ذرے نکلنے ختم ہو جاویں۔ تو پانی نتھار کر ابرک کو لے لیویں۔ اور سکھا
کام میں لاویں۔ ابرک کو اسطرح بھگونے سے پہلے دودھ میں چار پانچ بجھاؤ دے لینے چاہئیں ایسے
ابرک کو دھانیہ ابرک کہتے ہیں +

بھسم بنانی (۱) دھانیہ ابرک کو گیلا گھاس۔ سجی کھار۔ چنا کھار اور نمک۔ ان کے پانی میں
بنائے ہوئے محلولوں میں خوب رگڑیں۔ اور پھر ٹکیہ بنالیں ٹکیہ کو کیلے کے پتوں میں لپیٹ کر کوئلوں کی
تیز آنچ میں پھونکیں۔ پھر نکال کر تھوہر کے دودھ میں کھرل کر کے سمپٹ کریں اور گجپٹ کی آگ دیویں
اسی طرح آک کے دودھ میں کھرل کر کے آگ دیں۔ ایسا کرنے سے ابرک کی بھسم بن جاتی ہے۔ اگر چمک
نہ جاوے تو پھر آگ دیویں +

(۲) دھانیہ ابرک کو ۲۴ گھنٹے آک کے دودھ میں کھرل کریں۔ اور ٹکیاں بنا کر آک کے پتوں
میں لپیٹ کر گجپٹ کی آگ دیں۔ اسی طرح سات بار کریں۔ تین بار بڑ کی داڑھی کے کاڑھے میں کھرل
کر کے اور بڑ کے پتوں میں لپیٹ کر آگ دیں۔ ایسا کرنے سے ضرور ابرک کا کشتہ ہو جاتا ہے۔ یہ بھسم
ایسی ہی اکسیر ہے۔ بہت سے نسخوں میں استعمال کریں۔

تانبہ :۔ صاف کرنا۔ آک کے دودھ میں نمک کو رگڑیں۔ اور اسے تانبے کے پتروں پر لیپ کرکے پتروں کو تپا کر سبنھالو کے رس میں ۱۲ بار بجھاویں۔ یا تانبے کے پتروں کو گئو موتر میں ڈال کر نہایت تیز آگ پر ایک پہر تک پکاویں۔ تانبہ ایسا کرنے سے اچھی طرح شدھ ہو جاتا ہے ✦

بھسم بنانا (۱) تانبہ صاف کرکے اسکے باریک پتر بنوالیں۔ اور ان پتروں پر سیندھا نمک اور گندھک مساوی الوزن کا سفوف جامن کے رس میں کھرل کرکے لیپ کردیں۔ پھر ان پتروں کو ہانڈی میں رکھدیں اور اوپر ایک پیالہ الٹا کر اسکے لبوں کو آردماش سے ہانڈی کے ساتھ جوڑ دیں۔ باقی ماندہ ہانڈی کو ریت سے بھردیں۔ اور پھر اسے چولھے پر سوار کرکے نیچے نہایت تیز آگ بارہ گھنٹے جلاویں۔ سرد ہونے پر تانبہ نکال کر گھی۔ دودھ۔ دہی۔ گئو موتر اور گوبر کے رس میں رگڑ کر سمپٹ کرکے تین بار آگ دیں۔ اسطرح نہایت اعلیٰ کشتہ ہو جاتا ہے ✦

تانبے کے پتر توے پر رکھکر گندھک کی چٹکی دینے سے بھی تانبہ کشتہ ہو جاتا ہے لیکن یہ نہایت ناقص ہوتا ہے ✦

۲۔ **سفید کشتہ** :۔ برگ بھنگرہ سفید دس تولہ۔ سپر مقشر دس تولہ۔ پوست درخت پیپل دس تولہ سب کو باریک کریں۔ اور عرق امربیل دس تولہ میں کھرل کرکے نگدہ بناویں۔ اس نگدے میں دو تین عدد نانک شاہی پیسے رکھکر ایک من اپلوں کی آگ دیں۔ تمام سفید ہو جاوینگے۔ تیار شدہ کشتے کو شی سے محفوظ رکھیں ✦

لوہے کی میل (خبث الحدید) لوہا اور فولاد :۔ **صاف کرنا**۔ ان کو صاف کرنیکی کوئی خاص ترکیب نہیں۔ لوہے کی میل یعنی منڈور کو سہاگے کے محلول سے دھوکر یا اسے پیس کر پانی میں دھوکر صاف کرلیتے ہیں منڈور اور لوہچون کے سفوف کو سرکہ۔ دہی۔ جامن کا رس۔ بھکھڑے کے رس وغیرہ میں تر و خشک کرنیسے یہ کشتہ بھی ہو جاتے ہیں اور صاف بھی۔ بعد میں ترشی دور کرنیکے لئے انہیں گھی یا بادام روغن میں بھون لیا جاتا ہے۔ اور ان کی اسی قسم کی بھسم ادویہ میں استعمال ہوتی ہے۔ فولاد کے برادہ کا بھی منڈور کی طرح کشتہ ہو سکتا ہے۔ بعض گرنتھوں میں مذکور ہے۔ کہ پاؤ بھر لوہے کے پتر لیویں۔ اور ۳۲ انچھٹانک ترپھلے میں آٹھ گنا پانی ڈال کر پکاویں۔ جب چوتھائی ہے چھانکر اس میں لوہ پتروں کو سات بار بجھا دیویں۔ اسطرح لوہا شدھ ہو جاتا ہے ✦

لوہے یا فولاد کی بھسم۔ اسکے بنانے کی ویدک والوں نے بہت سی ترکیبیں لکھی ہیں۔

اور ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر ہے۔ یہاں صرف ایک ترکیب درج کیجاتی ہے۔ شدھ لوہے (یعنی وہ لوہا جسے بار بار تر پھلے کے کاڑھے میں بجھایا گیا ہو۔ وہ کوٹنے سے سفوف بن جاتا ہے) کو گئو موتر میں سحق کر کے آگ دیں۔ اسی طرح تین آنچیں دیں۔ پھر گھیکوار کے رس میں کھرل کر کے تین بار آنچ دیں۔ اور آخرکار ایک آگ دہی میں کھرل کر کے دیں۔ اسطرح کرنے سے لوہے کا بہت نفیس کشتہ ہو جاتا ہے پانی پر ڈال کر دیکھ لیں۔ کہ آیا پانی سے اوپر تیرتا ہے۔ اسے نسخوں میں استعمال کر سکتے ہیں جسقدر زیادہ دفعہ آگ دی جاویگی۔ اسی قدر یہ نقص دور ہونگے ٭

قلعی رہنگ

صاف کرنا:- پہلے تین بجھاؤ گئو موتر میں۔ پھر دہی میں۔ پھر ترپھلے پانی میں اور پھر کانجی میں دیں۔ اسطرح یہ صاف ہو جاتی ہے ٭

بھسم بنانا:- قلعی کو کڑاہی آہنی میں پگھلا کر بھنگ۔ ہلدی۔ پوست وغیرہ کی چٹکی دینے سے یہ کشتہ ہو جاتی ہے۔ بھنگ یا کیکر کے پتوں کا سفوف بنا کر اور اس سفوف کو ٹاٹ پر بچھا کر قلعی کے باریک ریزے علیحدہ علیحدہ اس سفوف پر رکھکر ٹاٹ کو لپیٹ کر آگ دینے سے یہ کشتہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اجوائن کے سفوف میں بھی کشتہ ہو جاتی ہے ٭

ایورویدک مجربات

(تپ محرقہ اسہال وغیرہ)

آنند بھیرو رس:- شنگرف۔ میٹھا تیلیہ۔ سہاگہ۔ گندھک۔ برابر لیکر لیموں کے رس میں کھرل کر کے ایک ایک رتی کی گولیاں بنالیویں۔ اسکے استعمال سے دست سنگرہنی اور وہ تپ محرقہ جس میں ہیم سرد ہو جاتا ہے۔ نیز سنگرہنی و ضعف ہضم دور ہو جاتے ہیں۔ مقدار خوراک ایک ایک گولی ہے ٭

پران ایشور رس:- پارہ۔ گندھک۔ ابرک بھسم۔ اجوائن۔ سونف۔ سہاگہ۔ زیرہ ہر ایک ایک تولہ۔ جوکھار۔ ہینگ۔ پانچوں نمک۔ بایبڑنگ۔ اندرجو۔ رال۔ چیتا ہر ایک چھ ماشہ۔ تمام کا سفوف بنا کر پانی ملا کر ایک ایک رتی کی گولیاں بنادیں۔ یہ بہت مفید ہیں ٭

کنک سندر رس:- شنگرف۔ کالی مرچ۔ گندھک۔ سہاگہ۔ میٹھا تیلیہ۔ گھ... رنج

دھتورہ سیاہ۔ مساوی الوزن لیکر سفوف بناویں اور بھنگ کے پتوں کے رس میں کافی دیر
تک کھرل کریں۔ پھر گولیاں چنے کے برابر گولیاں بنالیویں۔ نہایت ردی اقسام کے دست اس سے
دُور ہو جاتے ہیں ❖

(سل دق کا علاج)

لوکیشور پوٹلی رس:۔ رس سندھور دو تولے۔ کشتہ سونا ۹ ماشہ۔ گندھک ایک تولہ
ان کو چیتے کی جڑ کے رس میں کھرل کریں۔ سکھا کر کوڑیوں میں بھر دیویں۔ کوڑیوں کا منہ سہاگہ (سہاگہ گو
گوبکری کے دودھ میں پیس لینا چاہئے) سے بند کر دیویں اور سکھالیں۔ پھر ایک کوزہ گلی کے اندر چونے
کا لیپ کریں۔ اور اسمیں کوڑیوں کو رکھدیں۔ اسکے منہ پر ایک اور کوزہ اُلٹا رکھیں۔ اور دونوں کوزوں
پر کپروٹی کر دیں۔ سکھا کر دوپہر کے وقت گجپٹ کی آگ دیویں۔ تین دن کے بعد نکالیں۔ اور کوڑیوں
کو بمعہ دوائی کے پیس لیویں۔ مقدار خوراک ۴ رتی۔ شہد اور مگھ کے سفوف کے ہمراہ ❖

یہ دوائی کمزوری ضعف ہضم۔ کھانسی اور پیٹ کی بیماریوں اور سل کو دور کرتی ہے۔ ان حالات
میں دوائی کو گھی اور مرچ سیاہ کے سفوف کے ساتھ بقدر چار رتی تین دن تک استعمال کرنا چاہئے۔
اس دوائی کے ساتھ نمک استعمال نہیں کرنا چاہئے گھی اور دہی ضرور استعمال کرنا چاہئے۔ بوقت ضرورت
اکیس دن تک بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ خوراک گھی وغیرہ کھائیں بینگن۔ تیل اور کریلے سے پرہیز کریں
پیٹھ کے بل یعنی چت سویا کریں۔ وہ انسان جو بیقاعدہ روٹی کھانے سے کمزور ہو گئے ہوں۔ اُن کے لئے
یہ تریاق ہے۔ پانڈو روگ اور کشیہ روگ میں نہایت مفید ہے۔ دائم المریض یا وہ انسان جن کا جسم
مرضوں کا گھر ہوتا ہے۔ اُن کے لئے نہایت ہی اعلیٰ چیز ہے۔ یہ دوائی مفرح بھی ہے۔ تھکاوٹ کو دور
کرتی ہے۔ اس سے منی طاقت ور ہوتی اور بڑھتی ہے۔ اس کو ہمیشہ استعمال کرنیوالا بیمار نہیں ہوتا۔
دماغی امراض۔ جنون اور بخار اور ضعف دل دُور کرتی ہے ❖

کاس کٹھار رس۔ گندھک۔ شنگرف۔ ترکٹہ۔ سہاگہ۔ سب ایک ایک تولہ۔ سب کو کھرل میں
باریک کر کے سفوف بنالیں۔ بوقت ضرورت بقدر دو رتی ادرک کے رس کے ساتھ استعمال کریں۔ جملہ
اقسام کی کھانسی کو مفید ہے۔ کھانسی کے لئے خصوصیت ہے۔ یہ دوا کثرت سے برتی جاتی ہے ❖

شری چندر امرت رس۔ پارہ۔ گندھک۔ لوہا۔ ہر ایک ایک تولہ۔ سہاگہ ۴ تولہ۔ کالی مرچ
دو تولہ۔ ترکٹہ۔ ترپھلہ۔ چب۔ دھنیا۔ زیرہ۔ سیندھا نمک ہر ایک ایک تولہ۔ سب کے سفوف کو ملالیں اور
بکری کے دودھ میں کھرل کر کے ۹-۹ رتی کی گولیاں بناویں:۔ ترکیب استعمال۔ ہر صبح پاخانے وغیرہ سے

فارغ ہوکر اشنان کر کے ایک گولی کلتھی کے کاڑھے یا بکری کے دُودھ یا گکرُ چھڈی کے رس کے ساتھ استعمال کریں۔ یہ بہت مُفید گولیاں ہیں۔ اِن سے کئی اقسام کی کھانسی دُور ہو جاتی ہے۔ یہ دوائی تمام اقسام کے بخاروں کے لئے اکسیر ہے۔ اِن گولیوں کو کھا کر اُوپر سے کٹائی۔ ناگر موتھ۔ بھارنگی۔ اڑوسہ اور گلو مساوی الوزن کا کاڑھا پینا چاہئیے +

(کِرم اور اُن سے پیدا شُدہ امراض)

کِرم وناشک رس:۔ شُدھ پارہ۔ شُدھ گندھک۔ ابرک کی بھسم۔ لوہے کی بھسم۔ منسل دھائے کے پھُول۔ ترپھلہ۔ ہلدی۔ دارہلدی۔ بابڑنگ۔ لودھ۔ ہر ایک ایک تولہ لیکر سفوف بنالیں اور ادرک تازہ کا رس نکال کر مذکورہ سفوف کو اسمیں سات بار تر و خُشک کریں۔ پھر چنے کے برابر گولیاں بنا لیں۔ اور صُبح کیوقت ترپھلہ بھگو کر اسکے پانی کے ساتھ ایک گولی اِستعمال کریں۔ اِس سے بادی۔ گرمی اور کف تینوں اقسام کے کرموں سے پیدا شُدہ امراض ہٹ جاتے ہیں +

بڑنگ لوہ۔ پارہ۔ گندھک۔ جائفل۔ لونگ۔ ترپھلہ۔ ہڑتال۔ سہاگہ۔ سب ایک ایک تولہ اِن کا سفوف بنا کر اِس سفوف میں ۹ تولہ لوہچون مُدبّر رجوکہ سرکہ یا رس لیموں وغیرہ میں کئی بار تر و خشک کرکے بنائی جاتی ہے) ملالیویں۔ اور ۲ سے ۴ رتی تک دہی کے ساتھ کھاویں۔ اِس سے انتڑیوں کے کِرم بواسیر۔ کمی بھوک ضُعفِ ہضم۔ ہیضہ۔ بُخار۔ ہچکی۔ اور سانس کے کئی امراض کا دفعیہ ہو جاتا ہے +

(ضُعف جگر اور یرقان)

منڈور بجر بٹی:۔ پپلامول۔ چب۔ چیتے کی جڑ۔ ترکٹہ۔ ترپھلہ۔ دیودار۔ بابڑنگ۔ ناگر موتھ ہر ایک ۶ ماشہ۔ منڈور ۱۲ تولے۔ گئو مُوتر ۴ چھٹانک۔ گئو مُوتر کو ایک لوہے کی کڑاہی میں ڈال کر منڈور (جوکہ ہاون دستہ میں نہائت باریک کر لیا گیا ہو۔ اور جوکہ دہی میں اتنی بار تر و خشک کیا گیا ہو۔ کہ اسمیں کرکراہٹ بالکل نہ رہ گئی ہو) کو اسمیں ملادیں اور نیچے آگ جلاویں۔ کبھی کبھی لوہے کی سیخ سے ہلادیویں اِس قدر پکاویں کہ گئو مُوتر گاڑھا ہو جاوے۔ اُسوقت اسمیں مندرجہ بالا اشیاء کا سفوف ملا کر ایک ایک تولہ کی گولیاں بنالیویں۔ اور بوقت صُبح مٹھے کے ساتھ ایک گولی اِستعمال کریں۔ یہ گولی جگر کے تمام امراض کا ناش کرتی ہے۔ معدے کو طاقت دیتی ہے۔ خُون اگر پتلا پڑ گیا ہو۔ تو اس کا قوام درست کرتی ہے۔ اور چہرے اور جسم کے رنگ کو سُرخ بناتی ہے۔ اِن گولیوں کا بہت زیادہ اِستعمال نکرنا چاہئیے

پران بلبھ رس:۔ شنگرف سے نکالا ہوا پارہ۔ گندھک۔ زعفران۔ کوڑی کی بھسم۔ ہینگ ترپھلہ۔ سھوہر کا دُودھ۔ جوکھارہ۔ جاگکوٹہ۔ دنتی کی جڑ۔ نسوت ہر ایک دوائی ۴ ماشہ۔ بکری

ے دودھ میں کھرل کریں۔ اور ۳-۴ رتی کی گولیاں بنالیویں۔ خوراک ایک گولی۔ لیکن اگر بلغمی
مزاج ہو تو دو گولیاں شہد میں ملا کر استعمال کریں۔ جگر اور معدے کے لئے تریاق ہے۔ رنگ کی زردی
کو دور کرنیکے لئے اس سے بڑھکر اور کوئی دوائی نہیں ہے۔ تپ۔ کھانسی۔ کنٹھ مالا۔ وہم۔ وغیرہ
وغیرہ جملہ امراض کا حکمی علاج ہے۔ یہ مختلف بدرقات سے استعمال کیجاتی ہے ؎

(ضعفِ ہضم وغیرہ)

مہودھی وٹی :- میٹھا تیلیا ایک تولہ۔ پارہ ایک تولہ۔ جائفل دو تولہ۔ سہاگہ دو تولہ۔
مگھ ۳ تولہ۔ سونٹھ ۲ تولہ۔ گندھک ۲ تولہ۔ کوڑی کی بھسم رگشتہ خر دو تولہ۔ لونگ ۵ تولہ۔ ان سب
ادویہ کو اکٹھا پیس لیں۔ مناسب مقدار کھانیسے بھوک کی کمی اور ہاضمہ کی کمزوری دور ہوتی ہے ؎

اگنی تنڈی رس :- پارہ۔ میٹھا تیلیہ۔ گندھک۔ اجوائن۔ پوست ہرڑ۔ پوست بہیڑہ
آملہ۔ سجی۔ جوا کھار۔ چترے کی جڑ۔ ہینگ۔ سیندھا۔ زیرہ۔ نمک سیاہ۔ نمک سوچر۔ باؤبڑنگ۔ نمک سمندر
سونٹھ۔ مرچ سیاہ۔ مگھ۔ کچلہ مدبر مساوی الوزن لیکر سفوف کرکے لیموں کے رس میں کھرل کرکے مرچ
کے برابر گولیاں بناویں۔ اس سے ضعفِ ہضم اور استرخائے معدہ جو مزمن امراض کے بعد عارض ہوتا ہے۔
دور ہوجاتا ہے۔ بھوک بڑھجاتی ہے ؎

اگنی کمار رس :- پارہ۔ گندھک۔ سہاگہ اور بچھ۔ میٹھا تیلیہ۔ ہر ایک تین تولہ۔ سنکھ کی بھسم
دو تولہ۔ کوڑی کی بھسم دو تولے۔ مرچ سیاہ ۸ تولہ۔ ان کو سفوف کریں۔ اور خوب پکے ہوئے لیموؤں
کے رس میں کھرل کریں۔ چار چار رتی کی گولیاں بناویں۔ ان سے جملہ امراض ہیضہ۔ بدہضمی۔ بادی کے
جملہ امراض۔ سنگرہنی وغیرہ دور ہوجاتے ہیں ؎

برہد اگنی کمار رس :- پارہ ۹ تولہ۔ گندھک دو تولہ۔ ترپھلہ۔ جوکھار۔ ترکٹہ۔ پانچوں نمک
ہر ایک ایک تولہ۔ ان کو سفوف کرکے ادرک کے رس میں سات بار تر و خشک کریں۔ اور کھرل کرکے چار ماشے
ادرک کے رس کے ساتھ کھائیں۔ یہ جملہ اقسام کی پیٹ کی بیماریوں کو دور کرنیوالی ایک ہی دوائی ہے ؎

برہد مہودھی وٹی۔ لونگ۔ بیخ شیطرج۔ چیتے کی جڑ۔ سونٹھ۔ جائفل۔ سہاگہ۔ بیج
دھتورہ۔ ہر ایک ایک تولہ۔ ان کو پیس کر دنتی کے رس میں چودہ بار تر و خشک کریں۔ پھر کاغذی لیموں
کے رس میں تین بار تر و خشک کریں۔ پھر اسمیں پارہ ایک تولہ۔ گندھک ایک تولہ اور بچھ ایک تولہ ملالیویں
اور ادرک کے رس میں سات اور چیتے کی جڑ کے رس میں سات بار تر و خشک کریں۔ اور مونگ کے برابر
گولیاں بنالیں۔ ہر روز ایک گولی کھاویں۔ ان سے بھوک بڑھتی ہے۔ اور قبض رفع ہوجاتی ہے۔ بخار

دُور ہوتا ہے ۔

رام بان رس :- پارہ بیش - لونگ اور گندھک - ہر ایک ایک تولہ - مرچ سیاہ دو تولہ جائفل دو ماشہ - سفوف کر کے کچی املی کے رس میں تر و خشک کریں - خوراک ایک ماشہ - اسکے استعمال سے سنگرہنی اور ضعف ہضم کا قلع قمع ہو جاتا ہے ۔

مکر دھوج :- سونا دو تولہ قلعی - کانت لوہ رسنگ مقناطیس سے نکالا ہوا - موتی (مروارید ناسُفتہ) جوتری - جائفل - چاندی - کانسی - رس سیندھور - مونگا - کستوری - کافور اور ابرک - ہر ایک دوائی ایک تولہ - اور سورن سیندھور ۴ تولہ - جو کہ چندر اُودے جنتری نمبر ۱۹۲۸ء میں مذکور ہے - تمام ادویہ کا علیحدہ علیحدہ سفوف کریں - اور گولیاں بنا کر استعمال کریں - یہ سب بیماریوں کو دور کرنے والی اور نہایت ہی مقوی دوائی ہے ۔

بسنت کسُماکر رس - سونا دو تولہ - کافور دو تولہ - کُشتہ قلعی ۳ تولہ - کانت لوہ - ابرک مونگا - موتی ہر ایک ۴ تولہ - ان کو پیس کر ملا لویں - اور اسے مندرجہ ذیل اشیاء میں الگ الگ سات سات بار تر و خشک کریں - گائے کا دودھ - گنے کا رس - اڑوسے کے پتوں کا رس - کچی لاکھ کا کاڑھا - اسگندھ کا رس - کیلے کی جڑ کا رس - کیلے کے پھولوں کا رس - ستاور کا رس - ہاتی چنبیلی کے پھولوں کا رس - آخر کار خوشبو کے لئے تھوڑی سی کستوری کے کاڑھے میں بھی اسے بھگو کر خشک کر لیں - پھر دو دو رتی کی گولیاں بنا لویں - اور مصری - شہد اور گھی کے ساتھ استعمال کریں - یہ رس پرمیہ روگ کو دور کرتا ہے - جسم کی چمک بڑھاتا ہے - منی کو طاقت دیتا ہے - اس سے پیٹ پیدا ہوتا ہے - گیارہ قسم کا کھشئی اور بلا خلاف سوم روگ دُور ہو جاتا ہے ۔

مستانہ جوگی مسلمان بھائیوں کی نظر میں

ریاست نظام حیدر آباد دکن کے جناب میر حیدر علی خان صاحب خلف جناب نواب منصور یار جنگ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے رسالوں کو بغور پڑھا اور بار بار دیکھا میرے خیال میں انڈیا بھر میں آپکا مستانہ جوگی اچھا اور بہت اچھا ہے - مذہبی معلومات کے علاوہ خواہ وہ اہل ہنود کے لئے ہوں - یہ اچھا خاصہ حکیم بھی ہے - میں بہت خوش ہونگا - اگر ہر مسلمان مذہبی تعصب کو چھوڑ کر اسکو خریدے اور اس کو جاری رکھنے میں مدد دے - اور خریداران پرچہ وقت پر قیمت ادا کر دیا کریں - مجھ سے جہاں تک ہو گا - اپنے دوستوں کو بھی اسکی خریداری کی کوشش بلیغ کرونگا ۔

اپنی باتیں

۱۔ جون کے رسالہ کے ساتھ ہر پیارے کو ایک ایک فارم بھیجا ہے کہ اس فارم پر جتنے نئے خریدار آپ بنا سکیں۔ اُن کے پتے پُر کر کے بھیجدیں۔ ابھی بہت کم پیاروں نے وہ سُرخ فارم پُر کر کے بھیجے ہیں۔ ہر پیارے کے پاس وہ فارم میری امانت ہے۔ جسقدر جلد ممکن ہو۔ پُر کر کے بھیجدیں۔ میں ہر ڈاک میں آپکے فارموں کا انتظار کرتا ہوں ؎

۲۔ "مستانہ جوگی" کا جو پروگرام سنہ ۱۹۲۸ء کے لئے میں نے مقرر کیا تھا۔ اُسکے مطابق جوگی اس قدر قیمتی معلومات کا مخزن بنگیا ہے۔ یہ آپ پر بخوبی روشن ہے۔ میں ابھی بہت سی نایاب چیزوں کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں جس وقت تمام پیاروں نے اپنے اپنے نئے خریداروں کے فارم پُر کر کے بھیجدیئے۔ میں فوراً رسالہ میں اُن قیمتی بابوں کا اضافہ کردونگا جن سے جو کہا تھا۔ وہ کر رہا ہوں۔ اعدجواب کہہ رہا ہوں کر دونگا۔ ماہ دسمبر تک میں چند مضمون ایسے چھاپونگا۔ کہ آپ اُنکی مدد سے ہی ہزاروں روپیہ کما سکیں گے۔ اسلئے آئندہ سے ہر رسالہ نہائت احتیاط سے رکھیں ؎

۳۔ ہر پیارا اگر پاکر کے صفحہ اوّل پر رسالہ کے قواعد بغور پڑھے اور آئندہ ان اصولوں کا پابند رہے۔ کیونکہ بے ضابطہ خط و کتابت سے میرا کام بہت بڑھ جاتا ہے ؎

۴۔ میں عنقریب تمام ہندوستان کا دورہ کرنیوالا ہوں۔ اور اسی دورے میں لنکا اور برھا بھی جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس لئے جو پیارے لاہور میں آکر ملنا چاہتے ہیں۔ وہ مجھ کو دورے میں ہی مل لینگے۔ دریافت کرنے پر میں ہر ملنے کی خواہش رکھنے والے پیارے کو اپنے پروگرام کی اطلاع دے دونگا کہ کون سی تاریخ کو میں اُن کے شہر میں ہونگا ؎

نہائت ضروری اعلان

ہر مستقل خریدار رسالہ مستانہ جوگی کی جب میعاد خریداری ختم ہوتی ہے۔ تو میں بجائے تین روپے سالانہ چندہ کے صرف دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء تک کا ہی چندہ وصول کرتا ہوں۔ تاکہ ہر خریدار کی میعاد خریداری دسمبر تک ہی رہے۔ اور پھر جنوری ۱۹۲۹ء سے رسالہ کے نئے دور میں تمام خریدار یکسان ہو

جائیں - جولائی میں جن کی میعاد خریداری ختم ہوتی ہے - اُن سے دسمبر تک کے چھ رسالوں کا چندہ صرف ڈیڑھ روپیہ ہی وصول ہوگا - اور جن کی اگست میں میعاد ختم ہوگی - اُن سے پانچ رسالوں کا چندہ ایک روپیہ چار آنہ علاوہ محصول ڈاک کے وصول کیا جائیگا ؛

لیکن جن کی میعاد خریداری ستمبر - اکتوبر - نومبر یا دسمبر میں ختم ہوگی - اُن سے ۱۹۲۹ء کا تین روپے سالانہ چندہ بمعہ ۱۹۲۸ء کے باقی ماہ کا چندہ وصول کیا جائیگا - ستمبر والوں سے چار ماہ اور ایک سال کا چندہ - اکتوبر والوں سے تین ماہ اور ایک سال کا - نومبر والوں سے دو ماہ اور ایک سال کا چندہ وصول ہوگا - تاکہ چند ماہ کا چندہ وصول کرنے پر جو فیس وی - پی یا منی آرڈر فیس صرف ہو - اسی قدر پھر جنوری میں بھی تین روپے بھیجنے میں دوبارہ صرف نہ کرنی پڑے - اس لئے ہر پیارا نوٹ کرے ستمبر سے جو خریدار بنیں - یا جن کی میعاد ختم ہو - وہ باقی ماہ ۱۹۲۸ء کا چندہ بمعہ ۱۹۲۹ء کے تین روپے سالانہ چندہ کے ارسال کریں - تاکہ ۱۹۲۹ء سے تمام پیاروں کی میعاد یکسان جنوری سے لیکر دسمبر تک ہو جائے - باقی تمام سال تمام وقت جوگی کو بہتر بنانے میں صرف ہو سکے ؛

نمونہ مفت :-

اگر کسی پریمی کی سفارش پر آپ کو رسالہ "مستانہ جوگی" کا نمونہ مفت پہنچے - تو فوراً جواب دیں - کہ آپ کو اسکی سرپرستی منظور ہے یا نہیں - خاموشی کی حالت میں دوسرا رسالہ

بذریعہ وی - پی

حاضر ہوگا ؛

(مینیجر)

ہمالہ فارمیسی کا دورِ جدید

ایورویدک میں انقلاب عظیم

میری زندگی کے دو مشن ہیں۔ ایک تو رسالہ "مستانہ جوگی" کے ذریعہ انسانوں کی روحانی اور دنیوی ترقی۔ دوسرے ایوروید کے نایاب نسخوں کے ذریعہ لوگوں کو خوفناک امراض سے نجات دلانا۔ سولہ سالہ کی مسلسل محنت کے بعد مجھ کو دونوں کاموں میں بہت کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ جن پیاروں کو روحانی یا دنیوی فائدے ہوئے ہیں وہ ملک کے ہر حصہ میں آپ کو بکثرت ملیں گے۔

جسطرح میں رسالہ کو بالکل نرالی شان پہ لے آیا ہوں۔ اسی طرح "ہمالہ فارمیسی" کو بھی لانا چاہتا تھا۔ اب جنوری ۱۹۲۸ء سے "ہمالہ فارمیسی" کا علیحدہ عملہ مقرر کر دیا ہے۔ کام کرنیوالوں کی تعداد بڑھا دی ہے ہر دوا کا وزن بڑھا دیا ہے۔ قیمت وہی رکھی ہے۔ اور کئی نہایت اعلیٰ دوائیوں کا اضافہ کر دیا ہے۔ جو پیارے پہلے کبھی "ہمالہ فارمیسی" سے دوا منگا چکے ہیں۔ اگر اب منگائینگے۔ تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئیگا۔ ایشور کی کرپا سے آپ پیارے دیکھ لینگے کہ "ہمالہ فارمیسی" دنیا بھر کے چیدہ دواخانوں کی نسبت خوبصورتی اور پرتاثیر ادویات کے باعث ممتاز درجہ رکھتی ہے۔

۱۔ سرمہ جاگتی جوت

نام کو تو یہ سرمہ ہے۔ لیکن دراصل یہ چنبیلی۔ پوست۔ تل جٹا منڈی۔ نیتر بالا اور بہت سی پہاڑی بوٹیوں کے پھولوں کا سفوف ہے کہ جو قیمتی اور پرتاثیر بوٹیوں کے رس میں کھرل کر کے تیار ہوتا ہے "جاگتی جوت" کی ہر شیشی کی تیاری پر کئی سیر پھول صرف ہوتے ہیں۔ یہ سرمہ کا یہ پراچین نسخہ ایوروید کے کمال کی نشانی ہے۔ دنیا کی کوئی بھی آنکھوں کی دوا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بینائی کی کمزوری۔ رتوندا۔ مائی ادھیا ککرے یعنی روئے۔ آنکھوں کا دکھنا۔ آنکھوں کی سرخی۔ ینا موتیا بند۔ آنکھوں سے پانی بہنا۔ ناخونہ کم دکھائی دینا۔ دھند۔ غبار۔ پڑبال۔ عینک کی عادت وغیرہ اسکے استعمال سے بحیرت طریقہ سے دور ہو جاتے ہیں۔ آنکھوں کی تمام امراض کے لئے یہ لاثانی دوا ہے۔ ایوروید کی نشانی کو قائم رکھنے کے لئے ہر سال اس کے اجزا پہاڑوں اور میدانوں سے نہایت تکلیف سے جمع کر کے تیار کروا تا ہوں۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ (عہ؍) +

۲- شدھ گندھک کا تیل

قدیم زمانہ سے یہ ضرب المثل مشہور چلی آتی ہے۔ کہ "پارا مارا نہ مرے اور گندھک تیل نہ دے"۔ لیکن صرف آیورویدک سائنس نے ہی اس مسئلہ کو حل کیا ہے۔ گندھک کا تیل دنیا نے صرف سن رکھا تھا۔ آیورویدک سائنس کی کرپا سے اب ہر ایک دیکھ سکتا ہے۔ اپنی تمام زندگی کی محنت کے بعد اسکو بنانے میں کامیاب ہوا ہوں۔ گندھک دراصل بارود کی ماں ہے۔ اس سے تیل بنانا جان پر کھیلنا ہے۔ شدھ گندھک کے تیل کی نسبت خیال ہے کہ اس سے کیمیا سونا بن سکتا ہے لیکن سونا کی مجھکو ضرورت نہیں۔ ہاں صحت کے لئے یہ ضرور کیمیا ثابت ہوتا ہے۔ اول درجہ کا مصفی خون ہے۔ کوڑھ۔ آتشک۔ پھوڑا۔ پھنسی۔ کھجلی۔ بواسیر۔ ہیضہ۔ پیٹ درد۔ دمہ۔ تپ دق۔ موسمی بخار۔ کھانسی۔ بدہضمی۔ جگر کی امراض کیلئے یہ لاثانی دوا ثابت ہو چکا ہے۔ خوراک ایک بوند سے صرف چار بوند تک مصری یا بتاشہ یا کھانڈ یا پان کے ساتھ کھائیں۔ داد یا کھجلی پر لگائیں۔ آرام آجاتا ہے۔ گندھک کی ایک شیشی پورے ہسپتال کا کام دیتی ہے۔ تیل کا رنگ اور بو بالکل گندھک جیسی۔ سچ بھی دیکھکر کہہ اٹھے کہ یہ تو خالص گندھک کا تیل ہے۔ ایسی قیمتی چیز اور قیمت محض رسالہ کے پریمیوں سے فی شیشی صرف ایک روپیہ چار آنہ (عہ۴ ۱)۔

۳- گوری

یعنی "کونین کی قائم مقام" گوری موسمی بخاروں کی لاثانی دوا ہے۔ جلاب سے معدہ کو صاف کرکے اسکا استعمال کریں۔ فوراً بخار رک جائیگا۔ "گوری" بالکل بے ذائقہ دوا ہے۔ اسلئے بچہ بوڑھا ہر ایک اس کو بخوشی کھا لیتا ہے۔ کونین جتنی ہی اسکی خوراک بھی ہے لیکن یہ گرمی خشکی بالکل نہیں کرتی۔ کونین پندرہ روپے پونڈ ہے۔ لیکن گوری کی ایک شیشی جس میں دو چھٹانک کے قریب دوا ہوتی ہے صرف ایک روپیہ چار آنے ہے۔ ایک شیشی بیسیوں بیماروں کے لئے کافی ہے۔ عورتوں کے سیلان الرحم میں دیں قطعی دور ہو جائیگا۔ بخار کے موسم میں صحت کی حالت میں اسکا روزانہ استعمال موسمی بخار سے بچاتا ہے۔ جو صاحب منگائیں بیماروں میں مفت تقسیم بھی کریں۔ اسی لئے اسکی ایک شیشی کی قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ (عہ۴ ۱) مقرر کر دی ہے۔

۴- اگن سندرا

نہایت خوش ذائقہ دوا ہے۔ بادگولہ۔ پیٹ کا درد۔ بدہضمی۔ بھوک کا نہ لگنا۔ بدہضمی کے دست۔ قے۔ ہیضہ کے لئے اکسیر ہے۔ اسکے استعمال سے اس غضب کی بھوک لگتی ہے کہ آدمی بھوک سے بیتاب ہو جاتا ہے۔ خوراک دو چار رتی۔ جی متلاتا ہو۔ منہ میں ڈالتے ہی طبیعت درست ہو جاتی ہے۔ جہاز کے سفر میں استعمال کرنے سے طبیعت خراب نہیں ہوتی۔ مختلف علاقوں میں سفر کرتے ہیں۔ اسکے استعمال سے طبیعت درست رہیگی

ہو گی۔ درد پسلی۔ گٹھیا۔ جوڑوں کا درد۔ نمونیا۔ ہر طرح کی چوٹ کے لئے یہ شرطیہ دوا ہے۔ اسکے لگانے سے زخم سے بہتا ہوا خون فوراً بند ہو جاتا ہے۔ گزشتہ زمانہ میں میدان جنگ میں اسی کو پراچین رشی استعمال کرتے تھے۔ اسکی ایک شیشی ہر وقت گھر میں رکھیں۔ کبھی وقت آپ کو عظیم فائدہ دیگا۔ ایک اونس کی شیشی کی قیمت صرف ایک روپیہ (عسہ/ر)۔

۱۰۔ سوم رس بچوں۔ بوڑھوں اور جوانوں کی طاقت کو بڑھاتا ہے اور حافظہ کو نہایت ہی تیز کر دیتا ہے۔ قیمت سالم شیشی صرف ایک روپیہ (عسہ/ر)۔

۱۱۔ دمہ دور رجسٹرڈ کہتے ہیں کہ دمہ دم کے ساتھ ہے۔ لیکن "دمہ دور" کی پہلی خوراک ہی پینے سے دمہ کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ اور مریض پہلی دفعہ آرام کی نیند سوتا ہے۔ سالم شیشی استعمال کرتے ہی دمہ کی مرض دور ہو جاتی ہے۔ چار اونس کی شیشی کی قیمت تین روپے۔

۱۲۔ کان رکھشک رجسٹرڈ کان کا بہنا۔ کم سنائی دینا۔ کان کا درد کرنا۔ کان کا پھوڑا پھنسی و دیگر تمام کان کی امراض اسکے استعمال سے جاتی رہتی ہیں۔ قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ (عسہ/ر)۔

۱۳۔ منگل مندرا سوزاک نیا ہو یا پرانا۔ مریض درد سے بیحال ہو۔ "منگل مندرا" کے استعمال سے فوراً آرام آنے لگتا ہے۔ پیپ بہنی بند ہو جاتی ہے۔ درد موقوف ہو جاتا ہے۔ زخم راضی ہو جاتے ہیں۔ اور پھر عمر بھر سوزاک نمودار نہیں ہوتا۔ سوتے وقت "منگل مندرا" کے ہاتھ پاؤں پر چند قطرے لگانے سے مچھر۔ پسو۔ کھٹمل وغیرہ قریب نہیں آتے۔ بچونکی پاخانہ کی جگہ کے کیڑے مر جاتے ہیں اور حیوانوں کے زخم اسکے لگانے سے تندرست ہو جاتے ہیں۔ آگ سے جلے مقام پر لگانیسے آرام آجاتا ہے اور ٹھنڈک پڑ جاتی ہے۔ باوجود اس قدر اوصاف ہونیکے سالم شیشی کی قیمت صرف دو روپے (عہ/ر) رکھی گئی ہے۔

نوٹ۔ سالم شیشی سے کم دوا ارسال نہیں ہوتی اور نہ ہی کبھی دوا کا نمونہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ دوائیں منگاتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ محصولڈاک پیکنگ ہمیشہ بذمہ خریدار ہوتا ہے۔ پرانے ہر دوا کے پرچہ ترکیب میں جو قیمتیں درج ہیں وہ منسوخ سمجھیں۔ رسالہ ہذا میں جو دوا کی قیمتیں درج ہیں یہ درست ہیں۔

تمام خط و کتابت اس پتہ پر ہونی چاہیئے

مینجر دی ہمالہ فارمیسی۔ شاہی محلہ۔ لاہور

پیاروں کے خط

آپس کی باتوں ہیں۔ میں اپنے ہی جذبات کا اظہار رسالہ میں کیا کرتا ہوں۔ اب دو ماہ سے میں نے رسالہ میں اپنے پیاروں کے پریم پتر بھی چھاپنے شروع کر دیئے ہیں۔ اور یہ سلسلہ اب ہمیشہ جاری رہے گا۔ تاکہ ناظرین دونوں طرف کے جذبات کا مطالعہ کر سکیں۔ کئی نہایت مؤثر خط آئے ہیں۔ جو کہ دوسرے رسالہ میں چھپیں گے۔ بھگوان کرے۔ کہ ان پریم پجاریوں کا میلہ یونہی بھرا رہے نیا جوگی کی نقل اُتارنے والے بھی ان قدرتی ولولوں کی مصنوعی شکل پیش کر کے اصل کو نقل کر دکھائیں گے +

میرا دورہ

جن شہروں میں میرے پیارے میرے لیکچروں کا پربندھ کر سکیں۔ اور جہاں مستانہ جوگی مشن کے لئے امداد بہم پہنچ سکے۔ وہ مفصل حالات سے اطلاع دیں۔ تاکہ اپنے پروگرام میں اُن مقاموں کو بھی درج کر سکوں۔ میرا دورہ مستانہ جوگی مشن کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے ہے۔ کیونکہ سولہ سال تک مستانہ جوگی کے ذریعہ تحریر کا کام کرنے کے بعد پھر تقریر سے کام لینا چاہتا ہوں۔ اور جوگی کی مالی مشکلات کا خطرہ ہمیشہ کے لئے ہٹا دینا چاہتا ہوں۔ تاکہ میرے جانشین میرے بعد اس کام کو بخوبی چلا سکیں

صفحہ ۱۱۶ سے آگے کی فہرست

نمبر شمار	کنندہ نام خریدار دہندہ		تعداد خریدار
۱۵	شرمان شبھو دیال جی	از دوسہ	دو ۲ ״
۱۶	״ گوند پرشاد جی	از روپیہ ڈیہہ	ایک ۱ ״
۱۷	״ بہرام سنگھ جی	״ بنگلور	نو ۹ ״
۱۸	״ گنگا رام جی	״ منجی تورڑ	ایک ۱ ״
۱۹	״ دولت رام جی	״ ہانظفرس	دو ۲ ״
۲۰	״ راج بہادر جی	״ جھوبا	دو ۲ ״
۲۱	״ مٹھن لال جی	״ نروانہ	ایک ۱ ״
۲۲	״ محکم چند جی	״ نخت بائی	دو ۲ ״
۲۳	״ منی رام جی	״ جھوں	ایک ۱ ״

"مستانہ جوگی" کے پروانوں کی سرگرمیاں

۲۸- مئی تک مندرجہ ذیل احباب نے اپنے "مستانہ جوگی" کے لئے نئے خریدار دینے کی کرپا کی ہے۔ تمام پیاروں کے پاس نئے خریدار بنانے کے لئے سرخ کاغذ پہنچ چکے ہیں۔ کرپا کر کے جلدی واپس کریں۔ تاکہ دوسرے رسالہ میں اسی جگہ ایک شاندار فہرست دے سکوں۔ (صوفی)

نمبر شمار	شبھ نام خریدار دہندہ معہ پتہ			تعداد خریدار
۱-	شریمان ہری ہر پرشاد جی	از	پرتاب گڑھ ...	ایک ۱ "
۲-	" رام چندر جی	"	ایٹہ ...	ایک ۱ "
۳-	" مہابیر پرشاد جی	"	حسن گنج ...	ایک ۱ "
۴-	" ملکھی رام جی	"	لاہور چھاؤنی ...	ایک ۱ "
۵-	" تیج بھان جی	"	ڈیرہ غازیخان ...	دو ۲ "
۶-	" حکم چند ڈھولن داس جی	"	تخت ہائی ...	تین ۳ "
۷-	" برج لال جی	"	کری وانہ ...	ایک ۱ "
۸-	" رگھو نندن لال جی	"	ایٹہ ...	دو ۲ "
۹-	" بشمبر پرشاد جی	"	اناؤ ...	آٹھ ۸ "
۱۰-	" انوپ چند جی	"	کوئٹہ ...	ایک ۱ "
۱۱-	جناب محمد یاور حسین صاحب	"	قندھار ...	ایک ۱ "
۱۲	شریمان جینتی پرشاد جی	"	جودھپور ...	ایک ۱ "
۱۳-	" بالکرشن جی	"	ڈیرہ اسمٰعیل خان ...	ایک ۱ "
۱۴-	" رگھا رام جی	"	دہلی ...	دو ۲ "

زرِ امداد:- شریمان رگھوناتھ پرشاد جی اسٹیشن ماسٹر ہرنبج بازار نے رسالہ "مستانہ جوگی" کے لئے ایک روپیہ بطور امداد بھیجنے کی کرپا کی۔

پرکاش سٹیم پریس سپتلا ... روڈ لاہور میں باہتمام بابو دیوان سنگھ پرنٹر چھپا اور صوفی ... پرشاد پبلشر نے دفتر مستانہ جوگی شاہی محلہ لاہور سے شائع کیا

مقام اشاعت "کٹیا رین بسیرا" لاہور

پوسٹ بیگ نمبر ۱۲

تمام اردو رسالوں میں سب سے زیادہ چھپنے والا مستند اور ہردلعزیز رسالہ رجسٹرڈ ایل نمبر (۸۹۳)

گاہ بگاہ ہیں بام دنیا پر تماشہ دیکھتے بادشہ دنیا کے مہرے ہیں مری شطرنج کے	گاہ بگاہ میں وحشیونکی سی بکتا ہوں صدا دل لگی کی چال ہے سب رنگ صلح و جنگ کے

دینی۔ دنیوی۔ روحانی اور جسمانی معلومات کا خزانہ

رسالہ

مستانہ جوگی

لاہور

ایڈیٹر صوفی لچھمن پرشاد

جلد ۲۴	اکتوبر ۱۹۳۶ء	نمبر ۱۰

قواعد

۱۔ ہر ماہ کی دس تاریخ تک رسالہ خریداروں کو مل جاتا ہے۔ اگر نہ ملے تو پندرہ تاریخ تک ضرور دفتر میں شکایت آجانی چاہیئے۔ پندرہ تاریخ کے بعد شکایت کیساتھ پانچ آنہ کے ٹکٹ آنے چاہئیں۔ ۲۔ ہر طرح کی خط و کتابت۔ شکایت و ترسیل زر صوفی لچھمن پرشاد کے نام ہو کسی اور کے نام خط و کتابت کرنے پر دفتر ذمہ وار نہ ہوگا۔ ۳۔ ہر خط پر اپنا پورا پتہ خوشخط لکھا کریں۔ اور نمبر خریداری بھی ضرور درج کریں۔ جواب کیلئے واپسی کارڈ یا سوا آنہ کا ٹکٹ آنا چاہئے۔ ۴۔ خط و کتابت کے لئے اتنا پتہ کافی ہے:۔ صوفی لچھمن پرشاد۔ شاہی محلہ لاہور

سالانہ چندہ تین روپے پیشگی — ممالک غیر سے پانچ روپے — نمونہ فی پرچہ پانچ آنہ

فہرست مضامین رسالہ ہذا ماہ اکتوبر ۱۹۳۶ء

کاتب :- محمد عبدالغنی

اوم

مقام اشاعت کٹیا رین بسیرا لاہور

رسالہ

مستانہ جوگی

لاہور

جلد ۲۴	اکتوبر سنہ ۱۹۳۶ء	نمبر ۱۰

مذہب

موتی کا صاف پانی ہیرو نکے صاف کنکر — سونے کی زرد مٹی لعلوں کے لعل پتھر
سب کچھ ہی مانگا دونگا دِل کا مکاں بنا تو — اِک پریم کا ترانہ آ مجھ کو بھی سنا تو

بیٹے باپ کی موت کے منتظر ہیں۔ تاکہ جائیداد ہاتھ لگے۔ باپ اولاد کے موہ میں رام رحیم کو بھولے ہوئے رات دِن روزی کمانے میں مصروف ہے۔ بیوی کی سب ضروریات مہیّا کرنے پر بھی وہ اپنے پتی پر خوش نہیں پتی دیو کو بیوی کا غم کھائے جا رہا ہے۔ کہ اِس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ لیکن بیوی کو اپنے میکے کا فکر ہے۔ مالک سمجھتا ہے۔ کہ میرے نوکر وفادار اور دیانت دار ہیں لیکن نوکر اس فکر میں ہیں۔ کہ جو ہاتھ لگے لے جائیں۔ مندر کے پجاری کی نظر بھگت کی جیب پر ہے۔ کہ بھاری رقم دیوتا کی بھینٹ کرے۔ بھگت کا دھیان بھگوان پر ہے۔ کہ چند دِن درشن کرنے سے اُسکے بگڑے کام بن جائیں۔ وہ دیوتا پر ایک پیسہ چڑھا کر اشرفیوں کی تمنّا رکھتا ہے دوستی کے پردہ میں اغراض کی تکمیل کی جاتی ہے۔ گورو چیلے کی گھات میں ہے۔ تو چیلا گورو کی تاک میں۔ دُنیا کا ہر بشر فریب خوردہ ہے۔ اور بھولے پن سے سمجھ رہا ہے۔ کہ دُنیا اُس سے پریم کر رہی ہے۔ اور وہ دُنیا سے

لیکن جب وقت آتا ہے۔ سب اپنے پرائے ہوجاتے ہیں۔ تب آنکھ کھلتی ہے۔ لیکن اسوقت وُہ کچھ کر نہیں سکتا اور پچھتاتا ہے۔ بڑھاپے کو دیکھ کر جوانی بھاگ جاتی ہے۔ اور موت کو دیکھ کر بڑھاپا۔ دُنیا سایہ کے پیچھے بھاگ رہی ہے لیکن سچے پریم سے محروم ہے۔

جب بیوی خاوند کو اور خاوند بیوی کو۔ بیٹا باپ کو اور باپ بیٹے کو بغیر کسی غرض کے محبت کرینگے جب بھگت بغیر طلب کے اِیشور کی پُوجا کرینگے۔ تب دُنیا سچے پریم کے سرور کو محسوس کریگی۔ اور اُن کو اپنا معبود بجز پریم کے اور کوئی نظر نہ آئیگا۔

پریم ہی خالق اور پریم ہی مخلوق ہے۔ بجز پریم کے دنیا میں کچھ بھی نہیں۔ اِس وقت پریم کُنبوں میں۔ فرقوں میں۔ صُوبوں میں اور مُلکوں میں تقسیم ہوگیا ہے۔ اور ہر ایک اپنی زندگی کے لئے دُوسرے کو فنا کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ یہ پریم نہیں۔ یہ پریم کے لباس میں خود غرضی دُنیا پر چھا رہی ہے۔ جسکے باعث دُنیا میں خون خرابے کا بازار گرم ہے۔ اگر یہ تفریق درمیان سے اُٹھ جائے۔ اور ہر شخص اپنے آپ کو ایک درخت کی شاخیں اور پھول پتے سمجھنے لگ جائے۔ تو آج دنیا پریم کی حقیقی خوشی سے مالا مال ہوسکتی ہے اِس حقیقی پریم کے ترانہ کے آگے موتی۔ ہیرے۔ لعل اور سونا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

اب کیا ہے۔ اللہ اکبر سے ست سری اکال اور رام سے رحیم لڑ رہا ہے۔ مسجد سے مندر ٹکرا رہا ہے۔ مولوی سے پنڈت دست بہ گریبان ہے۔

سب کہتے ہیں۔ خدا محبت ہے۔ مذہب کہتے ہیں۔ کہ خدا محبت ہے۔ لیکن لڑے جاتے ہیں اور لڑائے جاتے خدا کی محبت کے نام پر۔ اور پھر بھی ہر مذہب کو دعوے ہے۔ کہ میں امن کا علم بردار ہُوں۔

میرا دل یہ تماشہ دیکھ دیکھ کر اُکتا گیا ہے۔ اِسی لئے میں پہاڑوں کو پسند کرتا ہوں۔ اور آبادی سے بھاگتا ہوں۔ سرسبز پہاڑوں پر یہ ہنگامہ نہیں۔ وہاں خیال پراگندہ نہیں ہوتے معصوم پرندے ڈالیوں پر جھولتے ہیں۔ اور میٹھے میٹھے نغمے سُناتے ہیں۔ اُن کی بھانت بھانت کی بولیوں میں پریم رس ہے۔ اُن کے پروں میں چمک ہے۔ اُن کی آنکھوں میں سرور ہے۔ اُن کی حرکات میں زندگی جھلکتی ہے۔ پریم ہی اُن کا اوڑھنا بچھونا ہے وُہ صبح سے شام تک چہچہاتے ہیں۔ اور گاتے ہی رہتے ہیں۔ زر و جواہر رکھنے والے غرض کے بندے دُنیاداروں کی بستی سے نکل کر میں ہفتوں اِن کی محفل کا لُطف اُٹھاتا ہُوں۔ یہ مختلف قسم کے ہونے ہُوئے بھی پہاڑوں کی زینت بنے ہُوئے ہیں۔ اور ہم جنس ہونے پر بھی مالا کے دانوں کی طرح ٹوٹ کر بکھرے ہُوئے ہیں۔

آہ! پہاڑوں کے رنگ برنگ کے پھول کس قدر شگفتہ ہیں۔ سبز گھاس لہلہا رہی ہے۔ پھلنے

اُبل رہے ہیں۔ ندی نالے گنگنا رہے ہیں۔ یہ سب پریم کے پجاری ہیں۔ غرض سے اِنہیں کچھ کام نہیں۔ اسی سچی خوشی سے یہ ہمدوش ہیں۔ بستیوں میں بسنے والوں کے چہرے پژمردہ ہیں۔ دل کدورتوں اور غلاظتوں سے بھرپور ہیں۔ رُوح بے چین ہے۔ اور پھر ان کو دعوےٰ ہے۔ کہ یہ سب خدا رسیدہ ہیں۔ اور خدائی مذہب کے مالک ہیں۔ غرض کے بندے دل کے گندے خدا پرستی کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ دل ہر وقت زر کی پوجا سے بے چین ہے۔ لیکن یاد رہے کہ جنکی خاطر یہ سب کچھ ہو رہا ہے ؎

جب خزاں آئی نہ لیں گے نام تیرا بھول سے ۔ یُوں جُدا ہو جائینگے جسطرح پتّے پھول سے

ہر ذی رُوح پریم کا پیاسا ہے۔ ہر مذہب کو پریم کی بھوک ہے۔ خود خدا پریم بن کر دنیا پر پھا رہا ہے۔ جب یہ حالت ہے۔ تو تفریق کی تلوار کو پھینک دو۔ اور پریم کی مالائیں سب کو پرو دو۔ تو آپ دیکھیں گے۔ کہ آہوں اور سسکیوں کی جگہ فضا نغموں اور قہقہوں سے گونجنے لگیگی ۔

یہی ہے میری خوشی یہی ہے میری خوشی کی دُنیا۔ یہی ہے میری دُنیا کی روشنی۔ کہ انسان انسان سے بھائیوں جیسا سلوک کرے۔ نفاق کینہ اور تعصب سے سینے صاف ہو جائیں۔ ایک آسمان کے نیچے۔ ایک زمین پر چلنے والے۔ ایک ہوا میں سانس لینے والے ایک ہو کر رہیں۔ اور بے غرض محبت سب کا نصب العین ہو

محفلِ ہستی میں شمع انجمن آرا ہے یہ ۔ بیکسی کی رات میں اُمید کا تارا ہے یہ
آرزو کی آنکھ کی پتلی تمناؤں کی جان ۔ پیار بھی کرتا ہے جسکو پیار وہ پیارا ہے یہ

پہاڑوں کے معصوم پرندا اپنی خوش الحانی سے شکستہ دل انسانوں کو شگفتگی اور سرور دیتے ہیں۔ لیکن اے مذہب اور خدا کے واحد ٹھیکہ دارو۔ اگر آپ کسی کو تسکین یا تسلی نہیں دے سکتے۔ تو اپنی آتش بیانی سے لوگوں کے دل تو مجروح نہ کرو۔ ہم آپکے مسجد و مندر کے مقید خدا کو چھوڑ کر پہاڑوں میدانوں۔ سمندروں۔ سیاروں وستاروں کی وسعتوں پر چھائے ہوئے آزاد خدا کی پرستش پرندوں کی طرح بغیر مادی اغراض کے کریں گے ؎

بلبل نثار ہوتی ہے گل ہائے باغ پر ۔ پروانہ جان دیتا ہے جل کر چراغ پر
دُنیا کے ذرّہ ذرّہ میں الست کی لاگ ہے ۔ پتھر کے بھی جگر میں محبت کی آگ ہے

ہماری آزاد محبت سے ہمارا معبود ناراض نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہم اُس سے کچھ نہیں مانگتے۔ لیکن ہم اپنی بے لوث محبت کا نذرانہ اُسکے حضور میں پیش کرتے ہیں۔ ہم اسکے نام پر لوگوں کو لڑاتے نہیں۔ بلکہ اُسکی بخشی ہوئی محبت کو اُسکی مخلوق میں تقسیم کرتے ہیں۔ امیر و غریب پر خدا کا سُورج یکساں روشنی ڈالتا ہے۔ بادل برستے ہیں۔ اُسکی ہوا سب کے لئے یکساں ہے۔ وہ کسی نسب و ملت کی تمیز نہیں

رکھتا۔ پھر ہم ایک دوسرے سے نفرت و حقارت کیوں کریں ؎

ہوا ہے مست قمری گا رہی ہے پھول ہنستے ہیں
گھٹا چھائی ہوئی ہے ہر طرف موتی برستے ہیں

دُنیا کے چرند و پرند جہاں خالق کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ وہاں بستیوں میں بسنے والے خُدا کے نام پر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں +

اے میرے ہموطنو! ہمارے وطن کی رات سیاہ! وقت سیاہ! بخت سیاہ! رات کی تاریکی۔ ستاروں نے دُنیا کا گُناہ نہ دیکھنے کے لئے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ یہی وقت ہے جب جہالت ملک پر مسلط ہوتی ہے۔ اور جب خیال ناپاکی اُگلتا ہے "یہی وقت ہے"! جب جُرم گنہگار کے سینے سے باہر نکلتا ہے یہی وُہ وقت ہے۔ جب شیطان کی لوری سے بدی جاگتی ہے۔ یہی وقت ہے۔ جب ظالم کا خنجر مظلوم کے گلے پر چلتا ہے۔ اور اُسکی بھرائی ہوئی چیخ خُدا کی طرف پناہ لینے کے لئے بھاگتی ہے۔ یہی وقت ہے۔ جب خُدا کی خاموش لاٹھی اُسکے نام پر لڑنے لڑانے والوں کا سر کچلنے کے لئے حرکت میں آتی ہے۔ ایسے خُدا پرستوں کے مُلک پر خُدا کی رحمتوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ غلامی اور ذلتیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں۔ اور خوشحالی اپنا دامن سمیٹ کر باعمل مُلکوں میں چلی جاتی ہے +

ایک گیت

بابا رشتہ اُس سے جوڑ

چھوڑ کے سب دُنیا کے دھندے — توڑ کے مایا لوبھ کے پھندے
تیاگ کے کُل سنسار کو بندے — بندھن غم کے توڑ

بابا رشتہ اُس سے جوڑ

جھوٹی جگ کی ہے موہ مایا — تن من کو کیوں اسمیں پھنسایا
جیون کیوں انمول گنوایا — مُنہ دُنیا سے موڑ

بابا رشتہ اُس سے جوڑ

چھل لیتے ہیں دُنیا والے — کیا وُہ گورے کیا وُہ کالے
سب ہیں آفت کے پرکالے — اِن سب کو تُو چھوڑ

بابا رشتہ اُس سے جوڑ

مِیٹھا بول

اِنسان بولتا ہُوا جانور ہے۔ بولنے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مگر اِنسان دراَصل وُہی اِنسان ہے جو لفظوں کو جانچ تول کر مُنہ سے نِکالے۔ جو سُننے والے کا مُطلب پُورا ادا کر دیں۔ اُسکے مَن کو شِیتل کریں :۔

بولی تو اَنمول ہے جو کوئی جانے بول ہِیئے ترازُو تول کر تب مُکھ اَپنا کھول

اَیسی بانی بولئے مَن کا آپا کھوئے اَوروں کو شیتل کرے آپ شِیتل ہُوئے

ہِیج ترازُو آن کر سب رَس دیکھا تول سب رَس ہاں پایا مِیٹھے رَس جو کوئی جانے بول

شبد برابر رَس نہیں جو کوئی جانے بول ہِیرا تو دامول بِکے شبد کا مول نہ تول

پس مِیٹھا بول مثل شہد اور مِصری کے ہے۔ جو کڑوے مُنہ کو بھی مِیٹھا کر دیتا ہے۔ کرودھ میں آئے ہُوئے اِنسان کو بھی شانت کر دیتا ہے۔ یہ جُبہ اِخلاق وتہذیب ہے +

اِسکے برعکس کڑوا بول سُننے والوں کو صدمہ پہونچاتا ہے۔ اور زہر کی بُجھی ہُوئی سلاخ کی طرح کلیجہ میں گھُس کر سُننے والے کے تمام جسم کو مسمُوم کر دیتا ہے۔ کڑوا بول جلتی آگ کی چِنگاریوں کے مُشابہ ہے۔ جو پہلے بولنے والے کے دِل میں مُشتعِل ہو کر اس کو آگ بگولا کرتا ہے۔ پھر سُننے والے کے دِلوں میں داخِل ہو کر اُنہیں آگ کے مانند جلاتا ہے +

آوت گالی ایک ہے اُلٹت ہوئے انیک کہیں کبیر نہ اُلٹیئے وُہی ایک کی ایک

مِیٹھا بول اَیسی زبردست طاقت ہے۔ کہ اِسکی مدد سے دُنیا کو فتح کر کے اَپنا بنا سکتے ہیں۔ کڑوا بول اَیسا کمزور ہے۔ کہ اُس سے اَپنے بھی بیگانے بن جاتے ہیں +

کاگا کا سے لیت ہیں کوئل کا کو دیت

مِیٹھے بین سُنائے کر جگ اَپنا کر لیت

شبد شبد سب کوئی کہے شبد کے ہاتھ نہ پاؤں

ایک شبد اُوکھد کرے ایک شبد کرے گھاؤ

ایک شبد سُکھ راس ہے ایک شبد دُکھ راس

ایک شبد بندھن کٹے ایک شبد گلے پھانس

...ے دِل سے زبان

حضرت زرتشت

زندگی کے حالات

پارسی قوم جس مذہب کو مانتی ہے۔ وہ دین یزدانی کہلاتا ہے۔ دین یزدانی کے بانی حضرت زرتشت تھے۔ آپ حضرت مسیح سے قریباً چھ سو سال پہلے ایران کے مشہور شہر "آذربائی جان" میں پیدا ہوئے تھے۔ جو فارس کے علاقے "میڈیا" کی طرف واقع ہے۔ بدھ بھگوان کی طرح آپ بھی ایک شاہی خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ جیسے بدھ دیو نے بہت سے راجاؤں کو اپنا شاگرد بنا دیا۔ اسی طرح حضرت زرتشت نے بھی کئی نامور تاجداروں کو اپنا مرید بنا کر دم لیا۔

حضرت زرتشت یا ژراشٹر کئی ناموں سے مشہور ہیں۔ جیسے زراشٹر۔ شویتامہ وغیرہ۔ زرتشت کے باپ کا نام "پورشسپ" تھا۔ اسکے پانچ بیٹے تھے (۱) پیوتش (۲) نتاریگھ (۳) ژراشٹر (۴) انگ اشٹر (۵) اورات اشٹر گویا زرتشت منجھلے بیٹے تھے۔ اُنکی ماں شاہ "مدین" کی بیٹی تھی۔ اور بڑی نیک حلیم۔ زندہ دل اور پارسا عورت تھی۔

لکھا ہے۔ کہ جب حضرت زرتشت پیدا ہوئے۔ اُسوقت اُنہوں نے بڑے زور سے قہقہہ لگایا۔ اور تمام دنیا کے چرندوں اور پرندوں نے مبارکبادی کے گیت گائے۔ جس گھر میں اُن کا جنم ہوا تھا۔ وہ خدا کے نور سے چمک اُٹھا۔ اور شیطان مارے خوف کے وہاں سے بھاگ گیا۔ زرتشت کے پیدا ہونے سے پہلے یزدان یعنی پارسیوں کے خدا نے ایک بیل کے ذریعہ لوگوں کو یہ بتا دیا تھا۔ کہ ایک مہاتما پیدا ہونے والا ہے جو دنیا سے گناہوں اور ناپاکی کو دور کریگا۔ اسلئے شیطان ...... اُن کی گھات میں رہنے لگا۔

جیسے پاپی کنس شری کرشن کے خون کا پیاسا تھا۔ اُسی طرح ایران کا ایک بادشاہ جس کا نام دورسرو تھا۔ زرتشت کی جان کا دشمن تھا۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ جس طرح بھی ہو۔ اُنہیں مروا ڈالے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ کئی سال تک ایک پوشیدہ غار میں اُن کی پرورش ہوئی۔ جب اُنہیں بستی میں لائے۔ اُسوقت بھی دشمنوں نے اُن کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اور اُنہیں ہلاک کر ڈالنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مگر مارنے والے سے بچانے والا زبردست ہے۔

حضرت زرتشت شروع ہی سے بڑے محنتی ہمت ور اور بہادر تھے۔ پڑھنے لکھنے کا انہیں بہت شوق تھا۔ ذہن بھی بڑا تیز پایا تھا۔ اور عقل بھی ایسی رکھتے تھے۔ کہ جھٹ بال کی کھال نکال

لیتے تھے۔ ماں باپ نے اُنکی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وُہ چھوٹی ہی عمر میں پڑھکر لائق فائق بن گئے۔ اور مذہبی تعلیم تو اِسقدر حاصل کر لی۔ کہ بڑے بڑے مجاور اور عالم اُن کی باتیں سُن کر دنگ رہ جاتے تھے۔ اُن دنوں ایران میں جو مت رائج تھا۔ زرتشت نے اُس کے پجاریوں کو مباحثہ میں کئی بار ہرایا۔ اور ہر طرف اپنی دھاک بٹھادی۔ جب لوگ اُن کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے۔ تو اُن کے مخالف بن بیٹھے۔ یہ مخالفت کی آگ دن بدن تیز ہوتی گئی +

جب اُن کی عمر پندرہ سال کی ہوئی۔ تو باپ نے فیصلہ کیا۔ کہ اپنا تمام مال و جائداد پانچوں بیٹوں میں برابر تقسیم کر دے۔ باقی چار بھائیوں نے تو اپنا اپنا حصہ لے لیا۔ مگر زراشٹر نے کچھ نہ لیا۔ اور اور ایک کمربند اُٹھا کر اپنی کمر کے گرد باندھ لیا۔ اور کہا۔ کہ میں عہد کرتا ہوں۔ کہ اپنی آئندہ تمام زندگی دین کی خدمت میں گزارونگا +

اِسکے بعد وُہ گھر چھوڑ۔ سُکھ آرام سے مُنہ موڑ۔ فقیر بن۔ حق کی تلاش میں نکل کھڑے ہُوئے +

اُن کی زندگی کا یہ حصہ تکلیفوں اور مُصیبتوں کا ایک لمبا قصہ ہے۔ مگر اُنہوں نے سخت سے سخت مُصیبت میں بھی کبھی حوصلہ نہ ہارا۔ وُہ پتہ لگاتے لگاتے جہاتما " تور" کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو اُس نے اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اور نیکی اور راستی کی تعلیم دی +

چند سال تک یہاں رہنے کے بعد آپنے ایک پہاڑ کے غار میں جا ڈیرہ لگایا۔ جہاں سے وُہ باہر نہ جاتے تھے۔ اور نہ کسی سے ملتے جلتے تھے۔ کھانا پینا بھی قریب قریب بالکل چھوڑ دیا تھا۔ کبھی کبھار تھوڑا سا پنیر یا سوکھے میوے اور پھل کھا لیتے تھے۔ وُہ یہاں کئی سال تک گھور تپسیا (ریاضت) کرتے رہے +

اب اُنہیں خیال آیا۔ کہ دُنیا کا بھی کچھ بھلا کرنا چاہیئے۔ چُنانچہ غار سے نکلے اور ایران کی راہ لی اور دُنیاداروں کو ہدایت کرنے لگے۔ ایک روز " زراتشٹر" کو اِلہام ہُوا۔ اور خُدا نے کوہ سیلان پر اُنہیں درشن دیئے۔ جب اُن کی عمر تیس برس کی ہوئی۔ تو خُدا نے اپنا فرشتہ بھومیں بھیجکر اپنے حضور میں طلب کیا۔ اور اُنہیں اپنے مذہب کے پرچار کا حُکم دیا +

حضرت " زراتشٹر" نے سب سے پہلے دو مُنکروں کو خُدا کی پرستش کی تعلیم دی۔ مگر اُنہوں نے اُن کی باتوں کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ بلکہ اُن کی اور ہنسی اُڑائی۔ اِس بات کا زرتشت کے دِل پر بہت اثر ہُوا۔ اور اُنہیں کچھ عرصہ تک کسی ایرانی کے روبرو اپنے خیالات پیش کرنے کی جُرأت نہ ہوئی۔ اب وُہ طہران پہونچے۔ بادشاہ نے اُن کی باتوں کو پوری پوری توجہ اور غور کے ساتھ سنا۔ مگر اُن کا مرید بننے سے

صاف انکار کر دیا۔ اسکے بعد وُہ "وید وا‌ئشٹ" نام ایران کے ایک رئیس کے پاس گئے۔ اُس شخص نے اُن کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا۔ اور وُہ اُسکے پاس سے بھاگ نہ جاتے۔ تو ضرور اُن کی جان کے لالے پڑ جاتے۔ یہاں سے وُہ افغانستان اور بلوچستان ہوتے ہُوئے غزنی تک گئے۔ مگر کچھ بھی کامیابی نہ ہوئی ٭

لیکن حضرت "زرتشٹ" گھبرائے نہیں۔ اور سیستان کے بادشاہ پرشات سے ملے۔ وُہ اُن دنوں بیمار تھا۔ زرتشت نے اُس سے کہا۔ کہ اگر تُو میرا مُرید بننے کا وعدہ کرے۔ تو میں تجھے اچھا کر سکتا ہوں۔ شاہ پرشات نے یہ سودا منظور نہ کیا۔ اور وُہ ناکام لوٹ گئے۔ اب وُہ سمجھ گئے۔ کہ ابھی میری تپسیا پوری نہیں ہوئی۔ اسلئے دوبارہ جنگل میں جا ڈیرہ لگایا ٭

"آہرمزد" نے اُنہیں تازہ الہامات دیئے۔ تاکہ اُن کے دِل سے مایوسی دُور ہو جائے۔ زرتشت نے آسمان کا چھ مرتبہ سفر کیا۔ آخری سفر میں "آہرمزد" نے اُنہیں کتاب سمجھا دی۔ اور اُن کا حوصلہ بڑھا کر کہا۔ کہ جاؤ تمہارے دِین کا خُوب پرچار ہو گا۔ جب وُہ واپس جا رہے تھے۔ تو شیطانوں نے اُن کے اُوپر پُورے زور سے حملہ کیا۔ کہ اُن کا خاتمہ کر دیں۔ مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا ٭

اب وُہ نئی اُمیدوں اور نئے جوش کے ساتھ اپنے خیالات کا پرچار کرنے لگے۔ اُنہیں اُن کے ارادے سے باز رکھنے کے لئے طرح طرح کی ترغیبیں اور تکلیفیں دیگئیں۔ مگر وُہ ذرا نہ گھبرائے۔ اور صداقت کی راہ سے ذرا بھی اِدھر اُدھر نہ ہُوئے۔ بلکہ مردانہ وار کہا۔ کہ خواہ میرے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ لیکن میں اُس دین کو جو خدا کی طرف سے ہے۔ ہرگز مُنہ نہ موڑُونگا۔ آخر دو سال کی لگاتار محنت اور سخت جدوجہد کے بعد اُنہوں نے اپنے چچیرے بھائی "میتوماہ" کو اپنا پہلا مُرید بنایا۔ اِسکے بعد چند ہی ماہ میں ہزاروں آدمی زرتشت کے مُرید بن گئے ٭

اب اُنہوں نے پھر اپنے وطن کا رُخ کیا۔ کہ شاہ گشتاسپ کو اپنا مُرید بنائیں۔ ایران اور اُسکے گردو نواح میں اُن کی دھاک پہلے ہی بیٹھ چکی تھی۔ اُن کا کلام مدلّل مؤثر اور رُعب ڈالنے والا ہوتا تھا۔ اسلئے شاہ کے درباریوں نے بہت کوشش کی۔ کہ دونوں کی مُلاقات ہی نہ ہونے پائے۔ مگر اُن کی ایک نہ چل سکی۔ شاہ نے زرتشت کی باتوں کو بڑے غور سے سُنا۔ اور اپنے درباریوں کو اُن کے ساتھ بحث کرنیکے لئے کہا مگر زرتشت کی دلیلوں کے آگے اُنکی ایک پیش نہ گئی ٭

اب شاہ "گشتاسپ" کے درباری کمینہ حرکتوں پر اُتر آئے۔ اُنہوں نے بہت سے کُتوں بلیوں۔ چوہوں اور اُونٹوں کے سر آنکھیں۔ ناک۔ کان وغیرہ چھپا کر اُس جگہ رکھوا دیئے۔ جہاں حضرت زرتشت ٹھہرے ہوئے

تھے۔ اور شاہ کو بہکایا۔ کہ وُہ جادُو گر ہے۔ اور جادُو کے ذریعہ لوگوں پر فتح پاتا ہے۔ شاہ نے اُنہیں اُسی وقت قید خانہ میں بند کر دیا ۔

خُدا کی قُدرت دیکھو۔ بادشاہ کا ایک مُشکی گھوڑا تھا۔ جسے وُہ بہت عزیز رکھتا تھا۔ اِدھر حضرت زرتُشت قید خانہ میں بند کئے گئے۔ اُدھر وُہ سخت بیمار ہو گیا۔ اور اُس کی چاروں ٹانگیں سمٹ کر اُسکے پیٹ میں جا لگیں۔ بادشاہ نے بہتیرا علاج معالجہ کرایا۔ مگر گھوڑے کی حالت سُدھرتی تو کیا۔ گھڑی گھڑی ابتر ہوتی چلی گئی۔ بادشاہ ڈرا۔ اور اپنے دِل میں سمجھا۔ کہ یہ ہو نہ ہو۔ زراشتر کی بددُعا کا نتیجہ ہے۔ پس اُس نے فوراً اُن کی رہائی کا حُکم دے دیا۔ اور کہا۔ کہ آپ میرے گھوڑے کو اچھا کر دیں ۔

زرتُشت نے یہ چار شرائط پیش کیں۔ کہ اگر گھوڑے کی ایک ٹانگ اچھی ہو جائے۔ تو بادشاہ دین یزدانی قبول کرلے۔ اگر دُوسری ٹانگ اچھی ہو جائے۔ تو بادشاہ کا بیٹا دین یزدانی کی حمایت میں جہاد کرے۔ اگر تیسری ٹانگ اچھی ہو جائے۔ تو ملکہ بھی زرتُشت کا مذہب اختیار کرلے۔ اور اگر چوتھی ٹانگ اچھی ہو جائے۔ تو اُن سب لوگوں کو مُناسب سزا دی جائے۔ جنہوں نے بادشاہ کو حضرت زرتُشت کے برخلاف ورغلایا تھا ۔

قدرت والے کی قُدرت! بادشاہ ایک ایک شرط منظور کرتا جاتا تھا۔ اور گھوڑے کی ایک ایک ٹانگ اچھی ہوتی جاتی تھی ۔

بادشاہ۔ بیگم اور شہزادہ اسفندیار نے دین یزدانی قبول کرلیا۔ اُن کے ساتھ ہی وزیروں امیروں نے بھی "زراشتر" کے آگے سر جھکا دیا۔ اُسوقت زرتُشت کی عُمر چالیس سال کی تھی۔ اُن کی اور اُن کے دین کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی۔ اور چند ہی سال کے عرصہ میں اُن کے پیروؤں کی تعداد لاکھوں تک جا پہونچی۔ بہت سے بادشاہوں نے بھی یہ مذہب اختیار کرلیا۔ شہزادہ اسفندیار نے اِس مذہب کے پھیلانے میں بڑی کوشش کی۔ اور شاہ گُشتاسپ کے وزیرِ اعظم جاماسپ اور دیوان "فراشوشتر" نے بھی بڑی مدد کی۔ آسمانی کتاب **اوستھا** کا ایک بہت بڑا حصّہ اور **ژند** بھی اِنہیں دونوں نے لکھی۔ حضرت زرتُشت لکھواتے جاتے تھے۔ اور وُہ لکھتے جاتے تھے ۔

ہندوستان کا ایک رشی جسکی علمیت کا دُور دُور تک شہرہ تھا بحث و نکتہ چینی کے لئے بلخ تک آیا۔ مگر بھری سبھا میں اُس نے اپنی ہار مان لی۔ سُنتے ہیں۔ کہ اُس نے ایسی سرگرمی سے دین یزدانی کا پرچار کیا۔ کہ صرف ہندوستان میں اسّی ہزار آدمی اِس مذہب میں داخل ہو گئے۔ مشہور عالم یونانی فلسفی "کیا طوس" بھی اِسی طرح دین یزدانی کا مُعتقد ہوا تھا۔ زراشتر کی زندگی میں ہی یہ مذہب ایران کے

حدود کو پار کر کے دوسرے ممالک میں بھی پھیل گیا۔

شاہ "ارجاسپ" والیٔ طوران نے ابھی تک دین یزدانی قبول نہیں کیا تھا۔ حضرت زرتشت نے بہت کوشش کی۔ مگر جب کسی طرح بھی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ تو ایران کے بادشاہ کی معرفت اس کے پاس یہ پیغام بھیجا۔ کہ آپ دین یزدانی قبول کریں۔ اس نے نہ صرف ایسا کرنے سے انکار کیا۔ بلکہ اس نے گشتاسپ کو بھی لکھا۔ کہ وہ اس مذہب سے کوئی سروکار نہ رکھے۔ اس کا نتیجہ آخر یہ ہوا۔ کہ ارجاسپ نے ایران پر چڑھائی کر دی۔ اور بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ مگر ارجاسپ کو ہار کر بھاگ جانا پڑا۔ گشتاسپ اگر چاہتا۔ تو اب اسے کچل ڈالتا۔ مگر اس نے ہارے ہوئے دشمن کا پیچھا کرنا مناسب نہ سمجھا۔

شاہ ارجاسپ بھی اس وقت تو خون کا سا گھونٹ پی کر بیٹھ رہا۔ مگر اسکے دل میں آگ لگی تھی۔ اس نے کئی سال تک صبر کیا۔ اور اپنی فوج کو بڑھاتا اور موقعہ کا انتظار کرتا رہا۔ جونہی ایک دفعہ اسے معلوم ہوا۔ کہ شاہ گشتاسپ اپنے پایہ تخت سے باہر ہے۔ اور شیر مرد اسفندیار بھی ایک پہاڑی قلعہ کے قید خانہ میں بند ہے۔ وہ بھاری لشکر لے کر فارس پر چڑھ آیا۔ اور بلخ کو گھیر کر سر کر لیا۔ ارجاسپ نے قتل عام کا حکم دیدیا۔ اور تمام آتش کدے دین یزدانی کے معتقدوں کے خون سے سرد کئے۔ اس مذہب کے بڑے بڑے پجاری انتہائی بے رحمی کے ساتھ قتل کر دیئے گئے۔ خدا کے ہزاروں بے گناہ بندے تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ اسے عورتوں اور بچوں تک پر بھی رحم نہ آیا۔

حضرت "زرتشت" کی عمر اس وقت ستر سال کی تھی۔

انہوں نے اپنے پیروؤں کی بہت ہمت بڑھائی۔ مگر جب پایہ تخت سر ہو گیا۔ تو وہ سمجھ گئے۔ کہ اب جان دینے کے سوائے کوئی چارہ نہیں ہے۔ پس وہ ایک مندر میں چلے گئے۔ لیکن ارجاسپ کے سپاہیوں نے انہیں وہاں سے اسطرح ڈھونڈ نکالا۔ جیسے شکاری کتے بھیڑیئے اور لومڑ اور خرگوش کو جھاڑی سے نکال لیتے ہیں۔ ارجاسپ کے حکم سے اسی وقت ان کا سر قلم کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۵۸۳ء قبل مسیح کا ہے۔

حضرت زرتشت نے اپنی زندگی میں بہت سے نیک کام کئے۔ انہوں نے لوگوں کو سنگدل اور بےرحم بننے سے بچایا۔ اور خدا کی عبادت اور پرستش میں لگایا۔ انہوں نے انسانوں کو ایک دوسرے سے محبت کرنا سکھلایا۔ وہ بہت ہی نیک دل تھے۔ رحم کا مادہ ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ انسان تو انسان حیوانوں تک کو مصیبت میں دیکھ کر ان کا دل بھر آتا تھا۔ اور جبتک وہ ان کے دکھ درد کو دور نہ کر دیتے۔ انہیں ہرگز چین نہ آتا تھا۔

حضرت زرتشت نے تین شادیاں کیں۔ اُن کے بیٹے بیٹیوں کے نام اوستھا میں درج ہیں۔ حضرت زرتشت کی وفات کے وقت اُن کی تینوں بیویاں زندہ تھیں ✦

دین یزدانی کی الہامی کتاب ژند۔ اوستھا ہے۔ لاکھوں پارسی ہر روز بلا ناغہ اُس کا پاٹھ کرتے ہیں۔ دین یزدانی مدتوں ایران کا قومی مذہب رہا ہے ✦

تعلیم :۔ حضرت زرتشت کی تعلیم کا لُب لباب یہ ہے :۔

نیک خیالات۔ نیک اقوال اور نیک کام۔ جو شخص عمر بھر نیک خیالات کو دلمیں جگہ دیتا ہے۔ اچھے الفاظ مُنہ سے نکالتا ہے۔ اور نیک کام کرتا ہے۔ اور جہانتک ہو سکے۔ بنی نوع اِنسان کی بھلائی اور خدمت میں لگا رہتا ہے۔ وُہی خدا اور اُس کے بندوں کی نظروں میں سماتا ہے۔ اور وُہی بہشت کا حقدار ٹھہرتا ہے ✦

اگر اِنسان چاہے۔ کہ اُس کا دِل نیک خیالات کا مسکن بنے۔ تو اُسکو چاہئے۔ کہ اپنے خالق اور مالک کا دھیان کرے اور خدا کی کُل مخلوق خاصکر اپنے بھائیوں یعنی نوع اِنسان کے ساتھ محبت۔ خلوص صُلح وصفائی اور امن کے ساتھ رہے۔ ہر شخص کا فرض ہے۔ کہ مصیبت یا خطرہ کیوقت دوسروں کی حفاظت کرے۔ ضرورت کیوقت دوسروں کو مدد دے۔ اور جو لوگ اُسکے اِرد گرد رہتے ہوں۔ ہر طرح اُن کی بھلائی کا خیال رکھے۔ سب کو اپنا بھائی سمجھے ✦

نیک اقوال کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم کبھی جھوٹ نہ بولیں۔ زبان سے جو ایک دفعہ کہیں۔ اُسے ضرور پورا کریں۔ کبھی کسی کو گالی نہ دیں۔ نہ بُرا بھلا کہیں۔ اور نہ کوئی ایسی بات زبان سے نکالیں جس سے کسی کے جذبات کو ٹھیس پہونچے۔ بلکہ ہر شخص کا فرض ہے۔ کہ لڑائی جھگڑا۔ بُغض وعناد۔ دُشمنی۔ حسد۔ کینہ یا نفرت کی بجائے اپنے دِل میں سب کی طرف سے محبت۔ پیار اور صُلح وآشتی کے خیالات کو جگہ دیں ✦

حضرت زرتشت کے ضروری احکام یہ ہیں :۔

"تو کسی سے حسد نہ کریگا۔ اور نہ کسی مرد۔ عورت۔ یا بچے کی طرف سے اپنے دلمیں بُغض وعناد یا کینہ کو دلمیں جگہ نہ دیگا۔" "تو اپنے پڑوسی کے پیٹھ پیچھے اُس کو بُرا بھلا نہیں کہیگا۔ کیونکہ خدا سُنتا ہے۔ اور اُس کے فرشتے جا کر تیرے پڑوسی کی رُوح کو بتا دینگے۔ کہ تو نے اُسکے بارے میں کیا کہا ہے"✦

"تو اپنے پڑوسی سے اُس سے زیادہ لینے کی خواہش نہیں کریگا۔ جتنا تو اُسکو دیتا ہے"✦

حضرت زرتشت نے باہمی پیار اور محبت پر بہت زور دیا ہے ✦

شری کرشن بھگوان کے ایک سو آٹھ نام

کنس دلن۔ کیشی دمن۔ جسُدا سُت۔ نند لال۔ گئو پالک۔ گوبند۔ ہر۔ گردھاری۔ گوپال

رادھا پت۔ رادھا من۔ رُکمن کے شرنگار۔ نند نندن۔ بسدیو سُت۔ رادھا پران آدھا

جادو بنس کے چندرماں۔ گوپن کے چت چور۔ گوپی بلبھ۔ کرشن جی۔ کاہناں۔ ماکھن چور

برج بلبھ۔ کالی دمن۔ جادو بنس کے بھان۔ برج بھانو۔ برج چندرماں۔ برج کیتو۔ بھگوا

شیام۔ کنھیّا۔ سانورے۔ رُکمن کے چت چور۔ برج بھوکن۔ رُکمن پتی۔ رادھا کے چت چو

برج نائک۔ گھنشیام جی۔ گوکل کے اجیالے۔ برج دیپک۔ جدبنس من۔ رُکمن پران آدھا

کنج بہاری۔ دیوکی نندن۔ نند کشور۔ نند للا۔ بسدیو کے پیارے۔ برج کشور

ناگ نتھیّا۔ رادھکا پیارے۔ نند دُولار۔ مُرلی دھر۔ مادھو۔ مدن۔ جسدھا نین اجیار

بنسی بجیّا۔ دوارکادھیش۔ دوارکا ناتھ۔ برج شوبھا۔ برج شرومنی۔ گوپی جن۔ برج ناتھ

سدا کشیر۔ ساگر شین۔ گردھر۔ گوپی ناتھ۔ رادھا بلبھ۔ رادھکا جیون۔ رادھکا ناتھ

گئو رکھشک۔ گئو آشرے۔ گوپن پران آدھا۔ مُرلی پت۔ بسدیو کے نندن۔ نندکمار

یدبھوشن۔ یدشرومنی۔ یدکل۔ دیپ پتنگ۔ یدکیتو۔ یدکل تلک۔ یدشوبھا۔ شیامل انگ

اسرو من۔ سنکٹ ہرن۔ رادھا کے شرنگار۔ مدھوسودن۔ ترلوک پت۔ برج آدھیش۔ کرتار

جسدھا جیون۔ دیوکی سُت۔ نند بابا کے پران۔ دُکھ ہرتا۔ سُکھ کر۔ پربھو۔ گوکل منی۔ گن کھان

رادھا سوامی۔ رادھکا بھوشن۔ گوکل دیپ۔ بنواری۔ گوکل پتی۔ گوکل ناتھ۔ چھیب

شکھ جوڑ دیت ولن۔ جراسندھ ہرتار۔ مُرلی منوہر۔ رُکمن تلک۔ گئو چراون ہار

بھگوتی۔ بھگوت کو بھجن کر تو سب کو بسار
کرلے تُو جیون سپھل کہہ کر کرشن مُرار

گردھر گوپال کی پجارن

"تاریخ ہند" کا سب سے زیادہ تاریک حصہ جس کی طرف سے خاص بے توجہی برتی گئی ہے۔ وُہ زمانہ ہے۔ جسے عموماً "پٹھانوں کا عہد" کہتے ہیں۔ یعنی سنہ ۱۲۰۰ء سے ۱۵۵۰ء کا زمانہ۔ جب ہندوستان پر افغان بادشاہوں کی حکومت تھی۔ یہ وُہ زمانہ تھا۔ جب یورپ میں (DARKAGES) یا "عہد تاریک" طاری تھا۔ اگرچہ سنہ ۱۲۰۰ء کے بعد سنسکرت یا پالی زبان کے ادب کو اِس عہد میں کوئی خاص ترقی نہیں ہوئی لیکن اُس وقت کی عام بول چال اور دیسی بولی کے ادب اور کلام کو خاص مقبولیت حاصل ہُوئی۔ بلکہ یُوں کہنا چاہیئے۔ کہ اِس عہد میں بُہت سی تمدنی اور تعمیری کاموں کی پیدائش عمل میں آئی ۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کا میل جول ایک نئی صُورت اختیار کر رہا تھا۔ اور ایک نئے تصور یعنی "بھگتی (خدا پرستی) کی تحریک پیدا ہو چکی تھی۔ وشنو کے پرستاروں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ رامانند۔ بابا کبیر میراں بائی۔ نانک اور تلسی داس اِس "بھگتی" کے تصور کے علمبردار تھے۔ یہ لوگ نہ صرف خدا ترس بزرگ اور تصوف الٰہی کے علمبردار اور گیانی تھے۔ بلکہ اِن کو شاعری میں بھی بڑا درجہ حاصل تھا۔ ان کی شاعری ہندی ادب کا مایۂ ناز سرمایہ ہے۔ اِس کا درد۔ کیف۔ اور خیال و تصور کی بلندیاں دراصل اِس جذبۂ الوہیت یا بھگتی کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔ جسکے یہ بزرگ علم بردار تھے۔ اگر ان کے صوفیانہ کلام کا مطالعہ کیا جائے۔ تو ان کے کلچر کا صحیح تصور ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ اور اِس عہد کا یہ حصہ جو عام طور پر لوگوں کی نظروں سے بے توجہی کے باعث پوشیدہ ہے۔ سامنے آجاتا ہے ۔

بھگتی کے تصورات کو سب سے زیادہ جنہوں نے ترقی دی۔ اُن میں **میراں بائی** راجپوتانہ کی مشہور شاعرہ کا خاص حصہ ہے۔ میراں بائی کو راجپوتانہ کی شاعری اور مذہبی بزرگی و پاکیزگیٔ نفس کا بہترین مظہر سمجھا جاتا ہے ۔

میراں بائی کا ہندی کلام تمام ہندوستان کے ہندی جاننے والے صوبوں میں زبان زد خاص و عام ہے۔ اور راجپوتانہ میں تو بالخصوص میراں بائی کے مذہبی ترانے گھر گھر گائے جاتے ہیں ۔

میراں بائی سنہ ۱۴۹۹ء میں کودکی گاؤں ضلع مرتا (ریاست جودھپور) میں پیدا ہوئیں۔ آپ راجہ "رتن سنگھ" راٹھور کی اکلوتی بیٹی تھیں۔ راجہ رتن سنگھ کو اس کے باپ راؤ دوداجی والئے مرتا نے میواڑ میں کچھ جاگیر دے رکھی تھی۔ جس سے یہ خاندان پلتا تھا ۔

میراں بائی جس خاندان میں تھی۔ اُسے بہادری اور وشنو کی پرستش اور نام لینے کے معاملات کیوجہ سے دُنیا میں ایک خاص فوقیت اور فخر حاصل تھا۔ میراں بائی دادا راؤ جودھا جی جس نے ریاست جودھپور کی بُنیاد رکھی۔ میراں بائی کا چچیرا بھائی راجہ جیمل تھا۔ جو چتوڑ کے قلعہ کے محاصرہ میں بہادری کیساتھ لڑتے ہوئے مارا گیا۔ یہ بھی ایک راسخ العقیدہ تھا۔ غرض یہ سارا خاندان بہادری اور وشنو پوجا کے باعث تمام راجپوتانہ میں سربلند مانا جاتا تھا۔

میراں بائی پر مذہبی اثرات:۔ میراں بائی نے اس مذہبی فضا اور ماحول میں پرورش پائی جس کا اثر یہ ہوا۔ کہ اُس کی طبیعت قدرتی طور پر دُنیا کے جھگڑوں سے بے تعلق رہنے اور خدا کی یاد میں محو رہنے کی طرف زیادہ مائل رہی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ محل کے سامنے سے برات جا رہی تھی۔ سب عورتیں برات دیکھنے کے لئے آ گئیں۔ مگر میراں بائی کی والدہ نہ آئیں۔ وہ محل میں "گردھر دیوتا" کی پوجا کر رہی تھیں۔ "گردھر دیوتا" اُس گھرانے کا اپنا دیوتا تھا۔ اُس گھر میں اُسی دیوتا کی پوجا ہوتی تھی۔ میراں بائی اُسوقت چھوٹی تھی۔ اپنی ماں کے پاس گئی۔ اور پوچھا "میرا پتی کون سا ہے۔ اور کہاں ہے"؟ ماں نے بھولی لڑکی کو جواب دیا۔ "تمہارا پتی یہ ٹھاکر ہے۔ یہ گردھر مہاراج جن کی میں پوجا کر رہی ہوں۔ تمہارے پتی ہیں"۔ اسکے بعد سے میراں بائی پر گردھر کی الوہیت اور جذبہ خداوندی کا بڑا اثر ہوا۔ اور وہ ہمیشہ انہی کو پوجتی رہی۔ چنانچہ اس قدر عشق حقیقی ہوا۔ اُس پاک ذات سے کہ اُسکی شاعری میں جا بجا گردھر کا ذکر آتا ہے۔ اور جس نے اُس کی شاعری کو ایک عجیب والہانہ رنگ دیدیا ہے جس میں عشق الٰہی کی چمک اور جذبہ پرستاری کی حرارت کے شعلے نظر آتے ہیں۔

میراں کی شادی کنور بھوج سے ہوئی۔ کنور بھوج رانا سانگا مشہور راجپوت جرنیل کا لڑکا تھا جس نے بابر بادشاہ سے بڑے معرکے کے مقابلے کئے۔

دوسری دیوی کی پوجا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جب اُسکی شادی ہو گئی۔ تو اُس نے اصرار کیا۔ کہ اپنے گھرانے کے دیوتا "گردھر" کی مورتی ساتھ لیکر جاؤنگی۔ اُسکی پوجا میری روح کی تسکین اور آرام جان کا باعث ہے۔ اُسے کسی حالت میں ترک نہیں کر سکتی۔ جب وہ میواڑ اپنی سسرال پہونچی۔ تو اُسکی ساس نے کہا۔ کہ "درگا دیوی" کو پوجو۔ کیونکہ یہاں کے تمام راجپوت اُس دیوی کے پرستار تھے۔ مگر میراں بائی نے کہا۔ کہ مجھے گردھر سے عشق ہے۔ اور بچپن سے اسی ٹھاکر کو مانتی آئی ہوں۔ میں تو دوسری مورتی نہیں پوجونگی۔

اِس پر اُس کا خاوند بہت ناراض ہؤا۔ جس کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ اُن کی شادی شُدہ زندگی بہت خراب گزری
اُس سال کے اندر اندر اُسکے خاوند کا انتقال ہوگیا۔ میرا بائی کے کوئی اولاد نہیں ہُوئی۔ اور خاوند کے مرنے
کے بعد تو میرا بائی اور بھی بھگتی کے کاموں میں مصروف و محو ہوگئی۔ سادھوؤں۔ مذہبی بزرگوں وغیرہ کی سیوا کرنا
اور ہر وقت خدا کے گیان میں محو و مست رہنا اُسکی روزمرّہ کی زندگی بن گئی +

وِکراماجیت کی عیّاریاں :- تخت کے لئے لڑائی ہونے کا خطرہ ہؤا۔ اور جانشینی کا معاملہ
بہت پیچیدگی میں پڑ گیا۔ مگر آخرکار "رانا وکراماجیت" اپنے باپ کی جگہ چتوڑ کا راجہ بنا۔ خاوند کے مرنے
کے بعد سے میرا بائی کا مذہبی شغل اور بزرگانِ مذہب کی سیوا۔ پُوجا پاٹ وغیرہ اور بھی بڑھ گئی۔ اسلئے اُس نے
میرا بائی کی ۲ دو سہیلیوں چمپا اور چمیلی کو اِس غرض سے مقرر کیا۔ کہ وُہ میرا بائی کو اِن کاموں سے باز رکھیں
اور دُنیاوی مُسرتوں کی طرف اُسکی توجہ کھینچ لائیں۔ مگر میرا عشقِ الٰہی میں اِسقدر محو تھی۔ اور خُدا پرستی کا جذبہ
اُسکی رُوح پر اِسطرح طاری تھا۔ کہ شاہی تعیشات اور آرام و عیش کی تمام رغبتیں اُسے جادۂ حق سے نہ پھیر سکیں
میرا کے کلام میں جابجا اپنے دیور کی زیادتیوں کی شکایت پائی جاتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ "بیوگی"
کی حالت میں میرا بائی نے اپنے دیور کی وجہ سے بہت آزمائشیں اُٹھائیں۔ مگر یہ تجربات بھی اُسکی رُوحانی بلندی
اور تزکیۂ نفس کے لئے ضروری اور مفید چیزیں بن گئیں +

ایک دفعہ ایسا بھی ہؤا۔ کہ "میرا بائی" کو زہر دیا گیا۔ اُسکے دیور نے "چرن امرت" کے نام سے اسے ایک
پیالہ بھیجا جس میں زہر تھا "میرا بائی" نے اُسے پی لیا۔ اور خُدا کی قدرت سے بالکل بھلی چنگی رہی +
اِسی طرح ایک دفعہ "وکراماجیت" نے ایک زہریلا افعی سانپ اُسکے کاٹنے کے لئے رکھوایا۔ اور اُس نے اُس
کو کاٹ بھی لیا۔ مگر وُہ پھر بھی زندہ رہی +

یہ سب آزمائشیں اُسکی سیرت کو پختہ کرنے اور اسے عشقِ حقیقی کی منزلوں تک بلند کرنے میں مددگار ثابت
ہوئیں۔ اُس کا دل دُنیا اور اہلِ دُنیا سے اور بھی بیزار ہوگیا۔ اور یہی چیز تھی۔ جس نے اُسکے کلام میں درد اور اثر کوٹ
کوٹ کر بھر دیا +

خُدا کا جلوہ دیکھا :- "میرا بائی" کی خدا پرستی اور بھگتی کو دیکھ کر بہت سے لوگ اسکے معتقد ہونے
شروع ہوئے۔ چنانچہ "اودھ بائی" نامی ایک استری کو اُس نے بھگتی کی طرف راغب کر لیا +
کہا جاتا ہے۔ کہ ایک دفعہ اودھ بائی نے "میرا بائی" سے کہا۔ کہ مجھے خدا کا جلوہ دکھاؤ۔ میرا بائی نے
پہلے تو تامل کیا۔ مگر اصرار کرنے پر وُہ اسکے لئے آمادہ ہوگئی +
"اودھ بائی" کو اُس نے محل کے آنگن میں ایک جگہ بٹھایا۔ اور اپنے گیت گانے شروع کئے۔ جنکی شیرینی

اور رُوحانی پاکی کا وُہی لوگ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جنکے پاس حسّاس دِل ہے۔ جب آدھی رات گزری۔ تو گردھر انسانی جامہ میں آئے۔ اور جو کھانے وغیرہ تیار کیئے گئے تھے۔ اُنہیں کھایا۔ زنانہ میں ایک مرد کی آواز سُن کر چوکیدار کو کچھ شُبہ ہُوا۔ وُہ مہاراج "وِکرماجیت" کو خبر دیکر لے آیا۔ جب "وِکرماجیت" آیا۔ اور زنانہ میں گیا۔ تو دیکھا۔ کہ کوئی مرد وہاں موجود نہیں ہے۔ جب وُہ بہت حیران ہو چکا۔ تو میرا بائی سے پُوچھا؟ میرا بائی نے بہت شانتی سے جواب دیا۔ کہ "میرا پیارا گردھر میرے گھر مہمان ہے"۔

اِسکے بعد یکایک اُسے ایک جلوہ دِکھائی دیا۔ جسکے جلال اور ہیبت سے "وِکرماجیت" بے ہوش ہوکر گر پڑا اور تابِ نظارہ نہ لا سکا۔

جب اُسے ہوش آیا۔ تو اپنے محل کو بھاگا۔ اور فیصلہ کر لیا۔ کہ کسی نہ کسی طرح میرا بائی سے چھٹکارا حاصل کرونگا۔ چتوڑ کی فضا سے "میرا بائی" بہت بددِل ہو گئی۔ اور یہ مقام اُس کی خُدا پرستانہ زِندگی گزارنے کے لئے موزُوں بھی نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے وہاں سے رُخصت ہونے کی ٹھان لی۔ جوگیا کپڑے پہنے۔ اور اپنی مُعتقد عورتوں اور قریبی تعلق رکھنے والیوں کو ساتھ لیکر اپنے میکہ چلی آئی۔ جہاں اُسکی عزّت بہت زیادہ تھی۔

دریائے "بناس" کے کنارہ پر بھی اُس نے تپسیا میں کچھ وقت صرف کیا۔ اور پھر وہاں سے اپنے گاؤں میں پہونچی۔ جسطرح مہاتما بُدھ کو جلوہ الٰہی نے سرفراز کیا تھا۔ اسی طرح عرفانِ الٰہی کی تجلّیاں "میرا بائی" کو بھی دِکھائی دیں۔ اور وُہ پُوری طرح ایک تارک الدُنیا اور فقیرانہ وضع کی زندگی بسر کرنے لگی۔ کبھی کسی جگہ بسیرا کیا۔ کبھی کسی جگہ۔ سادھوؤں۔ جوگیوں اور بیراگیوں سے ملنا۔ اُن سے تبادلہ خیالات کرنا اور بھگتی کی باتیں لوگوں سے کہنا اور سمجھانا اُسکی زندگی کا کام ہو گیا۔ وُہ بندرابن گئی۔ جہاں اُسکی مُلاقات "جیوا گوسوامی" سے ہوئی۔ جو مُلک بنگال کے وِشنوا فرقہ کا ایک بڑا بزرگ تھا۔ اِسکے بعد وُہ کاٹھیاواڑ کے علاقہ دُوارکا میں گئی۔ جہاں کی بابت کہا جاتا ہے۔ کہ مہاراج "کرشن" جنگ کے میدان سے واپس ہو کر زِندگی کا ایک حصّہ گزارنے کیلئے چلے گئے۔

یہاں کے مندر میں جو مُورتی ہے۔ اُسے "رنچھوڑ" کا لقب اِسی وجہ سے دیا گیا ہے۔

جب سے "میرا بائی" چتوڑ سے آئی تھی۔ وِکرماجیت پریشانیوں اور آفتوں سے گھرا ہُوا تھا۔ یہ وُہ زمانہ ہے۔ جب اکبر نے چتوڑ پر حملہ کیا۔

لوگ کہتے تھے۔ کہ جب سے "میرا بائی" یہاں سے گئی ہے۔ آفتوں پر آفتیں آرہی ہیں۔ اگر وُہ واپس آجائے۔ تو اُسکی رُوحانی برکتوں سے یہ بلا واپس چلی جائیگی۔ چنانچہ بہت سے نیک برہمن اُسکو دوارکا سے چتوڑ واپس لانے کے لئے بھیجے گئے۔ وُہ راضی نہ ہوئی۔ لیکن اِصرار کرنے پر اُس نے کہا۔ کہ مَیں پُوجا کر کے چلُونگی۔ مندر میں گئی۔ جہاں اُس نے اپنے پیارے کی محبّت میں جان دیدی۔

کہا جاتا ہے - کہ اِسکے بعد وُہ مندر سے باہر نہیں آئی - اور غائب ہو گئی - وُہ خُدا کی ہستی میں مِل گئی اور دُنیا کے بکھیڑوں اور تعلقات سے بالکل مُنہ موڑ لیا +

میرا بائی کی ساری زندگی خُدا کی محبت - تابعداری اور عرفانِ حقیقت میں گذری - میرا بائی کو قدرت نے دِل کا سوز - درد اور تاثیر ایسا دِیا تھا - کہ اُس کا کلام عشقِ حقیقی کے درجہ تک پہنچ گیا - اگرچہ اسکی شاعری کا عام خطاب - طرزِ بیان روزمرہ کے واقعات و حسیات پر مبنی ہے - مگر دراصل اِس میں الوہیت یعنی خُدا پرستی اور عرفان (بھگتی) کا کام کر رہا ہے - اور یہی رنگ ہے - جو "میرا بائی" کو ممتاز بناتا ہے +

گجرات اور [illegible] بیراگی اب تک اِسکے گانے گاتے پھرتے دیکھے جاتے ہیں - ہر ہندو گھر میں اِس کے گانے رائج ہیں - وُہ ہندو دیوی کا ایک مکمل نمونہ تھی - خُدا پرستی - نیکی اور پاکیزگی خیال و عمل کا مجسمہ تھی - خُدا کی پیاری بندی تھی - اور اُس نے جو بھی کلام چھوڑا ہے - دُنیا کے لئے معرفت کا ایسا سمندر ہے - جس سے آجتک لوگ اپنی تشنگی بجھا رہے ہیں - اور تعریف میں میرا کے گیت گاتے ہیں +

اہتمامِ فطرت

ہر اک جنگل میں ہر قسم کے اشجار ملتے ہیں — ضرورت کیموافق اور بے آزار ملتے ہیں

مہیا ہر جگہ برکت بھری ندّی کا پانی ہے — لطیف و خوشگوار و رُوح بخشِ زندگانی ہے

جہاں چاہو بچھونے ریشمی گویا میسّر ہیں — ہری بیلوں کے نازک نرم پتّے سب کے بستر ہیں

(اگر ہو شانِ خودداری - اگر ہو شانِ استغنا — خُدا خود میر سامانِ است اسبابِ توکل را)

مگر دُنیا کے بندے عاجز و ناچار ہوتے ہیں

پہونچکر آستانِ اہلِ زر پر خوار ہوتے ہیں

شہنشاہ جہانگیر

ایک ہندو جوگی کی کُٹیا میں پا پیادہ جاتا ہے

۱۰۲۸ھ کے واقعات میں "جہانگیر" نے "اُجین" جوگی گسائیں "جدروپ" کا اپنی تزک میں ذکر کیا ہے۔ وُہ لکھتا ہے:۔

"گسائیں" جدروپ" کے نام سے مَیں کئی سال سے واقف تھا۔ وُہ آبادی سے دُور ایک گوشہ صحرا میں رہتا تھا۔ مجھے اُس سے مُلاقات کرنے کا بڑا اشتیاق تھا۔ مَیں کشتی سے اُتر کر اور شاہانہ تجمّل کو خیرباد کہکر پون کوس تک پا پیادہ اُسکی مُلاقات کو گیا۔ مَیں نے دیکھا۔ کہ وُہ ایک غار میں رہتا ہے۔ جس کا طُول ساڑھے پانچ گز اور عرض ساڑھے تین گز تھا۔ بہت نحیف البدن تھا۔ اُسکے بدن پر صرف ایک لنگوٹی ہوتی تھی۔ اور یہی اُس کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ غار کے پاس ہی ایک تالاب تھا جس میں وُہ دِن میں دو مرتبہ نہایا کرتا تھا۔ اُسکی خوراک پانچ لقموں سے زیادہ نہ تھی۔ وُہ نہ شہرت کا خواہاں تھا۔ اور نہ اُسکو کسی کی مُلاقات کی خواہش تھی لیکن لوگ جوق در جوق اُس کے درشنوں کو آتے تھے۔ مَیں چھ گھڑی تک اُسکی صُحبت میں رہا وُہ دانش سے معمُور تھا۔ اور علم بیدانت سے جو علم تصوّف ہے۔ خُوب ماہر تھا۔ اُس کی باتوں سے میرے قلب پر بڑا اثر ہُوا"+

بادشاہ ایک دفعہ پھر گسائیں "جدروپ" سے مِلا۔ چنانچہ وُہ لکھتا ہے:۔

"مَیں سیر کشمیر کے لئے آگرہ سے روانہ ہُوا۔ جب متھرا پہنچا۔ تو گسائیں جدروپ کے وہاں موجود ہونیکی مجھے خبر مِلی۔ مَیں بے تکلف اُسکے پاس گیا۔ حق جل وعلا نے اُس کو عجیب توفیق عنایت کی ہے۔ فہم عالی و فطرت بُلند کے ساتھ عقل خداداد کا ایک خزانہ اُسکے پاس ہے۔ اور مال اور طمع دُنیا سے بے پروا اور اپنے حال میں مُستغنی و بے نیاز ہے۔ مَیں نے دیکھا کہ اسباب دُنیا میں آدھ گز لنگوٹی اور ایک مٹی کے برتن کے سوائے جسمیں وُہ پانی پیتا تھا۔ اُسکے پاس اور کچھ نہ تھا۔ رُخصت ہونے پر مجھے اُسکی جُدائی ناگوار گزری +

کیوں رنج و مُصیبت سہہ سہہ کر برباد رہے دُنیا دِلکی
آزاد رہے آباد رہے دل شاد رہے دُنیا دِلکی

مسلمان بادشاہ کی ہندو بہن

مغلیہ سلطنت کا آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا۔ ملک میں ہر جگہ بدامنی کی ہوا چل رہی تھی۔ بادشاہ کی حیثیت شاہ شطرنج سے زیادہ نہ تھی۔ ہندو تو درکنار مسلمان رعایا بھی پریشان تھی۔ سلطنت کی باگ خود وزراء اور امراء کے ہاتھ میں تھی۔ جن کے مزاج سے ہمدردی۔ حب الوطنی۔ وفاداری کافور تھی۔ خود نمائی کا جامہ زیب تن تھا۔ اور وہ بھی بادشاہوں کے خون سے آلودہ تھا۔ عالمگیر ثانی تخت دہلی پر مغل سلطنت کے نام لیوا تھے۔ جن کا وزیر غازی الدین خان تھا۔ اسی وزیر کی عنایت سے بادشاہ کو تخت نصیب ہوا تھا۔ اسلئے وزیر موصوف بادشاہ کو نگاہ میں نہ لاتا تھا +

بادشاہ اس وزیر کے پنجہ سے رہا ہونے کی مختلف تدبیریں سوچا کرتے تھے۔ مگر وزیر بڑا عیار تھا۔ بادشاہ کے تیور دیکھ کر پہچان گیا۔ اس نے سوچا۔ کوئی چال ایسی چلو۔ جس سے بادشاہ کا قلع قمع ہو۔ اپنے قلب کو تسکین ہو۔ آئندہ جو بادشاہ بنے وہ اپنی مٹھی میں ہو +

چنانچہ اس ارادہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایک تدبیر نکالی۔ بادشاہ درویشوں کے معتقد تھے وزیر نے سوچا۔ کہ اسی بہانہ سے جنگل میں لے جانا اور ہمیشہ کی نیند سلا دینا چاہیئے +

اس نے بادشاہ کے حضور میں عرض کیا۔ کہ جہاں پناہ فلاں خانقاہ میں ایک بزرگ رونق افروز ہیں۔ جن کی زیارت کو ہر ادنی و اعلیٰ جاتا ہے۔ اور بامراد واپس آتا ہے۔ اگر حضور بھی نیاز حاصل کریں۔ تو بے حد مفید ہوگا +

بادشاہ وزیر کے جال میں پھنس گئے۔ فوراً جواب دیا۔ کہ ہم فلاں وقت یہاں سے روانہ ہونگے۔ وزیر نے اس سے قبل اپنی تمام تیاری کر لی تھی۔ بادشاہ وقت معینہ پر روانہ ہوئے۔ خاصہ مجمع ساتھ تھا۔ جب جنگل میں خانقاہ کا دروازہ قریب آیا۔ تو وزیر نے دست بستہ عرض کیا۔ کہ حضور اس جم غفیر اور انبوہ کثیر کو دیکھ کر درویش صاحب خفا ہونگے۔ بہتر ہے کہ پیادہ پا اور تنہا ملاقات کی جائے۔ غلام ہمراہ ہوگا +

چونکہ بادشاہ کی قضا آچکی تھی۔ موت کے فرشتے نے منہ سے نکلوا دیا۔ کہ یہ تمام لاؤ لشکر یہیں رہے۔ میں تن تنہا فقیر صاحب کی قدمبوسی حاصل کرونگا +

آخر جیسے ہی بادشاہ اندر گیا۔ اسے قتل کر دیا گیا +

وزیر اپنے آقا کا کام تمام کرکے فوراً باہر گیا۔ دروازہ پر کھڑے ہوئے آدمیوں نے بادشاہ کی نسبت دریافت کیا

تو اُس نے جواب دیا۔ کہ سرکار نے کچھ کاغذات منگائے ہیں۔ مَیں اُن کو لینے جا رہا ہُوں۔ تم لوگ یہیں موجود رہو۔ ا
وزیر اپنی جان بچا کر فرار ہو گیا۔ اور تمام لشکر بادشاہ کی واپسی کا منتظر رہا +

عالمگیر کی لاش دریائے جمنا میں پائی گئی۔ اتفاق سے وہاں ایک ہندو عورت اشنان کر رہی تھی۔ اُس
نے کسی وقت بادشاہ کو دیکھا تھا۔ فوراً پہچان لیا۔ اور گریہ وزاری کر کے شور و غل مچانے لگی۔ کہ نہ معلوم کس پا
نے ہمارے بادشاہ کے پران لئے +

شاہی لشکر نے جب یہ شور سُنا۔ تو وُہ دریا کی طرف روانہ ہُوا۔ دیکھا۔ کہ ایک ہندو عورت لاش کی نگہبا
کر رہی ہے۔ تاکہ کوئی دریائی جانور اُس کو نقصان نہ پہنچائے +

تمام آدمی اِس صدمۂ جانکاہ سے نالہ و فریاد کرتے دریا کے کنارے آئے۔ شہزادہ کو خبر لگی۔ بادشاہ کی نعش
عزت و احترام سے دفن کی گئی +

تجہیز و تکفین کے بعد نئے بادشاہ شاہ عالم نے اُس ہندو عورت کو طلب کیا۔ اور فرمایا۔ کہ تیری مہربا
سے مجھ کو آخری بار باپ کی صُورت دیکھنے کو ملی۔ مَیں اِس احسان سے سُبکدوش نہیں ہو سکتا۔ آج سے تو میری
بہن ہے۔ مجھ کو اپنا بھائی خیال کر +

اُس روز سے بادشاہ کا یہ معمول رہا۔ کہ عید یا دیگر موقعوں پر اُس ہندو عورت کا بھی معقول حصہ نکال کر
اُسکی نذر کرتے۔ اور وُہ عورت برادرانہ تہوار پر بادشاہ کے ہاتھ میں سُچے موتیوں کی راکھی باندھتی۔ اور اُسکے عوض
میں اشرفیاں اور روپے پاتی۔ یہ سلسلہ شاہ عالم تک ہی محدود نہ رہا۔ بلکہ بادشاہ کے انتقال کے بعد اکبر شاہ
ثانی اور آخری جانشین مغلیہ خاندان بہادر شاہ نے بھی اُس عورت کی اولاد کے ساتھ ہمیشہ عنائتیں کیں +



مَن بَن جا پریم پجاری

پریم کی مسجد پریم کا مندر پریم کی جوت جگا لے اندر
پریم کی مایا ہے یہ ساری
مَن بَن جا پریم پجاری
پریم کا بھاشن۔ پریم کی سِکھشا پریم کا دوارہ پریم کی بھکشا
پریم سے مانگ بھکاری
مَن بَن جا پریم پجاری

پجارن

جنگل سے دُور پہاڑ کی وادی میں ایک جھیل تھی۔ وہاں بہت سے خوشبودار پھول اور میوہ دار درخت تھے۔ وہ وادی اسقدر سرسبز تھی۔ کہ دُنیا کا کوئی خطہ اس کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔ اور اُسی جھیل کے پاس گھنے درختوں میں ایک چھوٹی سی جھونپڑی تھی۔ اُس میں ایک بوڑھا جوگی رہتا تھا۔

ایک دن جبکہ آسمان پر کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اُس وقت جوگی اپنی جھونپڑی کے سایہ تلے بیٹھا ہوا بڑی اُونچی آواز میں گا رہا تھا۔ اس کی آواز دُور دُور تک ہوا میں گونج رہی تھی۔ وہ گا رہا تھا:-

بنا ہے پاگل کیوں سنسار جگت میں جینا ہے دن چار
مٹی کا تو عجب کھلونا مٹی تکیہ۔ مٹی بچھونا
مٹی میں ہے اک دن سونا مٹی ہے گھر بار
بنا ہے پاگل کیوں سنسار

وہ اپنی دُھن میں محو تھا۔ اچانک اُسکی نظر ایک عورت پر پڑی۔ جو قُلہ کوہ پر بال بکھیرے ہوئے اور ہاتھ جوڑے ہوئے کھڑی تھی۔ جوگی اُس نظارے کو دیکھ کر پاگل سا ہوگیا۔ وہ پہاڑی کی طرف بے تحاشہ بھاگا جا رہا تھا۔ چشم زدن میں وہاں پہونچ گیا۔ اُس نے دیکھا۔ کہ اُسکی آنکھیں بند تھیں۔ اور اُسکی آنکھوں سے آنسو اسطرح بہ رہے تھے۔ جیسے پھول کی پتیّوں میں شبنم کے قطرے ٹپک رہے ہوں۔ جوگی نے ایک سرد آہ بھری اور اُسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ بیٹی! تم بہت دُکھی معلوم ہوتی ہو۔ کیا میں اِس سبب سے آگاہ ہو سکتا ہوں؟

وہ چونک پڑی۔ اور بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ غریب کے پریم کو کون جانے جاہتا ہے!

میں اس سے پریم کرتی تھی۔ اور وہ مجھ سے۔ لیکن اُس نے میری اُلفت کو ایک طوائف کے دام عشق میں گرفتار ہو کر پامال کردیا۔ میں نے اُسے کئی بار کہا۔ کہ وہ اُسکے پریم کو چھوڑ دے۔ لیکن اُس نے نہ چھوڑنا تھا اور نہ چھوڑا۔ ایک دن وہ اُسکے گھر جا رہا تھا۔ میں نے اُسے کہا۔ تم جھوٹے پریم کو چھوڑ دو۔ رمیش۔ لیکن اُس نے غصے میں کہا۔ نرمل۔ میں تم سے پریم نہیں کرسکتا۔ تم ہمیشہ کے لئے میری آنکھوں سے دُور ہو جاؤ۔ اور پھر آج...

وہ آگے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ وہ خاموش ہو گئی۔ ہونٹ کانپے۔ رُک گئے۔ آنسو آئے۔ تھم گئے۔ نرمل آگے بڑھی اور جوگی سے لپٹ گئی۔

بس رہنے دو نرمل۔ میں سمجھ چکا۔ مگر تم نہیں جانتی۔ کہ خودکشی کس قدر گناہ ہے۔ صبر کرو۔ اور میرے ساتھ اس جھونپڑی میں چلو۔ جہاں میں دنیاوی رنج وراحت سے اجتناب کر کے سکونت پذیر ہوں۔ جھونپڑی میں رہتے ہوئے کئی دن گزر گئے۔ مگر نرمل کے دل سے رمیش کی یاد دور نہ ہوئی۔ ایک دن جوگی جنگل میں لکڑیاں چننے گیا تھا۔ نرمل جھیل کے کنارے بیٹھی ہوئی تھی۔ کہہ رہی تھی۔ پریتم! مجھے یقین تھا۔ کہ ایشور ضرور میری زندگی کے سہارے کو اپنا بنا لینے کی قدرت رکھتا ہے۔ لیکن آج قسمت کی بے وفائی نے تمہیں میری آنکھوں سے اوجھل کر کے میرا کیا حال بنا دیا۔ میں تمہیں کھو دینے کے بعد بھی پریم کر سکتی ہوں +

شام کو جوگی واپس آ گیا۔ اور پوجا پاٹ کرنے کے بعد دونو سو رہے۔ اسی طرح نرمل کو وہاں رہتے بہت عرصہ گذر گیا۔ ایک دن جوگی پھر جنگل میں بہت دور نکل گیا۔ نرمل اس جگہ چلی گئی۔ جہاں کبھی جوگی بیٹھ کر گایا کرتا تھا۔ نہ جانے نرمل کو کیا خیال آیا۔ زار زار رونا شروع کر دیا۔ جب روتے روتے تھک گئی۔ تو غم کو غلط کرنیکے لیئے اس نے جوگی کے بربط کو بجانا شروع کر دیا۔ اور وہ ساتھ ساتھ گا رہی تھی :-

"برہا کی آگ لگی مورے من میں
تجھ بن جی کر سوگ منانا۔ نسدن جلنا اشک بہانا۔ رات کٹے نینن میں"۔

اتنے میں اس نے ایک دردناک چیخ سنی۔ بڑی دیر تک وہ کان لگائے سنتی رہی۔ مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ اس جنگل میں ایک نوجوان بھاگا جا رہا تھا۔ دیوانوں کی طرح پھٹے ہوئے کپڑے۔ خون سے بھرا ہوا جسم۔ وہ بالوں کو نوچتا ہوا زور زور سے پکار رہا تھا۔ نرمل۔ نرمل!

نرمل نے آواز کو پہچان لیا۔ وہ اس طرف بھاگی جسطرف سے آواز آ رہی تھی۔ وہ گرتی پڑتی جا رہی تھی۔ اس نے دیکھا۔ کہ اسکی نگاہوں کے سامنے کوئی جا رہا ہے۔ نرمل نے اور تیز دوڑنا شروع کر دیا لیکن کافی فاصلہ طے کرنے پر بھی۔ وہ اسکے قریب نہ پہنچ سکی +

اس نے بہت [illegible] کہ پکار کر آگے جانے والے دیوانے کو روک لے۔ پکار نہ سکی۔ اسکی آواز سینے سے نکل کر گلے کی خشک رگوں تک آ کر رہ جاتی +

وہ چلتا رہا۔ یہ بھاگتی رہی۔ وہ تھک گیا تھا۔ اور بھی خبر نہیں۔ اسے کتنا چلنا اور باقی تھا۔ وہ درخت کے نیچے لیٹ گیا۔ اسے آرام کیئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا۔ کہ خوبصورت بھکارن ہاتھ پھیلائے اور بازو پھیلائے ہوئے اسکے پاس آئی۔ اور لڑکھڑاتی ہوئی گر پڑی۔ اس نے حسرت زدہ دبی زبان میں کہا:-

"پیارے رمیش!" +

رمیش چونک پڑا۔ اور دیوانوں کی طرح اسکے بال پکڑ لئے۔ زور زور سے کھینچنا شروع کر دیا۔ اور جوش سے کہہ رہا تھا۔ چندرا۔ آج تو میرے پنجے سے نکل کر کہیں بھی نہیں جا سکتی۔ تو نے مجھے جھوٹے پریم میں پھنسا کر ذلیل خوار کر دیا۔ میں نہیں جانتا تھا۔ کہ تو دولت کی خاطر ہی سب سے پریم کرتی ہے۔ اور جب تک میرے پاس دولت رہی۔ تو مجھے پریم سے بلاتی رہی۔ اور جب میں خاک سیاہ ہو گیا۔ تو تو نے مجھے دھتکارا۔ آج میں تمہیں بغیر انتقام لئے نہیں چھوڑ سکتا +

وہ اتنا پاگل ہو چکا تھا۔ کہ اسے نرمل کی پہچان تک نہ رہی۔ نرمل بیہوش ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد نیم بیہوشی کی حالت میں رمیش سے کہا۔ پیارے رمیش! میں نرمل ہوں۔ چندرا نہیں +

نرمل! رمیش نے کہا۔ سچ مچ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ پریم کے آنسو اسکی آنکھوں سے بہنے لگے۔ زندگی کا حسین خواب بھیانک بن چکا تھا۔ اور وہ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ تو واقعی میں نرمل کو کھینچ رہا تھا۔ نرمل کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو نکلنے لگے +

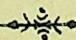
رمیش نے کہا۔ دیوی! مجھے معاف کرو میں گنہگار ہوں۔ میں نہیں جانتا تھا۔ کہ تمہیں واقعی میرے ساتھ سچا پریم تھا۔ آج تو نے مجھے پریم کا سچا راستہ دکھا دیا۔ اب میں تمہیں بھول کر بھی نہ چھوڑونگا نرمل +

نرمل نے ٹوٹی ہوئی کمر کو ٹوٹے ہوئے دل کا سہارا دیکر اٹھایا۔ اور جھونپڑی کیطرف اشارہ کر کے کہا رمیش! میرے ساتھ چلو۔ اس جھونپڑی میں جہاں میں نے تمہاری یاد میں عمر کا ایک حصہ گزار دیا۔ جوگی بھی شام کو جھونپڑی میں واپس آیا۔ تو دیکھا۔ کہ جھیل کے کناروں پر اور جھونپڑی کے چاروں طرف پھول ہی پھول بکھیرے ہوئے تھے۔ وہ حیران ہو گیا۔ بڑی دیر تک وہ سوچتا رہا۔ آخر اسکی نظر کچھ فاصلے پر پڑی۔ وہاں نرمل زمین پر بیٹھی ہوئی رمیش کے پاؤں دبا رہی تھی +

جوگی وہاں گیا۔ اور بولا۔ نرمل یہ کون ہے ؟

نرمل نے بڑے پریم سے کہا۔ مہاتما جی! یہ وہی ہے۔ جسکی مجھے بڑی مدت سے انتظار تھی۔ آج میں نے اسے پالیا۔ یہ میرا دیوتا ہے۔ اور میں اس کی پجارن ہوں +





خزاں کا گیت

موسم گرما نے آخری سانس لیا۔ مدھم پڑ گیا۔ منور دن پرواز کر گئے۔ برکھا سے لدی ہوئی دھند دلدلوں سے بیدار ہوئی۔ رات نے اپنا خواب آگین نقاب الٹ دیا۔ پکے ہوئے کھیت ننگے پڑے ہیں۔ ندیوں کا رقص ان کھیل سرد ہے۔ جنگلوں کے بال سفید ہو رہے ہیں۔ ایوان قدرت رنگ بدل رہا ہے جلد۔ بہت جلد۔ سرما کی سردی۔ مرغزاروں اور کھیتوں کو اپنا سلام پیش کریگی۔ بہت جلد جھونپڑوں۔ اور مکانوں میں آگ اپنی دلکش گرمی بخشے گی +

جھوٹے جگ کی جھوٹی پریت

نین ہیں سونے موہن آ جا من مندر میں جوت جگا جا
نر بھاگن کو درس دکھا جا دنیا کپٹن کس کی میت
جھوٹے جگ کی جھوٹی پریت

کل جگ بیتا کر جگ آیا ہر ذرّے نے پلٹا کھایا
ہردے ہردے پاپ سمایا اُلٹی نگری اُلٹی ریت
جھوٹے جگ کی جھوٹی پریت

دنیا ساون رین کا سپنا موہ نگر میں چین کا سپنا
روپ انوپ سے نین کا سپنا کس کی ہار اور کس کی جیت
جھوٹے جگ کی جھوٹی پریت

دھوکا ہے سنسار میں دھوکا نر میں دھوکا نار میں دھوکا
پریم میں دھوکہ۔ پیار میں دھوکا پھیکی تانیں بے رس گیت
جھوٹے جگ کی جھوٹی پریت

اس دنیا میں پریت نہیں ہے

شیام دس برس کا تھا۔ اسکی جوانی زندگی کی آٹھویں منزل میں بیٹھی ہوئی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اُسکی آنکھیں معصوم تھیں۔ .... اور اُسکے ہونٹ حوروں کی مسکراہٹ سے بنی ہوئی پھولوں کی دو پتیاں ✦

دو مہینہ ہوئے۔ اُسکے باپ کا سایہ اُسکے سر سے اٹھ چکا تھا۔ وہ یتیم تھا۔ اور اُس بیکس مخلوق کا ایک فرد۔ جسکے ہمدردوں سے دنیا خالی ہوتی جا رہی ہے ✦

معصوم شیام کے سر پر جو غم کا پہاڑ گرا تھا۔ گو اُسے اُسکی معصومیت نے سنبھال لیا تھا۔ تاہم وہ اپنے سر پر ایک قسم کا بوجھ محسوس کرتا تھا۔ درحقیقت اُس کا چھوٹا سا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا۔ مگر شیام اُسے

شکستہ نہ سمجھتا تھا۔ کیونکہ بچہ اپنے ٹوٹے ہوئے کھلونے کو بھی قیمتی اور کام کا تصور کرتا ہے ۔

کچھ عرصہ تک شیام کے اعزا نے رسمًا اسکے اور اسکی غریب ماں کے ساتھ ہمدردی کی۔ لیکن افسوس ایک وقت ایسا آیا۔ کہ ہمدردی نفرت سے بدل گئی۔ اور آخر شیام کے تمام اعزا اس سے اسطرح پھر گئے۔ گویا شیام یتیم ہی نہ تھا۔ بلکہ ان کا ایسا دشمن جسکی امداد کرنا گناہ خیال کیا جاتا ہے۔ اس گناہ میں بستی کے نیک دل سرمایہ دار زیادہ دنوں تک مبتلا نہ رہنا چاہتے تھے۔ اب دنیا میں شیام کی زندگی کا سہارا۔ لاغر جسم اور بوسیدہ کپڑوں والی اسکی ماں تھی۔ اور اسکے آنسو جن کی قیمت سوائے قدرت کے اور کوئی نہیں جانتا ۔

شیام جب اپنی جھونپڑی سے باہر نکلتا۔ تو وہ ہر شخص کی آنکھوں کو للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتا کہ شاید کسی آنکھ سے اسکے لئے محبت سے بھری ہوئی نگاہ نکلے۔ وہ ہر آواز کو غور سے سنتا۔ کہ شاید ان آوازوں میں کوئی آواز ایسی بھی سنائی دے جس میں شیام نام کے ساتھ پیار ہو۔ محبت ہو۔ مگر وہ ہر وقت اور ہر موقع پر مایوس ہو کر رہ جاتا تھا۔ اسکے لئے کبھی کسی آنکھ سے نگاہ محبت نہ نکلی۔ اس نے کبھی کوئی آواز ایسی نہ سنی۔ جس سے اس کا دل تھوڑی دیر کے لئے ہی ٹھہر جاتا۔ دنیا برابر اسے ٹھکراتی رہی۔ اور آخر کار وہ بیمار ہوگیا ۔

شیام کو بخار رہنے لگا۔ لیکن وہ اسی حالت میں صبح اٹھتا تھا۔ اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور انہیں بیچکر اپنا اور اپنی ماں کا پیٹ پالتا تھا۔ اسطرح یہ دونوں ماں بیٹے زندہ تو تھے۔ مگر قسمت کے مارے ہوئے نیکی کے ان دو بیکسوں کو سوائے روکھی روٹیوں کے کبھی لذیذ غذا میسر نہ ہوئی۔ اور نہ کبھی نیا کپڑا۔ جب کبھی کسی نے انہیں دیکھا۔ اسے گدڑی میں لپٹے ہوئے دو لال نظر آئے۔ اسی طرح لاچار و بیکس شیام کی حالت روز بروز گرتی چلی گئی۔ اور وہ اس قابل بھی نہ رہا۔ کہ جنگل سے لکڑیاں لا کر بیچ سکے۔ اسکی عفت مآب ماں کے پاس سوائے آنسوؤں اور آہوں کے ایک پیسہ بھی موجود نہ تھا۔ جسکی دوا خرید کر شیام کو پلاتی ۔

اسکے اعزا نے بھولے سے بھی پھر کبھی ان دونوں کی خبر نہ لی۔ افسوس ان انسان نما بھیڑیوں کو شیام کی بیکسی پر ذرا بھی رحم نہ آیا۔ گاؤں کے سرمایہ دار۔ ڈاکو۔ برابر عیش و عشرت میں مشغول رہے اور انہیں ایک معصوم اور اس کی ماں کی غربت پر توجہ کرنیکی کبھی فرصت نہ ہوئی۔ دولت کے ان سانپوں نے ایک وقت بھی آکر نہ دیکھا۔ کہ ان کی بستی میں ایک بیوہ اور اس کا بچہ بھوک اور پیاس سے تڑپ رہا ہے۔ وہ بیمار ہے لاغر ہے۔ اور اتنی محنت کے قابل بھی نہیں رہا ہے۔ کہ مزدوری کر کے چار پیسے بھی پیدا کر سکے ۔

سورج روز وقت پر نکلتا اور غروب ہوتا تھا۔ چاند اپنی رنگین کرنوں کو عشرت کی محفلوں سے پھینک کر ان لطافتوں میں اضافہ کرتا رہا۔ باغوں میں پھول کھلتے رہے۔ مگر آہ ایک غریب دکھیاری کے گلستان محبت کا کھلا ہوا پھول مرجھا رہا تھا۔

ایک صبح جبکہ باغوں میں نسیم سحری دوشیزہ کلیوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔ محفلوں میں پھولوں کی سیجوں پر خدا کی ایک مخلوق انگڑائی لے رہی ہے۔ شیام ایک ٹوٹی پھوٹی چارپائی پر بغیر کسی قسم کے بستر کے پڑا ہوا آسمان کو تک رہا تھا۔ اسکے پاس اسکی ماں بیٹھی ہوئی۔ آنسوؤں کے دریا بہا رہی تھی۔ آج بیمار شیام اور اسکی ماں کو چوتھا فاقہ تھا۔ دوا تو دوا۔ شیام کے حلق میں رزق کا ایک دانہ تک نہ گیا تھا۔ وہ صرف ہڈیوں کا ایک کھلونا معلوم ہوتا تھا۔ اور اسکی ماں عورت کا ایک نقش۔

شیام کی ماں نے اپنا منہ شیام کے رخساروں پہ رکھکر کہا "بیٹا! کیسی طبیعت ہے"؟

شیام کے ہونٹوں میں حرکت ہوئی۔ اور ساتھ ہی ایک باریک آواز سنائی دی "اماں جان! ایشور کا شکر ہے۔ میں اچھا ہوں۔ آپ گھبرائیے نہیں"۔

شیام کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ کہ مندر سے گھنٹوں کی آواز آئی۔ اس نے فوراً اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ گویا اسکی صبح کی پوجا تھی۔

شیام کی ماں رو رو کر شیام کے تندرست ہونے کی دعا مانگنے لگی۔ مگر افسوس اس کی دعائیں آسمان تک جا کر واپس آگئیں۔ کیونکہ اب جو شیام کی ماں نے آواز دی۔ تو شیام نے پھر آنکھیں نہ کھولیں۔ شیام کی ماں نے متواتر کئی آوازیں دیں "شیام! شیام!"

اب بھی شیام نہ بولا۔ آخر اس کی ماں نے اسے ٹٹول کر دیکھا۔ تو اسے معلوم ہوا کہ شیام ہمیشہ کی نیند سو چکا ہے۔

دنیا میں بہت سے یتیم مرے ہیں۔ مگر شیام وہ یتیم تھا جس کو مرتے وقت رزق کا ایک دانہ نصیب نہ ہوا۔ شیام کی ماں کو جب یقین ہو گیا۔ کہ اس کا چراغ آرزو بجھ گیا۔ تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ مگر اسے کوئی نظر نہ آیا۔

اس نے رونا چاہا۔ مگر نہ رو سکی۔ مگر اسکی آنکھوں سے صرف دو آنسو نکلے۔ اور وہ ایک چیخ کے ساتھ زمین پر گر پڑی۔ اور پھر کبھی نہ اٹھی۔

ماں بیٹے کی لاشیں جھونپڑی میں پڑی ہوئی دنیا کی خود غرضی پر مسکرا رہی تھیں۔

یہ منظر دیکھ کر قدرت بھی مسکرائی۔ مگر دیکھتے ہی دیکھتے قدرت کی یہ مسکراہٹ قہر میں بدل گئی۔

یکایک ایک ہیبت ناک دھماکا ہوا۔ دور تک زمین شق ہوگئی۔ گاؤں اس میں دھنس گیا۔ کسی کو کسی کی خبر نہ ہوئی۔ کوئی ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکا۔ مگر دیکھنے والوں نے دیکھا۔ کہ دو لاشیں آسمان کی طرف اپسراؤں کے جھرمٹ میں پرواز کر رہی تھیں۔ یہ لاشیں شیام اور اس کی ماں کی تھیں۔

ممتا کی تڑپ

موت کی آغوش میں لیٹی ہوئی ہے اک حسیں
زندگی کی کوئی بھی امید اب باقی نہیں

سامنے چھوٹے سے جھولے میں ہے طفلِ شیر خوار
دیکھتی ہے اسکو حسرت کی نظر سے بار بار

محشرِ جذبات سے دل میں اور ولولے
دردِ پنہاں سے نمایاں ہیں ہزاروں حوصلے

نالے کچھ سینہ سے نکلے کچھ لبوں پر تھم گئے
چند قطرے اشک کے کچھ بہہ گئے کچھ جم گئے

رخ پہ ہیں آنکھیں لگی آنکھوں سے آنسو ہیں رواں
کہتے ہیں معصوم سے معصوم دل کی داستاں

کون میرے بعد سینہ سے لگائیگا تجھے
کون راتوں کو کلیجہ پر سلائے گا تجھے

کون لیگا گود میں سو کام گھر کا چھوڑ کر
کون راتوں کو اٹھے گا نیند اپنی توڑ کر

صبح چکی پیسنے میں بھی خبر رکھیگا کون؟
زانوئے خستہ پہ اپنے تیرا سر رکھے گا کون؟

آنکھ میں آنسو ترے بھر آئیگا جب بھوک سے
کس کے سینہ میں جلن اٹھیگی غم کی ہوک سے

زردیٔ عارض سے تیرے کس کا چہرہ ہوگا زرد
زخم سے انگلی کے تیرے کس کے دل میں ہوگا درد

کون ہوگا شادماں سنکر تری کلکاریاں
کون پہلے سے کریگا عید کی تیاریاں

کون ٹوپی میں تری اچھی سی ٹانکیگا کرن
کون راتوں کو ترے کرتہ میں کاڑھیگا چکن

تیرے رونے کی صدا پہونچیگی کیونکر گوش میں
ہوگا تو جھولے میں اور میں قبر کی آغوش میں

پپیہے سُن لے میرا گیت

(۱)

ونود شنکر اور پربھودت گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ونود شنکر غریب ماں باپ کا لڑکا تھا۔ اُسکے والد سکندر لال لودھیانہ میں کپڑے کی دوکان کرتے تھے۔ اُس کو خدا نے غضب کی ذہانت اور قوّت یادداشت بخشی تھی۔ جو کچھ ایک دفعہ پڑھ لیتا۔ لوحِ دِل پر نقش ہو جاتا۔ ایم۔ اے میں پہونچنے تک اُس نے مختلف زبانوں میں کافی دست گاہ بہم پہونچا لی تھی۔ اور مشاہیر اہلِ قلم کی بے شمار چیدہ چیدہ تصانیف دیکھ ڈالی تھیں ؛

پربھودت جالندھر کے ڈپٹی کلکٹر کوشلیا داس کا فرزند ارجمند تھا۔ کوشلیا داس کے ہاں بہت سی اولاد ہوئی۔ مگر "پربھودت" کے علاوہ سب نے داعئ اجل کو لبیک کہا۔ اور اب صرف پربھودت ہی ان کی امیدوں کی دُنیا اور اندھیرے گھر کا چراغ تھا۔ امیر والدین کی اولاد ہونے کی وجہ سے "پربھودت" کی طبیعت میں نخوت اور لاپروائی پیدا ہو گئی۔ وہ اپنے آپ کو دوسرے انسانوں سے بہتر سمجھتا تھا۔ اور کسی کو اپنی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ پڑھائی کی طرف بھی کوئی خاص توجہ نہ دیتا تھا۔ لیکن پھر بھی ایم۔ اے تک پہونچا تھا ؛

"پربھودت" ایف۔ اے سے افسانے لکھ رہا تھا۔ لاہور کے کئی مشہور اخبارات کے ایڈیٹروں سے اُس کا دوستانہ ہو گیا تھا۔ اِسلئے اُسکے افسانے تعریفی نوٹوں کے ساتھ شائع ہوتے تھے لیکن نہ جانے کیوں اُسے شہرت حاصل نہ ہوئی۔ لوگ اُس کا افسانہ پڑھنا شروع کرتے۔ اور صرف چند سطور پڑھکر ایک طرف رکھدیتے۔ انہیں اس میں کسی خاص دلچسپی یا کشش کا احساس نہ ہوتا ؛

ونود شنکر ابتک مطالعہ میں مصروف رہا۔ اور افسانے لکھنے سے ہمیشہ گریز کرتا رہا لیکن طبیعت سے مجبور ہو کر جو کہ اب مطالعہ کی کثرت سے زبردست روانی پر آ رہی تھی۔ اور پھر "پربھودت" کے اصرار پر اُس نے بہت محنت سے ایک افسانہ لکھا جس کا عنوان تھا "صبحِ امید" ؛

"پربھودت" کی وساطت سے "ونود شنکر" اُس افسانہ کو لاہور کے ایک مشہور روزنامہ میں شائع کروانے میں کامیاب ہو گیا۔ جس نے بھی اُس افسانہ کو پڑھا۔ دِل پکڑ کر رہ گیا۔ ایک بار۔ دو بار۔ تین بار۔ نہ جانے کتنی بار دوہرایا۔ ہر بار زیادہ سے زیادہ دلچسپی پیدا ہوتی تھی۔ ہر دفعہ اس کے

مطالعہ سے نیا لطف حاصل ہوتا تھا۔ پڑھنے والے افسانہ نویس کی سحر آفرینی۔ طرز تحریر۔ جذبات نگاری اور قدرت قلم کی داد دیتے ✦

(۲)

ایم۔ اے کا امتحان دینے کے بعد دونو دوست مل کر اپنے اپنے وطن کے لئے رخصت ہوئے۔ تقریباً ایک ماہ کے بعد نتیجہ نکلا۔ دونو کامیاب ہو گئے۔ سکندر لال کی خوشی کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ اُن کی تمام تر اُمیدیں "ونود شنکر" سے وابستہ تھیں۔ کُنبہ کافی تھا۔ اور وہ بُڑھاپے کی وجہ سے کسی اور کام کرنے سے عاری ہو چکے تھے۔ "ونود شنکر" کی مُلازمت پر ہی کُنبہ کی پرورش کا دارومدار تھا ✦

خُوش قسمتی سے "ونود شنکر" مقامی گورنمنٹ کالج میں دو سو روپے ماہوار پر لیکچرار مُقرر ہو گیا۔ سکندر لال کے دِن پھرے۔ عُسرت کی جگہ خُوشحالی نے لی۔ اور زندگی کے دِن آرام اور چین سے بسر ہونے لگے ✦

"ونود شنکر" کے نوکر ہونے کے بعد "سکندر لال" کو اُس کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی۔ رشتوں کی کیا کمی تھی۔ ان کے خیال ظاہر کرتے ہی بیسیوں لڑکی والے اُن کے دَر کی جبیں سائی کیلئے آئے۔ اور آخر قرعہ لودھیانہ کے وکیل لالہ کرشن گوپال کی لڑکی "کوشیری دیوی" کے نام پڑا ✦

شادی کا دن مُقرر ہو گیا۔ اور زور شور سے تیاریاں شروع ہو گئیں۔ "ونود شنکر" نے "پربھودت" کو شادی سے چند روز پہلے پہونچنے کے لئے تاکیدی دعوت نامہ لکھا۔ اور "پربھودت" شادی سے چار روز پہلے لودھیانہ پہونچ گیا۔ دونو دوستوں کو ایک دُوسرے سے مِل کر انتہائی مُسرت اور طمانیت ہوئی ✦

(۳)

شادی کے دو روز پہلے دونو دوست شام کو سیر کے لئے نکلے۔ اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔ باتوں ہی باتوں میں "ونود شنکر" نے ہنستے ہوئے کہا۔ پربھو! کیا تمہاری شادی کا ابھی انتظام نہیں ہُوا؟

پربھو نے ناک بھوں سکیڑ کر جواب دیا۔ شادی تو میں اِنسانی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تصور کرتا ہُوں۔ عورت ذات سے مجھے سخت نفرت ہے۔ تمام دنیاوی مصائب تکالیف۔ جنگ جدل کی بُنیاد عورت ہے۔ یہی ہے وُہ مکروہ ہستی جو انسانی زندگی کی مُسرت و راحت کی گھڑیوں کو اپنے فتنوں مکاریوں اور چالاکیوں سے تلخ بنا دیتی ہے۔ تُم نہیں جانتے کہ مَیں اِس مقولہ کو لفظ بہ لفظ صحیح سمجھتا ہوں "اگر عورت نہ ہوتی۔ کُل جہان عشرت کدہ ہوتا"✦

"ونود شنکر" نے ایک قہقہہ جس میں قدرے طنز اور قدرے مذاق مِلا ہُوا تھا۔ لگا کر کہا۔ واہ صاحب!

"شکل مومناں کرتوت کافراں" کتنے متقی و پرہیزگار بنے پھرتے ہو۔ انسان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُس کا قول و فعل یکساں ہو۔ مگر تم کہتے کچھ ہو کرتے کچھ۔ تم واقعات پر پانی پھیرنا چاہتے ہو۔ دُنیوی رنج و غم کا باعث عورت نہیں۔ بلکہ مرد ہے۔ جو اپنے سفلی جذبات و خواہشات سے اندھا ہو کر آتشِ نفسانیت سے خرمنِ امن و سکون کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ ذرا غور تو کرو۔ یک طرفہ فیصلہ نہ دو۔ عورت انسان کی بہترین مونس و غمخوار ہے۔ یہ اپنی بے غرضانہ محبّت سے حسرت کے تلخ آنسوؤں کو پونچھ کر انسان کی ڈھارس بندھاتی ہے۔ اپنے جلوۂ حُسن سے سیاہ خانۂ دل کو روشن بناتی ہے۔ میں تو تمہارے مصرعہ کو اسطرح بدل دینا چاہتا ہوں۔ اگر عورت نہ ہوتی۔ کل جہان ماتم کدہ ہوتا"۔

پربھودت نے کھسیانا سا ہو کر کہا۔ جانے بھی دو آخر۔ کیا تمام قابلیّت آج ہی ختم کر دو گے؟ آخر عورتوں کی وکالت کی کیا فیس ملیگی؟

ونود شنکر کچھ جواب دینا ہی چاہتا تھا۔ کہ اُن کا ایک اور دوست راستہ میں مِل گیا۔ اور گفتگو کا موضوع تبدیل ہو گیا۔

(۴)

جالندھر میں چاروں طرف ایک نوجوان جوگن کی آمد کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ جوگن چند روز ہوئے۔ جالندھر میں وارد ہوئی۔ اُسکی آنکھوں کی غیر معمولی چمک۔ سکونِ قلب سے مملو تبسّم یہ ظاہر کرتے تھے۔ کہ وہ محبّت مجازی کی راہ سے گزر کر عشقِ حقیقی کی منزل پر پہونچ چکی ہے۔ اُسکی تشنہ کام روح اِس چشمۂ مسرت سے اپنی پیاس بجھا رہی ہے۔ جو اس راحت پائے موہوم کے عقب میں رواں ہوتا ہے۔

جوگن کی بھوری بھوری زُلفیں۔ شانوں پر بکھری ہوئی۔ گیروے کپڑے۔ پرکشش چہرہ۔ مخمور سی آنکھیں اپنے اندر غضب کی کشش رکھتی تھیں۔ اُسکے لباس میں۔ چال میں۔ بات چیت میں۔ غرضیکہ ہر چیز میں سادگی تھی آہ! وہ سادگی جس پر ہزاروں بناوٹیں نثار ہوں۔

وہ شہر کے [illegible] دریا کے کنارے ایک پھوس کی جھونپڑی میں ٹھہری ہوئی تھی۔ جس وقت صبح و شام شہر میں بھوجن کیلئے آتی۔ تو طنبورہ پر یہ گیت گاتی ہوئی گلیوں اور بازاروں سے گزرتی:۔

مایا کے سب ہیں میت — لیکن مایا کسکی میت
دُنیا والے لوبھ کے بندے — تن کے اُجلے مَن کے گندے
جھوٹی دُنیا جھوٹے دھندے — کوئی نہیں ہے سنگی ساتھی
سب کی جھوٹی پریت

اِن الفاظ میں قیامت کا درد۔ بلا کی تاثیر اور غضب کا سوز و گداز پنہاں تھا۔ جو سنتا۔ مبہوت ہو جاتا زمانہ کی بیوفائی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھچ جاتا۔ اور سننے والا تھوڑے عرصہ کے لئے جھوٹی مایا موہ کی سطح سے اُٹھ کر ایثار قربانی اور محبت کے کرّہ ہوائی میں گھومنے لگتا۔

(۵)

موسم برسات کا تھا۔ بارش ابھی ابھی تھمی تھی۔ مطلع صاف تھا۔ فضا سحر انگیز اور سرور خیز بن گئی تھی۔ رات کے تقریباً نو بجے "پربھودت" کھانے سے فارغ ہو کر دریا کی طرف سیر کے لیے چل نکلا۔ اور وُہ دریا تک جا کر تقریباً ایک گھنٹہ میں واپس آجاتا تھا۔ مگر اِس دن پُرلطف اور دلکش ماحول سے متاثر ہو کر وُہ دریا کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ اور ساقیٔ فطرت کے حُسن کا نظارہ کرنے لگا۔

بادشاہِ شب کا دربار فرش فرش پر لگ چکا تھا۔ بزم کائنات پر خاموشی طاری تھی۔

پربھودت کبھی خاموش کھڑے ہوئے درختوں کو اور کبھی بساطِ عرض پر پھیلے ہوئے ستاروں پر نگاہ جاتا۔ اور کبھی مستانہ وار بہتی ہوئی دریا کی لہروں پر نظر دوڑاتا۔

چاندنی کا دریا کی لہروں سے کھیلنا بھیگی ہوئی ہواؤں کا جسم کو گدگدانا۔ بارش سے نہائے ہوئے غنچوں کا مہکنا ایسے امور تھے جنہوں نے پربھودت کو مدہوش کر دیا۔ وُہ اِس منظر میں کھویا بیٹھا تھا۔ کہ اُسکے کانوں میں کسی کے دلکش گانے کی آواز پڑی۔ کوئی میٹھے سُروں میں ترنم ریزی کر رہا تھا:۔

سُن لے میرا گیت　　پپیہے سُن لے میرا گیت

اِس لطیف اور تشنہ خیز نغمے نے اِس آسیب نما خاموشی کو گویا مترنم کر دیا۔ "پربھودت" کو گویا محسوس ہونے لگا۔ کہ دریا کی لہروں سے درختوں کے پتوں سے۔ مہتاب کی روشنی سے یہی صدا نکل رہی تھی:۔

سُن لے میرا گیت

وُہ کسی غیبی کشش کے زیر اثر اُس طرف چل پڑا۔ جسطرف سے گانے کی آواز آرہی تھی۔ تھوڑی دُور جا کر اُس نے دیکھا۔ کہ ایک پھُوس کی جھونپڑی کے باہر ایک جوگن آسن پر بیٹھی ہوئی طنبورہ ہاتھ میں لئے گا رہی ہے۔ کسی آدمی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر جوگن نے گانا بند کر دیا۔ اور جسوقت پربھودت قریب پہونچ کر ڈنڈوت کر کے بیٹھ گیا۔ تو جوگن نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "کیسے اِتنی رات گئے آنا ہوا"؟

"میں حسب معمول دریا پر سیر کے لئے آیا تھا۔ موسم برسات کے کیف زا منظر سے محو ہو کر کچھ عرصہ کے لئے پتھر پر بیٹھ گیا۔ کہ اتنے میں آپ کے گانے کی آواز کان میں پڑی۔ اور میں کھنچا ہوا چلا آیا۔ تاکہ آپ کے من موہنے والے گیت سنوں"۔

"یہ میرا سوبھاگیہ ہے۔ کہ آپ کے درشن ہوئے۔ بیٹھئے!

"اگر کوئی کشٹ نہ ہو۔ تو مجھے کوئی گیت سنا دیجئے گا"۔

"مجھے گیت سنانے میں کوئی عذر نہیں۔ مگر آپ کو گھر واپس لوٹنے میں بہت دیر ہو جاویگی۔ اِس کا خیال کر لیجئے گا"۔ جوگن نے پربھودت کے چہرے پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

"آپ اِس کا مطلق خیال نہ کریں"۔ پربھودت نے جواب دیا۔

جوگن نے طنبورہ اُٹھا لیا۔ تاروں پر مضراب کی ضرب لگائی۔ مسرت کی ترنگ دِل میں اُٹھی۔ اور وہ بلبل کی طرح ترنم ریزی کر کے :-

سُن لے میرا گیت پپیہے سُن لے میرا گیت

پھر وہاں ایسا محسوس ہونے لگا۔ کہ اشجار پاگل شرابیں .... کی طرح جھوم رہے ہیں۔ موسیقی و حُسن کے دریا بہ رہے ہیں۔ چاندنی راتیں مسرور ہو کر کھِل کھِلا رہی ہیں۔ پربھودت ساکن و صامت بیٹھا تھا جس وقت جوگن ایک گیت ختم کرتی۔ تو وہ پھر کہہ اُٹھتا۔ ایک اور۔ ایک اور۔ جوگن بھی گیت پر گیت گاتی چلی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ دِن نکل آیا۔ اور کئی بھگت جوگن کے درشنوں کے لئے آ گئے۔ اور اُس نے گانا بند کر دیا۔ پربھودت نے منت آمیز لہجہ میں کہا۔ اگر آج شام کو غریب خانہ پر بھوجن کے لئے چلیں۔ تو بہت کرپا ہو گی میں خود آپ کو آکر لیجاؤنگا۔

جوگن نے رضامندی ظاہر کی۔ اور پربھودت اپنے گھر واپس لوٹا۔

(۶)

شام کو پربھودت جوگن کو اپنے مکان پر لے گیا۔ بھوجن سے فارغ ہو کر وہ ایک کمرے میں بیٹھ گئے۔ اور پربھودت نے اِلتجا کی۔ "کہ اگر کوئی تکلیف نہ ہو۔ تو گیت سنا دیجئے"۔ جوگن گانے لگی :-

منوا پریم کا ہے سنسار

پریم کی ندیا۔ پریم کی نیّا پریم ہی کھیون ہار

منوا پریم کا ہے سنسار

پریم ہی تن ہے پریم ہی من ہے پریم ہی پالن ہار

منوا پریم کا ہے سنسار

پربھودت پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور وہ سُدھ بُدھ بھول کر دُنیائے بیخودی میں چلا گیا۔ کافی دیر تک جوگن گاتی رہی۔ اور جب اُس نے گانا بند کر دیا۔ تو پربھودت کی آنکھوں سے آنسوؤں

کا ایک سیلاب رواں ہو گیا۔

جوگن نے حیرت آمیز لہجہ میں کہا "ہیں ہیں۔ آپ رو کیوں رہے ہیں"؟

"میں ان آنسوؤں سے اپنے دامنِ دل سے گناہوں کے دھبوں کو دھو رہا ہوں۔ میں پاپی ہوں۔ پاپی۔ میں نے دنیا کو بہت دھوکا دیا۔ دھوکا۔ اپنے دل کو دھوکا۔ سب کو دھوکا۔ میں تم سے پریم کرتا ہوں سچا پریم۔ پربھودت نے روتے ہوئے جواب دیا۔

"پریم۔ پریم روحانی چیز ہے۔ دنیوی پریم میں سینکڑوں مصائب ہیں۔ لاکھوں مصائب ہیں لاکھوں تکلیفیں ہیں اور سینکڑوں گناہ۔ عورت کی ہستی دنیا والوں نے مکروہ اور قابلِ نفرت بنا رکھی ہے۔ پربھو" جوگن نے سنجیدگی سے کہا۔

بس کرو پیاری! بس کرو۔ اور پربھودت نے اپنے آپ کو جوگن کی آغوش میں گرا دیا۔ فراوانیٔ جذبات سے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ اپنے آپے میں آیا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ وہاں جوگن نہ تھی۔ بلکہ وہ اپنے پرانے دوست ونودشنکر کی گود میں پڑا تھا۔

پربھودت آنکھیں ملتا ہوا اٹھا۔ اور ونودشنکر کی طرف حیرانگی سے دیکھتا ہوا بولا۔ ونود۔ ونود تم یہاں کیسے"؟

جوگن کے بھیس میں میں تمہارا امتحان لینے آیا تھا۔ اور دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ میں آزماؤں۔ تمہارا قول و فعل ایک ہے یا نہیں؟

لیکن وہ کچھ اور بولنا چاہتا تھا۔ کہ پربھودت نے اس کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ اور کہا بس کرو ونود بس کرو۔ میرے زخموں پر نمک پاشی نہ کرو۔ واقعی تمہارا خیال درست تھا۔ اور میں میں ...

ونودشنکر کئی روز تک پربھودت کا مہمان رہا۔ اور بہت دن کے بعد پربھودت سے اجازت لیکر اپنے گھر کو لوٹا۔

کچھ عرصہ بعد "پربھودت نے ایک افسانہ لکھا۔ جس کا عنوان تھا۔ **زاہد کی شکست**۔ یہ افسانہ ونودشنکر کے افسانہ صبحِ امید کی طرح مقبول ہوا۔ اور پربھودت کا نام بھی دخترِ گمنامی سے نکل کر مطلعِ ادب پر مثلِ آفتاب عالم تاب چمکنے لگا۔

اے خالقِ عالم ہیچ ہوں میں ناچیز کی جانب دھیان بھی ہو
نکلے یہ تمنا میری بھی پورا یہ مرا ارمان بھی ہو

وُہ بھی زمانہ آئیگا

رہبر خود گمراہ ہوئے ہیں آج زمانہ ایسا ہے
ہر اک گام پہ منزل ہوگی وُہ بھی زمانہ آئے گا

دولت ہے نیکی میں داخل آج زمانہ ایسا ہے
دولت جُرم میں داخل ہوگی وُہ بھی زمانہ آئے گا

آج اندھیرا ہے ہر گھر میں آج زمانہ ایسا ہے
جگ مگ جگمگ محفل ہوگی وُہ بھی زمانہ آئے گا

ہر مُشکل آسان ہوئی ہے آج زمانہ ایسا ہے
ہر آسانی مُشکل ہوگی وُہ بھی زمانہ آئے گا

دُنیا میں راحت نہیں مِلتی آج زمانہ ایسا ہے
سچی راحت حاصل ہوگی وُہ بھی زمانہ آئے گا

خُوشدِل ہونا بھی ہے اچھا آج زمانہ ایسا ہے
ساری دُنیا خُوشدِل ہوگی وُہ بھی زمانہ آئے گا

کشتی ہے گرداب میں افسر آج زمانہ ایسا ہے
کشتی نزدِ ساحل ہوگی وُہ بھی زمانہ آئے گا

ننھے بچے

تُو کیوں ہنستا ہے؟

رنگین گھاس کے اُوپر پڑی شبنم پر جیسے صبح کی روشنی کھیلتی ہے۔ ساگر کی ننھی ننھی لہروں پر جیسے چاندنی کی کرنیں کھیلتی ہیں۔ برفانی چوٹیوں پر جیسے قوس قزح کی رنگینیاں کھیلتی ہیں۔ حُسن خوابیدہ پر جیسے عشق کی نگاہیں کھیلتی ہیں۔ اِسی طرح اے ننھے بچے تیرے ہونٹوں میں مُسکراہٹیں کھیل رہی ہیں

تو قہقہا تا نہیں ہے - تیری ہنسی میں آواز نہیں ہے - تو چُپ چاپ مُنستا ہے - چُپ چاپ جیسے نرگس کے پھولوں کا کھیت کھِل اُٹھا ہو - جیسے چاند پتوں کے پیچھے سے جھانک رہا ہو - لیکن اِن مُسکراہٹوں کا کارن کیا ہے - ننھے معصوم تو کیوں ہنستا ہے ؟

(۲)

شاید تجھے اپنے مکانوں بھرے پُرانے دیس کی یاد آ رہی ہے - وہاں کے لوگ یاد آ رہے ہیں - وہاں کی فضائیں یاد آ رہی ہیں ؏

ہاں شاید تجھے یاد آ رہے ہیں وُہ گیت جو کوئل جیسی میٹھی آوازیں وہاں پر کسی نے گاتے تھے - اُنہیں کو یاد کر کر کے تو ہنس رہا ہے - اُنہیں کی خیالی تصویریں دیکھ دیکھ کر تو مُسکرا رہا ہے ؏

لیکن یہ...... یہ تو سب قیاس آرائیاں ہیں - یقینی بات کیا ہے ؟

ننھے بچے تو کیوں ہنستا ہے ؟

(۳)

میں نے تیرے راز کو جان لیا ہے - تیرے بھید کو سمجھ لیا ہے - تیری اِن مُسکراہٹوں میں طنز بھرا ہے تو ہم پر ہنس رہا ہے - ہاں! ہم دُنیا داروں پر - ہم چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے لڑتے مرتے ہیں - ہم تھوڑی سی زمین کے مالک بن کر سمجھتے ہیں - ہم سے بڑا اور کوئی نہیں - ہم تھوڑی سی حکومت پا کر مغرور ہو جاتے ہیں - تھوڑی سی دولت دیکھ کر فخر کرنے لگتے ہیں - ہم سمجھتے ہیں - کہ یہی سب کچھ ہے ؏

اور تو یہاں اپنی کھٹیا پر لیٹا لیٹا ہم پر ہنستا رہتا ہے - ہم کو چھوٹی چھوٹی چنتائیں کھائے جاتی ہیں - ہم سمجھتے ہیں - اگر ہمارے من کی بات نہیں ہوگی - تو دُنیا میں قیامت آ جائیگی ؏

ہم سمجھتے ہیں - کہ ہم ہی سب کچھ ہیں - اور کوئی کچھ نہیں - شاید اِسی لئے تو ہنستا ہے - لیکن ننھے بچے - اپنے ننھے ہونٹوں سے ایک بار کہہ - تو کیوں ہنستا ہے ؟

پریم کا مان

پریم کا مان رُوپ سے نہیں ہے ساجن - پریم کا مان رَنگ سے بھی نہیں - اور یہ مان رَنگ سے بھی نہیں - رَس سے بھی نہیں ؏

یہ کیا کہا تم نے ؟ پریم کے مان کے لئے ! راگ - رَنگ - رُوپ - رَس بیکار ہیں ہیں تو ایسا ہی

سمجھتا ہوں - پھر پریم کا مان کیسے ہو سکتا ہے ؟

پریم کا مان صرف پریم کے مان سے ہو سکتا ہے - اور پریم کا مان کیا ہے - پریم کو ساری چیزوں سے الگ رکھنا - دیکھو راگ بازار میں بھی گائے جاتے ہیں - وہاں پریم نہیں ہوتا - رنگ دنیا کی کسی چیز میں نہیں ہے - لیکن پریم ؟

اور رس بھی ہر جگہ موجود ہے ؛ روپ بھی ۔

لیکن جہاں جہاں یہ سب کچھ ہے - کیا وہاں پریم بھی ہے - پریم ان سب سے اونچی چیز ہے ۔

ہاں ایک بات اور ہے - وہ بھی سنو ساجن !

جہاں پریم ہوگا - وہاں یہ چیزیں خود بخود آ جائینگی - وہاں راگ بھی ہوگا - رنگ بھی ہوگا - رس اور روپ بھی - اور دنیا سمجھتی ہے - پریم ان چیزوں سے بنتا ہے - ایسا نہیں ہے ساجن !

پریم ہی ان چیزوں کو بناتا ہے - اور پریم کا مان ان چیزوں میں جان پیدا کرتا ہے ۔

تم صرف پریم کرنا سیکھو - پریم کا مان رکھنا سیکھو - تمہاری دنیا سندر ہو جائیگی - راگ - رنگ - رس اور روپ یہ آپ ہی آپ پیدا ہو جائینگے ۔

پریم کا مان روپ سے نہیں ہے ساجن !

پریم ان سب سے اونچی چیز ہے ۔

دھن باد کی برسات

ان دنوں برسات ہے دھن باد میں آئی ہوئی
جسطرف دیکھو گھٹا گھنگھور ہے چھائی ہوئی

ابر آتے ہی کلی دہقاں کے دل کی کھل گئی
موسم گرما کے باعث جو تھی مرجھائی ہوئی

کہہ رہی ہیں رند کی مخمور آنکھیں صاف صاف
آج میخانہ میں بیحد بادہ پیمائی ہوئی

اب خزاں کا ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتا پتہ
کونسے کونے میں بیٹھی ہے یہ ٹھکرائی ہوئی

سچ کہا ہے "حسن کی ہوتی ہے عزت ہر جگہ"
زرد رو ہونیسے اسکی کیسی رسوائی ہوئی

شاخ گل پر اک طرف بلبل کی صوت مرتعش
کہہ رہی ہے "کیا ہی کلیاں تھی مرجھائی ہوئی"

آم کے باغوں میں کوئل کوکتی ہے بار بار
مست ہو کر چار سو پھرتی ہے اترائی ہوئی

آم کے باغوں میں جھولے پڑ گئے ہیں جا بہ جا — گیت گا کر مہوشیں ہیں جھولنے آئی ہوئی

چاند سے چہروں پہ لٹکی کالی کالی کاکلیں — اور سروں پہ کالی کالی بدلیاں چھائی ہوئی

فرشِ سبزہ پر اُدھر دھانی دوپٹوں کی بہار — دیکھئے! ہے اک بہار اندر بہار آئی ہوئی

ابکی فصلِ گُل میں دِل والوں کی یارب خیر ہو — آج کیا جانیں یہاں کس کس کی ہے آئی ہوئی

جاگ اُٹھا سبزۂ خوابیدہ گہری نیند سے — کرتی چھم چھم آئی جب برسات اٹھلائی ہوئی

الغرض ہر ایک شئے میں رُوح سی اک پھونک گئی
اور بپا ہر طرف ہنگامہ آرائی ہوئی

اس گھڑی ہوں میں فرازِ کوہ پر بیٹھا ہُوا — اور سر سے پاؤں تک اِک بیخودی چھائی ہوئی

خوشنما خودرو پہاڑی پھول ہیں ہر سُو اُگے — دید سے جنکی ضیا اندوز بینائی ہوئی

سرو اِدھر آزاد ہے نرگس اُدھر ہے دیدہ باں — اِس جگہ باد صبا چلتی ہے شرمائی ہوئی

ہل چلاتے دھان کے کھیتوں میں ہیں اک سو کسان — اور اُدھر میدان میں ہے اک بہار آئی ہوئی

گلہ بانی کر رہی ہیں چند وحشی لڑکیاں — کیف آنکھوں سے ٹپکتا چال اٹھلائی ہوئی

سر کے بالوں میں لگائے چند جنگلی پھول ہیں — وحشیانہ سادگی جوبن پہ ہے آئی ہوئی

پنڈلیاں بھیگی ہوئی ہیں ہاتھ میں لکڑی لئے — پھر رہی ہیں دوڑتی سبزہ پہ سستائی ہوئی

صرف اک ساڑھی ہے زیب جھلکتا ہے بدن — سادگی سے حُسن کی کیا خوب رعنائی ہوئی

بس نہیں زیور کی حاجت ہے اُنہیں کافی یہی — اک ادا مستانہ سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی

ہل چلانے میں کسانوں کا ٹھٹک کر بار بار — بیخودی میں دیکھنا نظریں وہ للچائی ہوئی

وہ نگاہوں سے کسانوں کی جھجکنا دفعتاً — کیف میں ڈوبی ہوئی آنکھیں وہ شرمائی ہوئی

اک طرف اشجار ہیں جوشِ نمو سے جھومتے — اک طرف سبزہ کے اوپر ہے بہار آئی ہوئی

سامنے والی پہاڑی خضر ساں ہے سبز پوش — ابر کے ہاتھوں کھڑی ہے آج نہلائی ہوئی

وہ گھٹائیں اودی اودی اور وہ بگلوں کی قطار — آسماں پر کیا بھلی لگتی ہے لہرائی ہوئی

چھوٹی چھوٹی نالیاں وادی میں وہ بہتی ہوئیں ‏ کیا فرازِ کوہ سے آتی ہیں بل کھائی ہوئی

آبشاروں کی تہ وادی میں موسیقی کی لئے ‏ گونجتی کہسار میں پھرتی ہے لہرائی ہوئی

وہ مچانا سامنے کی جھیل میں قازوں کا شور ‏ جسجگہ کچھ ریل کی پٹری ہے بل کھائی ہوئی

چشمِ وا کے واسطے کتنے نظر آرا ہیں یہ ‏ اِن مناظر ہی سے منظر عالم آرائی ہوئی

سب کے سب مظہر ہیں یہ لیکن اُسی کی شان کے
عالم آرائی نہیں یہ تو خود آرائی ہوئی

ننھّے بچّے

تو کیوں روتا ہے؟

یہ دُنیا ہے سُکھ کا ساگر۔ دُکھ کی گھٹائیں اُٹھتی ہیں۔ غم کی بجلیاں چمکتی ہیں۔ دِن سے رات اور رات سے دِن کشمکش کا نام ہی جیون ہے۔ یہاں نہ امیر خُوش ہیں۔ نہ غریب خُوش ہیں۔ نہ راحت ہے کہیں۔ نہ آرام ہے کہیں۔ شروع سے آخیر تک جنگ اور جنگ میں یقینی موت۔ کیا انہیں سب باتوں کو سوچ کر تو روتا ہے؟ ننھّے بچّے تو کیوں روتا ہے؟

(۲)

کیا تیری اِن بھولی بھالی بڑی بڑی آنکھوں نے اے ننھّے بچّے! ہماری اِس دُنیا کو دیکھ لیا ہے؟ کیا تو نے دیکھ لیا ہے۔ کہ یہاں کمزور کا کوئی حق نہیں؟ غریب کا کوئی ساتھی نہیں۔ کیا تُو نے سمجھ لیا ہے۔ کہ انسان ہوس کا غُلام ہو کر حیوان سے بھی بدترین جاتا ہے۔ وہ ناتوان کا خُون چُوس لیتا ہے۔ اور بے انصافی کو انصاف کا نام دے دیتا ہے؟ کیا تُو نے محسُوس کر لیا ہے ننھّے معصُوم! کہ اِس دُنیا میں سچّا پیار کہیں نہیں ہے۔ سب دھوکا ہے۔ سب بناوٹ ہے۔ کیا تُو نے جان لیا ہے۔ کہ یہاں کے لوگ خُدا کا نام لیکر شیطان کی پُوجا کرتے ہیں۔ ہمدردی کا نام لیکر سب کچھ لُوٹ لیتے ہیں۔ کیا اِسی لئے تو روتا ہے معصُوم دیوتا! کِس لئے روتا ہے تُو؟ ننھّے بچّے تُو کیوں روتا ہے؟

(۳)

مَیں نہیں جانتا۔ تُو کون ہے۔ کہاں سے آیا ہے۔ شاید دُور..... تاروں کی اِس دُنیا کے پرلی اور

کہیں تمہارا گھر ہوگا۔ قوسِ قزح کے رنگوں سے بنا ہُوا۔ چاند کی کرنوں سے منوّر۔ گیتوں سے بھرپور۔ اور مُسکراہٹوں سے چمکتا ہُوا۔ ہاں دُور۔ تاروں کے اُس پار کہیں تمہارا گھر ہوگا۔ وہاں ستاروں کی موسیقی پہاڑی آبشار کی طرح ساون کی پھوہار کی طرح لگاتار برستی ہوگی۔ پھولوں کی پریاں ناچتی ہونگی۔ پریم کا ساگر لہریں لیتا ہوگا۔ نیلی ہوا کے جھونکے لوریاں دیتے ہونگے۔ اور معصومیت اپنی پاکیزہ کہانیاں سُناتی ہوگی۔

کیا تجھے اُس گھر کی یاد ستا رہی ہے ننھے بچے! کیا تو اُس کے لئے رو رہا ہے؟

معصوم دیوتا تو کیوں روتا ہے؟

خواب تناسخ

ہوئی بندوق تھامے کھڑا تھا۔ پہلے ایک پنجرے کا شیر نکالا گیا۔ اُس میں بکرے کی پٹاخ پٹاخ کے درمیان جنگلے میں ادھر ادھر چار چکر لگوائے گئے۔ پھر آگ کے چکر میں سے کُودوایا گیا۔ اُسکے باقی پنجروں کے شیر اور شیرنیاں بھی جن شیروں کی فہرست میں میں مظلوم بھی تھا۔ نکلوائے گئے۔ مجھے خوف معلوم ہو رہا تھا کہ میں آگ کے چکر میں کس طرح کُودوں گا۔ مُبادا جسم کا کوئی حصّہ جُھلس جائے۔ کیونکہ دیگر درندے تو اس میں دیر سے مشّاق تھے۔ لیکن میری رُوح تو کسی ارضی۔ سماوی۔ یا مقدّرانہ طلسم کے زیر اثر ابھی اُس شیر کے جسم میں آپھنسی تھی۔ آخر بڑی احتیاط اور حوصلے سے بھوکے پیٹ کے ساتھ قہرِ درویش برجانِ درویش میں بھی بشمول دیگر درندوں کے اُس چکر میں سے کُودا۔

اِسکے بعد میز پر ایک بہت بڑی طشتری میں ڈبل روٹی کے ٹکڑے بلا دُودھ ڈال دیئے گئے۔ دوسرے خیمے میں سے ہم درندوں کی تعداد کے مُطابق بکرے منگوائے گئے۔ دُودھ اور ڈبل روٹی کو دیکھ کر میرے منہ میں پانی بھر آیا۔ دیگر شیر اور شیرنیاں بکروں کو دیکھ کر دھاڑنے لگے۔ لیکن "رنگ ماسٹر" کے ہنٹر کی پٹخاروں نے اِن مُدّت کے غلام اور مُقیّد درندوں کو خاموش کرا دیا۔ اور ایک سکوت اور سکون کے درمیان رنگ ماسٹر کے اشارے پر ہم سب نے بکروں کے ساتھ دُودھ پینا شروع کیا۔

میں نے اپنے سامنے والے بکرے کی آنکھوں میں دیکھا۔ کہ ہر روز کے معمول کے ہوتے ہُوئے بھی اُس کی آنکھوں میں زندگی خوف کھائی ہوئی مُلتجی تھی۔ اور اُس کا جسم ایک بید کی طرح کانپ رہا تھا۔ اور وہ دُودھ پینے کی بجائے محض اُس میں مُنہ ڈالے کھڑا تھا۔

ممکن ہے کہ دیگر جبلی شیروں کو دودھ پسند نہ آیا ہو۔ مگر میں نے جبتک رنگ ماسٹر اس "شیر بکری سہ بھوج" سے ہمیں ہٹائے۔ دس بارہ مرعات دودھ پی لیا تھا جس سے میری بھوک کو کسی قدر افاقہ ہو گیا تھا +

اب کھیل ختم تھا۔ لوگ خمار آلود اور تھکی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو جانے کے لئے دھیرے دھیرے اپنی کوچوں۔ کرسیوں اور گیلریوں پر سے اٹھ رہے تھے۔ رنگ ماسٹر کے حکم کے مطابق نوکر ہمیں اب کی رات پھر مقید کرنیکے لئے ہمارے پنجروں کی کھڑکیاں کھولنے لگے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا پھر مقید ہونا میرے لئے سوہان روح تھا۔ اور اب اور بند ہونیکے درمیان کا نصف لمحہ۔ مجھے اس میں ہی اپنی آزادی کے لئے جد وجہد کرنی چاہیئے۔ میں انتہائی زور سے دھاڑا۔ اور اپنی پوری طاقت سے اپنے دائیں پنجے کا تھپڑ رنگ ماسٹر کے دل کی جگہ سینے پر مارا۔ اور اسکی گردن اپنے خونخوار جبڑوں میں دبوچ لی۔ اس جانگداز سانحے سے نوکر بھاگ گئے۔ چیخ وپکار کا ایک شور برپا ہوگیا۔ ایک بھگدڑ پڑ گئی۔ میں راستہ کھلا پاکر "رنگ ماسٹر" کو مردہ پاکر باہر نکلنے کو ہی تھا۔ کہ ایک حوصلہ مند نوکر نے بندوق لاکر مجھ پر داغ دی "دن" ایک خوفناک دھماکہ۔ زخم۔ شدید درد۔ افتادگی۔ انقباض روح کا احساس +

اسکے بعد جو میں نے آنکھیں کھولی ہیں۔ تو میں بجائے جہنم یا جنت یا سرکس کے احاطے کے اپنے مکان کی چھت پر چارپائی پر پڑا تھا +

رات کے بارہ بجے والی گاڑی کے اسٹیشن سے روانہ ہوکر چھک چھک کرتی ہوئی آواز جنوب بمشرق کی سمت گم ہو رہی تھی۔ آسمان پر ایک ٹوٹتے ہوئے شہاب کی نورانی لکیر قطبی ستارے کے قریب سے گزرتی ہوئی مٹ رہی تھی۔ دیکایک باہر سے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ یہ میرا بھائی اور میری بیوی تھے۔ جو سرکس دیکھ کر آئے تھے۔ میں ٹارچ اٹھاکر نیچے پہونچا۔ اور ان کے لئے دروازہ کھول دیا۔ وہ دونو کسی قدر گھبرائے اور بوکھلائے ہوئے تھے۔ کہنے لگے :۔

آپ نہ گئے۔ اچھا ہی ہوا۔ سرکس والوں کا ایک شیر آج باغی ہوگیا تھا جس نے "رنگ ماسٹر" کو جان سے مار ڈالا۔ اگر ایک ملازم بہادری سے کام لیکر اسے گولی کا نشانہ نہ بنا دیتا۔ تو نہ جانے وہ خونخوار درندہ اور کتنے آدمیوں کا خون کرتا +

میں ان کے سنجیدہ اور راست باز چہروں کی طرف حیرانی سے تکنے لگا +

خدا کا گھر بنانا ہے تو نقشہ لے کسی دل کا یہ دیواروں کی کیا تجویز ہے زاہد یہ چھت کیسی

باوا مَن کی آنکھیں کھول

(۱)

دُنیا کیا ہے؟ ایک تماشہ چار دِنوں کی جھوٹی آشا
پَل میں تولہ۔ پَل میں ماشہ گیان ترازو لیکے ہاتھ میں تول سکے تو تول
باوا مَن کی آنکھیں کھول

(۲)

مَطلب کی یہ دُنیا داری مَطلب کے ہیں سب سنساری
جگ میں تیرا کئو ہتکاری تَن مَن کا سب زور لگا کر نام ہری کا بول
باوا مَن کی آنکھیں کھول

تم کون ہو؟

دُور درختوں کی تاریک دُنیا سے اُمرت میں ڈوبے ہُوئے تیر چلانے والے تم کون ہو؟ اِن لہلہاتے ہوئے کھیت میں۔ اِس پھُولوں بھرے باغ میں۔ وُہ سامنے جنگل کی ساکن ہواؤں میں۔ اسطرف آبادی کے کان بہرے کر دینے والوں ہنگاموں میں ہنسنے والے۔ تم کون ہو؟ صُبح عیش سے طلوع ہوتے ہُوئے آفتاب کی سُرخی میں۔ رات کی ظُلمت میں۔ لا اِنتہا چاندنی بکھیرنے والے "تم کون ہو"؟

سُورج کو دیکھ کر کنول کھل جاتا ہے۔ بجلی چمکتی ہے۔ بادل گھر آتے ہیں۔ مور ناچنے لگتے ہیں۔ دفعتاً کوئی آنسو بہانے لگتا ہے۔ کوئل کُو کُو کرنے لگتی ہے۔ پپیہا "پی۔پی" رٹنے لگتا ہے۔ سیاہ چادر پھٹ جاتی ہے اور "چکور" چاند کو دیکھ کر گانے لگتا ہے۔ یہ سب کھیل کھیلنے والے۔ "تم کون ہو"؟

برسات میں۔ بسنت میں سردی میں گرمی میں۔ صُبح میں۔ دوپہر میں۔ شام میں۔ رات میں۔ ایک حالت میں رہنے والے۔ "تُم کون ہو"؟

بہتے ہُوئے آبشار میں۔ کھلتے ہُوئے پھُولوں میں۔ شاعر کے گیتوں میں۔ بانسری کی سُروں پر ناچنے والے "تُم کون ہو"؟

دُور۔ بہت دُور۔ پہاڑوں کی پھیلی ہُوئی بستی سے دُودھ کی ندی بہانے والے۔ "تُم کون ہو"؟

بادل کی گرج ۔ بجلی کی چمک ۔ بارش کے ننھے قطروں میں میں نے تمہیں بارہا دیکھا ہے ۔ پوس کی اندھیری راتوں میں تاریکیوں کا سایہ بن کر میرے آنگن میں پھرا کرتے ہو ۔ میرے خوابوں کی دنیا تم سے آباد ہے ۔ ہر رات تم اس کی رونق بڑھانے آیا کرتے ہو ۔ لیکن میں ابتک نہیں سمجھ سکی میرے پریتم ...... تم کون ہو ؟

پپیہا اور میں

کوک پپیہے کوک

بادل گرجے ۔ رین اندھیری سونی سونی دنیا میری

جینا میرا ہو گیا دوبھر آنکھ لگے نہ بھوک ۔ پپیہے

کوک پپیہے کوک

تو بن باسی کھل کر روئے میرا رونا مجھ کو ڈبوئے

تیری طرح سے نیہہ لگایا چوک گئی میں چوک ۔ پپیہے

کوک پپیہے کوک

میں بھی اکیلی تو بھی اکیلا موہ کا ساگر دکھ کا ریلا

تیرے گلے میں پی کا پھندا میرے من میں ہوک ۔ پپیہے

کوک پپیہے کوک

گھاس کاٹنے والی

آہ ! دیکھو ۔ کس قدر امواج غم اسکے شیرین نغمہ میں بازگشت کر رہی ہیں ۔

اسکی ننھی ننھی انگلیاں کھیت کاٹنے میں مصروف ہیں ۔

بالکل تنہا ۔ سنسان جنگل میں لمبی لمبی گھاس پر اپنا موثر اور شیرین نغمہ دکھی ہوئی آواز سے الاپ رہی ہے ۔ اسکے نغمہ کی جدت طرازیاں منتشر ہو کر فضائے بسیط میں یکجا ہو کر ناچنے لگتی ہیں ۔ بلبل کی وہ معصومانہ آواز اور پیاری صدا جو عرب کے اس مسافر کے دل میں بازگشت پیدا کرتی ہے ۔ جو تھکن سے مضمحل اور پریشان ہو کر بالو پر آرام لیتا ہے ۔

یہ ساحرانہ صدائیں۔ یہ مقناطیسی نغمے موت کی طرح خوفناک۔ طوفانی شب کی طرح ہولناک امواج بیخودی میں لہرانے لگتے ہیں۔ کوئل کا وُہ شیریں اور رنگین نغمہ جو دریا کی اُٹھتی ہوئی موجوں سے مل کر رُوح میں وجد پیدا کر دیتا ہے۔ جنگل کے سُنسان مرغزاروں میں جہاں مویشی چرتے ہیں۔ اُسوقت کوئل کی جلوہ پاشیاں کتنی بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر آہ اُس حور وش کے گیت۔ اُسکی ترنّم ریزی جنگل کی تمام صداؤں سے بڑھ کر ہے +

آہ! کیا کوئی مجھے بتا سکتا ہے۔ کہ اُسکے نغمہائے شیریں میں کونسی صدا چھپی ہے؟

کیا وُہ اپنے نرم اور شیریں نغمے میں غم کا اظہار کر رہی ہے؟ یا وُہ ماضی کے خُون چکاں فسانہ کو تازہ کر رہی ہے؟ یا جنگ کی ہولناکیوں کو دوہرا رہی ہے؟

کیا کوئی جانتا ہے۔ کہ اُسکے نغمہ ہائے اَلم کن چیزوں سے مرکّب ہیں؟ کیا وُہ زمانے کے انقلاب کو اپنے بیشمار آنسوؤں سے جمع کر رہی ہے؟ آخر اُسکے گیت میں کونسی چیز پائی جاتی ہے؟

آہ! اسکے نغمہ ہائے شیریں کو میں سمجھ نہ سکا۔ جبتک میں وہاں ٹھہرا۔ اُسکی غمناک آواز بازگشت کرتی رہی +

جب وُہ اپنی ننھی ننھی اُنگلیاں کھیت کاٹنے کو جھکاتی تھی۔ اُسوقت بھی اُسکی خوش آوازی سے ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا تھا +

جب میں پہاڑوں کے دامن پر پہونچا۔ میرے کانوں سے وُہ دلفریب راگ دُور۔ بہت دُور ہو گیا۔ مگر پھر بھی اُسکی لے کی کشش میرے دل کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی +

موت

مجھے سونے دو۔ کیونکہ میرا دل محبّت سے چُور ہے۔ مجھے لیٹ جانے دو۔ کیونکہ میری رُوح راتوں اور دنوں سے سیر ہو چکی ہے +

میری چارپائی کے گرد شمعیں روشن کرو۔ لوبان دانیاں جلا دو +

میرے جسم پر گلاب اور نرگس کے پھُول ڈالو۔ میرے بالوں کو مُشک سے معطّر کر دو۔ پھر دیکھو۔ اور پڑھو۔ کہ موت کے ہاتھ نے میری پیشانی پر کیا لکھا ہے +

مجھے نیند کی آغوش میں پڑا رہنے دو۔ کیونکہ میری پلکیں جاگتے جاگتے تھک گئی ہیں +

بانسریاں بجاؤ۔ انکے شیریں نغمے میرے کانوں میں اُترنے دو۔ نغموں کا نقاب میرے دل پر آنے دو جو ٹھہرنے کی جلدی کر رہا ہے۔ نغموں کا بچھونا میرے جذبات کے لئے بچھا دو۔ پھر میری آنکھوں میں اُمید کی کرن غور سے دیکھو +

دوستو! اپنے آنسو پونچھ ڈالو۔ اپنے سر اُٹھاؤ۔ جسطرح پھول صبح کے استقبال میں اپنے تاج اُٹھا دیتے ہیں۔ موت کی دلہن کو دیکھو۔ کہ نورانی ستون کی طرح میرے بچھونے کے پاس کھڑی ہے۔ ذرا اپنی سانس بند کرو۔ اور میرے ساتھ ہو کر اسکے سفید پروں کی سرسراہٹ سنو +

میرے بھائیو۔ مجھے رخصت کردو۔ اپنے متبسّم ہونٹوں سے میری پیشانی چومو۔ میرے لبوں کو اپنی پلکوں سے بوسہ دو +

بچوں کو میرے قریب کرو۔ اُنہیں چھوڑ دو۔ کہ اپنی نرم گلابی انگلیوں سے میری گردن چھوئیں۔ بوڑھوں کو آگے کرو۔ کہ اپنی پژمردہ ہتھیلیاں میرے سر پر رکھیں اور مجھے برکت دیں۔ محلّہ کی لڑکیوں کو لاؤ۔ کہ میری آنکھوں میں اللہ کا جلوہ دیں۔ اور ابدی نغمہ میرے سینہ سے سنیں +

لو! میں پہاڑ کی چوٹی پر پہونچ گیا ہوں۔ میری روح آزاد فضا میں تیر رہی ہے۔ کہر نے مجھ سے کائنات کو چھپا دیا ہے۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے۔ غضب کا سناٹا +

کفن میرے جسم سے دور کردو۔ ہرے پتّوں سے مجھے ڈھانپ دو۔ تابوت سے میری بچی کھچی لاش نکال لو۔ اور پھولوں کی سیج پر اُسے ڈال دو۔ مجھ پر ماتم نہ کرو۔ بلکہ شباب و مسرت کے نعرے بلند کرو لڑکیو نہ روؤ۔ بلکہ خزاں کے گیت گاؤ۔ میرے سینہ کو اپنی آنکھوں سے بوجھل نہ بناؤ۔ بلکہ اپنی انگلیوں سے اُسپر محبت کا نشان بناؤ۔ گریہ و بکا کو چھوڑ کر میرے ساتھ بقا و ابدیّت کی تسبیح شروع کرو۔ میرے غم میں سیاہ لباس نہ پہنو۔ بلکہ سفید کپڑے پہن کر میرے ساتھ خوشی مناؤ۔ یہ نہ کہو۔ کہ میں تم سے دور ہو گیا ہوں۔ آنکھیں بند کرو۔ مجھے آج اور ہمیشہ اپنے پاس ہی دیکھوگے +

مجھے قبرستان نہ لیجاؤ۔ کیونکہ میں بھیڑ سے گھبراتا ہوں۔ مجھے کھلے میدان میں لیچلو۔ اچھا جنگل میں لے چلو۔ بنفشہ کے درخت کے پاس میری قبر کھود دو۔ خوب گہری قبر کھود دو۔ تاکہ سیلاب میری ہڈیاں بہا نہ لے جائے۔ یہ سب کپڑے دور کردو۔ مجھے زمین میں برہنہ اُتارو۔ آہستہ سے میری لاش قبر میں رکھو +

اچھا۔ اب تم سب جاؤ۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ جب تم اپنے گھروں میں پہنچوگے۔ تو وہ چیز پاؤگے۔ جسے موت نہ مجھ سے چھین سکی ہے نہ تم سے چھین سکتی ہے۔ وہاں تمہیں لازوال محبت ملیگی +

لوریاں

"دُنیا کا سب سے میٹھا گیت وُہ لوری ہے۔ جسے ہم صُبح زندگی میں اپنی ماں کی زبان سے سُنتے ہیں"

بچے کی پیدائش سے پیشتر ہی ماں کی چھاتی میں دُودھ نمودار ہو جاتا ہے۔ اور اُس کے دِل میں پیار کی ایک لافانی دُنیا آباد ہو جاتی ہے۔ ماں کے لئے ننھا بچہ خوبصورتی اور دِل آویزی کا اوتار ہوتا ہے محبت کی فراوانی سے بیخود ہو کر ماں کا دِل گیت گاتا ہے۔ عوام کی زبان میں پیار کے شیریں ترانے **لوریاں** کہلاتے ہیں ۔

اِنسان بار بار بچے کی شکل میں ماں کی گود میں آتا ہے۔ اور ممتا سے بھرپور لوریاں سُنتا ہے کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے:۔ ماں کی ہستی دُنیا میں اِس امر کا زندہ ثبوت ہے۔ کہ دُنیا کا مُصنّف ہم سے پیار کرتا ہے"۔

ماں کی گود خالی نہیں رہنا چاہتی۔ پھولوں سے ننھے بچے ماں کی گود میں آتے ہیں۔ اور دُودھ پیتے پیتے پیتے لوریاں بھی سُنتے جاتے ہیں۔ ماں کی گود جہاں میٹھی میٹھی لوریاں سُننے کو ملتی ہیں۔ جذبات کا بہترین مکتب ہے ۔

دُنیا کے دیہاتی اَدب میں لوریاں ایک خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ ہر زمانہ میں ہر قوم کی مائیں لوریاں گا گا کر خوشی کا احساس کرتی ہیں۔ وُہ یہ نہیں دیکھتیں۔ کہ اُن کی آواز سُریلی بھی ہے یا نہیں۔ اُنہیں تو اپنے ننھوں کو رجھانے ہی سے مطلب رہتا ہے۔ جھولا جھلاتی ہُوئی یا بچے کی پیٹھ پر تھپکیاں دیتی ہُوئی جب وُہ لوریاں گاتی ہیں۔ تو اُن کی رُوکھی اور کمزور آواز میں بھی بے پایان شیرینی اور دِلآویزی پیدا ہو جاتی ہے۔

وقت کے ساتھ ساتھ لوریوں کی زبان بدلتی رہتی ہے۔ مگر اِن کی رُوح ہمیشہ ممتا کی شکل میں ہی زندہ رہتی ہے۔ کوشلیا نے رام کے لئے جو لوریاں گائی تھیں۔ وُہ اَب بھی ایودھیا کی رہنے والی ماتاؤں کو بُھولی نہیں۔ زبان سنسکرت کی بجائے ہندی ہو گئی ہے۔ مگر ماں کا پیار جو اِن کا تانا بانا ہوتا ہے۔ اَب بھی اپنی پہلی صُورت میں ہی زندہ ہے ۔

لوریاں کب رائج ہوئیں۔ یہ بتانا بہت مُشکل ہے۔ ڈاکٹر اوندرا ناتھ ٹیگور اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:۔

"کس زمانہ کی روشنی میں پہلے پہل یہ سب لوریاں ... یہ سب بکھری ہُوئی تصویریں ... یہ سب

مامتا اور شیرینی کی کلیاں کھل اٹھی تھیں؟ کس کے گلے سے دُنیا کی سب سے پہلی لوری کے دل آویز سُروں نے جنم لیا تھا؟ کس خمار آلود بچّے کے دِلمیں دُنیا کی سب سے پہلی لوری کے سُر گونج اُٹھے تھے؟ یہ جاننے کے لئے ہمارے پاس ایک بھی ذریعہ نہیں"۔

لوریوں کی تاریخ اُتنی ہی پُرانی ہے جتنی پُرانی ماں کی مامتا ہے۔ اِس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دیہاتی گیتوں کی دُنیا میں مامتا کے یہ ترانے نہایت دلچسپی سے گائے جاتے اور سُنے جاتے ہیں۔

دیہاتی گیتوں کے سلسلہ میں یہاں ہندوستان کے مختلف حصّوں کی لوریوں کا مطالعہ کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ رات کا وقت ہے۔ بچّہ رو رہا ہے۔ اُسے نیند نہیں آتی۔ ماں لوریاں گاتی ہے:۔ (گجراتی)

تیندڑی تو آوے جو آوے جو ماراں بچّے سارو لاوے جو لاوے جو
توں بادام مِصری لاوے جو لاوے توں کھاریک ٹوپرو لاوے جو لاوے جو

ترجمہ "آ۔ آ۔ اے نیند آ۔ ہمارے بچّے کے لئے کچھ لے کر آ۔ بادام اور مصری لے کر آ۔ چھوہارے لے کر آ"۔

گھومو گھومو گھومو گھو مچھے گا چھیر پاتا (بنگالی)

ترجمہ "سوجا سوجا رے میرے بچّے! سوجا۔ (اب تو) درختوں کے پتّے بھی سو رہے ہیں"۔

ہاٹیر گھوم۔ ہاٹیر گھوم گھوم گرڈا گرڈی جائے (بنگالی)

ترجمہ "بازار سو رہا ہے۔ راستے سو رہے ہیں۔ زور کی نیند چھا رہی ہے"۔

رنگے ڈاڈی مرے جی آمنجا ڈی منّا آڈ کوٹی ڈی مرے جی آمنجا ڈی منّا
بُنگ بُنگٹ ڈی مرے جی آمنجا ڈی منّا سمٹی پیپڑ ڈی مرے جی آمنجا ڈی منّا

(سادرا۔ مدراس پریذیڈنسی سے)

ترجمہ "ہوا اور پانی سو گئے ہیں (اے میرے بچّے) تو بھی سوجا۔ شہد کی مکھیاں سو گئی ہیں۔ تو بھی سو جا۔ بھنورے سو گئے ہیں۔ تو بھی سوجا۔ مچھّر اور پروانے سو گئے۔ تو بھی سوجا"۔

آپو ڈے ڈیا ڈیا آجے وانے کانے ڈیا ڈیا
پاڈو گرے اُڈانے ڈیا ڈیا آپو ڈے ڈیا ڈیا

(رکونڈہ۔ مدراس پریذیڈنسی سے)

ترجمہ:۔ "نہ رو بیٹا۔ نہ رو تیری اماں آئیگی۔ وہ تجھے دودھ پلائیگی۔ نہ رو بیٹا نہ رو"۔

لوریوں کی دُنیا میں اکثر چاند کو ماما کہکر مخاطب کیا جاتا ہے۔ پنجاب کی ایک لوری میں ہم کسی ماں

کو یہ گاتے سُنتے ہیں :-

چندر ماما ڈوریا دُودھ بھری کٹوری آ
اُپر شکر بھوری آ

مدراس کی رہنے والی گاتی ہے :-

چند ماما راوے۔ جابلی راوے کنڈے کہ راوے۔ کوٹی پُوپُو تیوے
بندی میدا راوے پنت پوپو تیوے (تیلگو)

ترجمہ "آ چاند ماما آ۔ جلدی جلدی آ۔ پھول لیکر آ۔ پیلے پیلے پھول دے جا۔ گاڑی میں سوار ہو کر آ۔ پھول دے کر چلتا بن"۔

اُڑیسہ میں جہاں لوریوں کو "پلا کھیلا گیتو" کہتے ہیں۔ ایک لوری میں چاند ماما کے ساتھ مذاق کیا گیا ہے :-

جنہاں ماموُ رے جنہاں ماموُ! مو کتھا ٹی سُنو
بل ایہ ماچھ چیل کھائی گلا کھیتی نچ کھنڈے بونو (اُڑیسہ)

ترجمہ :- "چاند ماما! ارے چاند ماما! میری بات سُن۔ پانی بھرے ہوئے کھیت کی مچھلی کو چیل کھا گئی۔ تم جال تیار کرتے رہو"

اس سلسلہ کی ایک اور لوری بھی قابلِ ذکر ہے :-

اے آپو! اے آپو! ڈیاڈے ڈیا ڈانجو ماما ای موہنی نوں
ڈانجو ماما! داموں داموں ماں ای آپو ہتہ نیجوں اکو نڈھ میرا پُتر یدیڈسی!

ترجمہ "روست بیٹا۔ رو مت۔ چاند ماما کی طرف دیکھ۔ آرے چاند ماما۔ آ میرا بیٹا تجھے دیکھے گا"۔

لوریوں میں بھائی بہن کی پاکیزہ محبت کی طرف بھی اشارہ رہتا ہے۔ ماں کی دیکھا دیکھی بہنیں بھی بھائیوں کو مخاطب کرتی ہوئی لوریاں گاتی ہیں۔ پنجاب میں یہ رواج عام ہے :-

وے ویرا! اکڑی اکڑی تینوں دینہہ کھواواں کھچڑی

جب بہن اپنے ننھے بھائی کو اپنی گود میں کھلاتی ہے۔ تو وہ دل کی آنکھوں سے اُسکے مستقبل کو دیکھتی ہے جبکہ اُس کا بھائی جوان ہو چکا ہوگا۔ اور اُس کی شادی ہوگی۔ لوری گاتی ہوئی بہن اُس آنیوالے زمانہ کو زمانہ حال میں لے آتی ہے :-

کھنڈ کھیر مٹھی اے۔ مٹھی اے ویرے بھٹی ڈٹھی اے ڈٹھی اے

چوڑاں ناکوں چٹی اے - رچٹی اے جلیبی نالوں مٹھی اے مٹھی اے

مدراس کی رہنے والی ماں اپنے بچے کا جھولا ہلاتی ہلاتی عالمِ تخیل میں چلی جاتی ہے۔ اور آغازِ دنیا کا نقشہ پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے :-

تو لوتا برہمانڈ مبو تو ٹلا گو ونچ نالگو وید مولو گولو تولوا مرینچ (تیلگو)

ترجمہ "آغاز میں یہ دنیا بھی ایک جھولا تھی - چار وید اس جھولے کی چار رسیاں تھے" +

لوریوں کی دنیا میں ہم ماؤں کو اپنے بچوں کا جنم دن مناتے پاتے ہیں - کشمیری کی ایک لوری ملاحظہ ہو :-

وارے وارے چندرے وارے وارے از چھوئی مبارک

بازو بازو بنرر دیو تازو انوبت تازو روغن جوش (کشمیری)

ترجمہ :- "آج سوموار کا دن ہے - آج کا دن مبارک ہے - اے رسوئی بنانے والو! نئی بھٹی تیار کرو - گھی چڑھا کر تازہ روغن جوش تیار کرو" +

دھارا نگری

جموں میں قلعہ "باہو" سے تقریباً ۵ فرلانگ کے فاصلہ پر سفید رنگ کی ایک چھوٹی سی سمادھ موجود ہے - جس کی بلندی کسی صورت میں بھی ۴ گز سے زیادہ نہ ہو گی - لوگ اسے "مہامایا کا مندر" کہتے ہیں - اور عقیدت مندا سے شکتی سمجھ کر پوجتے ہیں +

"مہامایہ" کا مندر ایک خطرناک ڈھلوان پر واقعہ ہے - جسکے مغرب کی طرف پہاڑی کے تقریباً نصف میل نیچے دریائے "توی" کی حسین لہریں رقص کر رہی ہیں - اور دوسری طرف کئی فرلانگ تک ہندوستان کی ایک قدیم جمہوری حکومت کے دار الخلافہ "دھارا نگری" کے نشانات پائے جاتے ہیں گو مکانوں کی دیواریں اور کھنڈر موجود نہیں - انقلاب زمانہ نے سب کچھ ہموار کر دیا ہے - مگر تراشیدہ پتھروں سے بنے ہوئے مکانوں - گلیوں اور بازاروں کے فرش کے بوسیدہ سے نشانات آج بھی موجود ہیں - اور مٹی کے ٹوٹے ہوئے برتنوں کی ٹھیکریوں کے چھوٹے چھوٹے ریزے زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں - کہ یہ بے آب و گیاہ بیابان کسی زمانہ میں ایک خوبصورت شہر تھا جس میں رہنے والے لوگ بہادری اور عظمت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے +

آج سے تقریباً چھ سو سال بیشتر "دھارانگری" کی جمہوریہ کے صدر باوا "ھمبو" تھے۔ اور دھارانگری کا "جہاودیالہ" اپنی مثال آپ تھا۔ اِس تعلیمی اِدارہ کے طالب علم سپاہیوں کا کام بھی دیتے تھے۔ جہامایا "باوا ھمبو" کے دستِ راست جہربتی "وشوپتی" کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اور علمیت کے عِلاوہ شستر وِدیا میں بھی اپنا ثانی نہ رکھتی تھی۔ جسوقت وُہ اپنی دودھاری تلوار ہاتھ میں لِئے گھوڑے پر سوار ہوکر دُشمنوں کے مُقابلہ کو نکلتی۔ کُشتوں کے پُشتے لگ جاتے۔ دھارانگری کے لوگ اسے شکتی اور "باوا ہمبو رن چنڈی" کہکر پکارتے۔ جہامایا کا نام سُنتے ہی دُشمنوں کی رُوحیں لرز اُٹھتیں۔ لوگوں کا خیال تھا۔ کہ اُسے موت پر اختیار اور قابو حاصل ہے +

جہامایا نے اِبھی اپنی عُمر کے اٹھارھویں سال میں ہی قدم رکھا تھا۔ کہ دھارانگری کی قسمت کا چراغ گُل ہوگیا۔ باوا ہمبو کی غیر مُتوقع شہادت کی خبر سُن کر لوگوں نے سر پیٹ لِئے۔ بُوڑھے وِشوپتی نے اپنے پران تیاگ دِیئے۔ اور عوام نے اُداس ہوکر دھارانگری کو خیرباد کہنا شروع کر دِیا +

جسوقت نواحی راجوں کو اِس بات کا علم ہُوا۔ اُنہوں نے دھارانگری پر حملہ کر دِیا۔ اور پیشتر اس کے کہ دُشمنوں کی فوجیں دھارانگری کے باشندوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کی کوشش کریں۔ جہامایا نے رہے سہے طالب علموں کو اِکٹھا کرکے اُنہیں دُشمن کا مُقابلہ کرنے کی تلقین کی۔ اور اُس وقت تک لڑائی جاری رکھنے کو کہا۔ جبتک کہ شہر کے لوگ کسی محفُوظ مقام پر نہ جا پہونچیں +

ابھی لڑائی کی مکمّل طور پر تیاری نہ ہونے پائی تھی۔ کہ جہامایا کو اُسکے جاسُوسوں نے بتایا۔ کہ جموّں کا راجہ بھی حملہ کی تیاری کر رہا ہے۔ اور اُسکی فوجیں اِبھی اِبھی شہر پر دھاوا بولنے والی ہیں۔ اب تو دھارانگری چاروں طرف سے گھِر چکی تھی۔ جہاودیالہ کے طالب علموں میں سے بہت سے جاچکے تھے۔ اور رہے سہے باوا ہمبو کی موت اور شہر کی تباہی سے گھبرائے ہُوئے تھے۔ اِس پر چاروں طرف سے دُشمنوں نے محاصرہ کیا تھا۔ دِماغ مُضمحل ہوچکے تھے۔ اور بربادی یقینی تھی +

جہامایا کا خیال تھا۔ کہ پسپائی تک نوبت پہونچنے سے پیشتر شہر کی عورتوں بچّوں اور بُوڑھوں کو مغرب کی محفُوظ راہ سے باہر بھیجا جاسکتا ہے۔ مگر اُس کا یہ قیاس بھی غلط ثابت ہُوا۔ اور اب اِسکے سوائے کوئی چارہ نہ تھا۔ ایک طرف تو دُشمنوں سے مُقابلہ کیا جائے۔ اور دُوسری طرف راجہ جموّں کی فوجوں کو دریائے توی عبُور کرنیسے روک دیا جائے +

اُن دِنوں جموّں سے دھارانگری جانے کا واحد راستہ "ڈھکی سیتلا" کے پاس تھا۔ اور وُہ بھی اِسقدر تنگ کہ تین سے زیادہ آدمی ایک وقت میں نہ گزر سکتے تھے +

جہا مایا نے چار طالب علموں کو اُس راستہ میں ڈھکی کے نیچے بٹھا دیا۔ اور جس وقت راجہ جموں کی فوجیں دھارانگری پر چڑھائی کی غرض سے روانہ ہوئیں۔ اُنہوں نے فوجوں کو روک لیا۔ چونکہ راستہ تنگ تھا اسلئے ایک وقت میں ایک سے زیادہ آدمی نہ لڑ سکتے تھے۔ لڑائی جاری رہی۔ کئی سپاہی مارے گئے۔ لاشوں سے راستہ پٹ گیا۔ حتیٰ کہ فوجوں کو مایوس ہو کر واپس لوٹنا پڑا۔ اور جموں میں یہ افواہ پھیل گئی۔ کہ سیتلا کے دُوت فوج کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے تھے +

دُوسری طرف دھارانگری پر حملہ ہو چکا تھا۔ جہا مایا نے عورتوں۔ بچّوں اور بُوڑھوں کو مغرب کی راہ سے باہر چلے جانے کی تلقین کی۔ گنتی کے نوجوانوں کو ساتھ لیکر جنگ کی دیوی کا روپ دھارن کئے ہوئے دُشمن کے مُقابلے میں آگئی۔ ایک طرف اِنے گِنے طالب علم تھے۔ اور دُوسری طرف ہزاروں کی تعداد میں مُسلّح سپاہی۔ مگر اِسکے باوجود گھمسان کی لڑائی ہُوئی۔ اور جہا مایا کی تلوار نے سینکڑوں دُشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ سُورج غروب ہونے میں ابھی چند گھنٹے باقی تھے۔ اور جہا مایا کے پاس جنگجُو طالب علموں میں سے صرف دو باقی رہ گئے تھے۔ اِس دوران میں شہر خالی ہو چکا تھا۔ مگر لوگ کسی محفوظ مقام پر پہونچنے کی بجائے توی کے کنارے کھڑے ہو کر اپنے مُستقبل پر غور کر رہے تھے۔ دُشمنوں نے نیچے کی طرف دیکھا۔ اور اُن پر حملہ کرنے کی غرض سے آگے قدم بڑھائے +

مغرب کی طرف جس راہ سے شہر کے لوگ پہاڑی سے نیچے اُترے تھے۔ وُہ راستہ پہاڑی پر سے ایک گہری اور ناقابلِ عبور خندق سے شرُوع ہوتا تھا۔ جس پر لکڑی کا پُل بنا ہُوا تھا۔ جس وقت جہا مایا اور اُس کے دونو ساتھیوں نے دُشمن کی نیّت کو دیکھا۔ وُہ بجلی کی مانند گھوڑے دوڑا کر پُل پر پہونچ گئے۔ اور پیشتر اِس کے کہ دُشمن اُنہیں گھیرتے۔ دونو نوجوانوں نے پُل پر کھڑے ہو کر تلواروں سے رَسّے کاٹنے شرُوع کر دیئے۔ اور جہا مایا نے گھوڑے سے اُتر کر دُشمنوں کا راستہ روک لیا +

اُس نے ایک گھنٹہ تک کمال بہادری سے سینکڑوں سپاہیوں کو روکے رکھا۔ اُس کا تمام جسم لہُولہان ہو چکا تھا۔ یکایک جہا مایا کی جے کے ساتھ ایک مہیب آواز پیدا ہُوئی۔ جہا مایا نے پیچھے مُنہ پھیر کر دیکھا۔ دونوں نوجوان اور پُل خندق میں گر چکے تھے۔ جہا مایا نے یہ دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا۔ اور ماتری بھومی کی جے اور باوا ہمبُو کی جے کے پُرزور نعرے بلند کئے۔ اور زمین پر گر پڑی۔ دُشمن کے سپاہیوں نے دیکھا۔ اُس کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی +

جس جگہ جہا مایا شہید ہُوئی۔ وہاں دھارانگری کے لوگوں نے ایک عالی شان مندر بنوایا +

یہ مندر کئی بار گرا اور عقیدت مندوں نے کئی بار تعمیر کرایا۔ اصلی مورتی اِنقلاباتِ زمانہ کے ہاتھوں تباہ

ہو چکی ہے۔ اِن دِنوں جو مُورتی موجود ہے۔ اُس میں جہا مایا کو تلوار ہاتھ میں لئے گھوڑے پر سوار دِکھایا گیا ہے۔ اور اُسکے اِردگرد دو تین دیوتاؤں کی مُورتیاں بھی رکھدی گئی ہیں۔ جہا مایا کو وطن پر قربان ہُوئے چھ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ مگر آج بھی لوگ کئی کئی میل کی مُسافت طے کر کے پُوجا اور زیارت کیلئے وہاں جاتے ہیں۔ اور اُس شہید دیوی کا نام چھ سو سال گزر جانے کے باوجود آج بھی زندہ ہے*

کورو کشیتر کی رن بھومی کا بُلاوا

جہاں حق کے مقابل قوّتِ باطل تھی صف آرا
گریزاں تھا جہاں کرنیسے کنتی کا جگر پارا
جہاں کانڈیو ارجن کا ہُوا اقدام میں ناکارا
بدل ڈالا تھا اک ساجرنے پھر رنگِ جہاں سارا

چل اے ہندو کورو کشیتر کی رن بھومی بلاتی ہے
اُسے سُن پانچ سو صدیوں سے جو آواز آتی ہے

جہاں خالق نے گیتا اپنے بندوں کو سنائی تھی
جہاں گم کردہ راہ کو راہبر نے راہ دِکھائی تھی
جہاں اہلِ وفا کو فرض کی آواز آئی تھی
جہاں ارجن کو تدبیرِ عمل حق نے بتائی تھی

چل اے ہندو کورو کھشیتر کی رن بھومی بلاتی ہے
اُسے سُن پانچ سو صدیوں سے جو آواز آتی ہے

جو رن جیتا تو مِل جائیگی ہفت اقلیم کی دولت
اگر تُو مر گیا کھُل جائینگے تجھ پر درِ جنت
جہاں کشتری کی جنگ جوئی سے ہے اہمیت
جہاں ارجن کو اس پیغام نے دی تھی نئی طاقت

چل اے ہندو کورو کشیتر کی رن بھومی بلاتی ہے
اُسے سُن پانچ سو صدیوں سے جو آواز آتی ہے

سُن اُس آواز کو دُنیا میں سرگرمِ عمل ہو جا
ہو استقلال اتنا صورتِ شنکر اٹل ہو جا
ہاں پھر تو علم میں پا تنجلی۔ سانکھ و کپل ہو جا
عمل میں آج پھر پرتاپ و سانگا کا بدل ہو جا

چل اے ہندو کورو کشیتر کی رن بھومی بلاتی ہے

اُسے سُن پانچ سو صدیوں سے جو آواز آتی ہے

ہو پیدا گُونج ناقُوسِ کنہیا کی فضاؤں میں ترے گُلشن کے پھُولوں کی جھلک پھیلے ہواؤں میں

کڑک اِندر کی سی پیدا ہو پھر تیری صداؤں میں وُہی پھر برق چمکے جاہلیت کی گھٹاؤں میں

چل اے ہندو کوروکشیتر کی رن بھُومی بُلاتی ہے

اُسے سُن۔ پانچ سو صدیوں سے جو آواز آتی ہے

بچالے مادیت کی آگ میں اِنسان جلتے ہیں ترے اَمرت کے پیاسے مشرق و مغرب تڑپتے ہیں

وُہی پیغام دے جس کو کہ دو[2] عالم ترستے ہیں او غافل۔ اُٹھ کہ اب تو شیر بھی "اوم اوم" جپتے ہیں

چل اے ہندو کوروکشیتر کی رن بھُومی بُلاتی ہے

اُسے سُن پانچ سو صدیوں سے جو آواز آتی ہے

بنارس کی تاریخی عمارتیں

بنارس یا کاشی ہِندو تہذیب کا وُہ گہوارہ ہے۔ جس پر ہندوؤں کو بجا طور پر فخر ہو سکتا ہے زمانہ قدیم میں دھرم کی اہمیت کے ساتھ ساتھ سنسکرت کی تعلیم کا بھی مرکز رہا ہے۔ آج بھی بنارس کی ہندو یُونیورسٹی ہندوستان کی ایک قابل قدر درس گاہ ہے۔ اِسی شہر کا تذکرہ ذیل میں ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے:۔

ریل کے پُل کے قریب ہی ترلوچنا گھاٹ ہے۔ یہ گھاٹ خاص طور پر متبرک ہے۔ اور ہر ایک یاتری اُسمیں ضرور غسل کرتا ہے۔ اِسکے بعد گئو گھاٹ آتا ہے۔ یہاں پر ایک گئو کی مورتی ہے۔ اُسکے بعد "مہادیو" اور "دُرگا گھاٹ" آتے ہیں۔ اُس سے آگے "پنج گنگا گھاٹ" آتا ہے۔ یہاں کے لئے روایت ہے۔ کہ یہاں پانچوں دریا زمین کے اندر اندر آکر ملتے ہیں۔ اِس گھاٹ پر سیڑھیاں چڑھ کر اورنگ زیب کی تعمیر کردہ عظیمُ الشّان مسجد آتی ہے۔ اِس مسجد کے مینار سے بنارس کے گھاٹوں اور دریائے گنگا کا نظّارہ صاف نظر آتا ہے۔ یہ عمارت بنارس کی عمارتوں میں بہترین کہی جا سکتی ہے۔ اِس کے دو نو مینار مسجد کے صحن سے ۵۰ فُٹ اُونچے ہیں۔ اِن میناروں کا مُحیط سطح پر (۸ ۱/۴) فٹ اور چوٹی پر (۷ ۱/۴) فُٹ ہے۔

دریا مسجد سے (۱۵۰) فٹ نیچے ہے۔ اسطرح پر سطح دریا سے مسجد تین سو فٹ بلند ہے۔ آگے چل کر رام گھاٹ آتا ہے۔ یہاں پر بھگوان رام چندر کا مندر ہے۔ وہاں سے آگے چل کر ایک گھاٹ پر ناگپور کے راجہ کا محل ہے۔ اُس سے آگے جو گھاٹ دریا میں نکلا ہوا ہے۔ مہاراجہ "سندھیا" کا گھاٹ ہے۔ ان کے بعد منی کارنیکا" گھاٹ پر پہونچتے ہیں۔ یہ سب گھاٹوں سے زیادہ متبرک خیال کیا جاتا ہے۔ اس سے اوپر جاکر مشہور کنواں ہے۔ جسے وشنو نے کھودا تھا۔ یہاں ہی "تارکیشو" کا مندر اور "چرن پدک" ہیں اس سے اگلا گھاٹ "نیپالی گھاٹ" ہے۔ اسکے اوپر مہاراجہ نیپال کا بنوایا ہوا۔ یہ مندر نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ اس سے آگے شمشان بھومی کے دوسری جانب سنہری مندر ہے۔ دو پتھروں کی سیلیں ستیوں کی یادگار ہیں +

"بھیرو گھاٹ" کے اوپر دیوی ماتا کا مندر ہے۔ "مان مندر" گھاٹ سے "جے سنگھ" کے "جنتر منتر" پر پہونچتے ہیں +

"دشاشومیدھ" گھاٹ بھی پانچ متبرک گھاٹوں میں سے ایک ہے۔ یہاں پر کہا جاتا ہے۔ کہ برہماجی نے دس گھوڑوں کی قربانی دی تھی۔ اسی لئے اس گھاٹ کا یہ نام پڑا ہے۔ یہاں سے اوپر کی طرف بیس گھاٹ اور ہیں۔ جن کے اوپر بڑی عالی شان عمارتیں ہیں۔ ایک راجہ گھاٹ ہے۔ جہاں سے راجہ امرت راؤ کی سرائے میں پہونچتے ہیں۔ یہاں ایک پتھر کی بڑی مورتی ہے۔ جس کی بابت روائت ہے۔ کہ اُسے برسات میں "گنگا مائی" بہا کر لے جاتی ہے۔ اور برسات کے بعد پھر وہیں لاکر رکھ دیتی ہے۔ کیدار گھاٹ پر "گوری کا متبرک کنواں" ہے۔ اس کنوئیں کے متعلق مشہور ہے۔ کہ یہ مختلف امراض کو رفع کرتا ہے۔ نزدیک ہی ایک تالاب ہے۔ اس میں ایک پتھر "مان سرودر" کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے آگے "آشی گھاٹ" ہے۔ جہاں دریائے آشی گنگا میں آکر ملتا ہے +

بنارس کے مشہور مندروں میں "کاشی وشوا ناتھ جی" کا "بڑا شومندر" ہے۔ جسے "سنہری مندر" بھی کہتے ہیں۔ اس میں "مہادیو جی" کی بڑی مورتی ہے۔ اور اس کے برابر ہی "اومایا پاربتی" کی مورتی ہے "وشوا ناتھ" کے مندر کی عمارت چوکور ہے۔ جسکے اوپر چھت ہے۔ اور اسکے اوپر ایک اونچا مینار ہے۔ اسکے ہر ایک کونے پر ایک گنبد ہے۔ ان گنبدوں پر سونے کا ورق چڑھا ہوا ہے۔ جسے "مہاراجہ رنجیت سنگھ" نے چڑھوایا تھا +

ان مندروں کے بیچوں بیچ ایک مسجد ہے۔ جسے اورنگ زیب نے تعمیر کرایا تھا +

مسجد اور سنہری مندر کے درمیان صحن میں ایک کنواں ہے۔ جسے "گیان کوپ" کہتے ہیں۔ اس کنوئیں

میں "شوجی" کی مورتی موجود ہے۔ جسوقت "وشوا ناتھ جی" کا مندر مسمار کیا گیا تھا۔ اُسوقت پجاری نے یہ مورتی اِس کنوئیں کے اندر سے جاکر بٹھادی تھی۔ اُسی کی وجہ سے اِس کنوئیں کو شہرت حاصل ہے۔ اِس کنوئیں کے اِردگرد ایک خوبصورت چھجا چالیس کونوں کا ہے۔ جو ۱۸۲۸ء میں مہاراجہ سندھیا کی بیوی نے تعمیر کرایا تھا۔ کنوئیں کے نزدیک ہی ایک بیل کی مورتی ہے۔ جو سات فٹ اونچا ہے۔ اِسے نیپال کے کسی راجہ نے چڑھایا تھا +

"ان پورنا دیوی" کے مندر کے قریب بھک منگے فقیروں کا کثرت سے ہجوم رہتا ہے۔ جنہیں کھانا وغیرہ تقسیم کیا جاتا ہے۔ قریب ہی "سکھی سنجینکا مندر" ہے۔ یہاں لوگ کاشی کی یاترا ختم کرکے آتے ہیں +

"شنکر بشور" کے مندر پر عورتیں اولاد کے لئے پرارتھنا کرنے کو جمع ہوتی ہیں +

"وَیشنو دھرم" کے ماننے والوں کے لئے "منی کارنیکا" ایک متبرک جگہ ہے۔ یہ چاہِ شفا" کہلاتا ہے پوران کی کتھا کے مطابق روایت ہے۔ کہ "وَیشنو بھگوان" نے "سُدرشن چکر" سے اِس کنوئیں کو کھودا۔ اور پانی کے بجائے اُسے اپنے جسم کے پسینے سے بھر دیا۔ اور اِس کا نام "چکر پُشکرنی" رکھ دیا۔ تب وہ شمال کی جانب تپسیا کرنے چلے گئے۔ لیکن جب "شوجی" اُدھر سے گزرے۔ تو انہوں نے دس کروڑ سورجوں کا چمتکار اِس کنوئیں میں دیکھا۔ جسے وہ دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ اور وِشنو بھگوان سے کہا۔ کہ کوئی ور مانگو۔ وِشنو بھگوان نے کہا۔ میری یہ خواہش ہے۔ کہ آپ آئندہ ہمیشہ میرے ساتھ رہیں۔ اِس بات سے "شوجی" پھولے نہ سمائے اور اُن کے کان کا ایک کُنڈل بھی اِس کنوئیں میں گر پڑا۔ اِس سے اُس کنوئیں کی توقیر اور بڑھ گئی۔ کنواں چوکور ہے۔ اور اُسکے چاروں طرف سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ تاکہ یاتری نیچے جاکر غسل کرسکیں۔ سب سے نیچے کی سات سیڑھیاں بغیر جڑی ہوئی کہی جاتی ہیں۔ اِس میں پانی کُل دو تین فٹ گہرا رہتا ہے +

"منی کارنیکا" کے نیچے دریا کے بالکل کنارے تارکیشور کا مندر ہے۔ اِس کی مورتی پانی میں ڈوبی رہتی ہے +

اِس سے ذرا اوپر کی طرف زمین میں ایک پتھر لگا ہوا ہے۔ جسکے بیچوں بیچ سنگ مرمر پر دو پاؤں کے نشان ہیں۔ جنہیں "چرن پدک" کہتے ہیں۔ اور یہ "وشنو" کے پاؤں کے نشان خیال کئے جاتے ہیں +

"بھیروں ناتھ" کا مندر بھی مشہور مندر ہے۔ جہاں اِتوار اور منگل کو یاتری جمع ہوتے ہیں +

"بھیروں ناتھ" کے مندر کے پاس ہی "گوپال مندر" ہے۔ یہ مندر بنارس بھر میں جواہرات اور اعلیٰ فرنیچر کے لئے شہرت رکھتے ہیں +

پاس ہی "کال کوپ" ہے۔ چھت کے ایک چوکور سوراخ میں سے دوپہر کے وقت سورج کی روشنی

کنوئیں کے پانی پر پڑتی ہے۔ اُسی وقت درشن کرنے والے جمع ہوتے ہیں +

بنارس سے دو میل کے فاصلہ پر دُرگا کا مندر ہے۔ یہ بڑی عمدہ عمارت ہے۔ اسکے سامنے ہی ایک بڑا تالاب ہے۔ اور چاروں طرف اُونچے اُونچے درخت ہیں +

جے سنگھ کا جنتر منتر جہاں مان مندر گھاٹ سے داخل ہوتے ہیں۔ ہندوستان بھر کے جنتر منتروں سے زیادہ خوبصورت ہے۔ یہ عجیب و غریب عمارت "دشاشومیدھ گھاٹ" کے اُوپر اور اورنگ زیبی مسجد کے پیچھے دریا سے صاف نظر آتی ہے۔ اِس میں کچھ شکلیں جوتش کے متعلق بنائی گئی ہیں +

اُڑھائی کنگورے کی مسجد بھی ایک قابلِ دید عمارت ہے +

راج گھاٹ کا قلعہ غدر کے زمانہ میں تعمیر ہُوا تھا۔ لیکن بعد میں اِستعمال نہ ہُوا۔ یہ ایک اُونچے ٹیلے پر جو دریائے گنگا اور برنا کے درمیان واقع ہے بنا ہُوا ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ پہلے بنارس کا شہر اِسی جگہ آباد تھا۔ یہاں پر ۲ بہت خوبصورت بُدھ مندر ہیں۔ جن کی پتھر کی چھت اور ستون بہت خوبصورتی سے کندہ ہیں۔ اِس سے مندرجہ بالا خیال کو تقویت ہوتی ہے +

بھیروں لاٹ ایک اشوک کی لاٹ ہے۔ جو تانبے کے پترے سے منڈھی ہوئی ہے۔ اب چند فٹ رہ گئی ہے۔ یہ ایک برآمدہ میں جو غالباً ایک پُرانے مندر کا حصّہ ہے۔ ایستادہ ہے۔ بنارس کی تنگ گلیاں ٹھگوں اور دھوکہ بازوں کو بہت مدد پہنچاتی ہیں "کاشی کروٹ" کا مندر بھی تاریخی شہرت رکھتا ہے +

ہندوستان

(۱)

اَے میرے دِلدار وطن آ
کر لُوں تجھ کو پیار وطن آ

تیری نہریں پیاری پیاری — اَمرت کے سو چشمے جاری
پھول اور کلیاں کھیت اور کیاری — اَور یہ پربت بھاری بھاری
جنّت کی تصویریں ساری — مَیں ہُوں اِن کا پریم پجاری
ہے تجھ میں یہ کیا افسوں کاری — تجھ سے ہے دِل کو سرشاری
اے میرے دِلدار وطن آ — کر لُوں تجھ کو پیار وطن آ

(۲)

تیری بدریا کالی کالی کھیتوں میں تیرے ہریالی
تیری ہوائیں مستی والی رنگ پہ تیری ڈالی ڈالی
تو ہے میرے دل کا مالی میری راحت کا رکھوالی
تجھ سے دنیا میں خوشحالی اف رے تیری شان جمالی

اے میرے دلدار وطن آ
کروں تجھکو پیار وطن آ

(۳)

آئیں تجھ کو گیت سناؤں گیت سناؤں اور رلاؤں
اپنے دل کے داغ دکھاؤں داغ دکھاؤں باغ دکھاؤں
ٹوٹے من کی بات بتاؤں پریم کی تجھ کو ریت سکھاؤں
موقع ہو تو حشر اٹھاؤں تیری بگڑی بات بناؤں

اے میرے دلدار وطن آ
کروں تجھ کو پیار وطن آ

پہاڑ کا جادو

"ذیل میں ایک لمزہ خیز واقعہ شائع کیا جا رہا ہے۔ جسے اسکے غم نصیب ہیرو نے ایک درجن کے قریب تعلیم یافتہ نوجوانوں کے سامنے بیان کیا۔ اور ان میں سے ایک نے قلمبند کر کے بغرض اشاعت ارسال کیا ہے۔ امید کیجاتی ہے۔ کہ دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائیگا"

ڈوگرے کے پہاڑ جادوگروں کے لئے مشہور ہیں۔ اور اس علاقہ کے جادوگروں کے متعلق کئی حیران کن افسانے لوگوں کو زبانی یاد ہیں۔ کسی نے ان کے شعبدوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں۔ البتہ اس قسم کی داستانیں سننے کا شوق ضرور ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سال ہوا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ مجھے ایک بار "براہمن کانفرنس" کے سلسلہ میں "ہیرانگر" جانے کا اتفاق ہوا۔ ہمارے ہمراہ "پنجاب یونیورسٹی" کے ایک ایم۔ اے بھی تھے۔ ہم نوجوانوں نے اپنی رہائش

کے لئے ایک علیحدہ کمرہ منتخب کر لیا۔ بستر وہاں رکھ کر ہم بازار چلے آئے۔ ایم۔اے صاحب کو وہاں ایک دیرینہ واقف کار سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ جو کسی کاروباری غرض سے بہیر انگر آیا ہوا تھا۔ عمر یہی کوئی چالیس سال کے قریب ہوگی۔ رنگ گندمی۔ موٹی موٹی آنکھیں۔ داڑھی۔ مونچھوں اور سر کے بال سفید ہو چکے تھے۔ چہرے پر مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ "ایم۔اے" صاحب نے اُسے رات کو اپنے پاس ٹھہرا لیا۔ ہم ۹ بجے کے قریب جلسہ گاہ سے واپس لوٹے۔ بستر صاف کئے۔ اور تمام آدمی چارپائیوں پر دراز ہو گئے۔ میں نے "پہاڑ کے جادو" کا ذکر چھوڑ دیا۔ اور مختلف آدمیوں نے مختلف قسم کے واقعات بیان کرنا شروع کر دیئے۔

ابھی یہ سلسلہ جاری ہی تھا۔ کہ میری نگاہیں اتفاقاً نووارد کے چہرے پر جا پڑیں۔ اُسکی آنکھوں سے آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے رخساروں پر ڈھلک رہے تھے۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ بھائی صاحب رونے کا کیا سبب ہے" میرے یہ الفاظ سُنتے ہی تمام نوجوانوں کی توجہ اُسکی طرف مرکوز ہوگئی۔

چالیس سالہ بوڑھے نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "آپ نے پہاڑی جادو کا ذکر چھیڑ دیا تھا۔ مجھے بھی اِن کم بختوں نے تباہ کر دیا ہے"

یہ سُن کر نوجوانوں نے زیادہ توجہ کے ساتھ بوڑھے کے مُنہ کیطرف دیکھنا شروع کر دیا۔ کمرے میں ایک سناٹا سا چھا گیا۔ اُس نے اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ میری والدہ کا انتقال میرے بچپن کے ایام میں ہی ہو گیا تھا۔ اور ابھی میری عمر اُنیس سال کی ہی تھی۔ کہ والد کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ زمین کافی تھی۔ میں نے بہت جلد اپنا تمام کاروبار سنبھال لیا۔ دو سال بعد ایک نواحی گاؤں میں میری شادی ہو گئی۔ بیوی بہت خوبصورت اور اتنی خوبصورت کہ میری آنکھوں کے سامنے اسقدر حسین لڑکی آجتک نہیں گزری۔ اُس کا نام "پیاری" تھا۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھتے ہی محبت کی زنجیروں میں گرفتار ہو گئے اور اس محبت نے ہمارے روحانی رشتہ کو اور بھی مضبوط کر دیا۔

ہمارے پڑوس میں ایک ادھیڑ عمر کا گدی رہتا تھا۔ اُس نے میری بیوی کو دیکھا۔ اور فریفتہ ہو گیا۔ چار پانچ روز کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہا۔ کہ اپنی عورت کو فارغخطی دیکر میرے حوالہ کر دو۔ میں بجائے اِسکے کہ اِن الفاظ کا کچھ جواب دیتا۔ غصہ کے مارے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اپنی پوری قوت کے ساتھ ایک چپت رسید کی۔ گدی کے مُنہ سے خون بہہ نکلا۔ اور سر چکرا گیا۔ دو منٹ بعد وہ چارپائی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور کانپتے ہوئے ہاتھوں کو ہوا میں لہرا کر بولا۔ "یونہی سہی۔ دیکھنا۔ آج سے آٹھ روز بعد یہی عورت میرے قبضہ میں ہوگی۔ اُس نے اتنا کہا۔ اور باہر نکل گیا۔

میں نے اِن الفاظ کو مطلق کوئی وقعت نہ دی۔ اور اُس کی اِس سینہ زوری پر بڑبڑاتا ہُوا میں پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا +

اِس واقعہ کو ابھی تین روز ہی گزرے تھے۔ کہ "پیاری" یک لخت بیمار ہو گئی۔ بُخار اِسقدر زیادہ تھا۔ کہ اُسے مجھے پہچاننا بھی مشکل ہو گیا۔ بدن ہر وقت تنور کی مانند گرم تھا +

چھٹے روز اُسکے دِل میں درد اُٹھا۔ اور وُہ سورج کی پہلی کرنوں کے ساتھ ہی دُنیا سے ہمیشہ کے لئے رُخصت ہو گئی۔ میں نے سر نوچ لیا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ بارہ بجے دوپہر کے قریب اُسکی لاش شمشان گھاٹ میں لیجائی گئی۔ میں نے اپنے کانپتے ہُوئے ہاتھوں سے اُسکی چِتا کو آگ دِکھائی۔ اور روتی ہوئی آنکھوں سے اُسوقت تک دیکھتا رہا۔ جبتک کہ لوگ مجھے بازو سے پکڑ کر نہ لے گئے۔ لاش جل چکنے کے بعد ہم واپس آگئے +

دو روز تک گاؤں کے چند ایک آدمی ہمدردی کے طور پر میرے پاس سوئے۔ تیسرے روز میں اکیلا تھا۔ رات کو زمین پر بستر ڈال کر لیٹ گیا۔ دوپہر رات گزر چکی تھی۔ آنکھوں پر نیند غالب آ رہی تھی۔ اِتنے میں میں نے اپنے پاؤں کی طرف کسی کو زور زور سے سسکیاں بھرتے سُنا۔ میرے پاس لالٹین جل رہی تھی۔ دیکھا۔ کہ پیاری میرے پاؤں کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ مجھے اُس سے محبت تھی۔ مگر اُسوقت اُسے سامنے دیکھ کر اِسقدر خوف طاری ہُوا۔ کہ ناقابلِ بیان ہے۔ اور پیشتر اِسکے کہ میں بھاگنے کی کوشش کرتا۔ اُس نے میرے پاؤں پکڑ لئے۔ اور روتی ہوئی بولی :-

"پران ناتھ! دُشٹ گُدّی میری موت کی رات کو شمشان گھاٹ پر جا کر میری جلی ہُوئی لاش کو جادو کے زور سے زندہ کر کے اپنے ساتھ گھر لے آیا ہے۔ اور میرا دھرم بھرشٹ کر رہا ہے۔ اِیشور کے لئے مجھے اُس ظالم کے پنجہ سے بچائیے"+

اِسکے بعد اُس نے پھر زور زور سے رونا شروع کر دیا۔ اور ۲ گھنٹہ کے بعد واپس چلی گئی +

چوتھے روز ہم پھول چُننے کے لئے گئے۔ مگر چِتا میں ایک بھی ہڈی موجود نہ تھی +

اُس رات کے بعد اُس نے آدھی رات کو میرے پاس آنے کا معمول بنا لیا۔ اور یہ سلسلہ تقریباً تین مہینے تک جاری رہا۔ وُہ ہر روز رات کو میرے پاس آتی۔ اور رو رو کر گُدّی سے بچانے کی تاکید کرتی۔ اور پھر واپس چلی جاتی +

"پیاری" کی موت نے مجھ پر اسقدر اثر نہ کیا تھا۔ جسقدر کہ اِس تازہ واقعہ نے کیا۔ میری صحت دِن بدن خراب ہوتی چلی گئی۔ اِتفاق کی بات ہے۔ کہ ایک روز ایک سادھو میرے مکان پر آیا۔ میں نے اُسے

گائے کا دُودھ پینے کے لئے دِیا۔ اُس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کمزوری کا سبب پُوچھا میں نے تمام واقعہ مِن وعَن بیان کر دِیا۔ سادھو نے مجھ سے ایک کِیل طلب کی۔ جو کہ میں نے اُسے مہیا کر دی اُس نے وُہ کیل منتر پھُونک کر گلی میں ایک کیکر کے تنے میں گاڑ دی اور چلا گیا۔ اُسی روز شام کو میں نے گاؤں کے چند لوگ شمشان گھاٹ کی طرف ایک ارتھی اُٹھائے جاتے دیکھا۔ دریافت پر معلوم ہُوا۔ کہ ہمارے محلہ کا گدی گھڑا لیکر چشمہ پر پانی بھرنے گیا ہُوا تھا۔ وُہیں مر گیا۔ اور یہ اُسکی لاش ہے۔ میں نے یہ سُن کر اِنتہا درجہ کی خُوشی محسُوس کی اور واپس مکان پر آیا۔ اور دیکھا۔ کہ پیاری صحن میں جھاڑو دے رہی تھی مجھے دیکھتے ہی وُہ میرے پاؤں پر گر پڑی اور بولی "اَب میں آپ کے پاس ہُوں۔ گھر کا ہر ایک کام کر دیا کرُونگی۔ اور ہم میاں بیوی کی حیثیت سے رہ سکیں گے۔ جسوقت آپ کا غم دُور ہو جائیگا۔ میری رُوح کی شانتی کے لئے کُچھ کر دینا۔ مگر ایک بات یاد رکھنا۔ میری مَوجُودگی کا کسی کو علم نہ ہو۔ اور جسوقت مکان میں آؤ۔ داخل ہونیسے پیشتر دروازہ کھٹکھٹا دِیا کرنا"۔

اَب میں اور پیاری پھر اِکٹھے تھے۔ میں روزانہ کام پر جاتا۔ میری واپسی پر وُہ روٹی وغیرہ سے فارغ ہوکر چرخہ کاتنے میں محو ہوتی۔ اِسی طرح تین سال گزر گئے۔ اور میں بھُول گیا تھا۔ کہ میری مَوجُودہ رفیقہ حیات اَصل پیاری نہیں۔ بلکہ اُسکا بھُوت ہے +

ایک دِن جب میں واپس مکان پر آیا۔ میں نے باہر کا قُفل کھولا۔ اور بغیر دروازہ ہلائے اَندر داخل ہو گیا۔ جسوقت میں رسوئی میں پہونچا۔ مجھے ایک دِل ہلا دینے والا نظارہ دِکھائی دِیا۔ میں نے دیکھا۔ ایک خوفناک صُورت جسکے سیاہ جسم کا گوشت کئی جگہ سے جلا ہُوا تھا۔ روٹی پکا رہی تھی۔ سر اور مُنہ صرف کھوپری تھی۔ اور چُولھے میں لکڑیوں کی بجائے ایک ٹانگ رکھی ہوئی تھی۔ میرے مُنہ سے چیخ نکلی۔ اور میں بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ جسوقت میری آنکھیں کھُلیں میں نے دیکھا۔ پیاری پُورا سنگھار کئے۔ میرا سر اپنے زانُو پر رکھے پنکھا جھل رہی تھی۔ اُس نے کہا:۔

"سوامی آپ نے بہت بُرا کیا۔ جو دروازہ ہلائے بغیر اَندر چلے آئے۔ اور میری اَصلی صُورت دیکھ کر آپ کو تکلیف اُٹھانا پڑی"+

اُسوقت پیاری پہلے سے بھی زیادہ خُوبصورت نظر آرہی تھی۔ مگر اَب مجھے احساس ہو چکا تھا۔ کہ میں بھُوت سے بیوی کا کام لے رہا ہُوں +

دُوسرے ہی روز میں نے "پیاری" سے مشورہ کیا۔ "اور گیا" روانہ ہو گیا۔ راستہ میں ایسا معلوم ہوتا رہا۔ جیسے وُہ ساتھ ساتھ سفر کر رہی ہے۔ راستہ میں لذیذ مٹھائیاں اور پھل اپنے پاس پڑے ہُوئے تھے

ملتے رہے ۔

گیا۔ پھونککر میں نے پیاری کا کریا کرم اور دیگر رسوم ادا کیں۔ جسوقت ان رسوم کا آغاز ہوا مجھے ایسا معلوم ہؤا۔ جیسے کسی کے نرم ہاتھ میرے پاؤں دھو کر اُس پانی کو پی رہے ہیں ۔

ضروری رسوم سے فارغ ہو کر میں گھر چلا آیا۔ اِس بات کو پندرہ بیس سال گذر چکے ہیں۔ اسکے بعد مجھے پیاری کی صورت دِکھائی نہیں دی۔ میری راتیں اور دِن اُسی کی یاد میں آنسو بہاتے گذر جاتے ہیں" ۔

ہم نے اِس دردناک داستان کو سُن کر انگلیاں مُنہ میں ڈال لیں ۔

اِنسان کا پہلا گہوارہ منگولیا

"مشرق میں سیاسی طوفان کا ایک بڑا مرکز منگولیا کا جوار ہے۔ اور اب اُس طرف فضا اِس درجہ مکدر ہوتی جاتی ہے۔ کہ منگولیا کے تاریخی حالات سے تھوڑی سی واقفیت ناظرین کے لئے ضروری ہے" ۔

سائنس کے عالم اور آثار صنادید کے ماہرین نے بڑی چھان بین کرنے کے بعد یہ تصفیہ کیا۔ کہ انسان نے جس سرزمین پر سب سے پہلے آنکھیں کھولیں۔ اور جس گہوارہ میں سب سے پہلے تربیت پائی۔ وہ خاک پاک منگولیا تھی۔ ہزاروں سال گزر گئے۔ اِنسان نے اپنے مولد اولین کو خیرباد کہی۔ اور ساری دنیا میں پھیل گیا۔ لیکن وُہ باوضع اِنسان جو اپنے اِبتدائی گہوارے سے زیادہ مانوس ہو گئے تھے۔ اِس سنگلاخ عِلاقہ سے جُدا نہ ہُوئے۔ اور باوجودیکہ دُنیا نے اِس عرصہ میں ترقی کی کئی منزلیں طے کر لیں۔ منگول قوم اپنے اِبتدائی نظام زِندگی سے زیادہ آگے نہیں بڑھی۔ نوع بشر اپنی اولین فطرت سے زیادہ دُور نہیں گئی ۔

عام حالت:۔ طول طویل ریگستان جن کا حریف ہونا اِنسانی جرأت اور قوت کے لئے محال۔ دشوار گزار جنگل اور پہاڑ جن میں درندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اِسطرح پھرتے ہیں۔ جیسے چراگاہوں میں پلے ہُوئے چوپائے۔ اِن ریگستانوں اور جنگلوں کے درمیان بیشتر طور پر بسے ہوئے خانہ بدوش اِنسانوں کے قافلے۔ قافلوں کے ہمراہ گھوڑوں اور بیلوں کے جھنڈ ۔

منگولیا کا رقبہ اٹھارہ لاکھ پچاس ہزار مربع میل ہے۔ مقابلتاً یُوں سمجھیئے۔ کہ منگولیا کا رقبہ ہندوستان

کے لگ بھگ ہے۔ مُلک کا طُول سترہ سَو میل اور عرض ایک ہزار میل۔ لیکن اتنے وسیع مُلک میں زراعت اور صنعت کے لئے زمین کم ہے۔ زیادہ حصّہ ریگستان ہے۔ یا پتھریلا۔ یہاں کے باشندے عام طور پر گلہ بانی کرتے ہیں۔ گھوڑوں اور بیلوں کی تجارت کرتے ہیں۔ اور انہیں سے اپنا اور اپنے بال بچّوں کا پیٹ پالتے ہیں آبادی تقریباً ۸ ۱/۲ لاکھ ہے۔ دُوسری پُرانی قوموں کی طرح یہاں کے لوگ بھی اوہام پرستی میں مُبتلا ہیں۔ تبّت اور چین کی طرح یہاں بھی مذہبی خانقاہیں قائم ہیں۔ جن میں ہوشیار پجاری اور پروہت تقدس کا سوانگ بھرے گِدھ کی طرح انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اور یہ کہنا غلط نہیں۔ کہ غریب منگولوں کی دولت کا زیادہ حصّہ انہیں خانقاہوں کی مُقدس ہستیوں کی جیب کی نذر ہو جاتا ہے ؛

چنگیز خان :۔ منگولیا کی تاریخ میں تیرھویں صدی عیسوی بڑی اہمیّت رکھتی ہے منگولیا کی سرزمین سے ایک نبرد آزما اور جنگجو سپاہی اُٹھا۔ اُس نے منگولیا کے شہسواروں کا ایک جتھا تیار کیا۔ اور آندھی پانی کی طرح وسط ایشیا و منگولیا۔ رُوس اور چین پر آ دھمکا۔ سارا علاقہ چنگیزی سلطنت میں شامل کر لیا گیا اور منگولیا کی مملکت قائم ہوئی +

چنگیز خان نے اپنی دارالخلافت موجودہ دارالخلافت منگولیا سے تقریباً دو سَو میل کے فاصلہ پر قائم کی تھی لیکن چین کی فتح کے بعد اُس نے پیکنگ کو اپنی دارالخلافت بنا لیا +

چنگیز خان کی حکومت کلیتہً شخصی تھی۔ اور دُوسری شخصی حکومتوں کی طرح چنگیز کی سلطنت بھی اُسکی وفات کے بعد نزاع اور طوائف الملوکی کا گہوارہ بن گئی +

اُسکی سلطنت اُسکے لڑکوں میں تقسیم کر دی گئی۔ چنگیز خان نے اپنی رعایا پر اتنے مظالم کئے تھے۔ کہ جب اُس کا انتقال ہُوا۔ اور اُسکے لڑکے عنانِ حکومت کے سنبھالنے میں اتنے لائق نہ نکلے۔ جتنا کہ وہ خود تھا۔ تو رعایا کا جذبۂ انتقام دِل میں چٹکیاں لینے لگا۔ تمام مُلکوں نے جن پر چنگیز خان بزورِ شمشیر حکومت کرتا تھا۔ ایک ایک کر کے اطاعت کا جُوا اُتار پھینکا۔ چین نے سبقت لی۔ رُوس نے تائید کی۔ اور وسط ایشیا کے طُول طویل خِطے مختلف پٹھان قبیلوں میں تقسیم ہو گئے۔ لیکن سترھویں صدی کے آخر تک منگولیا ایک آزاد مُلک رہا۔ ۱۶۸۸ئہ میں کلموک اور منگولیا میں جنگ چھڑی۔ اور ۱۶۹۱ئہ میں منگول قوم کی حکومت نے چین کی اطاعت قبول کر لی +

بعض اہلِ نظر اس رضا کارانہ اطاعت اور غلامی کا سبب بدھ مذہب اور اُن کے پیرووں کو بتاتے ہیں۔ منگول قوم نے بدھ مذہب قبول کر لیا تھا۔ اخلاقی نُقطہ نظر سے یہ مذہب امن پسندی کا مبلغ ہے لیکن سیاسی اعتبار سے اِس امن پسندی کے معنی غلامی کے ہُوئے +

غلامی:۔ غلامی ایک ابدی لعنت ہے۔ اور اس کا سنسناری اصول یہ ہے۔ کہ غلام ہونیکے بعد قوم اخلاق۔ تہذیب اور تمدن کے ذلیل ترین غار میں گر جاتی ہے۔ اور وہ قوم جو آقا بن کر ان پر حکومت کرتی ہے۔ ان پر ظلم جبر اور استبداد کو اپنی آخری حد تک پہونچا دیتی ہے۔ یہی منگول قوم کے ساتھ بھی ہوا۔ ان کی تہذیب کو زوال آگیا۔ چینیوں نے انتقام کے طور پر ان پر مظالم توڑنے شروع کئے۔ ان مظالم کی وجہ اول تو وہ مظالم تھے۔ جو کئی سو برس پہلے چنگیز خان نے ان پر کئے تھے۔ دوئم یہ کہ چینی حکومت نے تصفیہ کر لیا تھا۔ کہ اب منگول قوم کو کبھی اس لائق نہ ہونے دینگے۔ کہ وہ اتحاد منگولیا کا مطالبہ کرے۔ اور اپنی قومی انفرادیت کا اعلان کرسکے۔

غرض مکمل ۲ دو سو برس تک منگولیا چین کا غلام رہا۔ اور جو کچھ اس نے چنگیز اور اسکے بعد کے زمانہ میں حاصل کیا تھا۔ دھیرے دھیرے کھو دیا۔

بیسویں صدی:۔ بیسویں صدی کی ابتدا میں منگولیا کی قسمت کا ستارہ پھر چمکا۔ چین میں طوائف الملوکی شروع ہوئی۔ اور شاہی خاندان کی قوتیں ختم ہونے لگیں۔ ۱۹۱۱ء میں چین میں جمہوری حکومت قائم ہوگئی۔

مشرق بعید کے لئے یہ زمانہ بڑی تباہی اور دشواری کا زمانہ تھا۔ کچھ ہی دن ہوئے تھے۔ کہ زار روس جاپان کے ہاتھوں زک اٹھا چکا تھا۔ اور اب وہ یہ چاہتا تھا۔ کہ منگولیا کی طرف اپنا اقتدار بڑھائے چنانچہ بیسویں صدی کے آغاز میں منگولیا کا چین سے صرف سیاسی تعلق رہ گیا تھا۔ تجارتی تعلقات بالکل روس کی جانب منتقل ہوگئے تھے۔ چین جاپان اور روس کی اسی کشمکش نے منگولیا میں قومی جذبہ کو فروغ دیا اور وہاں خودمختاری کی تحریک دوبارہ جڑ پکڑنے لگی۔

جس وقت چین میں انقلاب آیا۔ اور وہاں جمہوری حکومت قائم ہوئی۔ تو منگولیا نے بھی زار روس کی حوصلہ افزائی پر ۱۹۱۱ء میں ایک خودمختار حکومت قائم کرلی۔ یہ برائے نام خودمختار حکومت ۱۹۱۹ء تک قائم رہی۔

۱۹۱۹ء میں روس میں انقلاب آیا۔ اور وہاں مزدوروں اور کسانوں کا اشتراکی راج قائم ہوا۔ اسی درمیان میں جاپانی فوجوں نے منگولیا پر حملہ کر دیا۔ اور وہاں کی آزاد حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اس بار جاپان کو روسی فوج نے شکست دیدی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد ایک چینی جنرل جاپان کی شہ پاکر منگولیا پر قابض ہو گیا۔ اس نے صرف منگولیا کی تسخیر پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ پنچائتی روس کے قریبی علاقوں پر بھی حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔

اُسکے مظالم سے تنگ آکر منگولیا کی وطن پرست جماعت اُسکی حکومت کے خلاف کھڑی ہوگئی۔ اور ۱۰ اپریل ۱۹۲۱ء کو اُنہوں نے پنچایتی رُوس سے فوجی امداد طلب کی۔ جو فوراً دیگئی۔ منگولیا اور سُرخ فوجوں کی قوت متحدہ نے "جنرل انگرن" کی فوج کو شکست دیدی۔ اور اُسے مُلک سے نکال دیا۔

جنرل انگرن گرفتار ہُوا۔ اور اُسے گولی مار دیگئی۔

۱۹۲۴ء وہاں قومی حکومت رہی جس کا صدر لاما تھا۔ ۱۹۲۴ء میں لاما کے انتقال کے بعد وہاں جمہوری حکومت قایم ہُوئی۔ یہ حکومت بیرُونی منگولیا کی عمُومی حکومت کے نام سے یاد کیجاتی ہے۔

منگولیا کے دو حصے ہوگئے ہیں۔ بیرُونی حصہ پر رُوس کا اثر ہے۔ اندرُونی حصہ ابھی تک دستوری اعتبار سے چین کا حصہ ہے۔ لیکن دراصل وہاں چھوٹے چھوٹے خود مختار فوجی جنرلوں کی حکومت ہے جو زیادہ تر جاپان کے وظیفہ خوار ہیں۔

بیرُونی منگولیا کے تعلقات پنچایتی رُوس سے بہت گہرے ہیں۔ حال ہی میں دونوں میں اتحاد باہمی کا ایک معاہدہ ہُوا ہے۔ اور منگولیا کا وزیر خارجہ ماسکو گیا تھا۔

سیاسی اہمیت:۔ مشرق بعید میں منگولیا کو وُہی اہمیت حاصل ہے۔ جو بلجیم کو مغربی یورپ اور آسٹریا کو وسطی یورپ میں حاصل ہے۔ اِن کی سیاسی اہمیت اِن کی جُغرافیائی حیثیت سے مشتق ہے۔ منگولیا کی ایک سمت پنچایتی اشتراکی رُوس ہے۔ دُوسری طرف جاپان کی وظیفہ خوار ریاست مانچوریا اور تیسری طرف چین۔ جاپان اور رُوس کی دُشمنی بڑی پُرانی ہے۔ اور حال میں واقعات کی جو رفتار ہے اُس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ مستقبل قریب میں تعلقات کے زیادہ خوش گوار ہونے کے امکانات نہیں۔ مانچوریا پر جاپان کا قبضہ ہو چکا ہے۔ اور جاپان کو منگولیا اور رُوس کی دوستی خار کی طرح کھٹکتی ہے۔ کیونکہ اِس رفاقت کے معنی یہ ہیں۔ کہ جاپان کی جہانگیری پالیسی مزید مغرب میں نہیں بڑھ سکتی اور اُن کا مسلک تسخیر منگولیا کی جانب قدم نہیں اُٹھا سکتا۔ چار و ناچار اُسے چین کی طرف قدم اُٹھانا پڑیگا۔ مشرق بعید کے حالیہ حادثات اِسکے شاہد ہیں۔

چین کا رویہ مذبذب بھی ہے اور افسوسناک بھی۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ وہاں کسی مضبوط اور با اثر حکومت کا وجود ہی نہیں۔

پیسنیگ کی حکومت جاپان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کینٹن کی حکومت جاپان کی مخالفت پر آمادہ ہُوئی ہے۔ اور اُس نے پیسنیگ کی حکومت کو اعلان نامہ بھیجدیا ہے۔ کہ اُسے لازم ہے۔ کہ وُہ مُلک کی حفاظت میں مل کر کام کرے۔ اور جاپان کے بڑھتے ہُوئے خطرہ سے مُلک کو بچائے۔

اِس وطنی تحریک میں طلباء پیش پیش ہیں۔ اگر اِس وقت چین متحدہ طور پر جاپانی اقدام کا انسداد کرنے پر تیار ہو جائے۔ تو مشرق بعید کے الجھے ہوئے مسائل بڑی حد تک سلجھ جائیں۔ فی الحال تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جاپان چین کے شمالی حصّہ پر اپنا تسلط قائم کرنے پر تُلا ہوا ہے۔ اور چونکہ بیرونی طاقتیں یورپین مسائل میں مصروف ہیں۔ وہ بیرونی مداخلت سے مطمئن ہے ٭

برطانیہ کا زمین دوز گودام

الہ دین کا غار:۔ یہ کہانی جو الف لیلے میں درج ہے مشہور عالم ہو چکی ہے۔ اِس غار میں کسی زمانہ میں دولت کے انبار تھے۔ لیکن موجودہ زمانہ میں "الہ دین کا غار" ہے۔ اور وہ برطانیہ کی بندرگاہ میں واقع ہے۔ یہ زمین دوز مقام کئی بڑے گوداموں کا سلسلہ ہے۔ اور (۳۶۰۰) ایکڑ اراضی گھیرے ہوئے ہے ٭

ایک گودام میں (۱۳۰۰۰) ٹن سیاہ مرچ پڑی ہوئی ہے۔ اور فی ٹن مرچ کی قیمت (۱۲۰) پونڈ ہوتی ہے۔ گودام نمبر ۴ میں بڑے بڑے فولادی دروازوں سے لوگ داخل ہوتے ہیں۔ اِس میں ہر قسم اور ہر سائز کے ہاتھی دانت بھرے ہوئے ہیں۔ اِن میں سے زیادہ تر افریقہ کے دلالی علاقہ سے لائے گئے ہیں۔ اور ایک جوڑا ہاتھی دانت کا جو ممباسہ سے لایا گیا ہے۔ وہ طول میں ۹ فٹ ۸ انچ ہے۔ اور اس کا وزن (۱۶۷) پونڈ ہے۔ ایک اور ہاتھی دانت جو لمبائی میں کم ہے۔ اُس کا وزن موٹائی کے باعث (۲۳۴) پونڈ ہے ٭

اِس گودام سے چند قدم کے فاصلے پر ایک اور گودام ہے جس میں دنیا بھر کی ادویہ کے صندوق چنے ہوئے ہیں۔ اِس میں مختلف اقسام کے زہر بھی ہیں۔ یہ ادویہ دنیا کے مختلف مقامات سے لائی گئی ہیں۔ ایک اور گودام میں الائچی۔ دھتورہ۔ اور دیگر چیزیں سانپ اور اژدہوں کے زہر اور خون ہے۔ ایک میں مختلف اقسام کے رنگ اور وارنشیں ٹین کے ڈبوں میں بند ہیں۔ اور اُن کے انبار لگے ہوئے ہیں ٭

ایک گودام روغنیات کا ہے۔ اور اُس میں برتنوں۔ بوتلوں۔ پیپوں وغیرہ میں صندل۔ سونف لونگ۔ الائچی۔ لیموں اور دیگر اقسام کے تیل بند ہیں۔ اور لیونڈر اور دیگر خوشبوؤں والی چیزوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض خوشبوئیں جوڑ جانے والی ہیں۔ انہیں روغنیات ملائے

جاتے ہیں۔ اس پر بھی اُن کی خوشبو قائم رہتی ہے +

ایک گودام میں مختلف قسم کی شرابیں ہیں - وہ بوتلوں - ڈراموں اور پیپوں میں بند کیگئی ہیں کام کرنے والوں کے علاوہ جو لوگ اس گودام کے دیکھنے کے لئے جاتے ہیں۔ تو وہاں کی ہوا اور فضا سے ہی نشہ ہو جاتا ہے۔ شرابوں میں شیری - لائم - وسکی - برانڈی - شاچین - رم اور دیگر شرابیں شامل ہیں۔ اُن میں رم جو سب سے سستی ہے۔ اُسکے دس ہزار سے زائد پیپے ہیں جنکی قیمت اندازاً (۵۰۰۰۰۰) پونڈ ہے +

ایک اور گودام عجائبات کا ہے جس میں نہائت قدیم نایاب اور قیمتی چیزیں رکھی گئی ہیں۔ بودھ کی مورتیاں طلسمات - مصر - لونبیا - اسریہ - خالدیہ - ہتی - روم - یونان - چین - ایران - ہندوستان کی نادرات قرینہ سے رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں سے بعض مورتیں بعض زیورات ہیں بعض سکے - بعض تمغے - عقاب کے پر مشہور پینٹنگ - برتن اور دیگر اشیاء ہیں +

اسی گودام کے ایک حصہ میں اور اشیاء بھی ہیں - جو مختلف اقسام کی ہیں - اور ان میں سے بعض قسم کی مجموعی قیمت (۸۰۰۰۰۰) پونڈ ہے +

اگر اس غار کے تمام گوداموں کی تمام اشیاء کا اندازہ کیا جائے۔ تو وہ اربوں پونڈ کی ہیں - اور دولت کے لحاظ سے اُس سے کئی سو گنا زیادہ ہیں جتنی دولت کہ الہ دین کے غار میں تھی - لیکن عام لوگوں کو اس غار کے حالات (یعنی برطانیہ کا زمین دوز گودام) معلوم نہیں لیکن جو لوگ اُن کی سیر کر چکے ہیں - وہ اُس دولت کا سرسری طور پر بھی اندازہ لگانے سے قاصر ہیں - اس غار کی حفاظت پر بہت لوگ تعینات ہیں - اور اُن کے فرائض نہائت دشوار قسم کے ہیں +

پالکی اور بگھی کی دوڑ۔ بگھی مات کھا گئی

کہار کے چودھریوں کو راجہ کا خطاب

(نواب آصف الدولہ کے زمانے کا واقعہ)

مرزا "یحییٰ" عرف مرزا "امانی" نواب آصف الدولہ بہادر فرمانروائے اودھ کا زمانہ حکومت حاتم ثانی کا زمانہ تھا۔ سخاوت - مروت - قدردانی اس سلطنت کے جوہر تھے۔ پھر لطف یہ تھا۔ کہ نواب تعصب مذہبی سے پاک تھا - اور دربار میں ہر ملت و مذہب کے لوگ ایک نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ سخاوت کا یہ عالم تھا۔

کہ ہزاروں اِنسانوں کو مالا مال کر دیا ۔

شاہی فیاضیوں کا ایک نمونہ اور ملاحظہ کیجئے :۔ سُرجی کہار جو کم سنی سے نواب آصف الدّولہ کے دربار میں خدمت گار تھا۔ اپنی دیانت داری اور نیک نفسی سے شاہی کہاروں میں نوکر ہو گیا۔ جب نواب ہوا خوری کو بوچے پر سوار ہوتے۔ تو یہ سواری اُٹھاتا تھا۔ اور محل میں جتنے کہار تھے۔ سب کا چودھری بھی تھا کہاروں کی تنخواہ اُسکے ہاتھ سے تقسیم ہوتی تھی۔ کہاروں کی وردیاں اور نکنسیاں اِسی کی رائے سے بنتی تھیں۔ نوّاب کا خیر خواہ تھا۔ اِسی وجہ سے نوّاب اُسے اِنعامات سے سرفراز فرمایا کرتے تھے۔ اُس زمانے میں پالکی اور بوچے کا اِسقدر رواج تھا۔ کہ گھر گھر کہار نوکر تھے۔ یہانتک کہ "جان چیری" صاحب ریذیڈنٹ بھی پالکی میں سوار ہو کر نوابصاحب کے دربار میں تشریف لاتے تھے۔ حالانکہ خاصے کی بگھی بھی مُوجود تھی ۔

ایک دن "جان چیری" صاحب ریذیڈنٹ نے نواب سے کہا۔ حضور آجکل ہماری ولائت میں بگھیوں کا بُہت رواج ہے۔ نئی نئی قسم کی بگھیاں ولائت سے آتی ہیں۔ مَیں نے بھی ایک بگھی ولائت سے منگوئی ہے۔ اور اُس میں گھوڑوں کی جوڑی نہائت نفیس جوتی ہے۔ سوار ہوتے ہی گھوڑے ہوا ہو جاتے ہیں۔ پالکی اگرچہ عمدہ سواری ہے۔ مگر وُہ لُطف کہاں۔ ایک تو آمدرفت میں بُہت کم وقت صَرف ہوتا ہے۔ دوسر کہاروں کے کندھے محفوظ رہتے ہیں۔ تیسرے یہ بات کہ جتنا آرام بگھی میں ملتا ہے۔ پالکی میں مُیسّر نہیں۔ پھر بگھی کو پالکی ہزار کوشش سے بھی نہیں پا سکتی ۔

نوّاب نے فرمایا۔ کیا بگھی پالکی سے تیز جاتی ہے ؟ ریذیڈنٹ بہادر نے کہا۔ حضور زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جتنی دیر میں بگھی کوس بھر جائے۔ پالکی چار قدم بھی طے نہیں کر سکتی۔ نوّاب نے سُرجی کہار کی طرف دیکھا۔ اُس نے ہاتھ باندھ کر "ریذیڈنٹ" بہادر سے عرض کیا۔ حضور جیسے گھوڑے بعض اَڑیل ٹٹو اور بعض تیز رَفتار ہوتے ہیں۔ اِسی طرح کہاروں کی بھی سات قومیں ہیں۔ جو اچھّی قدم کے کہار ہیں۔ اُنکی سواری بگھی سے چار قدم آگے جاتی ہے۔ اور پیٹ کا پانی تک نہیں ہلتا۔ پاؤں کے چاپ کی آواز آتی ہے۔ اور اِتنا آرام ملتا ہے۔ کہ اکثر سواری پالکی پر سو جاتی ہے۔ بگھی کی کھڑکھڑاہٹ۔ گھوڑونکی ٹاپوں کی آواز۔ سڑک کی ناہمواری کے ہچکولے اچھے خاصے تندرُست آدمی کو بیمار ڈال دیتے ہیں ۔

ریذیڈنٹ بہادر نے فرمایا اچھّا ایک بات بتاؤ۔ تم نوّاب کا بوچہ ہماری بگھی کے برابر لیجا سکتے ہو ؟ سُرجی نے جواب دیا۔ نوّاب کے اِقبال سے اُمید ہے۔ کہ دو کوس تک تو بگھی سے چار قدم آگے بوچہ ہوگا۔ زیادہ شیخی غلام نہیں مارتا ! ۔

ریذیڈنٹ نے فرمایا۔ یہ تو تم ہنسنے کی بات کہتے ہو۔ گھوڑے کے برابر آدمی نہیں جا سکتا۔ شائد تم نے اچھے گھوڑے نہیں دیکھے +

سُرجی نے عرض کیا۔ فدوی نے سب کچھ دیکھا ہے۔ عربی گھوڑے کہار کے قدم کو نہیں پا سکتے ! +

ریذیڈنٹ نے کہا۔ اچھا ہماری بگھی کو ایک دفعہ دیکھ لو۔ اسکے بعد فیصلہ کرنا +

سُرجی نے کہا۔ حضور میں نواب کی بدولت کیا کچھ نہیں دیکھا۔ آپ کو یقین نہیں آتا۔ تو ایکدن بگھی اور بوچہ کو ساتھ چھوڑ کر خدا کی قدرت ملاحظہ فرمائیے +

ریذیڈنٹ بہت ہنسے۔ نواب سے عرض کیا۔ دل لگی تو ہے۔ ایک حضور بوچے پر سوار ہوں۔ اور میں بگھی پر دونو کا مقابلہ ہو جائے۔ نواب نے تجاہل عارفانہ سے کہا۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ کہار بچارے گھوڑے کو نہیں پا سکتے +

سُرجی نے کہا۔ حضور ایک دفعہ آزمائش ہو جائے +

نواب نے کہا۔ اگر تم رہ گئے تو کیا سزا ؟

اُس نے کہا۔ جو چور کی سزا۔ وہ میری سزا +

نواب نے کہا۔ کہ دوشنبہ کو "درمینے" کے میدان میں جو سڑک ہے۔ اُس پر دونو کا امتحان ہو جائے۔ کیونکہ اس زمانہ میں تمام لکھنؤ میں گلیاں تھیں۔ صرف ایک ہی سڑک تھی جسپر بگھی جا سکتی تھی +

نواب کی غرض شاید اس مقابلہ سے یہ بھی ہو۔ کہ اس امتحان میں سُرجی ناکامیاب ہوگا۔ اسی خیال سے نواب نے ریذیڈنٹ کے جانے کے بعد سُرجی سے کہا۔ یہ کیا حماقت تھی۔ سُرجی نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ حضور آپ خود دیکھ لیجئے گا۔ کہ آپ کا غلام کیا رنگ دکھاتا ہے۔ آپ کے اقبال سے فدوی کو کامیابی ہوگی۔ اور اگر مٹی ہوئی۔ تو شہر میں کسی کو منہ نہ دکھاؤں گا +

نواب نے کہا۔ تم تو شہر سے منہ کالا کر کے چلے جاؤ گے ہمیں کیسی شرمندگی ہوگی +

اُس نے کہا۔ شرمندگی ہوگی۔ آپ کے دشمنوں کو۔ شرمندگی ہوگی آپ کے بدخواہوں کو۔ اگر زندہ بچا تو حضور کو شرمندگی نہ ہوگی۔ اور جو آپ پر سے تصدق ہوگیا تو مجبوری ہے +

نواب نے کہا۔ سُرجی میرے سر کی قسم۔ اگر کچھ اس امتحان میں جان جوکھم ہو۔ تو میں ابھی ریذیڈنٹ صاحب کو لکھ دوں کہ ہمیں ایسا مقابلہ منظور نہیں +

سُرجی نے کہا۔ حضور دیکھئے تو کیا ہوتا ہے ؟

دوڑ کا میدان صرف ایک کوس مقرر ہوا۔ راستے سے ڈھیلے کنکر ہٹا دیئے گئے۔ سُرخی بچھائی۔ اور

پالے کے نشان کا ایک پتھر لگایا گیا +

سُرجی نے اپنی مدد کے واسطے آٹھ کہار مقرر کئے۔ اور آدھ آدھ میل پر اُن کو متعین کیا۔ پیر کے روز ۹ بجے صاحب ریذیڈنٹ بہادر اپنی بگھی پر اُسی میدان میں تشریف لائے +

تھوڑی دیر کے بعد نواب کی سواری برآمد ہوئی +

سُرجی ایک میل کے فاصلہ پر دُوسرے کے ساتھ کھڑا ہُوا۔ نواب کا بوچہ گاڑی کے برابر رکھا گیا۔ بوچہ کو دُوسرے کہاروں نے بسم اللہ کہکر اُٹھایا۔ صاحب کی گاڑی روانہ ہوئی۔ اُسی کے ساتھ ساتھ کہار بھی دوڑنے لگے۔ آدھ کوس تک برابر گھوڑوں کے قدم بہ قدم رہے۔ اِسکے بعد سُرجی اور دوسرے کہار نے کندھا بدلوایا اور ہوا ہوگیا +

صاحب نے ہر چند گھوڑے کو شسکارا۔ مگر وہ آگے نہ نکلے۔ سُرجی آگے آگے رہا۔ اور پالے کے نشان پر پہونچکر کہاروں نے سب سے پہلے بسم اللہ کہکر سواری رکھدی +

تماشائیوں میں واہ واہ کا غل مچ گیا +

ریذیڈنٹ بہادر کو نہایت حیرت ہوئی۔ اور بادشاہ کو سلام کرتے ہوئے اپنی کوٹھی کو چلے گئے۔ نواب خوش اپنے دولت کدہ پر واپس آئے۔ اور اس خدمت کے صلے میں سُرجی کو راجہ کا خطاب دیا۔ اور گھوڑے ہاتھی اور جھالردار پالکی اور رسالہ دیکر سرفراز فرمایا +

اُس نے پانچ سَو سواروں کا ایک رسالہ تیار کیا۔ سُرخ پگڑیاں۔ زانوتک کوٹ جن میں سبز سنجاف لگی تھی۔ اور مشروع کے پاجامہ کی اُن کو وردی پہنائی +

نواب نے اُس کے مصارف کے لئے معقول تنخواہ مقرر کی۔ کہاروں نے اُسکی پالکی اُٹھانے سے اِنکار کیا۔ مگر سُرجی نے اپنی دانائی سے رضامند کر لیا +

دُوسرے دِن ریذیڈنٹ بہادر نے اِنعام دیا۔ اور خدمت کے صلہ میں اب سُرجی کہار کا نام "راجہ سُورج نرائن" ہوگیا۔ مگر سرکاری عُہدہ داروں نے خطاب ملنے پر خُوشی کا اِظہار نہیں کیا۔ بلکہ حسد سے "راجہ جھرا" کہتے تھے۔ آخر یہی نام مشہور ہُوا +



اُٹھ گیا پردہ دُوئی کا درمیاں سے دیکھ لے
اب تری تصویر میں ہُوں تُو میری تصویر ہے

نہایت دلچسپ اعداد و شمار

ہندوستان میں بیماری اور موت کی گرم بازاری

ہندوستان کی آبادی ۳۵ کروڑ ۳۰- لاکھ آبادی ہے- جس میں سے
۳۶- لاکھ ۱۷- ہزار ۲۰۰- اشخاص کو رات کے وقت نظر نہیں آتا +
ایک کروڑ ۳۰- لاکھ ۹۶ ہزار ۳۰۰ پیشاب کی بیماریوں میں مبتلا ہیں +
۱۴- ہزار کوڑھی ہیں +
۱۵- لاکھ ۵۳ ہزار ۲۰۰- آدمی پھیپھڑے خراب ہو جانیکے باعث سل و دق کے بیمار ہیں +
۶- لاکھ ۳۵ ہزار ۴۰۰- آدمی اور قسم کے دق میں مبتلا ہیں +
۲- لاکھ- ۸۲- ہزار ۴۰۰- آدمی دیوانے ہیں +
۳- لاکھ ۱۷- ہزار- ۷۰۰ لوگوں میں مختلف اقسام کے دماغی نقائص ہیں +
۱۹- لاکھ ۱۴- ہزار ۵۰۰- اندھے ہیں +

گورنمنٹ آف انڈیا کے ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے کمشنر "رسل" نے ہندوستانیوں کی صحت کے متعلق ۱۹۳۲ء کی رپورٹ حال میں شائع کی ہے- اس رپورٹ کے پڑھنے سے ہندوستانیوں کی قابل رحم حالت ان کی جہالت اور ان کی بیماریوں کی ہولناک تصویریں آنکھوں کے سامنے آتی ہیں +

سب سے پہلے کرنل "رسل" نے بچوں کی شرح اموات کا ذکر کیا ہے- اور گزشتہ چھ برس کے اعداد درج کرکے کرنل رسل اس نتیجہ پر پہونچے ہیں- کہ بچوں کی شرح اموات میں کمی نہیں ہو رہی ہے +

ایک سال سے کم عمر کے بچے ہر سال ساڑھے سترہ لاکھ کی تعداد میں بے وقت مر جاتے ہیں- اتنی بڑی تعداد میں فی سینکڑہ ۴۵- ایسے تھے- جن کی عمر پانچ سال سے کم تھی- اور سو میں سے پچاس سے زیادہ دس سال کے اندر کی عمر والے تھے +

یہ تو ہوئی بچوں کی تعداد اموات- اب چھوت کی بیماریوں میں مبتلا ہو کر موت کے منہ میں سما جانے والے ہندوستانیوں کی اموات پر غور کیجئے:-

چیچک اور ملیریا یہ دو بیماریاں ایسی ہیں- جن کی پیدائش کے اسباب کو دور کیا جا سکتا ہے- ان چھوت کی بیماریوں کا دارومدار بہت کچھ پبلک ہیلتھ اور صفائی پر ہے- لیکن اس بدنصیب ملک میں

سرکاری مردم شماری کے مطابق بھی سال مذکور میں ۲½ لاکھ آدمی ہیضہ۔ پلیگ۔ چیچک سے اور دس لاکھ آدمی ملیریا سے مرے +

رپورٹ میں ایک اور مسئلہ پر غور کیا گیا ہے۔ یعنی ہندوستانیوں کی بڑھتی ہوئی شرح پیدائش اور اُن کی خوراک +

۱۹۳۳ء میں کل تعداد پیدائش ۹ کروڑ ستر لاکھ اور تعداد اموات ۶ کروڑ دس لاکھ تھی۔ فی میل کے حساب سے شرح پیدائش ۳۵،۵ - اور شرح اموات ۲۲،۴ تھی۔ کرنل رسل کا قیاس ہے۔ کہ اسوقت ہندوستان کی کل آبادی اندازاً ۳۷،۱ کروڑ ہوگی +

آپ کا بیان ہے کہ ۱۹۴۱ء میں جب ہندوستان کی اگلی مردم شماری ہوگی۔ اُسوقت اِس ملک کی آبادی چالیس کروڑ سے بڑھ جائیگی۔ اِس بڑھتی ہوئی آبادی اور اِسکی غذا کی بہم رسانی کے متعلق لکھتے ہوئے آپ کہتے ہیں:-

برٹش ہندوستان میں کل زمین ۶۶ کروڑ ۷۰ لاکھ ایکڑ ہے جس میں اِسوقت صرف ۲۳ کروڑ ایکڑ جوتی اور بوئی جاتی ہے۔ یعنی بمشکل چھ آدمی ۴۔ ایکڑ زمین کاشت کرتے ہیں +

کرۂ ارض کا کل رقبہ ۱۹۔ کروڑ ۷۰ لاکھ مربع میل ہے جس میں ۷۲ فیصدی سمندر ہے۔ اور ۲۸ فیصدی یعنی کوئی ۵½ کروڑ مربع میل خشکی۔ اِس رقبہ میں بھی جھیل اور دریا اور ریگستان شامل ہیں یعنی آدمیوں کے بسنے کے لئے اِس سے بھی کم رقبہ ہے +

دُنیا کی آبادی کا تخمینہ کوئی ۲۔ ارب ۷ کروڑ ۳۰۔ لاکھ نفوس۔ یعنی ایک مربع میل پر کوئی چالیس آدمی +

مختلف براعظموں کا حال اِس حیثیت سے جدا جدا ہے۔ مثلاً یورپ سب سے گھنا آباد ہے۔ اِس میں ایک مربع میل پر حساب سے ۹۲۔ آدمی آتے ہیں +

اِس کے بعد ایشیا میں ایک مربع میل پر ۶۷ کا حساب پھیلتا ہے +

دُوسرے براعظم اِن سے پیچھے ہیں +

شمالی امریکہ میں فی مربع میل ۱۹-۲۰- آدمی بستے ہیں۔ افریقہ اور جنوبی امریکہ میں ۱۲- آدمی فی مربع میل - آسٹریلیا اور اوشنیا میں ۳ شخص فی مربع میل +

مُلکوں کا حال ذیل کے اعداد سے ظاہر ہوگا:-

نام ملک	اشخاص فی مربع میل	نام ملک	اشخاص فی مربع میل
بلجیم	۷۰۰	ہنگری	۲۴۱
انگلستان و ویلز	۶۸۴	پولینڈ	۲۲۱
ندرلینڈ	۶۵۹	ڈنمارک	۲۲۰
جاپان	۴۴۹	آسٹریا	۲۰۸
جرمنی	۳۶۳	فرانس	۱۹۶
اٹلی	۳۵۶	ہندوستان	۱۹۵
چین	۲۹۹	پرتگال	۱۹۲
چکوسلادیہ	۲۷۱	بلغاریہ	۱۵۲
سوستان	۲۵۵	یوگوسلاویہ	۱۴۵

ذیل کے نقشوں سے دنیا کی ۹ سلطنتوں کے رقبہ اور آبادی اور حکمران ملک کے رقبہ اور آبادی کے تناسب روشن ہو جائینگے

سلطنتوں کا رقبہ اور آبادی

سلطنت	دنیا کے رقبہ کا فیصد	دنیا کی آبادی کا فیصد کس قدر	آبادی فی مربع میل
۱ برطانوی	۲۵٫۲	۲۳٫۹	۲۸٫۱
۲ روس	۱۵٫۹	۸	۲۰٫۱
۳ فرانس	۸٫۹	۵	۲۲٫۷
۴ امریکہ	۷٫۲	۶٫۶	۳۶٫۹
۵ اطالوی	۱٫۹	۲٫۱	۴۵٫۴
۶ بلجیم	۱۱٫۸	٫۸۵	۱۹٫۱
۷ پرتگیزی	۱٫۶	٫۷۶	۱۸٫۵
۸ ولندیزی	۱٫۵	۳٫۳۴	۸۶٫۵
۹ جاپانی	۱٫۴	۶٫۲۶	۱۷۹٫۴

ہندوستان سے مالوں کی برآمد کی قیمت ۱۹۳۲-۳۳ء میں ۱۷۶ کروڑ تھی ٭

ہندوستان میں بیرونی مال کی درآمد کی قیمت ۱۹۳۲-۳۳ء میں ۱۶۲ کروڑ تھی ٭

درآمدی مال میں ۲۶ فیصدی سوت اور سوتی کپڑا ہوتا ہے۔ ۸ فیصدی مشینری اور کارخانوں کی اشیا ہیں۔ ۸ فیصدی دھات اور دھاتوں کی مصنوعات ہیں۔ ۶ فیصدی تیل ہے۔ ۳۰ فیصدی ریشم ٭

دلچسپ سائنٹفک نوٹ

جاپان کے ایک ڈاکٹر "نوگوستی" جنہیں ماہر حیاتیات کہنا چاہیئے۔ اُنہوں نے پندرہ سال کے پیہم تجربات کے بعد یہ راز دریافت کرلیا ہے۔ کہ انسان کی رنگت بھی تبدیل ہو سکتی ہے۔ اب گویا کالی کالی زرد اور بھوسلی قومیں ولائتی گوروں کی طرح گوری چٹی بن جائینگی۔ اِس نظریئے کی بنیاد غدود ضبط اور برقی تغذیہ پر مبنی ہے۔ ڈاکٹر موصوف کا بیان ہے کہ مستقبل قریب میں وُہ نہ صرف رنگ کو سفید کرسکینگے۔ بلکہ پستہ قد جاپانیوں کو طویل القامت انسانوں کی شکل میں بھی تبدیل کر دینگے۔

"بلڈ پریشر" یعنی فشارِ خون اُس حالت کا نام ہے۔ جب قلب اپنے وظیفے کی انجام دہی سے قاصر رہتا ہے۔ اور جسم کی ہر شریان اور ہر ورید میں تازہ خون نہیں پہونچ سکتا۔ جو پھیپھڑوں سے اوکسیجن حاصل کرتا ہے۔ فشارِ خون بلند بھی ہو سکتا ہے۔ اور پست بھی ہو سکتا ہے۔ فشارِ خون سے وُہ قوت مُراد ہے جس سے خون نالیوں کے اندرونی جانب عمل کرتا ہے۔ جب خون نالیوں کے اِس جال سے گزرتا ہے۔ تو غلیظ خون کو بہت کچھ مزاحمت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مزاحمت اِسقدر زبردست ہوتی ہے۔ کہ خون از خود نالیوں میں دورہ نہیں کرسکتا لیکن قلب میں وُہ قوت رکھی گئی ہے۔ کہ خون پمپ کر کے شرائین میں پہونچا دیتی ہے۔

اِنسانوں کا فشارِ خون اِسطرح دریافت کیا جاتا ہے۔ کہ بازو پر ایک لچکدار کل لپیٹ دی جاتی ہے۔ پھر اُس میں ہوا بھر دی جاتی ہے۔ پھر غور سے فشارِ خون دیکھا جاتا ہے۔ طبعی فشارِ خون پارے سے قریبًا ۱۲۰ ملی میٹر کے مساوی مانا جاتا ہے۔

اِس سلسلہ میں ڈاکٹر "الوریز" اور ڈاکٹر "سٹینسل" نے یہ معلوم کرنا چاہا ہے۔ کہ خاص حالات میں کسی گردے کے فشارِ خون کا کیا حال ہوتا ہے۔ چنانچہ کیلیفورنیا کے ایک قید خانے میں قیدیوں کے فشارِ خون کا مطالعہ کیا۔ تو اُن کے تجربات کا ماحصل یہ ہے کہ ہر شخص کے لئے ایک طبعی فشارِ خون ہوتا ہے۔ اگر ۲۰ برس کی عمر میں کسی شخص کا فشارِ خون زیادہ ہوتا۔ تو چالیس سال کی عمر میں بھی اُس کا فشارِ خون زیادہ ہوگا۔ اُن کے نزدیک طبعی فشارِ خون کی پست ترحد ۹۰ ملی میٹر پارہ ہے۔ بلند ترحد ۱۴۰ ہے طبعی فشارِ خون اُن کے نزدیک ۱۱۵ ہے۔ اُنکے نزدیک اُلکحل فشارِ خون پر اثر انداز نہیں ہوتا لیکن وُہ خیال کرتے ہیں۔ کہ تماکو سے فشارِ خون کوئی ۴ ملی میٹر بڑھ جاتا ہے

بقائے شباب کے لئے یورپ کے اطبا بڑی دلچسپی لے رہے ہیں۔ محققین کا خیال ہے۔ کہ جسم انسانی کی رطوبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جس طریقے سے خون کی تحلیل کیمیاوی کی جاتی ہے۔ اُسی طریقے سے اُنہیں گھٹایا بڑھایا جا سکتا ہے۔ اسی اصول کی بنا پر ایسے مریضوں کی عمر بڑھائی جا سکے گی۔ جو مرض "اوریما" میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ یہ مرض جسم میں رطوبت زائدہ کے جمع ہونے سے پیدا ہوتا ہے لیکن چونکہ رطوبت اُنہیں اسباب سے جمع ہوتی ہیں۔ جن سے قبل ازوقت آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اس لئے مرض "اوریما" کے علاج کا قابل اطمینان طریقہ معلوم ہو جائیگا۔ پھر اسی اصول کی بنیاد پر قبل ازوقت بڑھاپے کا علاج بھی ہو سکیگا +

بقائے شباب کے لئے اسوقت یورپ کے اطبا کے سامنے دو چیزیں پیش نظر ہیں۔ ایک غدود کا استعمال یا غدود سے پیوند لگانا۔ دوم رطوبات کے ذریعہ سے بڑھاپے کو روکنا اور جوانی کو قائم رکھنا۔ جہاں یورپ اسقدر ترقی کر رہا ہے۔ وہاں مشرق کے اطبا ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں۔ اور وہ سوائے تقلید کے اور کچھ نہیں جانتے۔ بلکہ سچ پوچھیئے۔ تو تقلید بھی نہیں کر سکتے +

غدودوں کے رس اور جوہر حبوب کی شکل میں بازار میں آ گئے۔ جو عورتوں کے لئے علیحدہ اور مردوں کے لئے علیحدہ ہیں۔ اُن کا نظریہ بھی وہی ہے جو غدود سے شباب کو قائم رکھنے کا ہے +

کبھی مشرقی اطبا نے اس چیز کو بھی سوچا تھا۔ کہ یہ اصول اُن کی بعض کتابوں میں موجود ہے۔ یورپ ترقی کرتے کرتے ایسے اصولوں کا موجد بن جاتا ہے۔ اور مشرقی اطبا اپنے ذہن اور تخیل سے کھو بیٹھتے ہیں +

"واگ بھٹ" ایک قدیم سنسکرت کتاب ہے۔ اُسکے صفحہ (۱۱۵۷) پر ایک نسخہ شباب جاودانی کا لکھا ہے۔ اُسکے الفاظ کا مطلب یہ ہے:۔

"بکرے کے خصیئے کے ساتھ دودھ سے کالے تلوں کو بار بار بھاونا دیں۔ اُن تلوں کو جو شخص کھانڈ ملا کر کھاتا ہے۔ اُس میں جماع کی قوت بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ ہر مرتبہ پہلے جماع کا سا حظ حاصل کرتا ہے" +

اس نسخے کے بنیادی نظریئے پر ایک نظر غائر ڈالئے۔ بکرے کے خصیئے ہیں۔ جن کا ایکسٹریکٹ یوں حاصل کیا ہے۔ کہ اُنہیں دودھ میں پکایا ہے۔ تاکہ اُن کا رس دودھ میں آ جائے۔ پھر اُس دودھ میں کالے تلوں کو بھگو دیا ہے۔ جو دودھ کو پی جاتے ہیں۔ پھر دوسری بار تازہ دودھ لیکر اس میں بکرے کے خصیئے پکائے جاتے ہیں۔ اور پھر اُس دودھ میں اُنہیں تلوں کو سہ بارہ بھگو کر خشک کر لیا جاتا ہے۔ یہ عمل دو دو بار یا زیادہ بار کرنے کے بعد یہ تل کھلائے جاتے ہیں۔ جن سے انسان میں جوانی کی سی اُمنگ پیدا ہو جاتی ہے +

کیا اِس نُسخہ میں خُصیہ کا رس استعمال نہیں کیا گیا۔ یہ نُسخہ آج سے دو ہزار سال پہلے کا ہے۔ اب اگر آلات اور سائنس نے ترقی کر لی۔ تو اِس نُسخہ میں مُناسب تغیر و تبدل سے کام لیا جا سکتا ہے۔ مندرجہ بالا نُسخہ میں یہ خرابی ہے۔ کہ شاید اِس سے بُو آنے لگے۔ یا برسات میں دوا بگڑ جائے۔ لیکن اگر وِلائتی طریقہ پر اِس نُسخہ کو تیار کیا جائے۔ تو ایک مجرب ٹانک ہاتھ لگ سکتا ہے +

مندرجہ بالا تحقیق کے بعد ہماری نظر سے ایک اور دلچسپ تحریر گذری۔ جو ہندوستان کے ایک اُردو روزنامے میں شائع ہُوئی ہے۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

" ایک جرمن کیمیا دان نے نئی خوراک دریافت کر لی ہے "

" ہیلڈ برگ " کے جرمن کیمسٹ " کاسپر سچمیٹ " نے سالہا سال کی محنت کے بعد پتہ لگایا ہے۔ کہ بنولے کے پھوک (کھلی) میں جو تیل نکالے جانے کے بعد بچ رہتی ہے۔ ایک قسم کی بینظیر انسانی خوراک پائی جاتی ہے۔ اِس کیمسٹ نے ایک طریقہ ایجاد کیا ہے۔ جسکی وجہ سے اِس کھلی کو ایسی شئے میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ یہ خوراک بہت کچھ صحت بخش ہوتی ہے +

اُس کیمیا دان کی ریسرچ نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ ایسی کھلی کا نصف حصّہ خالص انڈے کی سفیدی ہوتا ہے۔ جس سے جسم کی خوب پرورش ہوتی ہے۔ باقی ماندہ حصّہ میں بھی بہت سی " فاسفورک ایسڈ " اور " ایلومینیم سالٹ " ہوتے ہیں۔ اور ان میں اِسقدر " وِٹامن " ہوتی ہے۔ جسقدر کہ نارنجی۔ لیموں۔ کیلہ اور کھجور میں بھی نہیں ہوتی +

جرمن کیمسٹ نے اِس خوراک کا نام بنولہ خوراک یا " فلوریڈا ایلومن " رکھا ہے۔ یہ بیحد ارزان ہوگی۔ کیونکہ تیل نکالے جانے کے بعد بنولے کی کھلی فضول شئے سمجھ کر پھینک دی جاتی ہے +

زمانہ جنگ کے دوران میں امریکہ میں کوشش کی گئی تھی۔ کہ بنولے کے آٹے کو گندم کی بجائے روٹی کے طور پر استعمال کیا جائے +

اِس پیداوار کو پہلے ہی کامیابی کے ساتھ مصر میں فروغ دے دیا گیا ہے۔ جہاں اُسے کافی اور کوکو میں ڈال کر استعمال کیا جاتا ہے +

کیونکہ برٹش انڈیا دُنیا کی روٹی کی بہم رسانی کا ⅓ حصّہ مہیا کرتا ہے۔ لہٰذا جو لوگ موجودہ مُشکلات خوراک کے حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اُن کے لئے یہ ایجاد باعثِ دلچسپی ہوگی۔ اِس سے زیادہ دِل خوش کُن بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ایسے نازک موقعہ پر اِس شئے کو ذریعہ آمدنی بنایا جا سکتا ہے۔ جسے ابتک ردی سمجھ کر پھینک دیا جاتا تھا "+

مندرجہ بالا مضمون سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جرمن کے ایک کیمسٹ کے سر سہرا ہے۔ کہ اُسنے بنولے میں انڈے کی سفیدی۔ فاسفورس اور وٹامن قوتوں کا سُراغ لگایا۔ اور اب بنولے کی گری سے وُہ لوگ ایک مقوّی غذا تیار کرینگے۔ جو ہندوستان بلکہ دُنیا بھر میں فروخت ہُوا کریگی +

لیکن کیسے معلوم ہے۔ کہ ہندوستان کے طبیب بنولے کی گری سفوف مقوّی وممُسکی دواؤں میں صدیوں سے شامل کر رہے ہیں۔ مقوّی معجونوں میں بنولے کی گری کا استعمال ہو رہا ہے۔ اِسکے مرکّبات کا ایک نُسخہ آج سے دس پندرہ سال قبل سے بعض اطبّا کا معمول ہے۔ جسکے اجزا قریباً یہہ ہیں:۔ مغز بنولہ کا آٹا رجو کوٹ کر نکالا گیا ہو۔ ایک پاؤ۔ مغز بادام پانچ تولہ۔ مغز پستہ دو تولہ۔ خستہ خرما دو تولہ ثعلب پانچ تولے۔ موصلی سفید پانچ تولہ۔ اِن تمام کو باریک پیسکر ایک ڈبے میں ڈال لیں۔ اور ایک چمچہ بھر دوا لیکر ایک پاؤ اُبلتے ہُوئے دُودھ میں ملا کر رکھ لیں۔ اور مصری ملا کر چمچہ سے کھالیں +

ہندوستانی اطبّا چونکہ میڈیکل سائنس سے صرف اِسقدر واقف ہیں۔ کہ اُنہیں اجزا اور اُن کے افعال وخواص معلوم ہیں۔ اِسلئے وُہ اُن سے کسی نہ کسی صُورت سے کام لے لیتے ہیں۔ لیکن اُنکے پاس کیمسٹری کا اتنا علم نہیں۔ کہ وُہ یہ بھی بتا سکیں۔ کہ اُن دواؤں یا اجزاؤں میں کون کون سے اجزا ہیں۔ اور یہ دوائیں ایسا فائدہ کیوں کرتی ہیں۔ اِسلئے اُن کی بات کوئی سُننے پر تیار نہیں +

ہمارے خیال میں جبتک ویدوں وغیرہ کو دواؤں کے ضروری اجزاء کے تجزیہ کا علم بھی اطبّا کو نہ سکھلایا جائیگا۔ وُہ مغرب کا مُقابلہ کبھی بھی نہیں کر سکیں گے +

نہ مرنے والے جاندار

اِنسان۔ پرندے۔ درندے۔ سانپ چھپکلیاں اور کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں۔ اور زندگی کے دِن پُورے کرکے مر جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ ہم یہ یقین کرنے لگ گئے ہیں۔ کہ کوئی بھی جاندار ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور جلد یا بدیر موت اُن کی زندگی ختم کر دیتی ہے۔ یہ صرف کسی فرد واحد کا ہی خیال نہیں ہے۔ بلکہ ہم میں سے اکثر زندگی اور موت کے مُتعلق یہی خیال رکھتے ہیں +

بیالوجی کا نکتہ خیال:۔ لیکن بیالوجی کے ایک ماہر کا نکتہ خیال موت کے متعلق مختلف ہے۔ کیونکہ وُہ زندگی کو مختلف طریق سے دیکھتا ہے۔ میں زندگی کے لفظ کو یہاں بیالوجی کی اِصطلاح میں اِستعمال کر رہا ہُوں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ موت بناوٹ اور ترکیب کی ایسی واضح تبدیلیوں کے سلسلہ کا

نام ہے۔ جو کسی فرد واحد کی شخصیت کو ضائع کئے بغیر اسکے اندر واقع ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب وہ نہیں ہے۔ جو کہ ایک شاعر یا فلاسفر لیتا ہے۔ جبکہ وہ کہتا ہے۔ کہ زندگی ایک خوبصورت اور پیچ در پیچ گلی کی مانند ہے ÷

لیکن بیالوجی کے جاننے والے کا زندگی کے متعلق اور ہی نظریہ ہے۔ کیونکہ ہماری نسبت جاندار دنیا کے متعلق اس کا علم زیادہ وسیع ہے۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں۔ کہ آدمی۔ پرندے۔ درندے۔ سانپ اور چھپکلیاں اور کیڑے مکوڑے زندہ رہتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ہمیں اس بات کا بھی ضرور علم ہے۔ کہ باقی حیوانات کا بھی یہی حال ہے۔ ہمارا مشاہدہ بتلاتا ہے۔ کہ بہت سے جاندار اور پودے اسطرح نہیں ہوتے۔ جسطرح انسانوں اور پرندوں کی موت واقع ہوتی ہے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ بعض حیوان لافانی کہلا سکتے ہیں۔ اُن کی زندگیوں کا مطالعہ کرو۔ اور آپ ایمرسن کے اس قول کی تردید کرینگے۔ کہ "ہمارا لافانیت پر بلاوجہ یقین ہے۔" مسٹر "ایمرسن" کے سامنے اپنے قول کے حق میں جو دلائل تھیں۔ اُن سے بہتر دلائل لافانیت کے حق میں پائی جاتی ہیں ÷

موت کیا ہے؟ جب ہم موت کا خیال کرتے ہیں۔ تو ہم یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ کوئی جسم یا فرد یا شخصیت تباہ ہوگئی ہے۔ اگر جسم کا صرف ایک ہی حصہ تباہ ہو۔ تو ہم اس واقعہ کو جزوی موت کا نام دیتے ہیں۔ مثلاً ہمارے اجسام کے زندہ حصے مسلسل طور پر تباہ ہوتے جا رہے ہیں۔ یا تو ان میں تبدیلی آرہی ہے یا شکستہ ہو رہے ہیں۔ تاکہ ہمارا باقی جسم زندہ رہ سکے۔ جب موت مکمل ہو جاتی ہے تو سارا جسم تباہ ہو جاتا ہے۔ گویا ساری کی ساری انفرادیت غائب ہو جاتی ہے ÷

چھوٹے حیوانات کی موت:۔ چھوٹے چھوٹے حیوانوں کی حالت دگرگوں ہے۔ اکیلی (CALL) والا "ایمیبا" ایک جگہ سے دوسری جگہ تک سرکتا ہے۔ اپنی حسب پسند غذا ہضم کرتا ہے۔ اور جسمانی طور پر بڑھتا ہے۔ جب ہم یہ امید کرتے ہیں۔ کہ موت اسے آدبائیگی۔ تو اس جانور کے برابر دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ہر ایک ٹکڑا ایک ایک جانور بن جاتا ہے۔ گویا پرانا ایک جانور اب ۲ دو جانوروں کی شکل میں تبدیل ہوگیا ہے۔ اور وہ بھی صرف اپنے جسم کو تبدیل کرنے سے۔ نوجوان "ایمیبا" زندگی کے اُس دور کو پورا کرتا ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف حرکت کرتا ہے حسب پسند غذا ہضم کرکے پھلتا پھولتا ہے۔ اور پھر نوجوان بننے کے لئے اپنے آپ کو ۲ دو حصوں میں بانٹ دیتا ہے ÷

یہ تبدیلی لامتناہی عرصہ تک جاری رہتی ہے۔ حتیٰ کہ اتفاقیہ اور پر تشدد موت اس کا خاتمہ

کر دیتی ہے +

اسی طرح اور کئی قسم کے جانور ہیں۔ جو کئی نسلوں تک "ایبیا" کی طرح پھلتے پھولتے رہتے ہیں اور آخرکار وہ وقت آجاتا ہے۔ جب وہ اپنی نسل کو جاری رکھنے سے رہ جاتے ہیں۔ اور اس وقت یہ جانور ایسی منزل میں جا پہونچتا ہے۔ جبکہ اُسے اپنی نسل کو جاری رکھنے کے لئے مجامعت کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور نر اور مادہ کا ملاپ شروع ہو جاتا ہے۔ اگر ایسے حیوانوں کو علیحدہ رہنے کے لئے مجبور کیا جائے۔ تو وہ موت کا شکار ہو جاتے ہیں +

بعض حالتوں میں یہ بات ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ ریسرچ سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے۔ کہ اگر اس قسم کے حیوانوں کو مناسب غذا ملتی رہے۔ تو وہ جنسی ملاپ کے بغیر بھی نسل بعد نسل اچھی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اور اپنے ہی بیکار مادہ کے زہر سے بچ سکتے ہیں۔ گویا زندگی کے حالات تبدیل کرنے سے مذکورہ حیوان لافانی زندگی بسر کر سکتے ہیں +

کیا اب بھی ہمارا یہ خیال ہے۔ کہ موت زندگی کا لازمی نتیجہ ہے +

معترض یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ تو صرف سادہ حیوانوں کی بابت ہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ لافانی ہیں +

لیکن ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ارتقا یافتہ حیوان ہیں۔ جو کہ ابدی زندگی بسر کرتے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک اور جانور "کلیوٹمنز" نامی ہے۔ جو کہ ریڑھ دار نسل کا نتیجہ ہے۔ یہ حیوان ہمیشہ بیٹھے رہنے والا بحری جانور ہے۔ جب اسے زیادہ پانی سے نکال کر تھوڑے سے پانی میں رکھا جائے۔ اور غذا نہ دیجائے۔ تو یہ زیادہ بیمار تو ہو جاتا ہے۔ لیکن مرتا نہیں۔ یہ اپنا منہ بند کر لیتا اور سانس لینا چھوڑ دیتا ہے۔ اس سے اس کا حجم کم ہو جاتا ہے۔ اسکے اعضا سادہ ہوتے جاتے ہیں۔ اور آخرکار بالکل بگڑ جاتے ہیں۔ حیوان سر سے پاؤں تک پروٹاز کا مجموعہ بن جاتا ہے۔ یہ مرتا نہیں۔ بلکہ سویا ہوا ہوتا ہے۔ اور جب اسے موافق موقعہ ملتا ہے۔ تو وہ مجموعہ پھیل جاتا ہے۔ پیچیدہ شکل وصورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور اعضا کی شکل وصورت بننے لگ جاتی ہے۔ اُس کا دل حرکت کرنے لگتا ہے اور حیوان پھر زندہ ہو جاتا ہے۔ گو یہ زندہ ہو جاتا ہے لیکن اپنی پہلی انفرادیت حاصل نہیں کرتا۔ کیونکہ اس میں تبدیلی آچکی ہوتی ہے۔ نیا حیوان قد میں چھوٹا ہوتا ہے۔ جسم کے مختلف حصّوں کا تناسب تبدیل ہو چکا ہوتا ہے۔ اور پھیپھڑوں میں بھی تبدیلی آجاتی ہے۔ اور اعضاء مختلف صورت اختیار کر لیتے ہیں +

گو بظاہر موت واقع تو نہیں ہوتی۔ لیکن پھر بھی پرانی انفرادیت ضائع ہو چکی ہوتی ہے۔ اور نئی ظاہر

ہونے لگتی ہے۔ جب وُہ اپنے اصلی حجم کو حاصل کر لیتا ہے۔ تو پھر یہ حیوان دوبارہ مذکورہ طریق میں تبدیلی اختیار کرتا رہتا ہے۔ تبدیلیاں ہوتی جاتی ہیں۔ یہانتک کہ وُہ پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے ۔

کیا ہم اس طریق کا نام موت رکھ سکتے ہیں؟ نہیں! اُن معنوں میں نہیں۔ جن میں ہم عام طور پر اسے دیکھتے ہیں۔ ہم اِسے نیا جنم تو کہہ سکتے ہیں۔ لیکن موت کا نام نہیں دے سکتے ۔

سورج کا اِنسان کی قسمت اور صحت پر اثر

(امریکہ کے سائنسدانوں کی تحقیقات)

کیا سورج کا اِنسان کی قسمت پر کنٹرول ہے۔ کیا اس کا طلوع و غروب اِنسان کی ناکامی یا کامیابی۔ کمزوری یا طاقت کا مُوجب ہے۔ کیا یہ جنگ و جدل کا مُوجب ہے؟ یا مختلف اقوام کے درمیان مصالحت اور خلوصِ دِل کا باعث ہے؟

یہ سوال ہیں۔ جن کی ہارورڈ یونیورسٹی کی جغرافیکل ڈیپارٹمنٹ کے ڈائرکٹر "ہارسن ٹی ٹنٹسن" آجکل تحقیقات کر رہے ہیں۔ اُن کی تھیوری ہے۔ کہ سُورج سے جو بجلی پیدا ہوتی ہے۔ اُس کا اِنسان کے اُن غدود پر اثر پڑتا ہے۔ جن کا تعلق مزاج اور شخصیت سے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر "ٹنٹیسن" کا بیان ہے۔ کہ اگر ایک مکان میں جو بہت عرصہ سے بند پڑا ہو۔ چند اشخاص کو بند رکھا جائے۔ تو اُن پر اسکی ہوا کا جو اثر ہوگا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ سُورج کس حد تک اِنسان کے مزاج اور اُسکی شخصیت پر کنٹرول کرتا ہے۔ اُس مکان کی ہوا نہایت خراب ہوجاتی ہے۔ اور طبیعت پر بوجھ معلوم ہوتی ہے۔ مکان کے اندر داخل ہوتے ہی یہی جی چاہتا ہے۔ کہ تازہ ہوا ملے ۔

لیکن کیمیاوی طور پر اِس ہوا کے اجزا بالکل وُہی ہیں۔ جو باہر کی ہوا کے۔ لیکن طبیعت کو بہت ناگوار گزرتی ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اِس میں وُہ پُر اسرار بجلی نہیں۔ جو تازہ ہوا میں ہے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ سُورج کی روشنی کا اِنسان کے مزاج اور اُسکی شخصیت پر بہت کنٹرول ہے ۔

(۲)

دُنیا کی تمام خوبصورتی اور جملہ مال و متاع آفتاب کے ہی دیئے ہوئے ہیں۔ دُنیا بذات خود آفتاب سے پیدا ہوئی ہے۔ اور اِسی کا ایک جزو ہے۔ صبح کے وقت آفتاب طلوع ہو کر جس وقت اپنی شعاعوں کو پھیلانے لگتا ہے۔ اُس وقت تمام دُنیا میں زندگی آجاتی ہے۔ اور سب بیدار ہوجاتے ہیں۔ آفتاب طلوع ہو رہا ہے صبح ہو رہی ہے۔ کیا دِل خوش کُن وقت ہے۔ آہا! پرندبھی کس طرح خوشی میں محو ہیں۔ کتنی سُریلی آواز سے گا رہے

ہیں۔ درختوں کے پتّے خوش و خرّم معلوم ہوتے ہیں۔ جدھر نگاہ ڈالئے خوشی نظر آ رہی ہے۔ تمام شب جسے تپ چڑھا ہوا تھا۔ صُبح کے وقت اُس کا بُخار بھی ہلکا ہو گیا ہے۔ دُنیا کی زندگی آفتاب ہی ہے۔ آفتاب اپنی کرنوں کے ذریعہ سے زندگی۔ خوشی طاقت اور اَمرت کی بارش کرتا ہے۔ جس درخت یا پودے پر آفتاب کی روشنی نہیں پڑتی۔ وُہ زرد اور کمزور پڑ جاتا ہے۔ وُہی درخت پھُولتا۔ پھلتا اور بڑھتا ہے۔ جس پر آفتاب کی روشنی آزادی سے پڑتی ہے۔ اگر دُنیا میں آفتاب نہ ہوتا۔ تو دُنیا میں اِنسان اور حیوان کی کون کہے ۔

آفتاب کی کرنیں دُنیا کی تمام چیزوں کے لئے مُفید ہیں۔ لیکن ہمارے مُلک کے کتنے امیر۔ رئیس اور تعلیم یافتہ لوگ دُھوپ کو زہر سمجھتے ہیں۔ یہ حضرات دُھوپ سے ویسے ہی ڈرتے ہیں۔ جیسے گائے شیر سے ڈرتی ہے ۔

کتنی بڑی غلطی ہے۔ جو دُھوپ یا آفتاب کی روشنی دُنیا بھر میں رُوح پھُونک دیتی ہے۔ وُہی اِن حضرات کو کاٹتی ہے۔ ذرا سی دُھوپ میں چھاتہ لگا کر چلتے ہیں۔ اِن لوگوں کا خیال ہے۔ کہ دُھوپ لگنے سے بُخار چڑھ جائیگا۔ خیال کے مطابق ہوتا بھی ایسا ہی ہے۔ دُھوپ میں جانے سے جو بُخار چڑھ جاتا ہے۔ اِس کا سبب خوف۔ کم عقلی اور بُرے خیالات ہیں۔ دُھوپ سے خوف کھانا گویا اَمرت سے ڈرنا ہے۔ البتّہ زیادتی کی ممانعت ہر جگہ ہے۔ بلا عادت کے ہر وقت دُھوپ میں رہنا بھی دُرست نہیں ہے۔ یکایک کسی کام کو زیادہ نہیں کرنا چاہئے لیکن آج ہی سے اِس خیال کو ہمیشہ کے واسطے اپنے دِل سے نکال دیجئے۔ کہ دُھوپ کوئی نقصان دینے والی یا زہر ہے۔ آپ کا جسم اِن چیزوں سے نہیں بنا ہے۔ جو دُھوپ میں جانے سے پگھل جاتی ہیں۔ بلکہ اِن چیزوں سے بنا ہے۔ جو دُھوپ میں جانے سے مضبُوط ہوتی ہیں ۔

دُھوپ کی اصلی خُوبی یا اوصاف کو سمجھئے اور اِس سے ڈرنا ترک کر دیجئے۔ بلا اچھی طرح دُھوپ دکھلائے جو دانے رکھ دیئے جاتے ہیں۔ وُہ بگڑ جاتے ہیں۔ اور بونے کے قابل نہیں رہتے۔ جس چیز کو دُھوپ بہت دِنوں تک نہیں لگتی۔ وُہ سڑ جاتی ہے۔ دُھوپ تمام قسم کی خرابیوں کو دُور کر دیتی ہے۔ لہذا ہمیشہ ایسے سایہ دار مقام پر رہنا چاہئے۔ جہاں روشنی اچھی طرح پہونچتی ہو۔ روشنی کے لئے مکانوں میں کھڑکیاں رکھنی چاہئیں۔ جو آدمی تاریکی میں رہتا ہے۔ اُسکی تندرستی کبھی دُرست نہیں رہ سکتی۔ رہنے کی جگہ جتنی کھُلی ہو۔ اُتنا ہی اچھا ہے ۔

صُبح کے وقت اشنان۔ سندھیا۔ پُوجا۔ یا نماز کے بعد آفتاب کے سامنے سیدھا کھڑا ہو جانا چاہئے

دونو ہاتھ بھی سیدھے گھٹنوں کے اوپر لٹکتے رہیں۔ اسطرح کھڑے ہوکر یہ خیال کیجئے۔ کہ آفتاب کی امرت آلودہ کرنیں ہمارے جسم میں داخل ہورہی ہیں۔ اور یہ بھی خیال کیجئے۔ کہ ان کے داخلہ سے ہمارا جسم تندرست پاک۔ صاف اور طاقت ور ہورہا ہے۔ اسطرح خیال کرتے ہوئے تھوڑی دیر تک خاموش۔ بلا حرکت۔ دھوپ کے سامنے کھڑے رہیئے۔ اسکے بعد اُسی مقام پر بہ جانب راست دائیں طرف تین مرتبہ گھومنا چاہیئے۔ گھومتے وقت یہ خیال کیجئے۔ کہ آفتاب کی امرت آلودہ کرنیں ہمارے جسم میں چاروں طرف سے داخل ہورہی ہیں۔ یہ طریقہ جسم کے جملہ امراض حتےٰ کہ تپِ دق کے لئے نہائت مُفید اور فائدہ مند ثابت ہؤا ہے۔ آفتاب کی کرنوں میں امرت رہتا ہے۔ اس سے ہم لوگوں کو فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ دُھوپ سے ڈرنا بڑی بھاری کم عقلی ہے +

آہستہ آہستہ دُھوپ میں نکلنے کی بھی عادت ڈالنی چاہیئے۔ حتیّ الوسع دُھوپ میں چھاتا نہ لگانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ بہت دُھوپ ہے یہ ہم سے برداشت نہ ہوسکیگی۔ یہ خیال ہی دُھوپ کو کڑی بنا دیتا ہے۔ اُس خیال کو ترک کیجئے۔ آپ تیز سے تیز دُھوپ میں بلا چھاتہ کے نکل سکیں گے۔ دُھوپ نہ لگنے سے جسم نازک ہوجاتا ہے۔ دُھوپ نہ لگنے سے جسم کے اعضاء اتنے کمزور ہوجاتے ہیں۔ کہ اُن پر ہر قسم کے امراض بہت جلد حملہ کرسکتے ہیں۔ ایسا جسم بہت جلد مریض بن جاتا ہے۔ جن لوگوں کو دُھوپ میں کام کرنا پڑتا ہے۔ وُہ بہت کم مریض دیکھے گئے ہیں +

اپنی مدد آپ کرو

کہاوت ہے کہ کسی گاڑیبان کا پہیہ مٹی میں پھنس گیا۔ بیلوں نے آگے بڑھنے سے انکار کردیا وہ پریشان ہوکر زمین پر بیٹھ گیا۔ اور آسمان کی طرف مُنہ اُٹھاکر دُعا مانگنے لگا۔ کہ اے سروشکتی مان پرمیشور تیرا ہی سہارا ہے۔ میرے حال پر رحم کرو۔ تاکہ گاڑی کا پہیہ کیچڑ سے نکل آوے +

دیر تک اسی طرح وُہ غمگین شکل بنائے ہاتھ جوڑے وہاں بیٹھا رہا۔ آخر آسمان پر ایک نُورانی شکل نظر آئی۔ اُس نے غصّہ بھرے لہجہ میں اُس آدمی کیطرف کہا:۔ "کم بخت! ایشور نے تو اُسی وقت تیری مدد کی۔ جب تُجھے ہاتھ پاؤں عقل طاقت سب کچھ دیا۔ کیوں نہیں پہیّوں کو اپنا کندھا لگا دیتا۔ ایشور ایشور کی رٹ میں فضول وقت ضائع کررہا ہے" +

دیوتا کی بات سُن کر گاڑیبان کو جوش آیا۔ اور اُس نے اپنی پوری طاقت سے جوئے میں کندھا لگا دیا۔ بیل بھی کھلبلا اُٹھے۔ اور گاڑی فوراً کیچڑ سے باہر نکل کر چلنے لگی۔ اور نُورانی شکل والا دیوتا اُڑ گیا

سچ مچ کامیابی کے لئے ہمت۔ حوصلہ و حرکت کی ضرورت ہے۔ اسکے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ انسان غیر ممکن اور مشکل کا خیال کبھی دل میں نہ آنے دے۔ انسان نے جو کچھ کیا ہے۔ وہ ہر انسان کر سکتا ہے۔ کام کرنیوالے کم گو ہوتے ہیں۔ وہ باتیں نہیں بناتے۔ اُن کو چھتے دار تقریریں نہیں آتیں۔ وہ ہمیشہ استقلال اور ثابت قدمی سے کام کرتے ہیں +

وہ کبھی یہ نہیں کہا کرتے۔ کہ ہم شریف خاندان سے ہیں۔ نہ اپنے بزرگوں کی کہانیاں سُناتے ہیں کام کرنیوالے صرف اپنے کام کی طرف توجہ رکھتے ہیں۔ وہ مدد کی دُعائیں نہیں مانگتے۔ اُن کو نہ کسی کی شکایت سے غرض ہوتی ہے نہ تعریف سے۔ انہیں نہ حاسد کے حسد کا خطرہ نہ رقیب کی رقابت کا ڈر۔ نہ دوست کی ہمدردی کا خیال۔ نہ دشمن کی بدی کی فکر۔ وہ فضول باتوں کی پرواہی نہیں کرتے۔ اُن کا مقصد ہی اُن کے لیئے زندگی اور موت کا سوال ہوتا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ جس کام میں لگ گئے۔ یا تو اُسے کرکے اُٹھیں گے یا مر کے اُٹھیں گے۔ ایسی زبردست قوّت ارادی کے سامنے سارا نظامِ شمسی جُھک جاتا ہے۔ اور کامیابی ایسے آدمیوں کے قدم چومتی ہے +

شخصی ترقی کی حیرت انگیز مثالیں

سر آلیور لاج :- ایک دن کا واقعہ ہے۔ کہ ایک چھوٹے سے لڑکے نے ایک ماہوار رسالہ "انگلش میکنگ" کا ایک پرچہ کہیں پڑا ہوا دیکھ کر اُٹھا لیا۔ اور اُسی وقت سے اُسے سائنس کا شوق پیدا ہوگیا۔ اِس سے پہلے وہ اپنے باپ کے کارخانے میں جہاں برتن بنائے جاتے تھے۔ کام کرتا تھا۔ اسکی تعلیم بہت معمولی تھی۔ لیکن سائنس کا شوق پیدا ہوتے ہی "پینی سائیکلوپیڈیا" کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اور بہت سی معلومات حاصل کرلیں +

اسے ایک موقعہ اور مل گیا۔ تو "حرارت" کے موضوع پر پروفیسر "ٹنڈل" کی تقاریر سُنتا رہا۔ اسکے بعد پھر برتن کے کارخانے میں واپس آگیا۔ ہاتھ سے کام کرتا اور دل میں سائنس دان بننے کی تڑپ کو چھپائے رکھتا تھا۔ خوب محنت کی اور بیس سال کی عمر میں میٹریکولیشن کا امتحان پاس کرلیا۔ اِس کے بعد سائنس کی باقاعدہ تعلیم شروع کی اور اِس علم میں شہرہ آفاق بن گیا +

لاسلکی ایجاد کرنے والوں میں اُس کا نام ممتاز ہے۔ اور سائنس کے ہر شعبے کا امام ہے۔ اسکی خوش قسمتی تھی۔ کہ اُس نے جیتے جی اپنی محنت شاقہ کے عالم گیر نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے +

مسٹر ڈبلیو آر مارس - کاؤلے نام ایک گاؤں تھا۔ اسکے ایک ورکشاپ میں ایک چھوٹا

سا شیڈ تھا۔ جہاں ایک لڑکا ٹوٹی ہوئی بائیسکلوں کی مرمت کیا کرتا تھا۔ بعد میں اُس نے بائیسکل بنانا بھی سیکھ لیا۔ اور اُن کی سواری میں بھی ایسی مہارت حاصل کر لی۔ کہ مقابلہ کی دوڑوں میں بائیسکل چلانے لگا +

اِس کے بعد وُہ کھیل ہی کھیل میں موٹر کار کی ساخت اور مرمّت سیکھنے لگا۔ آکسفورڈ یونیورسٹی میں ایک آدمی نے چھوٹا سا کارخانہ کھولنے کے لئے اُسے کچھ رقم دے دی۔ وَرنہ اِسکے سوائے اور کوئی اُس کا وسیلہ نہ تھا۔ نہ مال و دولت۔ نہ تعلیم تھی۔ اور نہ رسُوخ تھا۔ آج اُسی مقام پر جہاں یہ لڑکا کھیل کُود ہی میں بائیسکلوں اور موٹروں کے پُرزوں کی دیکھ بھال کرتا رہتا تھا۔ اُس کا ایک عظیم الشان ذاتی کارخانہ قائم ہے جس میں ہزاروں آدمی کام کر رہے ہیں +

اِسکے تھوڑے ہی فاصلے پر وُہ پُرانی چھوٹی سی دوکان بھی ہے۔ جہاں اس بڑے کارخانے کا مالک تھوڑی تھوڑی اُجرت پر بائیسکلوں کی مرمّت کیا کرتا تھا۔ اِس کو بادشاہ کی طرف سے "بیرن" کا خطاب عطا ہُوا تھا +

لارڈ ریڈنگ :- ایک جہاز ہندوستان آیا۔ جہاز میں چھوٹے چھوٹے لڑکے مُلازم ہوتے ہیں۔ اِنہی لڑکوں میں ایک لڑکا "ریڈنگ" تھا۔ جو جہاز کے مستول کے سامنے کام کرتا تھا +

یہی لڑکا جب دُوسری مرتبہ ہندوستان آیا۔ تو شاہِ انگلستان کے نام پر ہندوستان پر حکومت کرنیکے لئے آیا۔ اور ہندوستان کا وائسرائے بن کر آیا +

اسکُول میں دِن بھر اسے شرارت سے کام رہتا تھا۔ سبق یاد کرنے کا نام تک نہ لیتا تھا۔ آخر مدرسے سے بھاگ نکلا۔ اور جہاز پر نوکر ہو گیا۔ اور سال بھر وہاں کام کرتا رہا +

اِسکے باوجُود جب پڑھنے لگا۔ تو کامیاب بیرسٹر بن گیا۔ اِنگلستان کا چیف جسٹس بنا۔ واشنگٹن میں سفیر بن کر گیا۔ اور ہندوستان کا وائسرائے بنا +

ایک مرتبہ امریکہ کے ایک آدمی نے ایک دوست کو لارڈ ریڈنگ کا دستخطی فوٹو دِکھا کر کہا۔ کہ اِس شخص نے جو کام بھی کیا۔ اُس میں ہم چشموں میں چشم زدن میں سبقت لے گیا +

اُس نے جواب میں کہا۔ کہ یہ شخص اِبتدا میں "ریڈنگ" ہوگا۔ لیکن اب تو "ریڈنگ۔ رائٹنگ اور ارتھمیٹک" تینوں کا مجموعہ ہے +

یہ لارڈ ریڈنگ کی زندگی کے اُس واقعہ کی طرف اِشارہ ہے جبکہ وُہ اِن تینوں مضمونوں میں اوّل درجہ پر پاس ہُوئے تھے +

مسٹر سی۔ بی کوکرین :- نیویارک کا شہر تھا۔ اور سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ اور یہ لڑکا دھوپ میں شہر کی گلیوں میں اور سڑکوں پر مارا مارا پھر رہا تھا۔ یہانتک کہ اُسکے بُوٹ کا تلا بھی نکل گیا۔ اُوپر سے دُھوپ پڑ رہی تھی۔ اور نیچے سے پاؤں جلنے لگے۔ روزگار کی تلاش تھی۔ ایک جگہ نوکری ملنے کی اُمید تھی۔ لیکن وُہ جگہ بُہت دُور تھی۔ اور پاؤں میں اب جُوتا بھی نہیں +

لیکن جُوں تُوں کر کے منزلِ مقصود پر پہونچا۔ دن ختم ہو چکا تھا۔ خدا خدا کر کے کام ملا۔ اور وُہ بھی یہ کہ دِن بھر دُھوپ میں چلنے کی مُشقت کے بعد رات بھر تماشے میں ایکٹ کرتا تھا۔ تاہم بیچارے کے لئے یہ بڑی نعمت تھی۔ اِسلئے کہ یہیں سے اُس نے تماشہ کا ابتدائی کام سیکھا۔ بعد میں وُہ شکاگو پہونچا۔ تو اُسکے پاس صِرف ایک ڈالر تھا۔ چند دِنوں میں وُہ ختم ہو جاتا۔ فاقہ نہنگ دُور سے مُنہ کھولے بیٹھا تھا۔ اُس بیچارے نے اُس سے بچنے یا اُسے جلد پہونچنے کی دعوت دینے کے لئے جُوا کھیل کر قسمت آزمائی کی۔ اِس میں اُسکی جیت ہو گئی۔ اِس سرمائے سے اُس نے ایک مہینے تک "فونٹین پن" کی تجارت کی + آخر میں وُہ "رچارڈ مینسفیلڈ" کی کمپنی میں "امریکن اورنگ" کے منصب پر پہونچگیا +

مسٹر آرنلڈ بینیٹ :- چھوٹا سا لڑکا کمرے میں بیٹھا کھڑکی سے باہر گاؤں کے سبزہ زار پر اپنے ساتھیوں کو کھیلتے ہوئے للچائی ہُوئی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اُسکے باپ کو اس کا ہو کا لگا رہتا تھا۔ کہ اُسکے بچے کھیل کے وقت میں بھی کام ہی کرتے رہیں۔ اور ہر وقت ان پر اپنی بڑھی ہُوئی اُمنگوں کا اثر ڈالنے کی کوشش کرتا رہتا تھا +

گھر میں مذہبی پابندیاں بھی اُسکی طبیعت پر گراں گزرتی تھیں۔ اور کافی عرصہ وُہ اِس مصیبت سے نالاں رہتا تھا۔ اِنسان آخر انسان ہے۔ اثر قبول کر لیا۔ چھوٹی ہی عمر میں اِسے احساس ہو گیا۔ کہ باپ کے اِرادوں کی قدر کرنی چاہیئے۔ چُنانچہ تعلیم اور گھر کے رسم و رواج میں باپ کے اشارے پر چلنے لگا +

سب سے پہلے وُہ ۲۵ شلنگ ہفتہ وار کے معاوضے پر وکیل کا مُنشی ہُوا۔ فرانسیسی ناولوں کا ماہر ہو جانے اور اخبار کا ایڈیٹر بن جانے کے بعد ادب کا خاص طور پر مُطالعہ کرنے لگا۔ آج وُہ شہرہ آفاق ناول نویس۔ ڈراما نویس اور نقادِ سُخن ہے +

کبھی عُروج میں انساں کبھی زوال میں ہے
فنا میں آتے ہیں نقشے بنے بنائے ہُوئے

روزی پیدا کرنیکے عملی طریقے

سیفٹی ریزر کی تجارت سے آپ مالا مال ہو سکتے ہیں

ہندوستان میں سیفٹی ریزر کے کروڑوں بلیڈ حجامت کرنیکے بعد ہر روز بیکار ہو جاتے ہیں اور ان کو ناکارہ سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ اِسلئے لاکھوں روپوں کے "نئے بلیڈ" غیر ممالک سے آتے رہتے ہیں۔ ہندوستان کے تعلیم یافتہ نوجوان اگر توجہ دیں۔ تو وُہ بالکل معمولی سرمایہ سے خوب مالا مال ہو سکتے ہیں۔ آجتک مُلک نے اِسطرف توجہ نہیں دی +

ہندوستانی کاریگر ڈاکٹروں کے لئے سرجری کے نہائت نفیس اوزار تیار کر رہے ہیں۔ خود لاہور میں ایسے کافی کاریگر ہیں۔ جو کہ اِن قیمتی اوزاروں کو بنا کر مالا مال ہو رہے ہیں۔ تالے بکثرت بن رہے ہیں حالانکہ یہ دونوں کام کافی مُشکل ہیں۔ اِن کے مقابلہ میں "سیفٹی ریزر" کی بناوٹ بہت سادہ ہے۔ اور ایکدن میں ہزاروں بن سکتے ہیں +

یورپ والے سیفٹی ریزر اِسطرح بناتے ہیں۔ کہ پہلے "سیفٹی ریزر" کے ہر پُرزہ کا لکڑی کا پاٹن (ماڈل) بنا لیتے ہیں۔ اِسکے بعد ریت اور شیرہ کا مرکب بنا کر ان سے لکڑی کے ماڈل سے سانچے بنا لیتے ہیں۔ پھر ان سانچوں میں پگھلا ہُوا پیتل بھر دیتے ہیں۔ پھر پُرزوں کو سانچوں سے نکال کر پالش کرنیکے بعد "نکل پلیٹنگ (گلٹ)" کر لیتے ہیں۔ بس "سیفٹی ریزر" تیار ہے۔ کہ جو ہندوستان میں آکر پونے ۲ دو روپے میں بکتا ہے۔ کہ جسکو بنانے پر ۲ دو آنہ کے قریب لاگت آتی ہے۔ یورپ والے جس مندرجہ بالا طریقہ سے "سیفٹی ریزر" بناتے ہیں۔ اِسی طریقہ سے ہندوستانی کاریگر مشینوں کے پُرزے۔ سرجری کا سامان۔ تالے و دیگر چیزیں بناتے ہیں۔ اور اِس ہُنر کے پُورے ماہر ہیں۔ مَیں نے ایسے ایک کاریگر کو اپنا "سیفٹی ریزر" دیا۔ کہ ایسے خود بنا کر لاؤ۔ لکڑی کے پاٹن مَیں نے بڑھئی سے بنوا دیئے تھے۔ دو دِن کے بعد وُہ چھ ۶ عدد "سیفٹی ریزر" بنا کر لے آیا اور کہا۔ کہ اب پاٹن میرے پاس ہیں۔ اگر آپ ایک لاکھ ریزر بنانے کا بھی آرڈر دیں۔ تو مَیں بنا سکتا ہُوں +

لاہور میں "نکل پلیٹنگ" کے بہت کارخانے ہیں۔ وہاں بھیجکر میں نے نکل کرالیا۔ اِسکے بعد خود مجھ کو یہ تمیز کرنا مشکل ہوگیا۔ کہ اِن میں ولائتی کون سا ہے۔ اور دیسی کون سا؟

اِس کام کے لئے کسی بڑے سرمائے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ پانچ چھ سو روپیہ سے کام شروع ہو سکتا ہے۔ اور ہم اپنے مُلک کا لاکھوں روپیہ بچا سکتے ہیں۔ لاہور میں بلیڈ بنانے اور تیز کرنے کی کئی مشینیں جرمن سے آئی ہوئی ہیں۔ جو کہ بلیڈ بناتی ہیں۔ لیکن بلیڈ بنانے کی فولادی پٹی جرمن سے ہی منگا کر اور کاٹ کر بلیڈ بنانے پڑتے ہیں۔ کیونکہ یہ ابھی اپنے ملک میں نہیں بنتی۔ اگر استعمال شدہ بلیڈ کو مشین کے ذریعہ دوبارہ تیز کیا جائے۔ تو بلیڈ کچھ چھوٹا ہو جاتا ہے۔ اِسلئے "سیفٹی ریزر" میں لگانے سے چھوٹا ہونیکے باعث بال نہیں مونڈ سکتا۔ اِسلئے اِن چھوٹے بلیڈوں کے سائز کے ہی اگر "سیفٹی ریزر" بنوائے جائیں۔ اور چار سو روپیہ کی بلیڈ تیز کرنے کی مشین خرید لی جائے۔ تو ہم ہندوستان بھر کے ناکارہ لاکھوں روپیہ کے بلیڈوں کو کارآمد بنا کر دوبارہ اِن سے لاکھوں روپیہ کما سکتے ہیں۔ اگر ہم اعلان کر دیں۔ کہ ایک درجن ناکارہ بلیڈوں کے بدلے ہم دو کارآمد بلیڈ دیتے ہیں۔ تو اِسطرح ہر روز لاکھوں بلیڈ حاصل ہو سکتے ہیں +

اِسلئے مُلک کو چاہئے۔ کہ جن ناکارہ بلیڈوں پر مُلک کا لاکھوں روپیہ صرف ہو چکا ہے۔ اُن کو دوبارہ کارآمد بنا کر دوبارہ وُہی رقم حاصل کیجائے۔ اور "سیفٹی ریزر" جو ہر سال لاکھوں روپوں کے مُلک میں آتے ہیں یہ خود ہندوستان میں ہی بنائے جائیں "سیفٹی ریزر" بنانے کی ہر شہر میں چھوٹی چھوٹی فیکٹریاں کھولی جائیں تاکہ مُلک کے لاکھوں کاریگروں کے لئے کام مُہیا ہو۔ اور تھوڑا سرمایہ لگانے والوں کے لئے روزگار کُھل جائے۔

"سیفٹی ریزر" کی تجارت نہائت پُرمنفعت ہے۔ اسکی ساخت نہائت سادہ ہے۔ اگر میرے ہموطنو کو ایشور ہمّت دے۔ تو دُوسرے مُلکوں کو بھی "سیفٹی ریزر" سستے داموں پر مُہیا کئے جائیں۔ اور اِس معمولی تجارت سے جسطرح یورپ ہر سال کروڑوں روپیہ کماتا ہے۔ ہندوستان بھی کمائے۔ ہندوستان کا کاریگر یورپ کے کاریگر سے کمتر نہیں۔ بشرطیکہ ہمارے مُلک کے تعلیم یافتہ اپنے دماغ سے کام لے کر اپنی نگرانی میں اُن سے مال تیار کرائیں +

بنولہ اور بنولے کا تیل

:- ہندوستان میں کپّاس کے بیج نہائت کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ کہ جس کو اردو میں بنولہ کہتے ہیں۔ اگر اِس کا اُوپر کا چھلکا اُتار کر مغز بنولہ نکال کر باریک پیس لیا جائے۔ اور ہر صُبح اِس کو گھی میں بھون کر اور کھانڈ ملا کر حلوہ بنا کر کھایا جائے تو جسم خُوب موٹا تازہ ہوتا ہے۔ جریان۔ احتلام کا نام ونشان نہیں رہتا۔ اور قوّت باہ کیلئے بیحد مُفید ہے۔

بنولہ ایک روپیہ کا پندرہ سولہ سیر آتا ہے۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ دُنیا کی سب سے زیادہ طاقتور غذا ہندوستان میں کس قدر سستی ہے۔ اگر ہندوستانی بنولوں کا آٹا یا مغز ڈبوں میں پریزرو (محفوظ) کر کے اسکی تجارت کریں۔ تو مالامال ہو سکتے ہیں۔ پرچہ ترکیب میں لکھدیں۔ کہ اِس کو دُودھ یا پانی میں پکا کر اور میٹھا مِلا کر ہر صُبح کھانے سے آپ اپنے جسم میں خوب طاقت پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ کیا مذاق ہے۔ کہ غیر مُلک والے گیہوں اور جو کوٹ بیسکٹ ڈبوں میں بند کر کے مُختلف ناموں سے ہندوستان میں ہر سال لاکھوں کے بیچ لیتے ہیں۔ کیا ہندوستانیوں کے لئے ایسا کرنا مُشکل ہے؟ آپ بنولوں کے مغز اسطرح غیر ممالک میں بھیجکر تجارت کریں۔ مَیں آج بنولوں کو پہلی دفعہ پبلک کے روبرو بطور قیمتی چیز کے پیش کرتا ہُوں۔ میرے مُلک کے نوجوان اِس سے خوب روزی کما سکتے ہیں۔ گائے بھینس کو اگر بنولے کھلائے جائیں۔ تو اُن کا دُودھ اور مکھن بہت بڑھ جاتا ہے۔ اور یہ تجربہ شُدہ بات ہے۔ بنولہ مویشیوں کے لئے بہترین غذا ہے۔ ہر مویشی کو کُوٹا ہُوا دو سیر بنولہ اور ایک سیر چنے کا موٹا پسا ہُوا آٹا صُبح اور شام کو دیا جائے۔ تو مویشی تندرست رہنے کے علاوہ خوب دودھ دیتا ہے۔ کہ جسمیں مکھن کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے +

بنولہ اور چنے کا آٹا بارہ گھنٹہ تک تھوڑے پانی میں بھگونے کے بعد مویشی کو کھلانا چاہئے۔ اگر مُلک کے نوجوان مندرجہ بالا تناسب سے بنولہ اور چنوں کے آٹا کو ملا کر اور مویشیوں کی خوراک کے نام سے اسکی تجارت کریں۔ تو اِس سے بھی کافی فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ اور بیکاروں کے لئے جہاں روزگار نکل آتا ہے۔ وہاں مُلک کے مویشیوں کے دُودھ اور مکھن میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ مویشیوں کے لئے بنولہ آبحیات ہے +

کیونکہ **بنولہ** مُلک میں ضرورت سے زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ اسلئے تیل نکالنے والی مِلوں نے اب **بنولے کا تیل** نکالنا بھی شروع کر دیا ہے۔ جو کہ ایک روپیہ کا پانچ سیر کے قریب آجاتا ہے۔ پنجاب میں لاہور۔ امرتسر۔ جڑانوالہ۔ لائل پور اور سرگودھا کی مِلیں بکثرت بنولے کا تیل نکال رہی ہیں۔ دیسی صابن عموماً سرسوں یا تل کے تیل سے بنتا ہے۔ اور یہ تیل روپیہ کا زیادہ سے زیادہ چار سیر آتا ہے۔ اسلئے دیسی صابن بھی روپیہ کا تین چار سیر سے زیادہ نہیں ملتا +

لیکن میرے ہموطنوں کو علم ہونا چاہئے۔ کہ بنولہ کے تیل سے دیسی صابن ویسا ہی عمدہ بنتا ہے جیسا کہ تل یا سرسوں کے تیل سے بنتا ہے +

اسلئے نوجوانوں کو چاہئے۔ کہ وہ بنولہ کے تیل سے بیحد سستا اور نہایت اعلیٰ صابن تیار کر کے اسکی تجارت کریں۔ کیونکہ اِس میں زیادہ نفع کی گنجائش ہے۔ اور دُوسرے صابن اسکے سستا ہونے

کے باعث مقابلہ نہیں کرسکتے رہیں اپنی تصنیف کردہ "صنعت وحرفت کے راز" نامی کتاب میں ہر قسم کے صابن بنانے کے طریقے درج کرچکا ہوں) بنولہ کا تیل "بناسپتی گھی" بنانے کے کام بھی آتا ہے۔ اور چراغوں میں بھی تیل کا کام دیتا ہے +

پنجاب کے ہوشیار دوکاندار بنولے کے تیل کو سرسوں یا تلوں کے تیل میں بھی آمیزش کرتے ہیں۔ بنولہ کا تیل سُرخی مائل ہوا کرتا ہے۔ بمرنگانے کے خوشبودار تیل بنانے والوں میں سے بعض سستا تیل بنانے کے لئے وائٹ آئل اور بنولے کا تیل ہموزن ملاکر اور اس میں رنگ اور خوشبو ملاکر خوب نفع کماتے ہیں۔ کیونکہ "بنولہ کا تیل" اور "وائٹ آئل" (بغیر بو کے مٹی کا تیل) دونوں میں بو نہیں ہوتی۔ اسلئے اِن میں خوشبو خوب بستی ہے۔ جرمن والے اب مغز بنولہ سے آٹا بنانے میں مصروف ہیں۔ آپ اپنے ملک کے حقیر بنولہ سے اپنی روزی بخوبی کما سکتے ہیں۔ اسلئے نوجوانوں کو اس کی طرف بھی متوجہ ہونا چاہیئے۔ ہم اس حقیر بنولہ کو اپنے مویشیوں کو کھلاکر بنولہ کو مکھن اور گھی کی شکل میں حاصل کرسکتے ہیں۔ افسوس ملک کی کس قدر قیمتی پیداوار ہے۔ کہ جسکی طرف ابھی توجہ ہی نہیں دیگئی۔ حالانکہ یہ ہی بنولہ ہم کو روزی دے سکتا ہے +

آلو میں دولت

:- ہمارے ملک میں آلو صرف کھانے کے کام ہی آتے ہیں۔ حالانکہ یورپ والے آلو سے سینگ جیسے بٹن۔ شراب اور سرکہ بناتے ہیں۔ اور شکر قندی سے کھانڈ تیار کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں آلو کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور موسم پر دو تین پیسے سیر مل جاتے ہیں۔ ہم کو بھی چاہیئے۔ کہ آلوؤں سے قیمتی چیزیں تیار کریں۔ آلو میں بہت زیادہ غذائیت ہے اور بطور خوراک کے ہم اسکو استعمال کرسکتے ہیں۔ میں اسپر مفصل پھر کبھی لکھونگا۔ آج میں اس سے براہ راست روزی کمانے کا ایک طریقہ لکھتا ہوں +

بڑے شہروں میں آلوؤں کو اُبال کر اور پھر پیسکر۔ اور ٹکیاں بناکر اور توے کو گھی سے چکنا کرکے اسپر ٹکیوں کو پکاکر بیچتے ہیں۔ اور اس کا رواج عام ہے +

لیکن اس سے بھی زیادہ بے حد لذیذ ایسے دوکاندار اپنی آلو کی ٹکیاں بناکر اپنی آمدن خوب بڑھا سکتے ہیں۔ اور ہوٹلوں کے مالک اپنی آمدن میں بھاری اضافہ کرسکتے ہیں۔ اور گرہستی اپنے گھروں میں بنا اس کا لطف اُٹھا سکتے ہیں +

پیاز ایک پاؤ۔ اور لہسن کی پھانکیں چھ ۶ عدد۔ دونوں کو چھیل کر حسب ذائقہ نمک اور سرخ مرچ

ملا کر کونڈی ڈنڈے سے خوب رگڑ لیں۔ تاکہ بالکل باریک ہو جائیں۔ پھر ایک سیر آلو پانی میں اُبال کر اوپر کا چھلکا اُتار دیں۔ اور آلوؤں کو ہاتھ سے مل کر آٹا سا کر دیں۔ پھر ان آلوؤں کے گودے کو بھی پیاز وغیرہ کے ساتھ کونڈی ڈنڈے سے خوب رگڑ لیں۔ تاکہ تمام چیزیں یک جان ہو جائیں۔ اب اِنکی ٹکیاں بنا کر تھالی میں رکھ دیں۔ پھر سوکھی ہوئی ڈبل روٹی کو باریک پیس کر یہ چورا ٹکیوں کے چاروں طرف لگا دیں۔ پھر توے کو گھی سے چکنا کر دیں۔ لیکن زیادہ گھی نہ ڈالیں۔ ورنہ ٹکیاں ٹوٹ جائینگی آگ پر توے کو رکھدیں۔ اور ٹکیاں توے پر ڈال کر سینکیں۔ جب ایک طرف سُرخ ہو جائے۔ تو پلٹ دیں۔ جب توا خشک ہونے لگے۔ تب پھر توے کو چکنا کر دیں۔ جب ٹکیاں سُرخ ہو جائیں۔ تب زیادہ گھی ڈال سکتے ہیں۔ کیونکہ اب ٹوٹنے کا اندیشہ نہیں۔ ٹکیوں کو چھری سے الٹ پلٹ کرنا چاہئے۔ چمچہ سے ٹوٹ جائیں گی +

یہ ٹکیاں کھانے میں ازحد لذیذ ہونگی۔ اور جو ایک دفعہ کھائیگا۔ وہ ہمیشہ ہی اِن کو طلب کریگا۔ ان ٹکیوں کو چٹنی کے ساتھ کھانا چاہئے۔ اگر ایک پیسہ کی ایک ٹکیہ بھی دیجائے۔ تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کافی بچت ہے۔ گھی تو محض برائے نام ہی خرچ ہوتا ہے۔ محض اِن ٹکیوں کی بدولت ہی ایک آدمی تیس چالیس روپیہ ماہوار کما سکتا ہے۔ ملازمت کی ذلت کی نسبت یہ کام بُرا نہیں۔ اور بیکاری کی نسبت یہ روزگار اچھا ہے۔ میرے ملک کے نوجوان اگر چاہیں۔ تو آلوؤں کی ٹکیاں۔ چپس بنا کر بخوبی روزی پیدا کر سکتے ہیں۔ چپس یعنی آلوؤں کے ورق بنانے کی سیدھی سادی مشین ایک دو روپیہ میں مل جاتی ہے۔ آلو کے ورقوں کو پاپڑ کی طرح گھی میں تل لیا جاتا ہے۔ انگریزی ہوٹلوں میں چپس کی ایک پلیٹ تین چار آنہ میں آتی ہے۔ حالانکہ ایک سیر آلوؤں کی چار پانچ پلیٹ بنتی ہیں +

بی اے پاس کھٹ بنا

دیکھئے وہ بُن رہا ہے چارپائی کھٹ بنا
جو کماتا ہے مڈل پاسوں کی نسبت دس گنا

آٹھ دن سے کھٹ بُننے کی تھی تلاش و جستجو
ڈھونڈتے پھرتے تھے اسکو میرے نوکر کو بہ کو

ایک مدت سے شکستہ ہو گئے تھے چھ پلنگ
نوکروں میں ان دنوں ہی تھی اِسپر خوب جنگ

ایک کہتا تھا نہ سوؤنگا میں ٹوٹی کھاٹ پر
دوسرا کہتا کہ اچھا جا کے سو رہ ٹاٹ پر

تنگ آکر میں نے آخر کار سب سے کہہ دیا
ختم اِس جھگڑے کو کر ڈالو بلا کر کھٹ بنا

تھے تلاش و جستجو میں سب مُلازم ہم ردیف
ایک ہفتہ میں کہیں جا کر ملے ذاتِ شریف

خیر یہ تو ایک معمولی گھریلو بات ہے
اِس سے میرا مُدّعا اِس بات کا اثبات ہے

ایک بی۔اے یا کہ کوئی میٹرک درکار ہو
دیکھئے درخواستوں کی کس قدر بھرمار ہو

اور مِڈل پاسوں کی کثرت کی تو کچھ کہئے نہیں
ہو گئی ہے تنگ اِن آفت کے ماروں پر زمیں

پھر ادھوری اور یہ ناقص پڑھائی کس لئے؟
لازمی تعلیم کی ہرسُو دہائی کس لئے؟

لازمی تعلیم ہو تو لازمی صنعت بھی ہو
ہو اگر شُد بُد تو اسکے ساتھ کچھ حرفت بھی ہو

واقعہ یہ ہے کہ مجھ سے بے پڑھا یہ کھٹ بُنا
تین چہرہ دار شاہی ایکدن میں لے گیا

آٹھ آنے فی عدد سے کم یہ وُہ راضی نہ تھا
چھ پلنگ اِک دِن میں بُنکر اپنے گھر چلتا بنا

ہے مِڈل پاسوں کی تنخواہ آٹھ یا دس ماہوار
کھٹ بُنا دِنمیں کما لیتا ہے سکّے تین چار

کیجئے انصاف دِل ہی میں تو کیوں شرمائیے
اب مِڈل پاس اچھا ہے یا کھٹ بُنا فرمائیے

نمکین بسکٹ بنانیکی تجویز:- گھی پاؤ سیر۔ شکّر ایک چھٹانک۔ نمک سوا آٹھ ماشہ۔ گیہوں کا میدہ سیر بھر۔ گھی اور شکّر اور نمک پھر میدہ مِلا کر خوب پھینٹیں۔ پھر جتنا بڑا بسکٹ بنانا ہو۔ اُتنا بڑا بیلن سے بیل کر اسی طرح پتر پر رکھکر تنور میں رکھیں۔ اِس کے لئے تاؤ آگ کا زیادہ ہونا چاہیئے۔

اچار کشمش:- کشمش ایک سیر۔ عرق لیموں ڈیڑھ سیر۔ زیرہ سیاہ ۲۵ تولہ۔ مرچ سیاہ ۳ تولہ۔ الائچی کلاں دو تولہ۔ شکّر سفید ایک پاؤ۔ اوّل کشمش کو گرم پانی سے دھو کر عرق لیموں میں ڈال دیں۔ بعد میں نمک لاہوری پانچ تولہ اور باقی سب مصالحہ کوٹ کر معہ شکر کے ڈالیں اور دو روز بعد استعمال کریں۔

چٹنی آم:- کچے آم پانچ سیر۔ چھوہارہ ایک چھٹانک۔ کشمش ایک چھٹانک۔ مرچ سرخ ایک چھٹانک۔ عرق نعناع ۲½ چھٹانک۔ کھانڈ عمدہ ۱۲ چھٹانک۔ پہلے آموں کو خوب چھیل کر گھیا کس میں کس کر لچھا بنا لیں۔ چھوہارہ اور ادرک کو صاف کر کے قتلے کر لیں۔ اور پانی سے دھو کر دھوپ میں خشک کر لیں۔ تمام مصالحہ پہلے عرق نعناع میں ڈال دیویں۔ اگلی

صُبح کو سب مصالحہ بمعہ آم کے گچھے کے چولھے پر پکا دیں۔ جب آم کا گچھا گل جائے۔ تو اُتار لیں۔ اور کھانڈ کی چاشنی بنا کر اس میں ملا دیں۔ اور پھر امرت بان میں رکھ لیں۔ اور استعمال کریں +

ناریل کے ریشے کی رسیاں

جنوبی ہند میں ناریل کی صنعت اس خطے کی اہم ترین صنعتوں میں سے ہے۔ وہاں یہ گھریلو صنعت بھی ہے۔ اور کارخانوں کی صنعت بھی +

گھریلو صنعت کی حیثیت میں یہ اُن لاکھوں انسانوں کی معیشت کفالت کرتی ہے۔ جو سمندر کے کنارے کے مقامات میں آباد ہیں۔ اس صنعت کا ناریل کی کاشت سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ کیونکہ ناریل کے خول کے ریشے حاصل کرنیکے بعد ہی ناریل کے سلسلے میں قدم اُٹھایا جا سکتا ہے +

ناریل کے ریشے سے اسقدر چیزیں بن جانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ کسی قدر نرم بھی ہوتا ہے۔ اور لچکدار بھی۔ اور پانی کے عمل کو بھی برداشت کر سکتا ہے۔ اسی سبب سے اس سے رسیاں وغیرہ بہ آسانی تیار ہو سکتی ہیں +

ہندوستان کے صنعتی حلقوں میں ناریل کے ریشے کی صنعت کو "کوائر انڈسٹری" کہتے ہیں۔ اسکے تین مدارج تھے (۱) ریشے جمع کرنا (۲) ان کو صاف کرنا (۳) اور اُنکی رسیاں بٹنا۔ اور چٹائیاں وغیرہ بنانا +

ریشے ناریل کے کھپروں سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ کہ ناریل کے کھپرے قلیل قیمت پر فروخت ہو جاتے تھے۔ لوگ باگ انہیں ایندھن بنا ڈالتے۔ یہ صرف اب سے چند سال پہلے کی بات ہے۔ کہ ناریل کے کھپرے ریشے حاصل کئے جانے کے لئے عمدہ قیمت پانے لگے۔ صرف سات برس ہوئے ہیں۔ جب سے ناریل کے ریشوں کی صنعت نے فروغ پایا ہے۔ اور اسکی ساختہ چٹائیاں اور فرش وغیرہ بکثرت استعمال ہونے لگے ہیں +

جُوں جُوں زمانہ گزرتا گیا۔ غیر ممالک میں بھی اس صنعت کا شہرہ ہوتا گیا۔ اور رفتہ رفتہ وہاں بھی ناریل کے ریشوں کی ساختہ اشیا کی مانگ بڑھنے لگی۔ اب ان گاؤں میں جہاں پہلے لوگ ناریل کے کھپرے جلا ڈالتے تھے۔ اُن کو بہ حفاظت جمع کیا جاتا ہے۔ اور اہل صنعت اُنہیں معقول داموں پر حاصل کرتے ہیں تاکہ کھپروں کے ریشے جُدا کر کے کام میں لائے جا سکیں +

ایک تجربہ کار اور ماہر آدمی کو کھپروں سے ریشے جدا کرتے دیکھنا بڑا دلچسپ نظارہ ہوتا ہے۔ کسی جگہ

ایک سخت لکڑی کا تختہ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ یا تیز دھار کا لوہا گاڑ دیا جاتا ہے۔ ناریل کے بیرے کو اُس لوہے کے ساتھ رگڑ کر ریشہ جدا کر لیا جاتا ہے۔ لوہے کا وُہ حصّہ جو دھاردار ہوتا ہے۔ ناریل کے کھپرے اور ریشے کے درمیان گھس کر اسے کھپرے سے اسی طرح جُدا کر دیتا ہے۔ جسطرح بالوں کو نائی کا اُسترہ سِروں سے جُدا کر دیتا ہے +

تجربہ کار آدمی آٹھ گھنٹے میں تقریبًا ڈیڑھ سو ناریلوں کے ریشے جدا کر سکتا ہے۔ بعض ایسے مشّاق بھی ہوتے ہیں۔ کہ وُہ دس گھنٹوں کی محنت سے تین سو ناریلوں کے ریشے جُدا کر لیتے ہیں +

ریشے کو بہت حفاظت سے رکھا جاتا ہے۔ بالعموم جسقدر جلد ممکن ہو۔ جمع کر کے ریشوں کی ساری مقدار اُس جگہ بھیجدی جاتی ہے۔ جہاں اسکی صفائی ہوتی ہے۔ تاکہ فورًا پانی میں بھگو دیا جائے۔ اور فورًا پانی میں بھگونے کا بندوبست نہ کیا جائے۔ تو وُہ خشک ہو جاتا ہے۔ اور استعمال کے بعد اس کا رنگ مستقلاً بھورا ہو جاتا ہے جس سے ساختہ شے کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔ ریشے کو پانی میں بھگونا اتنا ضروری ہے۔ کہ بعض لوگ کھپرے سے جُدا ہونے کا بھی انتظار نہیں کرتے۔ بلکہ ناریل کو خریدتے ہی (جبکہ وُہ تازہ تازہ درخت سے ٹوٹ کر آیا ہوتا ہے) پانی میں بھگو دیتے ہیں۔ اور بعد کو جب ریشہ خوب تر ہوتا ہے۔ اُسے کھپرے سے جُدا کئے جانے کا بندوبست کرتے ہیں +

اب ریشہ کی صفائی کا مسئلہ آتا ہے۔ تقریبًا سال بھر تک پانی میں رکھنے کے بعد اِس کو پانی سے نکالتے ہیں۔ اور اب اس سے باریک ریشے حاصل کرتے ہیں۔ یہ باریک ریشہ کاک کے سے ایک مادے کے نیچے چھپا ہوتا ہے۔ اور بہت ہی نرم ہوتا ہے۔ مگر جُوں جُوں ہوا لگتی ہے سخت ہوتا جاتا ہے۔ ابتدا میں اس کا رنگ مٹیالا ہوتا ہے۔ مگر خشک ہونے کے ساتھ ساتھ سیاہ پڑ جاتا ہے۔ اور ناقابلِ شکست ہو جاتا ہے۔ عمومًا کوشش یہ کیجاتی ہے کہ نرم ریشہ جسے ہم اب اندرونی ریشہ کہیں گے۔ کوئی مستقل رنگ اختیار نہ کر سکے۔ گویا بازار میں اسکے اچھّے دام اس حالت میں اُٹھ سکتے ہیں۔ جب خریدنے والے کو یقین اور اطمینان ہو جائے۔ کہ اس پر حسب منشا آسانی سے رنگ چڑھایا جا سکیگا +

ٹراونکور اور ہندوستان کے مغربی ساحل کے صنّاع اندرونی ریشے کو کوئی مستقل رنگ اختیار کرنے سے باز رکھنے میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ اور اس وجہ سے ان دونوں جگہ کا ریشہ بہت مشہور اور قابلِ اعتماد ہے +

سُنا یہ گیا ہے۔ کہ وُہ لوگ کوئی خاص ترکیب یا مرکب استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ اِن دونوں جگہوں کے پانیوں میں کچھ ایسا اثر ہے۔ کہ جب سال بھر تک پانی میں بھیگا رہنے کے بعد ریشے کو نکالا جاتا ہے تو

تو اس سے اندرونی ریشہ فوراً جدا ہو جاتا ہے۔ اور خشک ہو جانے کے بعد بھی کوئی مستقل رنگ اختیار
نہیں کرتا۔ البتہ اتنا ضرور ہے۔ کہ اس سے ایک سال کے دوران میں جبکہ ریشہ پانی میں بھیگا ہوتا ہے
پانی کو گاہ بگاہ بدل دیا جاتا ہے ÷

جو ریشہ گرمی کے موسم میں پانی میں بھگویا جائے۔ وہ اس ریشے کی بہ نسبت جلد تیار ہو جاتا ہے
جو موسم برسات میں پانی میں ڈالا جاتا ہے۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ پانی کے کھار اور فضا کی حدت
سے ریشے پر بڑا گہرا اثر پڑتا ہے ÷

اندرونی ریشہ حاصل کر لینے کے بعد اسے ایک گول سنگین مڈھی پر رکھکر لکڑی کے ایک مضبوط
لٹھ سے خوب کوٹتے پیٹتے ہیں۔ اس دوران میں غیر ضروری اجزا نکل جاتے ہیں۔ اور ناریل کا خالص
ریشہ رہ جاتا ہے۔ یہ کام عموماً عورتوں اور بچوں سے لیا جاتا ہے۔ ایک عورت ایک دن میں کافی ریشہ
صاف کر لیتی ہے ÷

صاف ہو جانیکے بعد ریشہ بنائی کے لئے جاتا ہے۔ بنائی کا عمل اسطرح شروع ہوتا ہے۔ کہ کئی کئی
ہفتہ تک ریشے کے انباروں کو دھوپ میں سوکھنے دیتے ہیں۔ جب وہ خوب اچھی طرح خشک ہو جاتے ہیں
تو لکڑیوں سے اسطرح اچھال اچھال کر پھیلا دیتے ہیں۔ جسطرح گیلی گھانس کو دھوپ دکھانے کے لئے
پھیلاتے ہیں۔ پھر ایک مشین سے جسمیں کنگھی کے سے دانتے ہوتے ہیں۔ اس میں کنگھی کی جاتی ہے۔ اس سے
ریشے اور بھی صاف ہو جاتے ہیں ÷

اب بنے جانے کا مرحلہ درپیش ہے۔ بعض مقامات پر ہاتھ سے بھی چٹائیاں وغیرہ بنتے ہیں۔ اس صورت
میں کنگھی مشین سے صفائی کرنیکی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر بنائی کے وقت ہلکی ہلکی ہوا سرسرا رہی ہو۔ تو بنائی
کے کام میں آسانی ہو جاتی ہے ÷

اگر پہیوں سے بننا ہو۔ تو اس غرض کے لئے دو پہیئے درکار ہوتے ہیں۔ اور تین آدمی کام کرنیوالے ہوتے
ہیں۔ ہر بافندہ (کام کرنیوالا) ریشے کا ایک بنڈل اپنی بغل میں لیتا ہے۔ اور ایک پہیئے سے دوسرے پہیئے
تک چلا جاتا ہے۔ اس سے ریشے کی رسی کا دل موٹا ہو جاتا ہے ÷

اس تمام اثناء میں پہیئے برابر چلتے رہتے ہیں۔ ایک مزدور بیٹھا انہیں چلائے جاتا ہے۔ جب پچاس ساٹھ
یا اسی فیٹ کی رسی تیار ہو جاتی ہے۔ تو اس کا سرا ایک پہیئے سے باندھ دیا جاتا ہے۔ دوسرے پہیئے کی
گردش روک دی جاتی ہے۔ اور جس پہیئے سے رسی کو باندھ دیا گیا ہے۔ اسے حرکت دی جاتی ہے۔ اور
ایک مثلث کی وضع کا لکڑی کا ٹکڑا رسیوں کے درمیان رکھدیا جاتا ہے۔ تاکہ گل جھٹیاں نہ پڑ جائیں

ہاتھ سے بٹی ہوئی اور مشین سے تیار کی ہوئی رسیوں میں یہ فرق ہے۔ کہ اوّل الذکر نرم اور ہموار ہوتی ہے مشین کی بٹی ہوئی رسّی نہ اسقدر نرم ہوتی ہے۔ اور نہ اتنی ہموار۔ یہ صحیح ہے۔ کہ مشین سے ہاتھ کی بہ نسبت زیادہ رسّی بٹی جاتی ہے +

لیکن یہ بات قابلِ لحاظ ہے۔ کہ مشینی صنعت تمام تر سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں ہے۔ اور ہاتھ کی بٹائی ایک گھریلو صنعت ہے +

ہیکٹوگراف

گھر کے اندر ایک چھوٹا سا چھاپہ خانہ

جب ایک ہی عبارت کے بہت سے خطوط باہر بھیجنے ہوں۔ یا کسی چیز کی صرف چند کاپیاں درکار ہو۔ تو "پرنٹنگ پریس" تک دوڑنے کی بجائے آپ گھر بیٹھے ہی "ہیکٹوگراف کی مدد سے یہ کام کر سکتے ہیں۔ "ہیکٹوگراف" بالکل معمولی لاگت سے تیار ہو جاتا ہے۔ اور اسکے اوپر چھاپنے میں کسی اوزار وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ بیکار لوگ چند آنے کی لاگت سے بہت سے "ہیکٹوگراف تیار کر کے اسکو اصل سے بیس پچیس گنی قیمت پر بیچ سکتے ہیں۔ اس کے بنانے کا طریقہ ذیل میں درج ہے :-

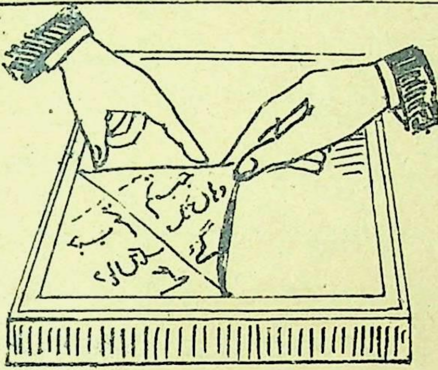
دو اونس "جیلی ٹین" (GELATINE) کے ٹکڑے ایک بڑے برتن میں رات کو بھگو دیں۔ صبح تک یہ چیز گل کر پھول جائیگی۔ آدھی چھٹانک نمک کو قریباً ایک سیر پانی میں حل کریں اور اُس پانی کے اوپر کسی برتن میں آدھ پاؤ "گلیسرین" قریباً دو سو درجہ حرارت "فارن ہیٹ" تک گرم کریں۔ اب "جیلی ٹین سے تمام پانی نکال کر اس "جیلی ٹین" کو ہولے ہولے گرم گرم گلیسرین میں ڈالتے جائیں۔ اور حرارت باقاعدہ پہونچاتے رہیں۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک اس مکسچر کو گرم کریں۔ اسکے بعد لونگ کے تیل کے تقریباً بیس قطرے اندر ڈالدیں۔ اس تیل کی وجہ سے "ہیکٹوگراف" کبھی خراب نہ ہوگا +

اب جتنا بڑا "ہیکٹوگراف" بنانا درکار ہو۔ اُتنا بڑا لکڑی کا ایک فریم بنوالیں۔ یا کسی ٹین کے پرانے ڈبے کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اس فریم میں ہولے ہولے یہ گرم مادہ ڈالدیں۔ اور ڈالتے وقت خیال رکھیں۔ کہ کوئی بلبلے وغیرہ تو پیدا نہیں ہوتے۔ جب فریم سرے تک بھر جاوے۔ تو کسی محفوظ جگہ پر مٹی وغیرہ سے بچا کر اس چیز کو ٹھنڈا ہونے دیں +

ٹھنڈا ہونے پر یہ چیز جم کر بالکل سخت ہو جائیگی +

جس عبارت کی کاپیاں چاہیں۔ اُس عبارت کو کسی نئی نب سے ایک خاص قسم کی سیاہی سے

(جس کا فارمولا نیچے درج ہے) لکھ کر "ہیکٹوگراف" کو پانی سے گیلا کر کے اُسکے اُوپر اُلٹا رکھدیں۔ اور کاغذ کو ہولے ہولے اُوپر سے دبا دیں۔ ایک منٹ پڑا رہنے کے بعد اُس کاغذ کو اُٹھالیں۔ اور اب دُوسرے کاغذ رکھ کر اور ذرا اُوپر سے دبا کر جتنی کاپیاں درکار ہوں لے سکتے ہیں۔ جیسا کہ تصویر میں دکھایا گیا ہے:۔



تمام کاپیاں چھاپ کر "ہیکٹوگراف" کو پانی سے دھو کر خشک کرلیں۔ اِسکے بعد آپ کسی اور عبارت کی کاپیاں نکال سکتے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے استعمال کیساتھ یہ کھردرا ہو جائے۔ تو دوبارہ نمک کے پانی کے اُوپر گرم کرکے اور ٹھنڈا ہونے دینے سے یہ نقص دُور کیا جاسکتا ہے۔

"ہیکٹوگراف" کی خاص سیاہی جس کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اِس طریقہ سے بنائی جاسکتی ہے:۔

کالی

گلیسرین 30 - حصہ   میتھائل وائلٹ 10 - حصہ   الکوحل 60 - حصہ

گوند 5 حصہ   نگروسین 20 - حصہ

نیلی

گلیسرین 10 - حصہ   سرکہ 1 - حصہ   پانی 80 - حصہ   رسیاوسین بلیو 10 حصہ

ہرے رنگ کی سیاہی

ایمی لین گرین 12 حصہ - گلیسرین 10 حصہ   پانی 50 حصہ   الیکوحل 10 - حصہ

لال سیاہی

گلیسرین 10 حصہ   نوشین 12 حصہ   الیکوحل 10 حصہ   پانی 50 حصہ

شہد کی مکھیاں پالنے کا جدید طریقہ

شہد ایک نفیس خوراک ہے۔ ادویہ میں بھی کام آتا ہے۔ اِسکے حاصل کرنیکے لئے ہم جنگلی آدمیوں پر انحصار کرتے ہیں۔ جو صفائی کے اصُولوں سے ناواقف ہیں۔ اور غیر خالص شہد دے جاتے ہیں۔

ذیل میں شہد کے ایک ماہر کی تجاویز درج ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے بڑے شہروں کے باہر رہنے والے لوگ شہد کی مکھیاں پال کر نفع اُٹھا سکتے ہیں +

اگرچہ ابتدائے آفرینش سے لوگ شہد کا علم رکھتے ہیں۔ اور شہد کی مکھیوں کا خزانہ ہمیشہ سے لوٹتے رہتے ہیں لیکن ہندوستان میں شہد کی مکھیاں پالنے کے سلسلے میں ہم نے بہت کم ترقی کی ہے۔ ہم دھوئیں کے ذریعہ مکھیوں کو اُڑا کر چھتّوں سے شہد نکالتے ہیں۔ اس طور سے کچھ مکھیاں بھی مر جاتی ہیں۔ اور تمام چھتّے معہ انڈوں کے تباہ ہو جاتے ہیں۔ عموماً شہد کے ساتھ موم اور کچّا شہد بھی مل جاتا ہے۔ ہندوستانی شہد جمع کرنے والے یہ بات نہیں جانتے۔ کہ مکھیاں شہد میں سے رطوبت کو چھتّہ کی حرارت کے ذریعہ اُڑا دیتی ہیں۔ پھر اُس شہد کو سر بمہر کرتی ہیں۔ کچّا شہد زیادہ عرصہ تک درست حالت میں نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اس میں تیزاب پیدا ہو کر اُبال آنے لگتے ہیں +

جو لوگ اِس طریقہ سے شہد جمع کرتے ہیں۔ اُنکے ہاتھوں اور میلے کپڑوں کی وجہ سے شہد اور بھی خراب ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ کھانڈ کے شربت بنا کر شہد کے نام سے فروخت کرتے ہیں۔ اِسلئے اور بھی ضروری ہے۔ کہ شہد کی مکھیاں پالنے کے نو ایجاد طریقوں پر عمل کیا جائے۔ تاکہ نہ مکھیاں ہلاک ہوں۔ اور نہ شہد میں اور چیزیں ملنے پائیں +

ہندوستان میں شہد کی مکھیاں چار قسم کی ہیں۔ اِن میں سے نہایت مشہور مکھی اپنا چھتّہ درختوں کی کھوہ۔ دیواروں اور غیر آباد مکانوں کے تاریک گوشوں میں اور ٹوٹے ہوئے برتنوں میں بناتی ہیں۔ اگر چھتّوں کو فریم میں لگا دیا جاوے۔ اور فریموں کو ایک صندوق میں رکھ دیا جائے۔ تو خالص شہد مل سکتا ہے مکھیاں فطرتاً چھتّہ کے اوپر سے تیسری قطار کو شہد کا ذخیرہ جمع رکھنے کے کام میں لاتی ہیں۔ جسوقت مکھیاں فالتو شہد جمع کر لیتی ہیں۔ تو فریم کو اُٹھا کر مکھیوں کو آہستہ سے برش کے ذریعہ نچلے خانوں میں داخل کر لیا جائے بلکہ برش سے کام لینے کی بھی ضرورت نہیں۔ اگر ایک مکھی کو چھتّہ کے ایک طرف رکھ دیا جائے۔ تو آٹھ گھنٹہ کے اندر ساری مکھیاں اوپر کے خانوں سے چلی آئینگی +

پھر فریم چھتّوں سے الگ کر لئے جاتے ہیں اور خانوں کے پردوں کو تیز چاقو سے کاٹ کر چھتّے سے شہد خارج کرنیوالے آلہ میں رکھ دیئے جاتے ہیں۔ اور شہد خود دستہ کے دو چار بار ہلانے سے نکل آتا ہے۔ اِسطرح شہد نکالنے سے مکھیوں کو ذرا تکلیف نہیں پہونچتی۔ اور نہ چھتّوں کی ساخت میں خلل پڑتا ہے۔ اور اِس طور سے خالص اور پختہ شہد بغیر ہاتھ لگانے کے نکل آتا ہے +

پھر خالی خانے دوبارہ چھتّے کے اندر رکھ لئے جاتے ہیں۔ مکھیاں صرف اُسوقت مارتی ہیں۔ جبکہ اُنہیں تنگ کیا جائے +

ساگون کی لکڑی کا صندوق بنانے میں پانچ روپے صرف ہوتے ہیں۔ اور شہد نکالنے کا آلہ سات آٹھ روپیہ تک آجاتا ہے۔ اور سارے گاؤں کے لئے ایک آلہ کافی ہے۔ ایک صندوق سے پانچ سے دس پونڈ تک شہد برآمد ہو سکتا ہے۔ ایک زمیندار کم از کم نصف درجن صندوق رکھ سکتا ہے۔ جس سے سارے کنبہ کے لئے سال بھر تک شہد کھانے کے لئے مل سکتا ہے۔ اگر شہد کی مکھیاں پالنے کا کام کواپریٹو طریق پر کیا جائے تو کاشتکاروں کے لئے ایک فالتو ذریعہ آمدنی بغیر کسی معمولی زور کے نکل سکتا ہے +

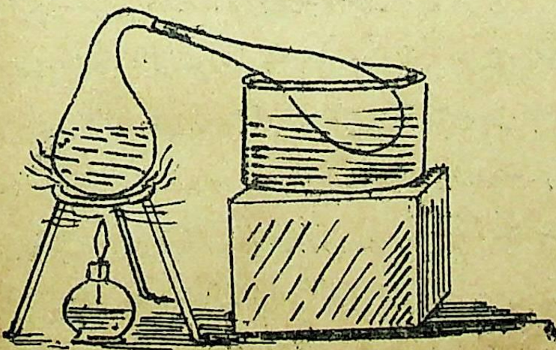
پھل دار درختوں کی افزائش اور شہد کی مکھیوں کی نگہداشت یہ دونو کام ساتھ ساتھ کئے جاتے ہیں اسطرح کرنے سے شہد کی مکھیاں نہ صرف شہد بناتی ہیں۔ بلکہ پھل دار درختوں کے لئے کھاد بھی مہیا کرتی ہیں جسکی وجہ سے پھل کثرت سے پیدا ہوتے ہیں +

شہد کی پیداوار کاشتکاروں کے لئے مزید آمدنی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ اور ہندوستانیوں کے لئے ایک مفید خوراک میسر آسکتی ہے۔ جو شکر سے ہزار درجہ بہتر اور مفید ہے +

فاسفورس بنانیکا طریقہ

فاسفورس ایک انگریزی دوائی ہے۔ جسے آجکل سکول میں تعلیم حاصل کرنیوالے بچے بھی جانتے ہیں۔ دیا سلائی کی تیلیوں کے منہ پر فاسفورس کا ہی مرکب لگا رہتا ہے +

فاسفورس اعلیٰ درجہ کا "سٹمولینٹ" ہونیکے سبب سے معجونوں کے لئے طلا وغیرہ تیار کرنیکی خاطر آجکل یونانی حکماء اسے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ مگر اس کی تیاری کے متعلق انہیں کسی قسم کی بھی خبر نہیں ہے۔ کہ یہ کیونکر تیار کیا جاتا ہے ؟



لہذا میں انکی سہولیت کے لئے یہاں فاسفورس بنانے کا نہایت ہی آسان طریقہ درج کرتا ہوں :-

جنگلوں میں جاکر اس قسم کی ہڈیاں تلاش کریں جو ٹھوس ہوں۔ اور جو برسات کے پانی سے "آکسائیڈ" نہ ہو

چکی ہوں یعنی جس میں سے ہڈیوں کا جوہر ضایع نہ ہو چکا ہو +

اِن ہڈیوں کو جلا کر کوئلہ بنالیں۔ اب اِن کوئلوں کو باریک سفوف کر کے کھرل میں ڈالیں۔ اور اُس پر چند قطرے "تیزاب گندھک" کا ڈال کر کھرل کریں۔ کھرل زور دار ہاتھوں سے کریں تا کہ گندھک کا تیزاب اُسکی رگ رگ میں سما جاوے۔ جب پہلا تیزاب خشک ہونے لگے۔ تب دُوسرا ڈال کر خشک کریں۔ اِسی طرح تیزاب ڈالتے آویں۔ اور کھرل کرتے جاویں۔ کھرل کرتے کرتے رُخ معلوم ہو گا۔ کہ اب اور تیزاب جذب نہیں ہو سکتا۔ تب زجاجی شیشی میں بذریعہ قرع انبیق عرق کھینچیں +

علم جڑی بوٹی

روشنی دینے والی بوٹی

اکثر سُننے میں آیا ہے کہ پہاڑوں پر ایک ایسی بُوٹی ہوتی ہے۔ جو کہ رات کو جلتی ہُوئی نظر آتی ہے۔ اور اکثر اصحاب کو دیکھنے کا موقعہ بھی ملا ہے۔ آج میں اس پر روشنی ڈالنا چاہتا ہُوں۔ تا کہ ہر شخص خود اس کو دیکھ سکے اور تجربہ کر سکے۔ ضلع کانگڑہ کے پہاڑوں پر ایک بُوٹی از قسم نرسل (پنجابی میں کانا) کے ہوتی ہے۔ کہ جس کو ضلع کانگڑہ کے باشندے بروا کہتے ہیں۔ کھڑے پانی کے کنارے یہ پودا عام پیدا ہوتا ہے۔ اِس گھاس کی شاخیں اندر سے کھوکھلی ہوتی ہیں۔ یہ کاہی کی قسم سے ہے۔ کہ جسکو تراش کر قلمیں بنائی جاتی ہیں۔ یہ گھاس پہاڑوں پر عام ملتی ہے +

اِس پودے کی سطح ماہ بھادوں میں لیمپ کی طرح روشن نظر آتی ہے۔ ماہ بھادوں یعنی شروع ستمبر میں اگر آپ ان پہاڑوں پر جائیں گے۔ تو رات کو یہ بُوٹی ضرور روشن نظر آئیگی۔ کیونکہ ماہ ستمبر قریب ہی ہے۔ اِسلئے میں یہ مضمون حوالہ قلم کر رہا ہُوں۔ کہ جو تجربہ کرنا چاہیں۔ تجربہ کر لیں۔ یہ پودا رات کو دُور سے روشن نظر آتا ہے لیکن جب اِسکے قریب جائیں۔ تب یہ عام گھاس کی طرح دِکھائی دیتا ہے۔ اور کسی قسم کی روشنی نظر نہیں آتی میں نے اپنے پہاڑی سفروں میں سینکڑوں دفعہ اِس روشن بُوٹی کو دیکھا ہے لیکن جب قریب جانے کا اِتفاق ہُوا۔ تو وہاں گھاس کے سوائے کچھ نہ تھا +

ایک دفعہ شرُوع ستمبر میں میں ضلع کانگڑہ کے پہاڑوں میں گھومتا ہُوا موضع ڈاڈا کے ڈاک بنگلہ

مُتصل نگروٹہ ضلع کانگڑہ میں شب باش ہُوا۔ تو رات کو "ڈاڈا" کے ڈاک بنگلہ کے رُوبرُو مجھ کو روشن بُوٹی نظر آئی میں قریب گیا تو کچھ نہ تھا۔ جب واپس آیا پھر روشنی نظر آنے لگی۔ اور تمام رات اسی طرح گذر گئی۔ صُبح کو مجھ کو ایک تجویز سُوجھی۔ میں نے ایک لمبی اور پتلی رسّی حاصل کی۔ اور رات کو جب پھر وہ بُوٹی روشن ہوئی۔ تو میں نے قریب جا کر اُس کو رسّی سے باندھ دیا۔ اور باقی رسّی کو پکڑ کر فاصلہ پر آ گیا۔ بُوٹی پھر روشن تھی۔ میں نے آہستہ آہستہ رسّی کو جھٹکے دینے شروع کیے۔ تو روشنی بھی لرزنے لگی۔ اب مجھ کو معلوم ہو گیا۔ کہ جس گھاس کو میں باندھ آیا تھا وُہی دُور سے روشن نظر آتی ہے۔ اور قریب جانے پر روشنی غائب ہو جاتی ہے۔

اسکی اچھی طرح تسلّی کر کے میں بنگلہ میں سو گیا۔ اور صُبح کو اُس گھاس کے پاس کھڑا ہو کر ایک ایک باشندے سے اُس کا نام دریافت کیا۔ تو ہر ایک نے اس کا نام بروا گھاس بتلایا۔ پھر میں اور پہاڑوں پر گیا۔ وہاں دن کو ہی بروا گھاس کو رسّی باندھ کر فاصلہ پر بیٹھ کر رسّی کو جھٹکے دیکر روشنی کو حرکت دیکھ کر تسلّی کرتا رہا۔ کہ یہی وُہ گھاس ہے کہ جو رات کو روشنی دیتی ہے۔ مجھ کو ہمیشہ اس تجربہ میں کامیابی ہُوئی۔ "بروا گھاس" تمام پہاڑوں پر ملتی ہے۔ جو کہ رات کو روشنی دیتی ہے۔ جو اصحاب خود اسکو دیکھنا چاہیں۔ اُن کو موضع "عبدرانگل" کے مُتصل ڈاک بنگلہ "ڈاڈا" سے دو میل جگہ میں یہ گھاس عام ملے گی۔ پہاڑی لوگ اس روشنی کے مُتعلق عجیب غریب کہانیاں بیان کرتے ہیں۔ کئی نے مجھ کو بتایا۔ کہ گھاس میں سانپ اپنی "من" اُگلتا ہے۔ اور خود اُس کی روشنی میں کھیلتا ہے۔ یہ اسی "من" کی روشنی ہے۔ کتنوں نے بیان کیا۔ کہ یہ بھوت ہیں۔ کئی کہنے لگے۔ کہ یہ ایک ایسی بُوٹی ہے۔ کہ رات کو روشن ہوتی ہے۔ اور جب کوئی نزدیک جائے۔ تب گم ہو جاتی ہے۔ ایک پہاڑی وید نے کہا۔ کہ یہ "سنجیون بُوٹی" ہے جو کہ ہنومان جی لکشمن جی کے لیئے لائے تھے۔

غرضیکہ یہ بُوٹی دُنیا کے لیئے صدیوں سے مُعمّہ بنی ہُوئی ہے۔ اور میرے لیئے بھی مُعمّہ تھی۔ اب جب مجھ کو اس بُوٹی کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہایت آسانی سے ستمبر میں جا کر لے آتا ہُوں۔ لیکن عوام کو اس بات کا علم نہیں کہ یہی بروا گھاس رات کو روشن ہو جاتی ہے۔ کہ جن کو دن میں وہاں کے باشندے پاؤں میں روندتے رہتے ہیں۔ اسکے علاوہ ہمالیہ پہاڑ پر اور بھی بُوٹیاں ہیں۔ کہ جو رات کو روشنی دیتی ہیں۔ اُن کا مُفصل ذکر میں آئندہ رسالوں میں پھر کبھی کروں گا۔

چھوئی مُوئی

ہندی میں اس کو "لاجونتی" اور مرہٹی میں "سنکورنی" اور

مارواڑی میں "لجالو" کہتے ہیں۔ باغوں اور گھروں میں اِس کو لگاتے ہیں۔ اِسکے پتے اِملی یا ببول کے پتوں کی شکل کے لیکن اُن سے بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ بالشت دو بالشت تک اُونچا اِس کا پودا ہوتا ہے۔ ہاتھ لگانے سے اِس پودے کی پتیاں سُکڑ جاتی ہیں۔ اِسی لئے اِسکو "چھوئی موئی" یا لاجونتی کہتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد پتیاں پھر اپنی اصل حالت پہ آجاتی ہیں۔ یہ بُوٹی کڑوی کسیلی اور چرپری ہوتی ہے۔ طبیعت اِس کی سرد تر ہے۔ پتوں کا جوشاندہ پلانے سے پتھری گل جاتی ہے اِسکے پتوں کے تولہ بھر سفوف کو دُودھ کے ساتھ کھانے سے بواسیر رفع ہوتی ہے۔ اِسکی جڑ کو گھِس کر لیپ کرنیسے "ناسور" کو آرام آجاتا ہے۔ اور سُوجن تحلیل ہو جاتی ہے۔ یہ خون کو صاف کرتا اور صفرا کے امراض کو دفع کرتا ہے۔ اِس کے پتوں کا رس ناسور پر لگاتے رہنے سے آرام آجاتا ہے اِسکے پہلے ہفتہ کے اِستعمال سے بخار اور ہر قسم کے صفراوی امراض جاتے رہتے ہیں۔ دُوسرے ہفتہ کے استعمال سے بواسیر اور یرقان باقی نہیں رہتے۔ تیسرے ہفتہ کے اِستعمال سے کوڑھ اور آتشک رفع ہوتا ہے۔

مثانہ پر اِس کے پتوں کا لیپ کرنیسے کثرت پیشاب کی شکائت دُور ہوتی ہے۔ اور اِس کی جڑ کو گلے میں باندھنے سے کھانسی جاتی رہتی ہے۔ اِس کے پتوں کا رس پلانے سے کنٹھ مالا یعنی بیروں کو آرام آجاتا ہے۔ چھوئی موئی کی جڑ اور اسگندھ کی جڑ کا لیپ پستانوں کے ڈھیلاپن کو دُور کرتا ہے۔ یہ ورم کو تحلیل کرتی اور جلا کرتی ہے۔ بلغم اور سودا کو دستوں کی راہ نکالتی ہے۔ اگر گرمی سے خون حیض رُک گیا ہو۔ تو کھولتی ہے۔

آتشک۔ کوڑھ اور فیلپا کے مریضوں کو اِس کا کھِلانا یا پلانا مُفید ہے۔ اِسکے پتوں کے رس کو ٹپکانے سے ناسور اور پُرانے زخم بھر جاتے ہیں۔ پیٹ کے کیڑوں کو یہ خارج کرتی اور درد کو تسکین دیتی ہے۔ اِسکے رس میں پارہ کا کُشتہ عُمدہ تیار ہوتا ہے۔ "چھوئی موئی" باغوں کے عِلاوہ جنگلوں میں خودرو بھی پیدا ہوتی ہے۔

جھربیری یعنی سونے کا درخت

پنجابی میں اِس کو ملھا کہتے ہیں۔ بیر کے درخت کی یہ جنگلی قسم ہے۔ جو کہ جھاڑ دار ہوتی ہے۔ پتے اور شاخیں درخت بیر جیسی لیکن اُن سے چھوٹی۔ اِسکے بیر موٹے مٹر کے دانہ کے برابر ہوتے ہیں۔ اور پک کر بیروں جیسے میٹھے ہُوا کرتے ہیں۔ یہ بھوک کو بڑھاتے ہیں۔ گرم معدہ اور دل کو قوت دیتے ہیں۔ صفرا کو دُور کرتے ہیں

اس درخت کی چھال کو پانی میں اُبال کر غرارے کرنے سے دانتوں سے خون آنا بند ہو جاتا ہے۔ اسکی جڑ کے نیچے زمین کندہ یا کچالو کی قسم کی آلو کے برابر گانٹھیں ہوتی ہیں۔ ان کو کچل کر اور پانی میں جوش دیکر اور کھانڈ ملا کر شربت بنایا جاتا ہے۔ کہ جس کو پنجاب میں مروڑوں کا شربت کہتے ہیں۔ اسکے استعمال سے سنگرہنی اور دست آنے بند ہو جاتے ہیں۔ "جھربیری" کے بیر غریب لوگ یا زمیندار کھاتے ہیں +

ہندوستان میں اس خودرو پیداوار کی کچھ قدر و قیمت نہیں۔ حالانکہ اس کے رازدان اس سے خوب دولت کماتے ہیں۔ وہ پانچ دس من یہ بیر اُبال کر ان کے اندر کی گٹھلیاں نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ اور اوپر کے گودے کو خشک کر کے سفوف بنا لیتے ہیں۔ اور اس سفوف کے ہموزن تمباکو کشیدنی اور شیرہ ملا کر زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ چالیس روز کے بعد خمیرہ عمدہ تمباکو اُٹھ جاتا ہے۔ اور سینکڑوں روپوں کا کلکتہ اور بمبئی میں فوراً فروخت ہو جاتا ہے +

ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں بھی خمیرہ تمباکو خوشبودار ہونے کے باعث شوق سے پیا جاتا ہے۔ اور بھاری قیمت پر فروخت ہوتا ہے +

عام طور پر مندرجہ بالا طریقہ سے اننّاس یا سیب یا املتاس کو تمباکو میں ملا کر خمیرہ کیا جاتا ہے۔ اسلئے اس پر زیادہ لاگت آتی ہے۔ لیکن جھڑ بیر تو جنگلوں کی خودرو پیداوار ہے۔ اور کروڑوں من جنگلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ اگر کوئی میرے بتائے ہوئے طریقہ سے خمیرہ تمباکو بنا کر ہی اسکی تجارت کرے۔ تو دو چار سال میں ہی مالامال ہو سکتا ہے۔ اور اسمیں زیادہ سرمائے کی بھی ضرورت نہیں۔ اور جھڑ بیر سے تیار کیا ہوا خمیرہ تمباکو تمام قسم کے خمیرہ تمباکو سے افضل ہوتا ہے +

عوام صرف پیوندی بیر ہی کھاتے ہیں۔ اور گول بیروں کی اس ملک میں کوئی قدر نہیں۔ اس لئے جھڑ بیروں کے علاوہ گول بیروں کے گودا کو گٹھلیوں سے علیحدہ کر کے اور سکھا کر اور سفوف کر کے ان کے ہموزن کشیدنی تمباکو اور شیرہ ملا کر اور چالیس دن تک زمین میں دفن کر کے اعلیٰ قسم کا خمیرہ تمباکو تیار ہو جاتا ہے +

ملک میں حقہ پینے والوں کی کمی نہیں۔ آپ اس خودرو پیداوار سے خوب مالامال ہو سکتے ہیں۔ بیر کے پیڑوں سے ہندوستان کے جنگل اور میدان اَٹے پڑے ہیں۔ موسم پر بہت تھوڑے کھانے کے کام آتے ہیں۔ باقی تمام گل سڑ کر ضائع چلے جاتے ہیں +

اگر میرے وطن کے نوجوان ان سے خمیرہ تمباکو بنا کر تجارت کرنے لگیں۔ تو آج مالامال ہو سکتے ہیں

اِن بیروں سے اعلیٰ قسم کی شراب بھی بن سکتی ہے۔ جو کہ انگوروں کی قیمتی شرابوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ حکومتِ وقت سے اگر نوجوان بیروں سے شراب کشید کرنے کا لائسنس حاصل کر سکیں۔ تو اِن بیکار بیروں سے وہ قیمتی شرابیں کشید کر سکتے ہیں۔ اِسکے علاوہ خالص سپرٹ بھی حاصل ہو سکتی ہے ؞

مَیں حیران ہُوں۔ کہ سکولوں اور کالجوں میں مُلک کی پیداوار سے "سونا بنانے کا ہُنر" کیوں نہیں سکھایا جاتا۔ یا خُود پڑھانے والوں کو اِن چیزوں کی خبر ہی نہیں۔ اگر یہ تعلیم مِلنے لگے تو ایک سال کے کورس سے ہی ہر طالب علم اپنی روزی کمانے کے لائق ہو سکتا ہے۔ آج مُلک سے بے روزگاری دُور ہو سکتی ہے۔ مَیں "علم جڑی بُوٹی" کے تحت میں ایک ایک سے پردہ تاریکی اُٹھاؤں گا۔ تاکہ میرے ہموطن جہالت کے باعث فاقوں کی موت نہ مریں ؞

مَیں اُسوقت تک اِس رسالہ کے ذریعہ یہ کام جاری رکھونگا۔ جبتک کہ ہر ہندوستانی کو اپنے مُلک کی ہر قیمتی پیداوار کا پُورا گیان نہ ہو جائے۔ غیر ممالک والے نہ صرف اپنے مُلک کی پیداوار کا درست استعمال جانتے ہیں۔ بلکہ غیر ممالک کی خام پیداوار سے بھی بخُوبی واقف ہوتے ہیں۔ ہم ہیں۔ کہ اپنے مُلک کی پیداوار سے ہی ناآشنا ہیں۔ حالانکہ ہمارے پاؤں تلے سونا بچھا ہوا ہے۔ بیر جیسی حقیر پیداوار کو بھی آج مَیں اپنے ہم وطنوں سے روشناس کرا کے اِس فرض سے بھی سُبکدوش ہوتا ہُوں۔ ہاں وُہی بیر کہ جن کی صرف غریبوں کی دُنیا تک رسائی ہے۔ اور امیران کو ہاتھ لگانے سے جھجکتے ہیں۔ دراصل یہ سونے سے بھرے پڑے ہیں۔ موسم آنے پر مَیں جنگلوں میں جاکر خُود بڑے شوق سے کھاتا ہُوں۔ اور گھر لاکر اِن پر تجربات کرتا ہُوں۔ اگر مَیں اِن تک نہ پہونچتا۔ تو یہ اپنے اسرار مجھ پر ہرگز ظاہر نہ کرتے۔ میرے نوجوان عزیزو۔ اپنے مُلک کی پیداوار سے پیار کرنا سیکھو۔ یہ آپ کو مالامال کر دیگی ؞

عام کشیدنی تمباکو کو آپ سگرٹ کا تمباکو کاٹنے والی مشین سے کاٹ کر تمباکو کے لچھے بنالیں۔ اور اِسکے ہموزن بیروں کے گُودے کا سفوف اور برائے نام شیرہ مِلا کر چالیس دن تک زمین میں دفن کر کے اسکے سگرٹ بنالیں۔ بیحد سستے پڑینگے۔ لیکن عُمدہ خوشبو اور اعلیٰ ذائقہ کے باعث یورپ کے قیمتی سے قیمتی سگرٹوں سے بہتر ہونگے۔ سگرٹوں کے تمباکو کو خمیر کرنیکے بعد تمباکو میں مِلانے والی ولائتی خوشبوؤں کو سپرٹ میں حل کر کے تمباکو میں مِلا کر اور بھی شاندار سگرٹ تیار کر کے آپ خُوب دولت کما سکتے ہیں۔ تمباکو کی اور بیروں کی آپکے مُلک میں کچھ کمی نہیں۔ مَیں کہانتک لکھتا جاؤں۔ ایک رسالہ میں اِسکی گنجائش نہیں۔ دُوسرے رسالہ میں اِس سے بھی زیادہ قیمتی پیداوار پر روشنی ڈالونگا ؞



دلچسپ طبّی نوٹ

مرض سے بچنے کی طاقت

امراض کے جراثیم اتنی کثیر تعداد سے ہمارے اِرد گِرد موجود ہیں۔ کہ اگر خدا ہمارے جسموں کے اندر امراض کے دفع کرنیکی طاقت پیدا نہ کرتا۔ تو کوئی فرد بشر بھی بیماری سے محفوظ نہ رہ سکتا۔ اور کبھی نہ کبھی مرض میں مبتلا ہو کر لقمۂ اجل بن جاتا +

ذیل کے مضمون میں ہم بیماری سے بچنے کی قوت پر علمی نظر ڈالیں گے +

خون ۲ دو قسم کے کارسپلز یا سیلز یا دانوں اور ذروں سے بنا ہوا ہے یعنی سفید اور سرخ دانہائے خون۔ ہر دو اقسام خون کے پلازمہ نامی مائع میں تیرتے پھرتے ہیں۔ سفید اور سرخ دانوں کی نسبت ۶۰۰ چھ سو اور ایک کی نسبت ہے۔ سفید ذرات خون جسم میں سپاہی ہیں۔ جو کہ جسمانی قلعہ کو جراثیم سے محفوظ رکھتے ہیں +

جب جراثیم مرض پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ تو یہ سفید ذرات خونی بڑھ جاتے ہیں۔ اور جراثیم پر حملہ کر کے اُن کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ اور اُن کو ہڑپ کر جاتے ہیں۔ جسم کی جلد میں کہیں زخم ہو جائے۔ یہ دانے زخم کے اِرد گِرد اکٹھے ہو کر خون کو منجمد کر دیتے ہیں۔ زخم میں سے خون کا نکلنا بند ہو جاتا ہے۔ اور ضائع شدہ ساخت جسم کی مرمت شروع کر دیتے ہیں۔ جسم کے تمام زخم اور فریکچر انہی سفید دانہائے خون کی برکت سے شفا پاتے ہیں۔ ڈاکٹر تو زخم کو صاف رکھکر اس قدرتی شفا کے کام میں مدد دینے والے ہیں +

سفید دانہائے خون کو "لیوکوسائٹس" (LEUCOCYTES) کہتے ہیں اور "لیوکوسائٹس" کا جراثیم کو ہلاک کر کے کھا جانے کے عمل کو "لیوکوسائٹوسس" کہتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ عمل رُوس کے سائنس دان ڈاکٹر "میچنی کاف" (METCHNI KAFF) نے دریافت کیا تھا +

چونکہ یہ سفید دانے جراثیم کو ہضم کر جاتے ہیں۔ اس لئے اُن کو "فیگوسائٹس" بھی کہتے ہیں۔ جس انسان کے جسم کی جلد اور اندرونی اعضائے کی غشائے مخاطی رمنہ۔ معدہ اور آنتوں کا استر بالکل صحیح اور سالم حالت میں ہو۔ یعنی اُس میں کوئی خراش اور زخم وغیرہ نہ ہو۔ اُس جسم پر جراثیم امراض حملہ آور نہیں ہو سکتے۔ اس قسم کی صحت کا دعویدار تو شاید ہی کوئی ذی حیات ہو +

جسم میں زخم یا خراش ہو جانیسے یا کمزوری کی وجہ غشائے مخاطی کے کمزور ہو جانے سے جراثیم کو جسم میں داخل ہونے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ بس پھر جسم کے دانہائے خون اور جراثیم میں جنگ شروع ہو جاتا ہے۔ اس جنگ وجدل میں جگر کے سیلز اور دیگر غدود کے سیلز ان جراثیم کو ہلاک کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ لاکھوں دانہائے خون اور کروڑوں جراثیم اس کارزار میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ فتح عموماً سفید دانہائے خون کی ہوتی ہے۔ ہمارے اجسام کے اندر امراض کے جراثیم کو دفع کرنے اور بیماری کے روکنے کی اس طاقت کو ہی قوتِ مدافعت کہتے ہیں۔ یہ قوت دو ۲ قسم کی ہوتی ہے :۔

۱۔ قوت مدافعت کسبی ۲۔ قوت مدافعت طبعی ؎

۱۔ قوّت مُدافعت کسبی :۔ ایک شخص ہر روز سنکھیا ایک گرین کا ساٹھواں حصّہ کھاتا ہے۔ سنکھیا کھانے کی عادت اسکی سرشت میں داخل ہو گئی ہے۔ اگر کسی روز اُس کو سنکھیا زہریلی مقدار میں اتنی مقدار میں دے دیا جائے جو نہ کھانے والے شخص کے لئے زہر قاتل ہو سکتا ہے۔ تو اس شخص پر مطلق اثر نہیں کرتا پس یہی قوت مدافعت کسبی ہے ؎

آجکل امراض کے جراثیم کی زہروں کو پتلا کر کے بذریعہ پچکاری داخل جسم کیا جاتا ہے۔ بار بار وقفہ کے بعد ایسا کرنے سے بعض امراض سے بچنے کی قابلیت جسم میں پیدا ہو جاتی ہے۔ "یہی قوّت مدافعت کسبی ہے"

۲۔ قوّت مُدافعت طبعی :۔ کھانے۔ پینے۔ سونے اور کام دھندے میں اگر ہم قوانین قدرت کے تابع رہ کر زندگی بسر کریں تو ہم نہ صرف امراض سے محفوظ رہیں گے۔ بلکہ سب سے دُکھدائک روگ بڑھاپا بھی قبل از وقت نہ آئیگا۔ اور ڈاکٹر "درونوف" سے بندر کے غدود نہ لگوانے پڑینگے۔ جہربان قدرت ہی ہم کو تجدید شباب سے بہرہ ور کر دیگی ؎

آنتوں میں غذا کے سڑنے سے زہریلے (TOXINS) "ٹاک سن ز" پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہی زہریلے مادے قوّت مدافعت قدرتی کے زوال کا باعث ہیں۔ یہ انتڑیوں کی زہر سارے جسم کے دوران خون میں شامل ہو جاتی ہے۔ ان زہریلے مادوں کو ہلاک یا ہضم کرنیکے لئے سفید دانہائے خون اور دیگر اندرونی اعضا جگر وغیرہ کے (CELLS) کیسوں کو زیادہ کرنا پڑتا ہے۔ زیادتی کار سے یہ سپاہی نحیف ولاغر ہو کر بیرونی جراثیم کے مقابلہ کے لئے کمزور ہو جاتے ہیں۔ بس طبّی اصطلاح میں کہتے ہیں۔ کہ ہمارا جسم ہر مرض کے لئے مستعد ہے۔ ہیضہ۔ پلیگ۔ ملیریا۔ تپ دق۔ انفلوئنزا وغیرہ امراض کے جراثیم ہماری اندرونی فوج کی کمزوری کا فائدہ اُٹھا کر ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں ؎

قوّتِ مدافعت قدرتی کو بڑھانیکے لئے آنتوں کا صاف رکھنا لازمی ہے۔ ڈاکٹر و حکیم ہر مرض

کے علاج سے قبل بذریعہ اسہال یا انیما آنتوں کی صفائی ضروری خیال کرتے ہیں۔ تاکہ سفید دانہائے خون کو صرف ایک ہی دشمن یعنی بیرونی جراثیم سے ہی مقابلہ کرنا پڑے ۔

آنتوں کی صفائی کے لئے ہر ہفتہ یا کچھ عرصہ کے بعد فاقہ رکھنا ضروری ہے۔ اور یہ ایک اکسیری نسخہ ہے ۔

مسٹر ریبیٹ کا حال میں نے پڑھا ہے۔ پچپن سال کی عمر میں ڈاکٹروں نے زندگی سے جواب دیدیا۔ مگر آپ نے ۴۷ روز کا برت رکھا۔ صحت یاب ہو کر ۷۲ سال کی عمر تک جئے۔ اتفاقیہ موٹر کے حادثہ سے انتقال کر گئے۔ ان کی بیوی نے "ڈیلی میل" کے رپورٹر سے کہا۔ کہ جب کبھی ان کو گرانی کی شکائت ہوتی تھی ایک دو روز کا برت رکھ لیتے تھے۔ اور یہی ان کی صحت اور درازی عمر کا منتر تھا۔ مہاتما گاندھی کی مثال آپ کے سامنے ہے ۔

ہمارے قصبہ کے نزدیک ایک گاؤں کے ۷۵ سالہ بڈھے کو ۲½ سال سے خارش جسمانی کا مرض تھا ایک ہفتہ کے برت کے بعد اس نے پھل کھانے شروع کئے۔ ایک ماہ میں یہ مرض کہنہ رفع ہو گیا ۔

ہم اپنی مرضی سے لڑکا یا لڑکی پیدا کر سکتے ہیں

موجودہ سائنس کی پُر حیرت دریافت

ابتدائے آفرینش عالم سے انسان کی یہ خواہش رہی ہے۔ کہ اسکی اولاد اسکی مرضی کے مطابق ہو یا وہ اپنی پسند کے مطابق لڑکا یا لڑکی پیدا کر سکے۔ اس خواہش کی تکمیل کے لئے ہر ملک اور ہر قوم کے ارباب غور و فکر نے مختلف تدابیر اختیار کیں۔ متعدد تجربات کئے۔ اور بہت سے نظریئے قائم کئے۔ لیکن بیسویں صدی میں جو کامیابی جرمنی کے مشہور سائنسدان ڈاکٹر "انٹر برگر" کو حاصل ہوئی ہے۔ وہ اس سے پیشتر اور کوئی حکیم حاصل نہ کر سکا ۔

پروفیسر "انٹر برگر" کا نظریہ بالاختصار یہ ہے۔ کہ اگر استقرار حمل سے قبل عورت کے اعضائے تناسل میں "بائی کاربونیٹ آف سوڈا" کی مدد سے نمکین کیفیت پیدا کر دی جائے۔ تو یقیناً لڑکا ہی پیدا ہوگا برخلاف اسکے "لیکٹک ایسڈ" کی مدد سے ترش کیفیت پیدا کر دی جائے تو لڑکی پیدا ہوگی ۔

"بائی کاربونیٹ آف سوڈا" کی مدد سے نہ صرف لڑکا ہی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ بعض حالتوں میں عورت کا بانجھ پن بھی دور کیا جا سکتا ہے ۔

پئے در پئے تجربات کے بعد پروفیسر "انٹربرگر" نے اپنے نظریہ کے صحیح ہونے کا اعلان کیا۔ اور اس کے بعد متعدد ممالک کے سائنس دانوں نے اس کی جانچ کرنے کے بعد تصدیق کی ہے۔ اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ زنانہ اعضاء تناسل کی کھاری کیفیت لڑکے پیدا کرتی ہے۔ اور تیزابی کیفیت لڑکیاں پیدا کرنے کا باعث ہوتی ہیں +

نیز جن عورتوں میں تیزابی رطوبت کا اخراج ہونیکے باعث بانجھ پن ہوتا ہے۔ وہ اس تیزابی کیفیت کو کھاری کیفیت میں تبدیل کر کے بارآور ہوسکتی ہیں +

"کارنیگی انسٹی ٹیوٹ واشنگٹن" کے ڈائرکٹر "چارلس بی ڈیوینورٹ" کا بیان ہے۔ کہ گذشتہ دوسو سال کی مدت میں جنین کی جنس معلوم کرنیکے متعلق چارسو نظریئے قائم کئے گئے ہیں۔ ان میں ایک نظریہ جس کو ماہرین علم الحیوٰۃ اب عام طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ نام نہاد "ایکس کروموزوم" پر مبنی ہے۔ مادہ میں اس قسم کے دو "کروموزوم" ہوتے ہیں۔ اور نر میں صرف ایک کروموزوم۔ جرم سیل کے اس حصہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جن میں موروثی رجحانات پائے جاتے ہیں۔ اس نظریہ کو ایک سو سے زائد ماہرین علم الحیوٰۃ نے جانچا ہے "قیصر ولیم انسٹی ٹیوٹ برلن" نے حال ہی میں ایک علمی رسالہ شائع کیا ہے جس میں پروفیسر "بلوہم" نے نظریۂ "انٹربرگر" کی لائق ستائش تعریف کی ہے +

پروفیسر مذکور کا خیال ہے۔ کہ نر "کروموزوم" مادہ کروموزوم کی بہ نسبت کھاری محلول میں جلدی حرکت کرسکتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ نر کروموزوم اس پراسرار دوڑ میں فتحیاب ہوتے ہیں۔ جو استقرار حمل کا موجب ہوتی ہے +

"راٹرڈم" کے ڈاکٹر "سانڈر" نے "انٹرنیشنل کانگریس آف جنٹیکس" واقع "اتھاکا نیویارک" میں بیان کیا ہے۔ کہ حیوانات پر جو تجربات کئے گئے ہیں۔ وہ "انٹربرگر" کے اس نظریہ کو ثابت کرتے ہیں۔ کہ کھاری پن لڑکے پیدا کرتا ہے۔ اور تیزابیت لڑکیاں +

پہلا تجربہ خرگوشوں پر کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ جب تیزابی حالت پیدا کی گئی۔ تو مادہ کا تناسب 2۔ اور ۱۔ تھا۔ مگر جب "بائی کاربونیٹ آف سوڈا" استعمال کیا گیا۔ تو یہ تناسب الٹا ہو گیا+
جب "لیکٹک ایسڈ" سے زیادہ تر کیا گیا۔ تو ایک نر اور تین مادہ بچے پیدا ہوئے +

پروفیسر "انٹربرگر" نے لڑکے پیدا کرنیکے متعلق جو تجربات کئے تھے۔ ان کی تعداد ترپن ۵۳ تھی۔ ان میں ایک کے سوائے تمام کے تمام تجربات کامیاب ہوئے۔ ایک کی ناکامی کا سبب بھی وہ یہ بتاتے ہیں۔ کہ عورت نے ہدایات پر پورے طور پر عمل نہیں کیا +

اس طرح پروفیسر "انٹربرگر" کے نظریہ کے نصف اوّل کی تصدیق تجربات سے ہو چکی ہے لیکن نصف آخر حصّہ ابھی تک محض قیاسی ہی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ جو مائیں پروفیسر صاحب کے پاس مشورہ کے لئے آئیں۔ وُہ سب کی سب لڑکیوں کی بجائے لڑکوں کی خواہش مند تھیں +

"بائی کاربونیٹ آف سوڈا" کے ذریعہ عورتوں کا بانجھ پن دُور کرنیکے متعلق جو دعوےٰ کیا گیا ہے۔ وُہ بھی تجربات سے صحیح ثابت ہُوا ہے +

پروفیسر "انٹربرگر" نے سب سے پہلے یہ اِس بارے میں مویشیوں پر تجربات کئے تھے۔ وُہ کہتے تھے کہ ایک ٹیبل سپون فُل (بڑے چمچہ بھر) "بائیکاربونیٹ آف سوڈا" کو ایک لیٹر پانی میں گھول کر اِس محلول سے مادہ جانوروں کے اعضائے تناسل کو دھونے سے ان کے بانجھ پن کا علاج کامیابی سے کیا گیا۔ اِسکی وجہ یہ ہے کہ کرم منی تیزابی چیز میں زندہ نہیں رہ سکتے +

انسانوں میں بھی یہی ہوتا ہے۔ اِسلئے "سوڈیم کاربونیٹ" کی پچکاری سے عورت کے اعضائے تناسل کو دھونے سے تیزابی کیفیت دُور ہو جاتی ہے۔ اور اگر ان میں افعال الاعضاء کی کوئی خرابی نہ ہو۔ تو وُہ حاملہ ہو جاتی ہے +

اپنے تجربات کی کامیابی کے باوجود پروفیسر "انٹربرگر" ایک جرمن رسالہ میں لکھتے ہیں "میں اتنا بے بصر نہیں ہُوں۔ کہ یہ دعویٰ کر دُوں۔ کہ ہمیں ایسا طریقہ معلُوم ہو گیا ہے۔ کہ جسکی مدد سے ہم آئندہ ضرور اولادِ نرینہ ہی پیدا کر سکیں گے۔ اگر نوّے فیصدی صُورتوں میں بھی یہ طریقہ کامیاب ہُوا ہے۔ تو یہ ضرور قابلِ قدر ہے۔ یہ حقیقت سب سے اہم معلُوم ہوتی ہے۔ کہ جنین کی جنس قائم کرنے میں نسوانی اعضاء کے کیمیاوی خواص بُہت اثر رکھتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے۔ کہ جس کو ابھی تک نظر انداز کیا گیا ہے" +

یہ جرمن سائنسدان اپنے اِس عقیدے کو دوہراتا ہے۔ کہ "لیکٹنک ایسڈ" کا بُہت ہلکا محلول لڑکی پیدا کرنے کے امکانات کو بڑھا دیتا ہے۔ مگر وُہ اِس بات کا دعوےٰ اُسوقت تک نہیں کریگا۔ جبتک کہ اسکے یہ تجربات انسانوں پر کافی تعداد میں کامیاب نہ ہوں +

ہمارے مُلک کے بعض اولوالعزم اشخاص نے نظریہ "انٹربرگر" سے تجارتی طریق پر فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور "بائی کاربونیٹ آف سوڈا" کی پُڑیاں اشتہار کی مدد سے بڑی قیمت پر فروخت کر رہے ہیں۔ ناظرین میں جو اصحاب اِس کا تجربہ کرنا چاہیں۔ وُہ ایک پیسہ کے "سوڈیم کاربونیٹ" سے روپے میں فروخت ہونیوالی ادویہ کا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں +

ایورویدک

مجرّبات

وِردھ گنگا دھر چُورن

ناگر موتھا۔ شیوناک۔ سُونٹھ۔ گلُ دھاوا۔ لودھ۔ نیتر بالا۔ بیل گری۔ مُوچرس۔ پاٹھا۔ اندر جو۔ کوڑا سک۔ مغز تخمِ آم۔ اتیس۔ لاجونتی۔ تمام ادویات کو ہموزن لیکر باریک سفوف کر لیں۔ خوراک ۴ ماشہ سے ۶ ماشہ تک ہمراہ چاولوں کے دھوون یا شہد کے ہر صُبح کھلانیسے پیچش۔ اسہال اور سنگرہنی دُور ہوتی ہے +

مرچ آدی چُورن

مرچ سیاہ۔ چترا۔ نمک سیندھا ہموزن لیکر سفوف بنالیں۔ خوراک ۳ ماشہ سے ۶ ماشہ تک ہمراہ چھاچھ دہی گاؤ۔ بواسیر۔ باؤ گولہ۔ کمزوری ہاضمہ۔ طحال اور سنگرہنی کو شفا ہوتی ہے +

تالیس آدی چُورن

تالیس پتر ایک تولہ۔ مرچ سیاہ دو تولہ۔ سُونٹھ تین تولہ۔ پپلی چار تولہ۔ بنسلوچن پانچ تولہ الائچی۔ دارچینی ہر ایک چھ ماشہ۔ مصری ۳۲ تولہ۔ تمام ادوّیات کا باریک سفوف بنالیں۔ خوراک ۳ ماشہ سے ۶ ماشہ تک ہمراہ شہد یا دُودھ یا مُناسب انوپان کے ساتھ استعمال کرانے سے بُخار کھانسی۔ اروچی اور اپھارہ وغیرہ دُور ہو کر بھوک بڑھ جاتی ہے +

ستوپلادی چُورن

مصری ۱۶ تولہ۔ بنسلوچن ۸ تولہ۔ پپلی ۴ تولہ۔ دانہ الائچی خورد ۲ تولہ۔ دارچینی ایکتولہ سب کو ملاکر باریک کرلیں۔ خوراک دو ماشہ سے چار ماشہ تک۔ اسمیں چوتھائی حصّہ بادام روغن یا گائے کا گھی اور برابر شہد ملاکر استعمال کرئیں کھانسی۔ دمہ۔ بُخار کو آرام آتا ہے۔ گلے کی کمزوری اور ہاضمہ کیلئے مُفید ہے

شتاوری چُورن

شتاور۔ گوکھرو۔ تخم کونچ۔ جڑ گنگیرن۔ جڑ کھریٹی۔ تالمکھانہ۔ تمام ہموزن لیکر سفوف بنا لیں۔ خوراک چار ماشہ صُبح اور چار ماشہ شام دُودھ گائے کے ساتھ دو ہفتہ استعمال کرنیسے احتلام جریان منی رفع ہوتا ہے۔ سُرعت و انزال کا نام نشان نہیں رہتا۔ اور قوّت باہ بڑھتی ہے۔ اور

رات کو استعمال کرنے سے ممسک ہے +

آکار کربھ آدی چورن

عقر قرحا۔ سونٹھ۔ سمرد چینی۔ زعفران۔ پیپلی۔ جائفل۔ لونگ۔ چندن سفید۔ ہر ایک ایک تولہ افیون چار تولہ۔ تمام کا باریک چورن بنالیں۔ خوراک دو رتی سے تین رتی تک دافع سرعت انزال ہے۔ شہد کے ساتھ رات کو استعمال کرنیسے ممسک ہے +

ناراچ چورن

ترودی ایک پاؤ۔ پیپلی ایک چھٹانک۔ مصری ایک پاؤ۔ تینوں کو نہائت باریک کر کے ملالیں۔ خوراک چھ ماشہ سے ایک تولہ تک ہمراہ آب گرم یا دودھ گرم۔ اس سے قبض رفع ہوتی ہے۔ بطور مسہل استعمال ہوتی ہے۔ بالکل بیضرر ہے +

کالک چورن

گھر کا دھواں۔ جوکھار۔ پاٹھا۔ ترکٹا۔ رسونت۔ ترپھلہ۔ لودھ۔ چترا۔ تمام ہموزن لیکر سفوف بناویں۔ منہ کے چھالے۔ گلے پڑ جانے اسکے استعمال سے درست ہو جاتے ہیں۔ گلے میں۔ زبان اور منہ کے چھالوں میں شہد کے ہمراہ یا ویسے ہی ملنا چاہئے۔ بعد میں گرم پانی کے غرارے کریں۔ دو تین دفعہ کے استعمال سے ہی آرام آجاتا ہے +

مرچ آدی گٹکا

مرچ سیاہ۔ پیپلی ہر ایک ایک تولہ۔ جوکھار آدھ تولہ۔ پوست انار دو تولہ۔ تمام کو کوٹ چھانکر آٹھ تولہ گڑ ملا کر بیر کے برابر گولیاں بنالیں۔ منہ میں رکھکر چوسنے سے ہر قسم کی کھانسی کو آرام آجاتا ہے +

کیشور گوگل

ترپھلہ دو سیر چھ چھٹانک۔ گلو ۴۸ تولے۔ دونو کو جو کوب کر کے بارہ سیر پانی میں پکائیں جب نصف سیر پانی رہ جائے۔ تو اتار کر چھان لیں۔ اس میں چونسٹھ تولہ شدھ کیا گوگل ڈال کر مدھم آگ پر پکائیں۔ جب قوام گاڑھا ہو جائے۔ تو اسمیں مندرجہ ذیل چیزیں ملا کر اور گھی کا ہاتھ لگا کر چار چار رتی کی گولیاں بنالیں۔ ترپھلہ۔ ترکٹا۔ بڑنگ ہر ایک ۲ تولہ۔ گلو چار تولہ۔ دنتی۔ ترودی ہر ایک تولہ۔ خوراک ایک گولی صبح ایک دوپہر اور ایک شام کو گرم دودھ یا گرم پانی کے ساتھ۔ جذام اور نقرس میں بہت مفید ہے۔ مرض جذام میں درخت خیر کی چھال کے کاڑھے کے ہمراہ دینا بہتر ہے۔ یہ گولیاں باؤ گولہ۔ پرمیہ۔ سوجن وغیرہ کو بھی دفع کرتی ہیں +

چندر کلا گٹکا

الائچی۔ کافور۔ مصری۔ پوست آملہ۔ جائفل۔ گوکھرو۔ موصلی سنبل۔ رس سیندور کشتہ قلعی۔ کشتہ فولاد ہر ایک ایک تولہ۔ ہر دوا کو علیحدہ علیحدہ کھرل کر کے ملالیں۔ ہمراہ کاڑھا گلو ایک روز ہمراہ کاڑھا پوست سنبل ایک روز کھرل کر کے چار چار رتی کی گولیاں بنالیں۔ ایک گولی صبح و شام ہمراہ شہد کھانیسے ہر قسم کا پرمیہہ دور ہوتا ہے۔ اور جسم میں طاقت اور قوت باہ بڑھتی ہے +

کانچنار گوگل

پوست درخت کچنار نصف سیر۔ ترپھلہ چوبیس تولے۔ ترکٹا بارہ تولہ۔ پوست درخت برنا چار تولہ۔ الائچی۔ تیزپات۔ دارچینی ہر ایک ایک تولہ۔ تمام ادویات کو کوٹ چھان کر "گوگل شدھ" ایک سیر تین تولہ میں ملاکر خوب کوٹ کر یک جان کریں۔ اور گھی کا ہاتھ لگاکر نصف نصف ماشہ کی گولیاں بنا لیں۔ خوراک ایک گولی صبح اور ایک گولی شام کو ہمراہ کاڑھا منڈی۔ کاڑھا خیر۔ کاڑھا ہلیلہ۔ یا آب گرم کے ساتھ استعمال کرنے سے گنٹھ مالا یعنی خنازیر ہر قسم۔ جذام یعنی کوڑھ۔ بھگندر و دیگر امراض دور ہوتی ہیں +

گولرسار

گولر کے درخت کی چھال لیکر سولہ گنا پانی میں پکائیں۔ جب پانی چوتھائی رہ جائے۔ تو چھان کر باقی ماندہ پانی کو نرم آگ پر پکاکر گاڑھا کرلیں۔ اس کو سار یا عصارہ کہتے ہیں۔ یہ پرمیہہ۔ جریان الرحم یعنی لیوکوریا کے لئے بہت مفید ہے +

رنجک رس

(اجزاء و ترکیب) شنگرف رومی مصفیٰ دو تولہ۔ بچھناگ مدبر تین ماشہ۔ سونٹھ مرچ سیاہ پیپل۔ ہر ایک ایک تولہ۔ پہلے شنگرف کو باریک پیسیں۔ اگر مدبر یعنی مصفیٰ نہ ہو۔ تو لیموں کے رس میں کھرل کریں۔ اسکے بعد بچھناگ ڈال کر کھرل کریں۔ اسکے بعد ترکٹا کا سفوف ملاکر سرمہ کی طرح باریک کھرل کرلیں۔ بس دوائی تیار ہے (خوراک و ترکیب استعمال) ۲۔ چاول سے ایک رتی بہ ہمراہ برگ پان دو وقت دن میں (فائدہ) تمام بلغمی امراض میں مفید ہے سنپات۔ کف جور (بلغمی بخار) فالج لقوہ آم وات۔ پرسوت روگ کھانسی۔ دمہ۔ قولنج ریح۔ ضعف جگر۔ یرقان۔ سوء القنیہ۔ استسقا بواسیر۔ آتشک۔ اور کئی ایک دیگر مزمن بیماریوں میں بارہا تجربہ شدہ ہے +

دُگدھ وٹی

"بھیشج رتناولی" میں ۲ دو نسخے "دُگدھ وٹی" کے ہیں۔ ایک میں تو افیم پڑتی ہے۔ اور دوسرے میں "کنک بیج" یعنے "تخم دھتورہ سیاہ"۔

افیم والا نسخہ مہنگا ہونے کے سبب سے آجتک نہ بنایا گیا ہے۔ اور نہ آزمایا گیا ہے۔ اور تخم دھتورہ سیاہ کیونکہ سستا پڑتا ہے۔ اسی لئے اسی کی آزمائش کی گئی ہے۔ جو نہایت ہی مفید ثابت ہوا۔

آیورویدک شاستر میں "دُگدھ وٹی" "شوتھ روگ (سوجن) کے واسطے بیان کی گئی ہے شوتھ یعنی "سوجن" میں دودھ کا پلانا سخت منع لکھا ہے۔ مگر لطف یہ ہے۔ کہ جو چیز سوجن کیواسطے مضر لکھی گئی ہے۔ وہی "دُگدھ وٹی" کا انوپان ہے۔ اور ایسا بے حد فائدہ کرتا ہے۔ کہ ناتجربہ کار اسکے استعمال کے بعد اسکی تاثیر کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں۔ حکماء کے قواعد کو مدنظر رکھکر آج اس "دُگدھ وٹی" کا نسخہ درج کیا جاتا ہے:-

(اجزاء و ترکیب) وِش (مِٹھا تیلیہ) تخم دھتورہ سیاہ۔ شنگرف رومی۔ ان تینوں اجزاؤں کو برابر وزن لیکر کھرل کرلے۔ اسکے بعد دھتورے کے پتوں کے معرق عرق میں ایک دو دن کھرل کرکے مونگ کے برابر گولیاں بناوے۔

(ترکیب استعمال) ایک گولی صبح ایک شام بہمراہ دودھ۔ اس دوائی کے استعمال سے ہر ایک قسم کی سوجن دور ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں یرقان اور کاملا (یرقان کی قسم) روگ اس سے دور ہوتے ہیں۔

تاکید۔ اس دوائی کے استعمال کے بعد خوراک کے طور پر باجرہ کی روٹی دودھ کے ساتھ دینی چاہئے نمک اور پانی ان دو چیزوں کا استعمال تب تک نہ کرے۔ جبتک بیماری اچھی طرح دور نہ ہوجاوے۔

کامنی مدبھنجن

(اجزاء و ترکیب) پارہ مصفیٰ۔ گندھک مصفیٰ۔ برابر وزن لیکر دو پہر خوب زوردار ہاتھوں سے کھرل کریں۔ جب سیاہ کجلی ہوجاوے۔ تب اسے دو تین دن سرخ کمل کے پتوں کے رس میں کھرل کرکے آتشی شیشی میں بھر کر گل حکمت کرکے . . . . ایک پہر تک "بالو کا جنتر" میں پکاوے۔ جب خود بخود سرد ہوجاوے۔ دوائی کو شیشی سے نکال کر کیسر کے پانی سے ایک دن کھرل کرکے سنبھال رکھے۔ اس کو آیورویدچاریہ "کامنی مدبھنجن" کہتے ہیں۔

(ترکیب استعمال) ایک رتی بہمراہ مناسب انوپان بلحاظ موسم۔

(فائدہ) اعلیٰ درجہ کی مقوی باہ مغلظ منی اور دافع سرعت ہے۔ اسکی چند دن کی مداومت سے

دائمی اِمساک پیدا ہوتا ہے۔ بوقت ضرورت (برائے اِمساک) بھی اِس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور ایک رتی ۴ رتی پوست کے سفوف کے ساتھ شام کو دُودھ سے لینا چاہیئے۔ یہ نُسخہ آیورویدک گرنتھوں میں بہت مشہور ہے +

کام وِجنو

(اجزاء و ترکیب) تانبے پُختہ آملوں اور گندھک مُصفیٰ کے سفوفوں کو سات دِن آملے کے رس سے اور سات دِن سیمبل کے رس سے کھرل کر کے بصُورت سفوف تیار کرے +

(فائدہ) مُقوّی باہ مُغلّظ منی۔ دافع سُرعت وغیرہ وغیرہ +

(ترکیب استعمال) خوراک ۴ سے ۶ ماشہ بہمراہ کھانڈ اور شہد استعمال کرائیں۔ اسکے متواتر ایک ماہ یا چالیس دِن کے استعمال سے اسّی برس کا بُوڑھا بھی پچیس برس کا جوان ہو سکتا ہے +

مرض دمہ کا مجرّب علاج

مسٹر "انیز والڈ السن" نے رسالہ "فزیکل کلچر" کی تازہ اشاعت میں دمہ کے مریض کے لئے نہایت مجرّب اور احتیاط سے مُنتخب کی ہوئی خوراک کی باقاعدہ فہرست شائع کی ہے۔ مسٹر موصوف کا تجربہ ہے۔ کہ اِس خوراک کے استعمال سے انہیں خود بھی دمہ سے آرام حاصل ہُوا۔ اور اُن کے دیکھتے دیکھتے بہت سے دُوسرے اشخاص کو بھی صحت حاصل ہو گئی۔ خوراک کی تفصیل ذیل میں درج کیجاتی ہے۔ شروع سے ہی اِس امر کی احتیاط رکھنی چاہیئے۔ کہ انتڑیوں میں ہوا کی آمد و رفت آزادانہ جاری رہے اور تنفس میں رُکاوٹ نہ آنے پائے +

غذا کے استعمال کے پہلے تین دِنوں میں روزانہ ایک "کوارٹ" سوڈا واٹر پینا چاہیئے۔ اور پہلے گیارہ یوم تک روزانہ دو دفعہ انتڑیوں کو غُسل دینا چاہیئے +

پہلے دُوسرے اور تیسرے دِن حسب خواہش پھلوں کا رس مِلا کر پیٔو۔ اِس کی آمیزش میں انگور، لیموں، رنگترہ (سنترہ) اور مالٹا کی رس شامل ہونی چاہیئے۔ چینی یعنی کھانڈ وغیرہ ملانے کی کوئی ضرورت نہیں +

چوتھے دِن سے چودھویں دن تک حسب ذیل مائع (سیال) خوراک استعمال کرو:۔

۷ - بجے صبح رنگترے کے رس کا ایک گلاس	۹ بجے صبح مکھن والے دُودھ کا ایک گلاس
۱۱ " انگور " " "	۱۲ بجے دوپہر " " "
۱ - ۱/۲ بعد دوپہر پھلوں کے رس کا ایک گلاس	۳ - بجے بعد دوپہر انگور کے رس کا ایک گلاس
۷ - بجے شام انگور کے رس کا ایک گلاس	۹ - بجے رات مکھن والے دُودھ کا ایک گلاس

ناشتہ:۔ ایک رنگترہ۔ چھ کھجوریں اور چھ انجیر ۔

دوپہر کا کھانا۔ خشک شدہ سبزی و ترکاریوں کی پکی ہوئی ایک رکابی۔ سبزیوں میں گاجریں ٹماٹر۔ شلغم۔ خاص طور پر مفید ہوتے ہیں۔ ان پر لیموں کی رس اور زیتون کا تیل ڈال لینا اور بھی اچھا ہوتا ہے۔ کچے پھل یعنی ناشپاتی یا سیب اور ۶ کھجوریں ۔

شام کا کھانا۔ وہی جو دوپہر کا کھانا۔ پھلوں کا انتخاب مریض کی مرضی پر منحصر ہے۔ ۲۸ ویں دن سے ۳۴ ویں دن تک پھلوں کے رس کی آمیزش کا استعمال بدستور جاری رہے۔ اس پر حسب ذیل اضافہ کر دیا جائے۔ اُبلی ہوئی سبزی ترکاریوں کی ایک رکابی مکھن کیساتھ کھائی جائے۔ پھلوں کو مریض اپنی مرضی کے مطابق انتخاب کر سکتا ہے۔ سبزی ترکاریوں میں گاجریں شلغم اور ساگ پات خاص طور پر مفید ثابت ہوتے ہیں۔ روٹی کا ٹکڑا مکھن کے ساتھ کھایا جائے ۔

دوپہر کا اور شام کا کھانا ایک ہی ہے۔ البتہ پھل اور سبزیاں تبدیل کی جا سکتی ہیں۔ یہ خوراک کا مکمل دور ہے ۔

مسٹر "انسٹر" کا ذاتی تجربہ ہے۔ کہ جوں جوں غذا کا دور گزرتا گیا۔ مرض آہستہ آہستہ دور ہوتا گیا اور مجھے دمہ جیسے موذی مرض سے شفا حاصل ہو گئی۔ اسکے بعد سالہا سال گزر گئے ہیں۔ مجھے کبھی دمہ کی شکایت لاحق نہیں ہوئی۔ اگر مجھے کبھی تھوڑی سی شکایت بھی ہوتی ہے۔ تو میں فوراً مائع رسیال، غذا کا استعمال شروع کر دیتا ہوں۔ جس سے میری صحت بحال ہو جاتی ہے ۔



شریمان پنڈت رام چندجی وششٹ نے جیند ریاست سے سات سیر عمدہ انار بغیر طلب بھیجنے کی کرپا کی ہے۔ انار کا ہر دانہ میرے نزدیک ہیرا سے کم نہیں۔ بغیر مانگے شردھا اور پریم سے بھیجے ہوئے پھل کی قیمت آپ میرے دل سے پوچھیں۔ ماتا پتا کی طرح میری خبر گیری پریمی کر رہے ہیں۔ اور وہ بھی بغیر کسی غرض کے۔ اس پریم میں کتنا مٹھاس ہے۔ راجوں مہاراجوں اور حاکموں کو لوگ ڈالیاں غرض یا خوف سے دیتے ہیں۔ مجھ کو میرے پریمی اپنا پریم آتما سمجھ کر پریم وش ہو کر تحائف بھیجنے کی کرپا کرتے ہیں۔ بھارت ورش کے جوگی کے پریم منڈل کا میں ایک ادنیٰ سیوک ہوں۔ اس پریم کی قیمت میں تمام زندگی بھی ادا نہیں کر سکتا ۔ (صوفی)

مردانہ امراض
اور اُن کی تشخیص و علاج

اخباروں اور دیواروں پر آتشک سوزاک۔ احتلام جریان سرعت انزال۔ نامردی کے ہی زیادہ اشتہار نظر آتے ہیں۔ اور اشتہاری دید خوب پبلک کو لوٹتے ہیں۔ پھر بھی مریضوں کو صحت نصیب نہیں ہوتی۔ اس لئے مندرجہ امراض کی تشخیص اور پھر ہر مرض کے آزمودہ نسخے بھی درج کر دیئے ہیں۔ تاکہ ہر شخص پیسوں میں اپنا علاج خود کر سکے۔ اور دوسروں کو فائدہ پہونچا سکے۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ۔ رعائتی قیمت بارہ آنہ۔

۴۔ برتھ کنٹرول
مانع حمل

ایسی دوائیاں یا آلہ کہ جن کے استعمال کرنے سے حمل ہونے کا اندیشہ بالکل نہ رہے۔ ایسی چیزوں کے بھی خوب اشتہار چھپ رہے ہیں۔ اور پبلک کا روپیہ برباد ہو رہا ہے۔ یورپ نے اس علم کو پایہ تکمیل تک پہونچا دیا ہے۔ آج تک یورپ نے اس کے متعلق جو جو ایجاد کی ہے۔ اسکے بنانیکے اصل نسخے اس کتاب میں درج ہیں۔ ربڑ کا جو سامان اور آلات اس میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان تمام کی تفصیل اور استعمال کرنیکے طریقے سمجھائے ہیں۔ غرضیکہ یورپ جن طریقوں پر کاربند ہے وہ تمام طریقے اس میں درج ہیں قیمت ایک روپیہ۔ رعائتی قیمت بارہ آنے ؛

۵۔ صنعت و حرفت کے راز

ہرطرح کے دیسی اور انگریزی صابن اور ہر طرح کے سر لگانے کے خوشبودار تیل۔ بغیر پھولوں کے ہرطرح کے عطر۔ لونڈر فلتہ۔ پف پاوڈر۔ ہر قسم کا فینائل۔ ہرطرح کا سرکہ۔ کھانے کی خوشبوئیات اور سینکڑوں قسم کی چیزیں بنانے کے طریقے اس کتاب میں درج ہیں۔ کہ جن کی بدولت یورپ مالامال ہو رہا ہے۔ آپ معمولی سرمایہ سے اس کتاب کی بدولت ہزاروں روپیہ کما سکتے ہیں قیمت فی جلد صرف ایک روپیہ۔ رعائتی قیمت بارہ آنہ ؛

۶۔ مستانہ جوگی کا یوگ درشن

پرانایام ہٹ یوگ۔ راج یوگ کرنے کے تمام طریقے اس کتاب میں درج ہیں۔ اور ہر یوگ آسن کی بیسیوں تصویریں ہیں۔ یوگ دنیا کیلئے معمہ بن رہا تھا۔ اس کتاب میں سائنٹفک طریقہ سے یوگ کی پوری تشریح کیگئی ہے۔ آپ اس کتاب کی مدد سے مکمل یوگی بن کر اپنی روحانی طاقتوں کو بے حد بڑھا سکتے ہیں۔ اور آپ یوگ آسنوں کی بدولت ہر مرض کا علاج کر سکتے ہیں۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ۔ رعائتی قیمت بارہ آنہ ؛

۷۔ وشنو ستارہ کی سیر

اس کتاب میں تخیلِ انسانی نظامِ شمسی سے بھی پرے چلا جاتا ہے۔ آسمان پر چمکتے ستاروں کا عجیب و غریب حال

ہر ستارہ کے باشندے۔ وہاں کے درخت۔ پہاڑ۔ دریا۔ وہاں کے لوگوں کی عجیب غریب ایجادیں۔ وہاں کی آب ہوا۔ آسمانی سفر کی دل ہلا دینے والی باتیں انسانی دماغ پر تمام برہمانڈ کے رازوں کا انکشاف کر دیتی ہیں اور پڑھنے والے کی معلومات میں بیحد اضافہ ہو جاتا ہے۔ کتاب ختم کرنے پر انسان کہہ اُٹھتا ہے۔ کہ مجھ کو آسمان کے رازوں کا اب پتہ لگا ہے قیمت فی جلد صرف آٹھ آنہ۔ رعایتی قیمت چھ آنہ۔

۸۔ پراچین بھارت کی گپت ودّیائیں

اس کتاب میں آج سے ہزاروں سال پہلے کا بھارت ورش دکھلایا گیا ہے۔ اُسوقت کی سائنس اور عجیب و غریب خفیہ علوم۔ فن سپاہ گری۔ اُس وقت کا طرز حکومت۔ اُس وقت کا فن تعمیر۔ پراچین بھارت کے شہروں اور گاؤں۔ غرضیکہ اسکے مطالعہ سے پراچین مقدس بھارت کا نقشہ آنکھوں کے آگے آجاتا ہے۔ اُس وقت کی ترقی کے مقابلہ میں موجودہ زمانہ نے ابھی خاک ترقی بھی نہیں کی۔ پراچین بھارت کی جہاز رانی انسان کو حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ اسکے علاوہ اس کتاب میں ایک درجن بلاک کی نایاب تصاویر ہیں۔ قیمت فی جلد صرف ایک روپیہ۔ رعایتی قیمت بارہ آنہ ؛

۹۔ جوتش رتن بھنڈار

ملک میں جوتشی چیونٹیوں کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ جو کہ اس مقدس علم کو بدنام کر رہے ہیں۔ آپ اس کتاب کی مدد سے کامل جوتشی بن سکتے ہیں۔ آپکے سامنے ہر ایک کی زندگی کے حالات ایک کھلی کتاب کی طرح ہونگے۔ آپ ہر شخص کے ماضی۔ حال اور مستقبل کے حالات بتا سکیں گے قیمت فی جلد صرف آٹھ آنے۔ رعایتی قیمت چھ آنہ ؛

۱۰۔ پنج نرنگنی

نہایت میٹھے دوہوں اور چوپائیوں میں پورن۱ اور انجنا منی۲ ساوتری۳ ریڑھ۴ بھیلنو۔ میراں بائی۵ اور مکمل رامائن۶ کی کتھائیں لکھی ہیں۔ کہ پڑھتے پڑھتے ہی دل یک سو ہو کر سمادھی کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ استری بچے اسکو پڑھتے پڑھتے ہی حفظ کر لیتے ہیں۔ اس کتاب کی کتھا سے گرہست آنند سے ہو جاتا ہے۔ اور گھر والوں پر ان کتھاؤں کا بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ قیمت فی جلد صرف آٹھ آنے رعایتی قیمت چھ آنے ؛

(محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔ یکمشت تمام کتابیں منگانے پر محصول ڈاک معاف)

نیازمند

مینجر رسالہ مستانہ جوگی شاہی محلہ

لاہور

ہمالیہ فارمیسی۔ شاہی محلہ لاہور

کی تیار کردہ

اَدوِیات

جوکہ زیرِ نگرانی شریمان "صوفی لچھمن پرشاد جی" تیار ہوتی ہیں۔ آپ نے طبی کتب میں اپنے تمام مجرب نسخے چھاپ دئیے ہیں۔ کہ جس سے عوام اور طبیب بے حد فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ آپ بھی اِن نسخوں کو تیار کر کے فائدہ اٹھائیں۔ اگر آپ کو ہر نسخہ کے خالص اجزا نہیں مل سکتے۔ یا آپ کو ادویات بنانیکی مہارت نہیں۔ تب آپ مندرجہ ذیل امراض کی بنی ہوئی ادویات خرید فرمادیں (مینیجر)

۱۔ سُرمہ جاگتی جوت ممیرا والا ۔ نام کو تو یہ سرمہ ہے لیکن دراصل یہ چنبیلی۔ پوست۔ بِل۔ نیتر بالا۔ جٹا منسی اور بہت سی پہاڑی بُوٹیوں کے پھُولوں کا غُبار اور ممیرا کا سفوف ہے۔ جوکہ قیمتی اور پُر تاثیر بُوٹیوں کے رس میں کھرل کر کے تیار ہوتا ہے۔ دُنیا کی کوئی بھی آنکھوں کی دوا اِسکا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ بینائی کی کمزوری رتوندا۔ مائی اوپیا۔ کُکرے یعنی روئے۔ آنکھوں کا دُکھنا۔ آنکھوں کی سُرخی۔ نیا موتیا بند۔ آنکھوں سے پانی بہنا۔ ناخُونہ۔ کم دکھائی دینا۔ دُھند۔ پڑبال۔ عینک کی عادت وغیرہ اِسکے اِستعمال سے پُرحیرت طریقہ سے دُور ہو جاتے ہیں۔ رشیوں کا یہ پراچین نسخہ آیورویدکے کمال کی نشانی ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ (عہ)

۲۔ رتن مُندرا :۔ سمُندری نباتات کے مُرکب میں قیمتی رتنوں کا جوہر ہے۔ ہر قسم کی خُون کی خرابی آتشک نیا ہو یا پُرانا۔ زہر یا مادہ اور چاہے کسی قسم کا ہو۔ بغیر منہ آنے کے **رتن مُندرا** کے اِستعمال سے چلا جاتا ہے۔ اور دوبارہ ہرگز نہیں ہونے پاتا۔ قیمت فی شیشی تین روپے (سے)

۳۔ دمہ دُور (رجسٹرڈ) :۔ کہتے ہیں۔ کہ "دمہ دم کے ساتھ ہے" لیکن **دمہ دُور** کی پہلی خوراک ہی کے پینے سے دمہ کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ اور مریض پہلی دفعہ آرام کی نیند سوتا ہے۔ سالم شیشی استعمال کرنے سے دمہ کی مرض دُور ہو جاتی ہے۔ چار اونس کی شیشی کی قیمت تین روپے (سے)

۴۔ اِستری ماسک دھرم (رجسٹرڈ) عورتوں کی بہت سی امراض کا باعث حیض کی خرابی ہے۔ اگر حیض یعنی ماہواری درد سے آتا ہو۔ یا رُک گیا ہو۔ اور اُسکے باعث بھُوک بند ہو۔ دِل اُداس رہتا ہو۔ چہرہ

کی رونق اُڑ گئی ہو۔ کمر میں درد رہتا ہو۔ اولاد ہونا بند ہو گئی ہو۔ ہسٹیریا کی شکائت رہتی ہو۔ تو فوراً حیض کی باقاعدگی کے لئے اِستری ماسک دھرم دوا منگا کر استعمال کرائیں۔ ایک ہی ہفتہ میں تمام خرابیاں دُور ہو جائینگی (حاملہ عورتوں کو یہ دوا ہرگز استعمال نہ کرائیں) قیمت فی شیشی صرف دو روپے (عہ)

۵۔ موم کا تیل :۔ دیسی موم کا خالص تیل بھی عجائبات سے ایک چیز ہے جنکو حکمت کا ذرا بھی شوق ہے۔ وہ اسکے اوصاف سے بخوبی واقف ہیں۔ ویسے بھی ایک نایاب چیز ہے۔ ہر طرح کی جسم کی دردوں میں مالش کریں پُرانی سے پُرانی درد فوراً دُور ہو گی۔ درد پسلی گٹھیا۔ جوڑوں کا درد۔ نمونیا۔ ہر طرح کی چوٹ کے لئے بے نظیر دوا۔ گذشتہ زمانہ میں میدانِ جنگ میں اسی کو پراچین ویدا استعمال کرتے تھے۔ ایک اونس کی شیشی کی قیمت ایک روپیہ ؎

۶۔ سرجیون رس :۔ نہایت خوشبودار دوا ہے۔ پیٹ درد۔ دردِ سر۔ بدہضمی۔ پھوڑا پھنسی غرض کہ سر سے لیکر پاؤں تک ہر اندرونی بیماریوں پر بے فکر ہو کر استعمال کریں۔ فوراً آرام ہو جائیگا۔ نہایت بے نظیر دوا ہے۔ ایک شیشی میں پورا ہسپتال بند ہے قیمت فی شیشی صرف دو روپے (عہ)

۷۔ سورن اگنی (رجسٹرڈ) غم۔ فکر۔ کم خوراکی۔ روحانی یا جسمانی صدمات۔ بڑھاپا یا عیاشی سے نحیف جسم یا جریان احتلام سے عاجز آیا ہوا اس دوا سے پندرہ سالہ برہمچاری کی طرح ہشاش بشاش اور جوش جوانی سے بھرپور ہو جاتا ہے۔ سالم شیشی کی قیمت صرف دو روپے (عہ)

۸۔ روغن طلا :۔ جو بدچلنی کے باعث کسی کام کے نہیں رہے۔ اور تندرست نوجوان جیسی حالت نہیں رہی۔ وہ بیرونی طور پر "سورن اگنی" کے ہمراہ "روغن طلا" کی مالش سے اندری کی تمام بیماریاں اور نقص دور کرسکتے ہیں قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

۹۔ منگل مُندرا :۔ سوزاک نیا ہو یا پرانا۔ مریض درد سے بے حال ہو "منگل مُندرا" کے استعمال سے فوراً آرام ہونے لگتا ہے۔ پیپ بہنی بند ہو جاتی ہے۔ درد موقوف ہو جاتا ہے۔ زخم راضی ہو جاتے ہیں۔ اور پھر عمر بھر سوزاک نمودار نہیں ہوتا۔ جلی ہوئی جگہ پر اس کے لگانے سے ٹھنڈک پڑ جاتی ہے۔ بچوں کی پاخانہ کی جگہ پر لگانے سے کیڑے مر جاتے ہیں۔ سالم شیشی کی قیمت تین روپے ؎

۱۰۔ قبض کشا گولیاں :۔ قبض دائمی ہو یا عارضی۔ رات کو سوتے وقت ایک دو گولی کھالیں قبض کا نشان نہیں رہیگا۔ معدہ کا زہریلا مواد نکلنے کے باعث بھوک بڑھ جائیگی۔ اور طبیعت ہشاش بشاش رہنے لگے گی۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ)

۱۱۔ سِدّھ مکر دھوج :۔ سردیوں میں استعمال کرنے والی طاقت کی لاثانی دوا ہے۔ اسکی پندرہ خوراک کی قیمت صرف تین روپے ؎

رسالہ مستانہ جوگی کا

طبی وصنعت وحرفت نمبر

اکتوبر کا رسالہ آپ کے ہاتھ میں ہے آج سے دو ماہ بعد رسالہ کا خاص نمبر نہایت شان سے چھپے گا صنعت وحرفت کے وہ نایاب طریقے درج ہوں گے کہ جن کی مدد سے ہر شخص نہایت آسانی سے اپنی آمدن بڑھا سکتا ہے ملک کی بیکاری کے پیش نظر اسدفعہ خاص طور پر عملی طور پر بیکاری دُور کرنے کے بہت سے طریقے درج ہونگے کہ جن کو یورپ اور جاپان نے ابتک سینے میں چھپائے رکھے تھے۔ اسکے علاوہ نہایت اعلیٰ مجرب نسخے امراض کی تشخیص، علم جڑی بوٹی اور دیگر بے حد قیمتی معلومات درج ہونگی اب سے ہی خاص نمبر کی تیاری شروع ہے تاکہ اس دفعہ کا خاص نمبر گذشتہ تمام سال کے خاص نمبروں کو مات کر دے یہ خاص نمبر بعد میں دس روپے میں بھی دستیاب نہیں ہوگا لیکن جوگی کے مستقل خریداروں کو مفت ہی ملے گا اسلئے ناظرین کا فرض ہے کہ جوگی کے نئے پریمی پیدا کریں تاکہ اُن کو یہ خاص نمبر مفت مل سکے۔

معزز ناظرین سے التماس:- میں جوگی کے خاص نمبر کی تیاری میں مصروف ہوں اور کوشش کر رہا ہوں کہ انمیں بیحد قیمتی معلومات درج ہوں۔ اسلئے دو ماہ تک مجھ کو غیر ضروری خط وکتابت اور ملاقاتوں سے معاف رکھا جائے۔ کیونکہ کام کی زیادتی سے میری صحت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

نومبر اور دسمبر کے رسالے بھی اسدفعہ خاص شاندار ہونگے۔ اِن کی تیاری میں بھی میں خوب دلچسپی لے رہا ہوں اور میں چاہتا ہُوں کہ جوگی میں اور بہت سی خوبیوں کا اضافہ کیا جائے۔ یہ تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ مجھ کو غیر ضروری خط لکھ کر پریشان نہ کیا جائے۔ آج سے ٹھیک ایک سال اور دو ماہ کے بعد جوگی کی عمر پُوری چوتھائی صدی کی ہو جائیگی۔ اس لئے میں یہ چودہ رسالے اس شان کے چھاپنا چاہتا ہُوں جو کہ اس رسالہ کی سلور جبلی کی یادگار ثابت ہوں۔ اور ملک کیلئے بیحد قیمتی معلومات کا خزانہ۔ یہ چودہ ماہ میرے لئے بیحد مصروفیت کے ہیں۔ میری زندگی کی خواہش ہے کہ میں جوگی کو پچیس سال کی عمر کا دیکھوں اور وہ زمانہ اب قریب آ رہا ہے۔ اِسلئے مجھ کو اس تھوڑے عرصہ کیلئے دل کھول کر کام کر لینے دیں۔ اب آیندہ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر رسالہ نکلے گا۔ صوفی

فہرست کُتب

(ایڈیٹر "مستانہ جوگی" کی تصانیف)

سائنس کی روشنی میں

۱۔ ہندوستانی جڑی بوٹیاں

اِس کتاب میں ہر بوٹی کا ہر زبان میں نام۔ جائے پیدائش پہچان۔ آیورویدک اور یونانی میں اِن کا استعمال انگریزی نام۔ ڈاکٹری نام۔ یورپ والے اِن بوٹیوں سے جو جو دوا تیار کرتے ہیں۔ اُن انگریزی دوائیوں کا نام۔ اُنہ رُو نے ڈاکٹری ہر بوٹی کے خواص۔ بوٹیوں کے فوائد۔ دوسرے ملکوں میں اُن کی تجارت کے وسائل غرضیکہ ہندوستان کی ہر بوٹی پر اِس کتاب میں پوری پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔ یورپ والے اِنہی رازوں سے واقف ہو کر ہندوستانی بوٹیوں کو منگا کر ان سے پانچ پانچ سو روپیہ فی پونڈ کی دوائیاں تیار کر کے دنیا بھر میں تجارت کر رہے ہیں۔ اور ہم ناواقفیت کے باعث اُن کو بیکار سمجھ کر پاؤں میں روندتے اور چولھوں میں جلاتے ہیں۔ سوم بوٹی اور ممیرا کہ جن کو نایاب خیال کیا جاتا ہے۔ ناواقفیت کے باعث تین ۳ روپے تولہ ممیرا بِک رہا ہے۔ حالانکہ اِس خودرو بوٹی سے پہاڑ بھر پڑے ہیں۔ ان پر پوری روشنی ڈالی ہے۔ اِس کتاب کی مدد سے یہ دونوں بوٹیاں جتنی مقدار میں ضرورت ہو۔ آپ خود مہیا کر سکتے ہیں۔ اُردو زبان میں آجتک ایسی نایاب کتاب نہیں چھپی۔ باوجود اِسقدر قیمتی معلومات کے قیمت فی جلد صرف تین روپے ہے۔ رعایتی قیمت دو ۲ روپے۔

۲۔ مجرّبات طِبّ قدیم و جدید

یہ لاثانی کتاب آیورویدک۔ یونانی اور ڈاکٹری کا نچوڑ ہے۔ دنیا کے مشہور وَیداور حکیم جن نسخوں کو استعمال کرتے آئے ہیں اور جن نسخوں کو تمام زمانہ مستند اور مفید تسلیم کرتا ہے وہ تمام نسخے اِس کتاب میں درج ہیں۔ آیورویدک اور یونانی کی تمام معتبر کتابوں کے وہ نسخے جو کہ لاکھوں آدمیوں پر مفید ثابت ہو چکے ہیں۔ ہر مرض کے اِس کتاب میں درج ہیں۔ رس رسائن آسو۔ ہر طرح کی معجون۔ شربت۔ عرق بنانیکے طریقے بھی مندرج ہیں۔ ہر دھات کو شُدھ کرنے اور کشتہ کرنیکے طریقے بھی بتا دیئے ہیں۔ ہندوستان کی مشہور اشتہاری دوائیوں کے اصل نسخے بھی درج ہیں۔ ہر نسخہ کے اجزا نہایت عام فہم زبان میں درج ہیں۔ اور اُنکے بنانے کے طریقے اِسقدر سادہ زبان میں لکھے ہیں۔ کہ اُنکو پڑھکر ایک بچہ بھی تیار کر سکے۔ اِسکے علاوہ یورپ کی مشہور پٹینٹ ادویات کو بنانے کے طریقے بھی بتا دیئے ہیں۔ صوفی صاحب نے اپنے ذاتی مجربات بھی اِس کتاب میں درج کر دیئے ہیں باوجود اِس قدر قیمتی معلومات کے قیمت فی جلد صرف تین ۳ روپے ہے۔ اور رعایتی قیمت دو ۲ روپے۔

۱۲- شُدھ سلاجیت کا جوہر :- جو کہ پتھروں کی ستی ہے طاقت کی بینظیر دوا ہے۔ بچہ۔ بوڑھا مرد۔ عورت ہر ایک استعمال کر کے اس سے طاقت بڑھا سکتا ہے۔ اسکو مومیائی بھی کہتے ہیں۔ یہ مشہور عالم چیز ہے ابھی تازہ پہاڑوں سے آئی ہے۔ اور شُدھ کر کے اُسکا جوہر تیار کیا گیا ہے۔ آپ آج ہی اسکو منگا کر رکھ لیں۔ ہر روز یہ چیز نہیں مل سکتی ہاں نقلی کا کیا کہنا۔ اس نام پر تو عام بک رہی ہے۔ ذیابیطس کے مریضوں کے لئے آبِ حیات ہے۔ قیمت فی شیشی صرف دو روپے ہے ؁

۱۳- رُوح برھمی بُوٹی :- برھمی بُوٹی کے بیجوں کا یہ تیل ہے۔ جو کہ حافظہ کو تیز کرنے دماغی طاقت بڑھانے میں اپنی مثال آپ ہے۔ اسکے علاوہ جسم کی طاقت کو بھی بڑھاتا ہے۔ طالب علموں اور دماغی کام کرنیوالوں کیلئے یہ لاجواب چیز ہے۔ اس کو "ہمالہ فارمیسی" نے خاص فرمائیشوں پر خاص طور پر تیار کیا ہے۔ اس کی فی شیشی کی قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ (عہ) ہے۔

۱۴- اچپن بالوٹھ پاؤڈر :- یہ خوشبودار منجن قیمتی اجزا کا مرکب ہے۔ اس کے روزانہ استعمال سے دانت موتیوں کی طرح خوبصورت اور تندرست رہتے ہیں۔ منہ کی بدبو دور ہوتی ہے۔ مسوڑھوں سے خون یا پیپ بہتی ہو! ور دانت ہلتے ہوں اور مرض "پائیوریا" یعنی دانتوں کو "گوشت خورہ" ہو گیا ہو اس منجن کے استعمال سے لازمی طور پر دور ہو جاتا ہے۔ دانتوں کو پانی لگتا ہو۔ اسکے استعمال سے نہیں لگتا۔ اس منجن کے چند دن کے استعمال سے ہی آپ محسوس کرینگے کہ دانتوں کی تمام شکایتیں رفع ہو گئی ہیں۔ دانتوں کی تمام امراض کی اس سے بہتر دوا آجتک کوئی ایجاد نہیں ہوئی۔ باوجود ان اوصاف کے قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ (عہ)

۱۵- کان بہنے کا علاج :- چمبیلی - اگر کان میں پھوڑا پھنسی ہو۔ یا کان سے بدبودار مادہ خارج ہوتا رہتا ہو۔ کہ جس کو کان بہنا کہتے ہیں چمبیلی دوا کے استعمال سے یقینی طور پر آرام آجاتا ہے۔ وہ لوگ جو کہ ان امراض پر سینکڑوں روپیہ صرف کر چکے ہیں۔ آخر ان کو اسی دوا سے آرام آیا۔ یہ دوا صرف کان کے پھوڑے پھنسی اور کان بہنے میں ہی مفید ہے۔ اسلئے کان کی دیگر امراض بہرہ پن وغیرہ میں اس کا استعمال بے فائدہ ہے قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ ہے جو کہ مکمل صحت کے لئے کافی ہے۔

۱۶- تر خارش اور خرابی خون کا علاج :- موتیا لوشن - یہ سرخ رنگ کا سیال چار اونس کی بوتلوں میں بند ہے۔ اور مجرب روزگار ہے۔ اسکی ایک بوند روزانہ پانی میں ملا کر پینے سے ہر طرح کی خون کی خرابی دور ہو جاتی ہے۔ آتشک تک کا مواد خارج ہو جاتا ہے۔ بواسیر کو فائدہ کرتی ہے منہ کے کیلوں پر لگایا جائے۔ تو کیل نکلنے بند ہو جاتے ہیں جسم کی خارش اسکے ملنے سے دور ہو جاتی ہے۔ گندے اور پیپ دار زخموں پر لگانے سے زخم فوراً بھر جاتے ہیں۔ تر خارش کہ جسکے باعث باجرہ کے دانہ جیسی پیپ سے بھری ہوئی چھوٹی چھوٹی بیشمار پھنسیاں ہاتھوں کی انگلیوں اور

جسم کے دیگر حصّوں میں ہوجاتی ہیں۔ کہ جن میں بیحد کھُجلی ہوتی ہے اور پیپ اور پانی سا بہتا ہے۔ یہ کھُجانے سے اور بھی بڑھتی ہے۔ اور جہاں جہاں مواد لگتا ہے۔ وہاں وہاں یہ پھیلتی جاتی ہیں۔ اِس چھوت دار مرض کا آخری اور مجرّب علاج صرف "موتیا لوشن" ہے۔ اِسکے لگاتے ہی ٹھنڈک پڑ جاتی ہے۔ اور دانے مرجھانے لگتے ہیں۔ اور دو تین دن میں ہی جلد صاف ہوجاتی ہے۔ اور پھر اِس مرض کا نام و نشان نہیں رہتا۔ قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ چار آنہ (عہ)، اگر کوئی زہریلا جانور کاٹ کھائے۔ تو فوراً اِسکے اِستعمال سے آرام آجاتا ہے۔

۱۷۔ "لاہور سور" یعنی جڑ دار پھوڑے کی مرہم:۔ مَن مَندرا مرہم

"لاہور سور" کہ جس کو "لوکل سور"۔ فرنٹیر سور"۔ بغداد سور"۔ دہلی سور" یا "جڑ دار پھوڑا" بھی کہتے ہیں۔ جو درد تو نہیں کرتا لیکن آہستہ آہستہ پھیلتا جاتا ہے! اور اُوپر سے چھلکا اُترتا رہتا ہے۔ بڑا خوفناک پھوڑا ہے۔ کہ جسکے علاج میں ڈاکٹر، حکیم وَیَّد عاجز ہیں۔ دُنیا بھر میں اِس کا علاج محض "مَن مَندرا مرہم" ہے۔ کہ اس کو صرف ایک دفعہ لگانے سے قطعی آرام آجاتا ہے۔ ملک کے طُول و عرض میں یہ دوا اِستعمال ہوتی ہے۔ اِس دوا کے لگانے سے پانچ چھ گھنٹہ درد ضرور رہتا ہے لیکن ایک ہی دفعہ لگانے سے ہمیشہ کیلئے اِس بیماری سے مخلصی مل جاتی ہے قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ (عہ)

۱۸۔ مَن مَندرا تیل:۔

ہر روز اِس کو "لاہور سور" پر لگانے سے پندرہ بیس دن میں "جڑ دار پھوڑا" بغیر کسی قسم کے درد یا جلن کے دُور ہوجاتا ہے۔ اور ہر طرح کے داد اور چنبل پر بھی اس تیل کو لگانے سے قطعی آرام آجاتا ہے۔ وہ مریض جو کہ "مَن مَندرا مرہم" کو درد کے باعث اِستعمال نہ کرنا چاہیں۔ اُنکو چاہئے۔ کہ "مَن مَندرا تیل" کا اِستعمال کریں۔ جڑ دار پھوڑے کے عِلاوہ یہ تیل ہر طرح کے داد اور چنبل کی بھی مجرّب دوا ہے قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ (عہ) ہے۔

۱۹۔ اکسیر برص یعنی پھُلبہری

:۔جب جسم پر سفید داغ پڑنے لگیں۔ یا پڑ چکیں۔ اور آپ عِلاج کرا کرا کر تھک چکے ہوں۔ تو آپ فوراً "اکسیر برص" منگا کر اِستعمال کریں چند دن تک دوا لگانے اور کھانے سے سفید داغ غائب ہونے لگیں گے۔ اور جلد کا رنگ درست ہوجائیگا۔ اور ہمیشہ کے لئے یہ مرض جاتا رہیگا۔ صوفی صاحب نے خاص طور پر اِس دوا کو ایجاد کیا ہے۔ ہزاروں مریض اِس دوا سے تندرست ہوچکے ہیں کھانے اور لگانے دونوں دوا کی قیمت پانچ روپیہ ہے۔ اگر آپ یقینی صحت چاہتے ہیں تو سب دوائیاں چھوڑ کر اِسکا اِستعمال شروع کردیں:۔

محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا

دوائیاں ملنے کا پتہ

مینجر ہمالہ فارمیسی شاہی محلہ لاہور

آپس کی باتیں

۱- شریمان "ہنس راج" جی نے نوشہرہ سے تھوڑا سا گولڈ ڈسٹ یعنی سونے کا سفوف بھیجا ہے - جوکہ کسی دریائی ریت سے نکلا ہوا معلوم دیتا ہے - غالباً تحصیل چارسدہ ضلع پشاور کے دریا کی ریت سے یہ نکلا ہوا ہے - آپ اس کا نرخ دریافت کرتے ہیں - میں نے اس سنہرے سفوف میں سہاگہ شورہ کا سفوف ملا کر آگ دی - تو معلوم ہوا - کہ یہ سنہرے رنگ کے ابرک کے ذرے ہیں - خوردبین ہر ذرہ تہ بہ تہ تھا - اگر یہ ذرے سونا ہوتے - تو بہت وزنی ہوتے - اور سہاگہ اور شورہ ملا کر آگ دینے جاتے لیکن ایسا نہیں ہوا - GOLD DUST ہمیشہ میدہ جیسی نہایت باریک بعض حاصل ہوتی ہے - مقام چلاس متصل گلگت دریائے سندھ میں سے خالص سونا ریت سے نکلتا بگادھری (ضلع انبالہ) کے نزدیک قصبہ چھچھرولی کے قریب جو ندی بہتی ہے - اسکی ریت میں موجود ہے - جوکہ پگھلانے پر نہایت نفیس سونا برآمد ہوتا ہے - عام دریاؤں کی ریت میں جو سنہرے چمکتے ہیں - یہ دراصل ابرک ہی ہوتا ہے - جوکہ وزن میں ہلکا ہوا کرتا ہے - اور اس کی کچھ قیمت نہیں ہے

محکمہ ڈاک خانہ نے ایسا انتظام کر دیا ہے - کہ میری ڈاک بند تھیلے میں تالا لگا کر براہ راست پہنچ جاتی ہے - راہ میں کسی کے ہاتھ نہیں پڑتی - اس انتظام کے عوض چوبیس[۲۴] روپے سالانہ خانہ کو دینے پڑتے ہیں - اس وقت لاہور میں گیارہ[۱۱] اشخاص کی ڈاک اس طریقہ پہ جاتی تھی - ہر خط جو مجھ کو بھیجا جائے - اس پر میرا پتہ لکھنے کے علاوہ **پوسٹ بیگ نمبر ۱۲** ضرور لکھا تاکہ خط کے گم ہونے کا اندیشہ نہ رہے ٭

۲- کئی پریمی خطوں کے ذریعہ مجھ سے نسخے طلب کرتے ہیں - کہ جس سے میرا بہت وقت ضائع ے میں نے ہر مضمون پر کتابیں چھاپ دی ہیں - ان کو چاہئے - کہ وہ میری تصنیف شدہ کتابوں پنے سوالوں کا جواب تلاش کریں - اگر کتابوں میں جواب نہ ملے - تب مجھ کو خط لکھیں - اسدفعہ نے اسی رسالہ میں کتابوں کی فہرست چھاپ دی ہے ٭



